آنریبل ڈاکٹر سر سید احمد خان بہادر کے۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ ایل۔ ایل ڈی

و

کے

لکچروں کا مجموعہ

مع

مختصر سوانح عمری

مرتبہ

جناب منشی محمد سراج الدین صاحب ایڈیٹر سرمور گزٹ

بفرمائش

خاکسار حسام الدین۔ تاجر کتب قرآن مور بازار کشمیری

سنہ ۱۸۹۰ء

(قیمت فی جلد ۴)

(اسی مطبع لائیڈ پریس ماہو میں مولوی کرم بخش مالک و مہتمم اصباح سے چھپا)

مُسلمانانِ ھند کی خِدمت میں عاجزانہ

اپیل

تمھیں اپنی مشکل کو آساں کروگے — تمھیں اپنی منزل کا ساماں کروگے
تمھیں درد کا اپنے درماں کروگے — کروگے تمھیں کچھ اگر یہاں کروگے

چھپا دستِ ہمت میں زورِ قضا ہے
(خواجہ) مثل ہے کہ ہمت کا حامی خدا ہے — حالی)

حضرات مصلحین قوم و ہمدردانِ اسلام! آپ پر واضح و روشن ہے کہ آجکل اسلام کی عبرت انگیز اور دردناک ہے اسکے اقبال کا ستارہ نزدیک ہے کہ ڈوب جائے۔ اسکی ترقی کا جہاز موج بلا میں گرفتار ہے جن کی سعی و ہمت کی کمر شکست ہوگئی ہے اپنے تدارک مافات سے غافل ہیں افلاس اور نخوت کا مرض یوماً فیوماً روبترقی اپنے علاج و حفظ ماتقدم سے بالکل بے خبر ہیں کس کا دل ہے جو اس حالت کو دیکھکر موم نہو جائے اور کس کی آنکھ ہے جو ترقہ ترنہ ہو۔ یہ امر بھی واضح تر ہے کہ وہ اپنے اسلاف کے کارنامے فراموش کر چکے ہیں اور اپنے بزرگوں کی علمی اور عملی دولت کھو بیٹھے ہیں۔ جو قومیں کل اُن کی شرمندۂ احسان تھیں آج اُن کو تیر ملامت کا ہدف بنا رہی ہیں۔ اگر آپ کے دل میں حمیت کا جوش ہے اور اگر دین محمدی کی غیرت کچھ بھی آپ میں ہے تو قوم کی ڈوبتی ناؤ کو اپنے بابرکت ہاتھوں اور دستِ ہمدردوں کے دل مالی اور قلمی امداد سے اُبھار دو +

حامیانِ اسلام! کیا ایسے وقت میں آپ ان ضرورتوں کو تسلیم نہ کریں گے کہ اوّل قوم کو اپنے پچھلے شائستگی اور فتوحات اور زندہ دلی پر آگاہ کیا جائے اور پھر موجودہ حالت کی پستی اور تنزل اور زمانہ حال کی رفتار پر بیدار کیا جائے۔ روشن دماغ اسلامی مصنفوں کی ہمدردانہ اور نصیحت آمیز تحریروں سے ان کو مغربی تہذیب تمدن کی طرف رغبت دلائی جائے۔ الحمدللہ کہ انھیں سچے اور بے لوث اصولوں پر ہم نے تمام مسلمانانِ ہند کی خ لئے شہر لاہور بازار کشمیری میں **قومی دوکان** کھول دی ہے ع ہر چہ باداباد ما کشتی در آب ا قوم اور اہل قوم میں اگر کچھ دم باقی ہے تو **مالی اور قلمی** امداد سے اس سچی کوشش کا دائرہ پر ضرور کمربستہ ہوں گے اور نہ صرف اس ناچیز خادم قوم ہی کو ممنون اور مشکور فرمائیں گے بلکہ یقیناً وہ درتہ سلف بلپ کو اپنے تصرف میں لائیں گے +

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

ریفارمر یا امام یا مجتہد الوقت ہونا اور بندگان خدا کی اصلاح اور خیر خواہی اور اُن کے درمیان تہذیب و تعلیم کے پھیلانے کی کوشش کرنا اور نامعلوم اور موثر طریقوں سے کام لینا ایک ایسا منصب اور ایسا کام ہے جو ہر ایک شخص کے ہونے یا کرنے کا نہیں ہے وہ ایک فطری مادہ ہے جو خداوند تعالیٰ اپنے بندوں میں سے ایک کو اُس وقت عطا کرتا ہے جبکہ وہ اپنے وعدہ کو پورا کرنا چاہتا ہے۔ سچ کہا گیا ہے کہ ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

لیکن اُس ریفارمر کو ریفارمر جاننا اور مصلح اور مجتہد ماننا۔ اُس کے طریقوں سے فائدہ اُٹھانا اور اُن طریقوں کو پھیلانے اور شایع کرنے میں کوشش کرنا ہر ایک شخص کا حصہ ہو سکتا ہے۔ اگر خدا نے اُس کو ایسا ہی خوش قسمت اور خوش نصیب بنایا ہو۔ کاش ایک ناقابل بھی اُن میں سے ہو سکتا ہے ؛

سر سید احمد خاں کے لکچر اور اسپیچیں جو ملک اور خصوصاً ہماری قوم کی اصلاح اور ترقی کا ایک ذریعہ

ہوئی ہیں اگرچہ خاص مواقع پر کہی گئی ہیں مگر اُن کا فایدہ اب مستقل اور دایمی ہے کہ اُن کی عمر اُن کے موضوع کی عمر کے برابر ہوگی۔ سید کی تحریریں اور تقریریں قومی ضروریات کے تمام مضامین کے واسطے ایسی جامع اور کافی ہیں کہ صدہا جدید مضامین کا لکھنا اُن کی اشاعت کے برابر نہیں ہوسکتا +

سید احمد خاں پنجم ذالحجہ ۱۲۳۲ ہجری مطابق ۱۷- اکتوبر ۱۸۱۷ عیسوی کو دہلی میں پیدا ہوئے اُس کے دادا **جواد الدولہ جواد علی خاں میر ہادی** اور اُس کے نانا **نواب وبیر الدولہ امین الملک مصلح جنگ خواجہ فرید الدین احمد خاں بہادر** دونوں شاہان دہلی کے عہد میں عہدہ وزارت پر سرفرازرہ چکے تھے۔ سید کے والد نے ان اعزاز سے انکار کیا اگرچہ دربار کے ساتھ اُن کے تعلقات بدستور تھے۔ ۱۸۳۶ء میں سرسید کے والد کا انتقال ہوا اور **بہادر شاہ** نے اُس کو اُس کے دادا کا خطاب **جواد الدولہ** باضافہ **عارف جنگ** عطا کیا +

سرسید اپنے والد کے انتقال کے بعد بہت جلد قلعہ سے اپنے تعلقات قطع کر کے ملازمت سرکار انگریزی میں داخل ہوگئے۔ ۱۸۳۷ء میں منشی گری کے عہدے سے اُس نے ملازمت شروع کی اور خدمات سرکاری میں وہ بتدریج اور باستحقاق اُس مرتبہ عالی پر پہونچا یا جو منتہائے ترقی ہے +

تعلیم سرسید احمد خاں کی نہایت ادنےٰ درجہ کی تھی مگر اُس کے کارنامے اور بے نظیر کامیابی ایک حیرت انگیز چیز نی اُس کی مثال قائم کر رہے ہیں۔ جیساکہ مولوی **مہدی علی خاں** (نواب محسن الملک) نے **حاجی اسمٰعیل خاں** صاحب کو سید کے حالات پر ایک چٹھی لکھتے ہوئے لکھا تھا کہ" یہ سچ ہے کہ **سید احمد خاں** کی تعلیم کسی علم یا کسی زبان میں سبقاً سبقاً اعلیٰ درجہ کی نہیں ہوئی نہ وہ علوم مشرقیہ کے لحاظ سے عالم و فاضل ہیں اور نہ یوروپین سائنس کے اعتبار سے پروفیسر یا ڈاکٹر مگر ہمارے زمانہ میں سید احمد خاں اس بات کا ثبوت ہیں کہ جس شخص کو فطرت سے دماغ صحیح اور ذہن سلیم عطا ہو دنیا کو اُس کے طبع زاد۔ خداداد۔ خودرو خیالات کس قدر فائدہ پہونچا سکتے ہیں۔ دنیا میں لوگ مجاہدہ و ریاضت سے۔ فکر و رویت سے۔ مطالعہ و اکتساب

معلومات کو بڑھا کر ذہن کو تیز خیال کو وسیع نظر کو غائر بنا لیا کرتے ہیں اور ایسے ہی لوگوں
یم کا اطلاق ہوتا ہے۔ لیکن یہ تصنع اور تکلف اور آورد ہے اور سید احمد خاں کی حالت۔
ت۔ جبلت اور آمد شَتّانَ بَیْنَهُمَا وَمَا اکْتَمَلَ فِی الْجِنْسِ کا کمل" +

سید کی طبیعت ابتداء سے سخت محنت اور ریاضت کش بنائی گئی تھی۔ آثار الصنادید
ے یہی امر ظاہر نہیں کرتی۔ بلکہ اُس کی طبیعت کے قدرتی میلان کا کہ وہ کس جانب تھا اُس
نشان ملتا ہے۔ بقول مولوی مہدی علی خاں صاحب کے کہ "اسی کتاب کی تالیف
سید احمد خاں کو اس بات کی طرف متوجہ کیا کہ مسلمان کس طرح اعلیٰ علمی ترقی پر پہونچکر
ل السافلین نکبت میں گرتے چلے جاتے ہیں"۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ اس صورت میں
شخص وہ کام کر رہا تھا جس کی نسبت شاید صاف طور پر نہ جانتا تھا کہ وہ اُس کے لیئے بنایا
ہے۔ وہ ایک مرثیہ لکھ رہا تھا جس سے زیادہ سچا اور زیادہ پختہ کسی دوسری صورت میں
یں ہو سکتا تھا۔ ؎

از نقش و نگارِ در و دیوار شکستہ
آثار پدید است صنادید عجم را

۱۸۵۷ء کے غدر نے سید احمد خاں کی طبیعت کے ساتھ وہ کام کیا جو ایک بجلی گرنے کے
قعہ نے لوتھر[1] کے ساتھ کیا تھا۔ مگر لوتھر کی ریفارمیشن اور سید احمد خاں کا اجتہاد شتّانَ بینهما
و نسبت ایک شخص کی جان لینے والی بجلی اور ملک کے ویران کر دینے والے غدر میں ہے وہی
سبت اُن کے کاموں میں ہے۔ غدر نے اس آتشین مادہ کو جو سید کی طبیعت میں تھا
ارت پہونچائی اور وہ دل ایک آتشفشاں پہاڑ کی مانند پھوٹ گیا۔ سید اپنے حالات کو غدر کے
یام سے سفر لنڈن تک نہایت مختصر طور پر بیان کرتا ہے جس سے زیادہ ہم اس وقت

---

[1] لوتھر مقدس جو سولھویں صدی میں عیسائی مذہب کا ایک بڑا ریفارمر گذرا ہے ۱۵۱۷ء تک قانون اور لٹریچر
مطالعہ کرتا تھا کہ دفعتہً اس حال میں ایک ایسا واقعہ گذرا جس نے اُس کے میل خیالات کو ایک دوسرے رُخ
ں ڈال دیا۔ یعنی اُس کا ایک ہم سبق طالب علم آسمانی بجلی کے گرنے سے اُس کے سامنے آناً فاناً مر گیا۔
س وقت سے لوتھر نے تارک الدنیا ہو جانے کی نیت کر لی +

نہیں بیان کرنا چاہتے۔ جو اس طرح پر ہے کہ:۔

"کمبخت زمانہ غدر ۱۸۵۷ء کا ابھی لوگوں کی یاد سے بھولا نہیں ہے۔ اُس زمانہ میں میں بجنور میں تھا جو مصیبت کہ وہاں کے موجودہ حکام انگریزی اور عیسائیوں کے زن و مرد اور بچوں پر پڑی۔ صرف اس خیال سے کہ انسانیت سے بعید ہے کہ ہم مصیبت کے وقت اُن کا ساتھ نہ دیں میں نے اُن کا ساتھ دیا۔ غدر میں جو حال انگریزوں اور بچوں اور عورتوں پر گذرا اور جو حال ہماری قوم کا ہوا اور نامی نامی خاندان برباد و تباہ ہو گئے۔ ان دونوں واقعات کا ذکر بھی دل کو شک کر دینے والا ہے۔ غدر کے بعد مجھ کو نہ اپنا گھر لٹنے کا رنج تھا نہ مال و اسباب کے تلف ہونے کا۔ جو کچھ رنج تھا اپنی قوم کی بربادی کا اور ہندوستانیوں کے ہاتھ سے جو کچھ انگریزوں پر گذرا اُس کا رنج تھا۔ جب ہمارے دوست مرحوم مسٹر شکسپیر نے جن کی مصیبتوں میں ہم اور ہماری مصیبتوں میں وہ شریک تھے بعوض اُس وفاداری کے تعلقہ جہان آباد جو سادات کے ایک نہایت نامی خاندان کی ملکیت تھا اور لاکھ روپیہ سے زیادہ کی مالیت کا تھا مجھ کو دینا چاہا تو میرے دل کو نہایت صدمہ پہونچا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ مجھ سے زیادہ کوئی نالایق دنیا میں نہ ہوگا کہ قوم پر تو یہ بربادی ہو اور میں اُن کی جائداد لیکر تعلقہ دار بنوں۔ میں نے اُس کے لینے سے انکار کیا اور کہا کہ میرا ارادہ ہندوستان میں رہنے کا نہیں ہے اور درحقیقت یہ بالکل سچ بات تھی۔ میں اُس وقت ہرگز نہیں سمجھتا تھا کہ قوم پھر پنپنے گی اور کچھ عزت پائیگی اور جو حال اُس وقت قوم کا تھا وہ مجھ سے دیکھا نہیں جاتا تھا۔

چند روز میں اسی خیال اور اسی غم میں رہا۔ آپ یقین کیجئے کہ اس غم نے مجھے بڈھا کر دیا اور میرے بال سفید کر دیئے۔ جب میں مراد آباد میں آیا جو ایک بڑا عملکدہ بربادی ہماری قوم کے رئیسوں کا تھا اُس غم کو کسی قدر ترقی ہوئی۔ مگر اُس وقت یہ خیال پیدا ہوا کہ نہایت نامردی اور بیمروتی کی بات ہے کہ اپنی قوم کو اس تباہی کی حالت میں چھوڑ کر میں خود کسی گوشۂ عافیت میں جا بیٹھوں۔ نہیں اُس کے ساتھ مصیبت میں رہنا چاہئے اور جو مصیبت پڑی ہے اُس کے دور کرنے میں ہمت باندھنی قومی فرض ہے۔ میں نے ارادۂ ہجرت موقوف اور

قومی ہمدردی کو پسند کیا۔ میں نے پسند نہیں کیا مگر میں نہیں جانتا کہ کس نے پسند کیا اور کسی آمادہ کیا۔ ہنوز سیاست ہائے ایام غدر جاری تھیں کہ میں نے ایک رسالہ قوم کی بے گناہی کا لکھا جو **کاز زآف انڈین روولت** کے نام سے موسوم ہے۔ میں بیان کرنا نہیں چاہتا کہ وہ کیا وقت تھا اور میرے دوست کیا یقین کرتے تھے کہ اُس جوش قومی ہمدردی سے جسکو میں خود دیوانہ پن کہہ سکتا ہوں مجھ پر کیا گذرنے والا تھا۔ یہ میرا پہلا سبق قومی ہمدردی کا تھا۔ میرے غمخوار مجھ کو اس سے مانع آتے تھے۔ اور میرا دل اُن سے یہ کہتا تھا۔ ؎

حریفِ کاوشِ مژگانِ خوں ریزم نہ ناصح
بدست آور رگِ جانی و نشتر را تماشا کن

اُسی زمانہ میں مَیں نے چند رسالے لکھے اور مشتہر کئے جو لائل محمدنز آف انڈیا کے نام سے مشہور ہیں۔ مگر میں نے غور کیا کہ یہ سب فروعی باتیں ہیں۔ اصلی سبب سوچنا چاہئے کہ قوم پر یہ مصیبت کیوں پڑی اور کیونکر دور ہو سکتی ہے۔ اُس کا یہ جواب ملا کہ قوم میں تعلیم و تربیت نہیں تھی اور انگریزوں سے جن کو خدا نے ہمپر مسلط کیا ہے میل جول اور اتحاد نہ تھا اور باہم ان دونوں میں مذہبی اور رسمی منافرت بلکہ مثل آب زیر کاہ عداوت کا ہونا تھا میں نے یقین کیا کہ اگر یہ دونوں باتیں نہ ہوتیں تو یا غدر واقع نہ ہوتا اگر ہوتا تو جو سخت مصیبت گورنمنٹ پر۔ ملک پر۔ ہماری قوم پر واقع ہوئی اس قدر نہ ہوتی +

پھر میں نے اپنے دل سے پوچھا کہ قوم کو اس زمانہ کی ضرورت کے موافق تعلیم دینا اور یورپ کے علوم کا اُن میں جاری کرنا آیا درحقیقت اسلام کے برخلاف ہے۔ مجھے جواب ملا کہ نہیں۔ پھر میں نے سوچا کہ انگریزوں سے جو ہمارے حاکم ہیں اور عموماً عیسائیوں سے سچی دوستی اور بے ریا اتحاد اور دل کھول کر دوستانہ میل جول اور دوستانہ معاشرت اور آپس میں ایک دوسرے کی ہمدردی کیا اسلام کے برخلاف ہے۔ جواب ملا کہ نہیں پس انھیں دونوں اصولوں کو میں نے اختیار کیا اور انھیں اصولوں پر جن کو میں کبھی نہیں چھوڑنے کا قومی بھلائی پر کمر باندھی۔ جبکہ میں نے قومی بہتری کے وہ دو اصول مستحکم

طور پر قائم کرلئے ایک تعلیم دوسرا انگریزوں سے اصلی اتحاد و دوستی تو اوّل ۱۸۵۸ء میں
میں نے ایک اسکول مراد آباد میں قائم کیا جہاں اُس زمانہ میں کسی قسم کے اسکول کا وجود
نہ تھا۔ مگر سر جان اسٹریچی کی مہربانی سے وہاں ایک اُردو انگریزی اسکول قائم ہوا
اور دونوں کو ملا دیا گیا +

پھر میں غازی پور میں گیا جہاں میں نے ایک اسکول قایم کرنے کی بُنیاد ڈالی جسمیں
اُردو انگریزی عربی فارسی پڑھایا جاوے اُس کا فونڈیشن اسٹون میرے دوست مرحوم
راجہ سر دیو نرائن سنگھ بہادر اور جناب مولانا محمد فصیح رحمہ اللہ علیہ کے ہاتھ سے رکھوایا گیا
وہ اسکول نہایت کامیابی سے چلتا ہے اور وکٹوریا اسکول کے نام سے موسوم ہے +

اُس زمانہ میں میری خیالات یہ تھے کہ بذریعہ ترجموں کے جو اُردو زبان میں ہوں اپنی قوم
کو اعلیٰ درجہ کے یورپین علوم و فنون سے بہرہ یاب کرسکتا ہوں اس پر کوشش کی۔ اور
۱۸۶۴ء میں سین ٹیفک سوسائٹی قایم کی جس کی عالی شان عمارت اسی علیگڈھ
میں آپ دیکھتے ہیں۔ بہت سی کتابوں کا اُردو میں ترجمہ ہوا اور اُس کا ایک اخبار ابتک میری
اہتمام سے جاری ہے۔ میں اس بات سے انکار نہیں کرتا کہ اُردو زبان میں کتابوں کا ترجمہ
ہونا بے شک ملک کے لیئے مفید ہے۔ مگر مجھ کو یقین ہوگیا کہ اعلےٰ درجہ کی تعلیم و تربیت
جس کی ضرورت قوم کو ہے اور سوشیل حالت کی ترقی اور حاکم و محکوم کا میل جول جو میرے
اصولوں کا منشا ہے بغیر انگریزی پڑھنے اور یورپین سینز و لٹریچر میں اعلیٰ درجہ تک ترقی کئے
ناممکن ہے۔ میں ہر ایک بات سوچتا تھا اور نہیں سمجھتا تھا کہ کیا کروں" +

۱۸۶۹ء میں سید نے سفر لنڈن اختیار کیا اور یہ سفر اُس کی زندگی کے درمیان ایک ممتاز
نشان کی طرح واقع ہوا اور اُن حالات کو دو زمانوں میں تقسیم کر رہا ہے۔ اُس نے وعدہ کیا تھا کہ
سفر لندن وہ اپنے ملک کی بھلائی اور بہتری کی غرض سے کرتا ہے۔ اور جس طرح وہ وعدہ
پورا کیا گیا ہے اپنا نظیر آپ ہی ہے۔ لنڈن سے واپس آکر اُس نے تہذیب الاخلاق
جاری کیا۔ وہ بے نظیر کام جو اس صدی کی عزت اور فخر کا سبب ہوگا۔ اور مدرسۃ العلوم
کے قائم کرنے کی تدبیر کی جو اس وقت تمام ہندوستان میں ایک عدیم المثال درسگاہ ہے +

سید کی مذہبی ریفارمیشن کے اصول اُس کا لکچر اسلام خود بیان کرے گا۔ فرشتوں نے اُس کا مُنہ چوم لیا ہوگا جس نے اُس کی زبان سے الاسلام ھو الفطرۃ و الفطرۃ ھی الاسلام نکلا +

پولٹکل معاملات پر پبلکلی لکھنے کا سید کو بہت کم موقعہ ملا۔ ایام غدر کی تحریریں اور علیگڈھ گزٹ کے مضامین کے علاوہ بھی تین لکچر ہیں جو اس کتاب میں موجود ہیں۔ پہلی اسپیچ اُس زمانہ کی ہے جبکہ ہندوستان کے باشندے ایک ہی سطح پر کھڑے تھے۔ اور اور پولٹیکس کا سبق پڑھنے کے محتاج تھے۔ اور دوسرے دو لکچر جو نیشنل کانگریس پر ہیں وہ ایسی زمانہ کے متعلق ہیں جبکہ مختلف قوموں نے تعلیم کے لحاظ سے اپنی اپنی قسمتوں کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اور وہ قومی تفرقہ جو مغربی تعلیم کا تمغہ ہے ہندوستان میں پیدا ہو چکا تھا یہ لکچر کسی بحث کے محتاج نہیں ہیں۔ خود زمانہ فیصلہ کرے گا کہ حق کس جانب تھا +

اُردو زبان کو ایک مفید اور علمی زبان ہونے کے واسطے جو فیض سید کی تحریروں سے پہونچا ہے یہ اُس کے علاوہ ہے جو اُس کی تقریروں۔ اسپیچوں اور لکچروں میں پوشیدہ ہے آرٹری یا فن فصاحت یا املا اس سے پہلے اُردو زبان میں معدوم اور نامعلوم تھا۔ سب سے پہلے جس شخص نے اُردو زبان میں اس کا ڈھنگ ڈالا وہ سید ہی ہے۔ قدیم یونانیوں اور اہل روما کی آرٹیری تو دنیا میں پھر کر نہ آنے کے واسطے معدوم ہو گئی ہے۔ زمانہ جاہلیت کی ضرورتیں پھر ڈیما نستھینز اور سسرو کو نہیں پیدا کر سکتیں۔ اہل عرب کی فصاحت کا زمانہ ہو لیا اس زمانہ میں فرنچ زبان کو دنیا کی دوسری زبانوں پر اس فن کے ساتھ زیادہ مناسبت ہونے اور عمدہ ارٹیر پیدا کرنے پر فخر ہے۔ انگریزی زبان اُس کے بعد آتی ہے۔ اُردو میں بھی آرٹیری نے راستہ پالیا ہے +

سید ابتدا ہی سے اس شریف فن کے مفاد سے آگاہ معلوم ہوتا ہے۔ یا اُس کو ایک طبعی میلان اس کی جانب تھا۔ اور ہم اُس کو ترقی کرتا ہوا دیکھتے ہیں +

سید کے کل لکچر اور اسپیچیں ٹھیک طور پر شمار نہیں کی جا سکتیں۔ کیونکہ یہ ایک نہایت قابل افسوس امر ہے کہ اُردو زبان میں شارٹ ہینڈ رائٹنگ یعنی مختصر نویسی کا کوئی

قاعدہ نہ ہونے کے سبب سے بہت سی اسپیچیں قلم بند نہیں ہوئیں - لیکن جس قدر لکچر اور اسپیچیں کہ تحریری موجود تھیں اور اس مجموعہ میں چھاپی گئی ہیں کل ۳۸ ہیں - جن میں سے لکچر اسلام اور تین پولیٹیکل تقریروں کے علاوہ باقی سب تعلیم کے متعلق اور اخلاقی مضامین پر ہیں - ان کے سوائے چند اس میں میں نے ان میں سے لی ہیں جو سید نے مختلف ایڈریسوں کے جواب میں کی ہیں یا محمڈن ایجوکیشنل کانگریس کے اجلاسوں میں بعض رزولیوشنوں کی نسبت بحث کرتے ہوئے یا رائے دیتے ہوئے کی ہیں +

سید کے لکچروں اور اسپیچوں سے اُس کا تبحر علمی - بڑی وسیع واقفیت - ادراک کامل - تیزی ذہانت - خوبی طبیعت - تصور کی قوت - مستقل مزاجی - قوت فیصلہ - غور اور فکر کے عمدہ نتایج - منطقانہ اظہار دلایل - تربیت مضامین اور ادائے مضمون کا عمدہ طریقہ - سلاست بیان - زبان کی کامل حکومت - شعرو کے آرٹیٹر کے اوصاف نفیس اور منطقی کی تیز فہمی - فلاسفر کی سی دانائی - ایک شاعر کی زبان - ایک قانون دان کا حافظہ - اور ایک عمدہ ایکٹر کی فصاحت معلوم ہوتی ہے - ان سب کے علاوہ جو چیز کہ اُس کو ایک کامل آرٹیٹر اور اس فن کا باکمال مالک بنانے والی ہے وہ اُس کی سرگرمی - دلی جوش - اور گرمجوشی تھی - جو نہ تو بناوٹی تھی اور نہ کسبی - بلکہ اصلی اور خداداد تھی +

سید کی نسبت اکثر یہ ریمارک کہا گیا ہے کہ اُس کی کامیابی کا سب سے بڑا ذریعہ اُس کی قوت تقریر تھی اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ایک قابل اعتماد ذریعہ اُس کی کامیابی کا اُسکی زبان تھی - قوم کی غمخواری کا دلی درد اُس کا جدی ورثہ تھا جیسے کہ مولوی مہدی علی خاں (نواب محسن الملک) نے سید کی نسب کی طرف اشارہ کرکے لکھا ہے کہ "یہ شخص پھل ہے شجر نبوتی کا" اگرچہ علم بالانساب علم مظنون ہے مگر اس شخص خاص کے بارہ میں تو اُس کے افعال اُس کی نسب کی تصدیق کرتے ہیں - عامہ مسلمین پر شفقت - وسعت اخلاق - اعلا کلمۃ اللہ کی فکر اور للّٰہیت جو دادا میں تھی سو پوتے میں ہے جو نانا میں تھی سو نواسہ میں ہے" سید تقریر کرتا ہوا خود روتا تھا اور ہزاروں کو رُلا دیتا تھا +

وہ حرکات سے زیادہ کام نہیں لیتا تھا - اور جس قدر حرکات ہاتھوں کے اُٹھا دیتے

یا پیشانی کے متحیر ہونے اس سے سرزد ہوتے تھے وہ غیر مصنوعی اور غیر اختیاری ہوتے تھے۔ بڑا معاون اُس کے الفاظ کی تاثیر کا اُس کا دردناک اور بلند آواز تھا۔

سید ہمیشہ برجستہ اور بلا تامل کہتا تھا۔ وہ لکھ کر یا یاد کر کے پڑھ یا بول نہیں سکتا تھا۔ بارہا اُس سے چاہا گیا کہ اُس کے لکچروں کو ضائع ہونے سے بچانے کے واسطے وہ تحریری لکچر دیا کرے مگر اس کو برداشت نہیں کر سکا۔ اور تقریر کا لطف اور قوت تاثیر اس سے کم ہو جاتی تھی۔ اُس کا برجستہ کہنا ہی اُس کو پورا آرٹیسٹ ثابت کرتا تھا۔ وہ ایسے ہتیار رکھتا تھا جو ہر وقت کام دے سکیں۔ اُس کی حافظہ کی قوت بے نظیر تھی۔ تاریخی واقعات کے علاوہ اس کو اکثر علماء اور حکماء کی رائیں اور مقولے ایسی صحت کے ساتھ کوٹ کرتے ہوئے دیکھ کر تعجب ہوتا تھا۔ مضمون کو ترتیب دینے۔ زبان کی کامل حکومت۔ اور سب سے زیادہ قوت فیصلہ اور قوت ادراک و تصور اُس کی نہایت بڑھی ہوئی تھی۔ لکھنؤ کے لکچر نیشنل کانگریس کا خیال اُس کو صرف چند گھنٹہ پہلے ہوا۔ مگر جو کچھ اُس نے کہا وہ اس مضمون کا ایسا جامع بیان تھا کہ اُس کے بعد اگرچہ صدہا تحریریں ہوئیں مگر اُس سے بڑھ کر کوئی کچھ نہ کہہ سکا۔ انگلستان میں سمیٹونین سوسائیٹی اوف انجینیرس میں جو اُس نے تقریر کی تھی وہ اُس کی طبیعت کی آمد اور قوت ادراک اور ذہانت کی عمدہ مثال ہے۔ شہر گرینج میں اس سوسائیٹی کا جلسہ ہوا۔ اگرچہ بہت سے ڈیوکس اور لارڈس اُس میں موجود تھے مگر لارڈ کارنس اور سید دو ایسے شخص تھے جو خصوصیت سے اُس جلسہ میں شامل ہوئے تھے۔ سوسائیٹی کے پریزیڈنٹ مسٹر ٹن نے اپنی اسپیچ میں جو آخر میں اُس نے کی لارڈ کارنس اور سید کی شمولیت کا شکریہ ادا کیا۔ جس کے جواب میں لارڈ کارنس نے اپنی شکریہ کی تقریر کی۔ سید جب اپنی باری میں شکریہ ادا کرنے کے لئے کھڑا ہوا تو جیسا اُس نے ایک دفعہ بیان کیا تھا۔ کہ "اُس وقت تک نہ جانتا تھا کہ کیا کہے گا" مگر آمد طبیعت نے دفعتاً ایک مضمون سوجھا دیا جس سے بہتر مضمون اُس موقع کے مناسب نہیں ہو سکتا تھا۔ اُس کی تقریر کا خلاصہ یہ تھا کہ ہندوستان میں انگریزی سلطنت نے مختلف طریقوں سے اپنا رعب اور دبدبہ اور عزت لوگوں کے دلوں میں بٹھائی ہے۔ مثلاً تلوار سے۔ عدل و انصاف سے۔ تعلیم کے پھیلانے سے

مگر یہ تمام صورتیں ایسی ہیں جن سے گورنمنٹ کا رعب اور عزت اُنھیں لوگوں کے دلوں میں بٹھائی ہے جن کو اُن کی تلوار یا انصاف یا تعلیم سے سابقہ پڑا ہے یا اُس سے فائدہ اُٹھایا ہے۔ مگر جس چیز نے کہ عام و خاص چھوٹے بڑے ہر ایک کے دل میں انگریزی گورنمنٹ کا رعب اور عزت پیدا کی ہے وہ انجینیرنگ ورک ہے۔ ریلیں دریاؤں کی پلیں۔ تاریں۔ پہاڑوں کے ٹنل اور رفاہ عام کے اسباب انجینری کے ایسے ہیں جن کو ہر ایک متنفس دیکھتا ہے اور اُن سے مستفیض ہوتا ہے۔ اور انگریزی سلطنت کا رعب اور عزت اُس کے دل میں بیٹھتی ہے ٭

سامعین جلسہ نے سید کی اس بامو قع اور سچی تقریر کی داد دینے میں نہایت زور سے چیئرز دیئے ٭

کرنیل گرایہم نے سید کی لائیف میں بہت ٹھیک لکھا ہے۔ کہ "سید پیدائشی آریٹر تھا۔ اور بولتے وقت اُس کے ہونٹ مسٹر گلیڈسٹون کی مانند ہلتے تھے"

اس دیباچہ میں میرا مطلب سید کی لائیف کے زیادہ حالات لکھنے سے نہیں تھا۔ ایک برس کا کام ایک گھنٹہ میں نہیں ہو سکتا۔ صرف ان لکچروں اور اسپیچوں کے مواقع اور ضرورت کا خیال اُس کی آریٹری کے متعلق چند حالات بیان کرنے سے تھا جن سے مجھ کو اُمید ہے کہ میرے ہموطن اور ہمقوم فائدہ اُٹھائیں گے اور اس عجیب شخص کی زندگی کے لنبا ہونے کی دُعا کریں گے ٭

خاکسار

سراج الدین

(ناظم) ۶ دسمبر ۱۸۹۰ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱

سرسید نے مختلف موقعوں اور مقاموں پر تین دعائیں پڑھی ہیں۔ ہم اُن تینوں دعاؤں کو اس کتاب کے شروع میں درج کرتے ہیں۔ پہلی دعا ۱۸۵۸ء میں بہ مقام مراد آباد ۱۸۵۷ء کے غدر کے فرو ہونے اور ملک پر پھر انگریزی تسلط ہو جانے اور ملکہ معظمہ دام ملکہا کے اشتہار معافی جاری کرنے کے شکریہ میں پڑھی تھی۔ دوسری مناجات آگرہ کی جامع مسجد کے ضبطی سے چھوٹنے پر بہ مقام آگرہ پڑھی تھی۔ تیسری ۷۴ء۔ فروری ۱۸۷۶ء کو ہز رائل ہائنس پرنس آف ویلز کے شکریہ صحت میں بہ مقام بنارس پڑھی تھی اور اس کے خاتمہ پر سجدۂ شکر کیا گیا تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے خدا تو ہی ہمارا حقیقی پروردگار ہے۔ اے خدا اصلی بادشاہت اور حقیقی سلطنت تجھ ہی کو سزاوار ہے۔ اے خدا مالک الملک تو ہی ہے جس کو تو چاہتا ہے عزت دیتا ہے جس کو تو چاہتا ہے ذلت دیتا ہے۔ اے خدا سارا عالم اور تمام مخلوقات کی جانیں اور سب آدمیوں کے دل تیرے ہاتھ میں ہیں جس طرف تو چاہتا ہے ان کو پھیرتا ہے اور جو تو چاہتا ہے سو کرتا ہے تیرا کوئی کام حکمت اور رحمت سے خالی نہیں۔ تیرے کام میں کسی کو چون وچرا کی قدرت نہیں۔ اے خدا ہم تیرے عاجز بندے سر تا سر

تیرے گنہ گار ہیں۔ اے خدا ہماری شامت اعمال نے ہم کو گناہ کے دریا میں سر تک ڈبو دیا ہے۔ اے خدا ہر وقت ہم تیرے تقصیر وار ہیں۔ جب تک تیری مدد نہ ہو ہم ایک دم گناہ سے پاک نہیں رہ سکتے۔ اے خدا تیرے سوا کوئی ہمارے گناہ بخشنے والا نہیں۔ اے خدا تیرے سوا ہم گناہ کے دریا میں ڈوبے ہوؤں کا کوئی تیرانے والا نہیں۔ ہم نہایت عاجزی اور کمال انکسار سے اپنے گناہوں کی معافی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے تجھ سے چاہتے ہیں۔ اے خدا تیرے غضب سے تیری رحمت سبقت لے گئی ہے اپنی رحمت کاملہ سے ہمارے گناہ معاف کر۔ اے خدا جس طرح تیری حکمت سے میلا کپڑا میل سے پاک ہوتا ہے اسی طرح ہم کو ہمارے گناہوں کی ناپاکی سے پاک کر اے خدا اپنی بے انتہا رحمت سے ہمارے دل کو تمام بُرائیوں سے اور تمام ناپاک چیزوں سے جو دل کو ناپاک کرتی ہیں صاف کر۔ اے خدا ہمارے دل کے گناہوں کو مٹا اور ہماری روح کو روح القدس کی تائید سے قوی کر کیوں کہ تیرے سوا ہمارا حقیقی ماوا اور اصلی ملجا اور کوئی نہیں۔ آمین ٭

۲ الٰہی ہمارے گناہ حد سے زیادہ ہو گئے تھے۔ الٰہی ہماری شامت اعمال کی کچھ انتہا نہیں رہی تھی۔ اگرچہ ہم یقین کرتے ہیں کہ ہر ایک کے اعمال کی سزا اور جزا کا ایک دن بے شک آنے والا ہے۔ جس کا تو نے اپنے سچے نبیوں کی کتابوں میں وعدہ کیا ہے۔ اور اُس دن تیری رحمت اور تیرے فضل کے سوا کسی طرح چھٹکارہ نہیں۔ کیوں کہ تیرے آگے سب گنہ گار ہیں۔ مگر ان پچھلے دو برسوں میں جو تیری نگاہ قہر آلود تیرے عاجز بندوں کی طرف ہوئی وہ بے شک ہمارے شامت اعمال کا ظاہری نتیجہ تھا۔ الٰہی ہم اپنے گناہوں سے توبہ کرتے ہیں۔ الٰہی ہم اپنے گناہوں کی تجھ سے معافی چاہتے ہیں۔ الٰہی تو ہمارے گناہ سب معاف کر۔ آمین ٭

۳۔ الٰہی یہ پچھلا زمانہ تیری مخلوقات پر ایسے گذرا کہ انسان اور حیوان تمام چرند و پرند بل کہ شجر و حجر کسی کو چین اور آرام نہ تھا۔ کوئی شخص اپنی جان و مال و آبرو پر مطمئن

نہ تھا - ان پچھلے فسادوں نے زمین آسمان کو گویا اُلٹ پلٹ کر دیا تھا - الٰہی تو نے اپنے فضل و کرم سے ان تمام فسادوں اور آفتوں کو دور کیا - الٰہی تو نے پھر اپنے عاجز بندوں پر رحم کیا اور جو امن اور آسائش اُن بدبخت برسوں سے پہلے تو نے اپنے بندوں کو دی تھی پھر وہی امن اور آسائش تو نے اپنے بندوں کو نصیب کی - الٰہی تیرے اس رحم کا ہم دل سے شکر ادا کرتے ہیں - الٰہی تو ہمارے اس شکرانہ کو جو تیری درگاہ اور تیرے عظیم الشان دربار کے لائق نہیں ہے اپنے فضل و کرم سے قبول کر - آمین +

۴ - الٰہی تیرا ایک بہت بڑا احسان اپنے بندوں پر یہ ہے کہ اپنے بندوں کو عادل اور منصف حاکموں کے سپرد کرے - سو برس تک تو نے اپنے اُن بندوں کو جن کو تو نے خطۂ ہندوستان میں جگہ دی ہے اسی طرح عادل اور منصف حاکموں کے ہاتھ میں ڈالا پچھلے کم بخت برسوں میں جو بہ سبب نہ ہونے ان حاکموں کے ہماری شامتِ اعمال ہمارے پیش آئی - اب تو نے اُس کا عوض کیا اور پھر وہی عادل اور منصف حاکم تو نے ہم پر مسلط کئے - تیرے اس احسان کا ہم دل سے شکر ادا کرتے ہیں تو اپنے فضل و کرم سے اس کو قبول کر - آمین +

۵ - الٰہی جو بھلائی کہ تیرے بندے کو کسی تیرے بندے سے پہنچتی ہے وہ درحقیقت تیری ہی طرف سے ہے - اور اس تیرے بندے کا شکر ادا کرنا درحقیقت تیرا ہی شکر ادا کرنا ہے - سب کے دلوں کا حال تجھ پر روشن ہے - کیوں کہ تو دانائے نہاں و آشکار ہے - اہل ہند جو اس اتفاقیہ آفت میں گرفتار ہو گئے تھے - ان پر رحم کرنا تو نے ہی ہمارے حکام کے دل میں ڈالا - تیرے ہی القا سے ملکہ معظمہ کوئین وکٹوریا دام سلطنتہا نے پُر رحم اشتہار معافی کا جاری کیا - ہم دل سے اس کا شکر ادا کرتے ہیں اور اپنی جان سے ملکہ کو دعا دیتے ہیں - الٰہی تو اس ہماری دعا کو قبول کر آمین - الٰہی ہماری ملکۂ وکٹوریا ہو اور جہاں ہو +

۶ - تمام اہل ہند ناظم کشور ہند ویسرائے لارڈ کیننگ دام اقبالہم کا - رحم اور احسان

کبھی دِل سے نہیں بھولیں گے۔ جس نے تمام اصلی حالات فساد پر غور کر کر اس پُر رحم اشتہار جاری ہونے کی صلاح دی اُس کی مستحکم رائے کسی طرح اس معاملہ میں نہیں ڈگمگائی۔ جس سے تمام رعایا نے امن پایا۔ تمام اہل ہند اس کے اُس احسان کے بندے ہیں۔ اور دل و جان سے اُس کو دُعا دیتے ہیں۔ الٰہی تو ہماری دعا قبول کر۔ امین۔ الٰہی جہاں ہو اور ہمارا ویسرائے لارڈ کیننگ ہو +

۷۔ اہل ہند رحم کے اُس سے بہت زیادہ خواہش مند ہیں۔ جتنا ایک پیاسا نہایت گرمی کی شدت اور آفتاب کی تیزی اور دُھوپ کی تپش اور ریتے کے جنگل میں پانی کی آرزو رکھتا ہو۔ جس حاکم کو دیکھتے ہیں کہ اس کی رحم کی نظر ہے اُس کو دِل سے پیار کرتے ہیں۔ اُس کا دل سے شکر ادا کرتے ہیں۔ تمام اہل ہند جانتے ہیں کہ اصلی حالات فساد پر غور کر کر نہایت رحم کی نگاہ سے اہل ہند کو مسٹر ریڈ صاحب بہادر ممبر صدر بورڈ نے دیکھا ہے۔ اس لئے اُن کا شکر ادا کرتے ہیں۔ اور دل سے اُن کو دعا دیتے ہیں۔ الٰہی تو ہماری اس دعا کو قبول کر۔ امین۔ الٰہی ہمارا مسٹر ریڈ ہمیشہ سلامت رہے +

۸۔ اب ہماری یہ دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ہمیشہ فضل و کرم اور امن و امان چین چان رکھے اور تمام رعایائے ہند کو اطاعت گورنمنٹ سے سُرخ روئی دے اور ہمارے حُکام اپنی رعایا اور خدا کے بندوں پر مہربان رہیں۔ امین۔ وصلی اللہ تعالیٰ علےٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین وآخر دعوانا ان الحمدُ للہ ربّ العالمین +

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے ہمارے مقدّس خدا تیرا نام ازل سے مقدس ہے۔ اے قدوس مطلق تیرا نام ابد تک مقدس رہے گا۔ اے ذات پاک تو اپنے آپ ہی مقدس ہے۔ اگر سارا جہان تیری تقدیس کرے۔ جب بھی تیرے مقدّس ہونے میں کچھ زیادتی نہیں۔ اور اگر کوئی بھی تجھ کو مقدس کہہ کر نہ پکارے جب بھی تیرے مقدس ہونے میں کوئی کمی نہیں۔ ہم تیرے عاجز بندے

تیرا مقدّس نام لینے کو مسجدیں بناتے ہیں۔ تیرا نام پاک اُن میں لیتے ہیں۔ اُس کے محرابوں میں کھڑے ہو کر تجھ مقدّس کو مقدس کہہ کر پکارتے ہیں۔ وہ عمارتیں کچھ ہمارے گھر نہیں ہیں۔ اور نہ تو کسی کا محتاج ہے۔ مگر خاص تیرا نام لینے سے وہ عمارتیں تیرا گھر کہلاتی ہیں۔ ہم خود جانتے ہیں کہ وہ اینٹ و پتھر جو اُن عمارتوں میں لگتا ہے کچھ مقدّس نہیں ہے۔ اور عمارتوں کی خوبصورتی اور عالیشانی کچھ مقدس نہیں ہے بلکہ تیرا نام مقدّس ہے۔ تیرے نام سے تیرا گھر مقدّس گنا جاتا ہے۔ پھر جیسے کہ تو تمام جہان کا مالک ہے اپنے اُس گھر کا بھی مالک ہے۔ خواہ تو اُس کو آباد رکھ خواہ تو اُس کو ویران رکھ۔ اور تیرا نام ویسا ہی مقدّس ہے۔ جیسا کہ ازل سے ہے اور ابد تک رہے گا۔

اے خدا اکبرآباد کی یہ جامع مسجد تیرا مقدّس نام لینے کے لئے بنائی گئی تھی۔ اُس کے پتھر جن سے یہ بنی ہے کچھ بھی مقدّس ہونے کے لائق نہ تھے۔ مگر تیرے مقدّس نام نے جو اُس میں لیا جاتا تھا اُس کو مقدّس ٹھیرایا تھا۔ ہم تیرے گنہ گار بندے جو سر سے پاؤں تک گناہوں کی نجاست میں آلودہ ہیں۔ تیرا مقدّس نام لینے کے لائق نہیں ہیں۔ تیرا فضل اور تیرا احسان ہے جو ہماری ناپاک زبان سے اپنا مقدس نام لیواتا ہے۔ یہ بات بہت ظاہر ہے کہ اینٹ اور پتھر جس سے تیرا مقدّس نام لینے کو تیرا گھر بنایا گیا ہے کسی گنہ سے گنہ گار ہونے کے لائق نہ تھا ہماری شامت اعمال اور ہمارے دل کی بُرائیوں کی سرایت نے ہم کو ایسا ناپاک کر دیا تھا کہ خود ہمارے جسم اس لائق نہ رہے تھے کہ تیرے مقدّس نام کے گھر میں بھی داخل ہوں۔ اے خدا تو نے ہمارے گناہوں پر نظر نہیں کی۔ اے خدا تو نے اپنی رحمت ہم گنہ گار بندوں پر کی۔ اے مقدّس تو نے ہمارے ناپاک جسموں کو اپنے رحم سے قبول کیا۔ اے خدا تو نے اپنے فضل سے ہمارے حاکموں کے دل میں ڈالا کہ پھر تیرے اس گھر میں تیرا نام لیں۔ تیرے نام کی ستائش کریں۔ تجھ قدوس کو مقدّس کہہ کر پکاریں۔ پس ہم تیرے بندے تیرا شکر بجا لاتے ہیں۔ اور اُن حاکموں کو جنہوں نے تیرے مقدّس نام کا ادب کیا۔ دل سے دعائے خیر دیتے ہیں۔ اے پاک پروردگار تو ہمارے اس ناچیز شکر کو۔ اور ہماری اس دعا کو اپنے فضل سے قبول کر۔ اور جیسے کہ تو مقدّس ہے ہمارے بدن اور ہمارے دل اور ہماری جان اور ہماری روح کو اپنے لئے

مقدس کر۔ اور گناہوں سے بچا۔ اور اپنی خاص مرضی پر چلا۔ اور اپنے گھر کو اپنے مقدس نام سے آباد رکھ۔ آمین +

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے خدا اے خدا بے شک خدا تو ہی ہے تیرے سوا کوئی نہیں۔ اے خدا اے خدا! بے شک تو ہی ازلی ہے۔ اور تو ہی ابدی ہے تیرے سوا کوئی نہیں تو ہی ہمارا خالق ہے۔ اور تو ہی ہمارا مالک۔ تو ہی ہمارا معبود ہے۔ اور تو ہی ہمارا مسجود۔ تو ہی ہماری دعا ہے اور تو ہی ہمارا مدعو تو ہی ہمارا مقصد ہے۔ اور تو ہی ہمارا مقصود۔ الٰہی ہم تجھ کو چاہتے ہیں اور تجھ ہی سے چاہتے ہیں۔ الٰہی ہم تجھ ہی کو مانگتے اور تجھ ہی سے مانگتے ہیں اے میرے پیارے اللہ ہمارا دل ہماری جان ہماری روح تیری ہے اور تیرے ہی لئے ہے۔ اے قادر مطلق خدا یہ تمام قوتے جو ہم میں ہیں تجھ ہی سے ہیں اور تیرے ہی لئے ہیں۔ پس اپنی چیز کو اپنی مرضی کے تابع رکھ +

الٰہی ہم اپنے گناہوں سے اقرار کرتے ہیں ہماری شامت اعمال نے ہم کو گناہوں کے کالے دریا میں ڈبو دیا ہے۔ الٰہی ہم نے تیری تقصیر کی ہے اور تیری امانت میں خیانت کی ہے۔ جو چیزیں تو نے ہم کو جن کاموں کے لئے دی تھیں اُن سے ہم نے وہ کام نہیں لیا۔ الٰہی ہمارے نفس امارہ نے ہم کو بہکایا اور گناہ میں ڈالا۔ الٰہی ہم نے تیری نافرمانی کی اور تجھ سے یکتا خدا کی حکم عدولی کی ہم بال بال گنہ گار ہیں۔ گناہوں کے کالے دریا میں غرق ہیں۔ مگر تیرے سہارے کی اُمید ہے۔ پس اے ہمارے غفور الرحیم خدا ہماری دستگیری کر اور ہم کو گناہوں سے نکال اور آب رحمت سے ہمارے گناہوں کو دھو اور ہمارے دل کو برف سے زیادہ سفید اور اپنی ذات کے نور سے سورج سے بھی زیادہ چمکیلا کر +

اے خدا تو بے شک بے نیاز ہے تیری بے نیازی ہم کو تسلیم ہے مگر کیا تو ہم سے بھی بے نیاز ہے

(گیرم کہ غمت نیست غمِ ما ہم نیست)

نہیں نہیں حاشا و کلا تو ہمارے ماباپ سے بھی زیادہ ہمارا غمخوار ہے۔ جیسے کہ ہم تجھ سے بے نیاز نہیں ہیں ویسا ہی تو بھی ہم سے بے نیاز نہیں ہے۔ اے خدا اے خدا ہمارا اور تیرا یہ رشتہ کہ تو ہمارا خدا ہے اور ہم تیرے بندے اور تو ہمارا خالق ہے اور ہم تیری مخلوق کبھی ٹوٹ نہیں سکتا

اے ہمارے عظیم الشان خدا اگر تجھ کو خدائے ذوالجلال وحدہٗ لاشریک ہونے کی عزت و جلال ہے تو ہم کو بھی تیرے بندے ہونے پر بہت ہی کچھ فخر ہے۔ پس اپنے جلال کو دیکھ اور اپنے بندوں کی دستگیری کر۔

الٰہی ہمارا دل اور ہماری جان محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین و رحمۃ اللعالمین پر فدا ہو جس کو تو نے ہماری ہدایت کے لئے بھیجا اور جن کی ہدایت سے ہم نے تجھ کو جانا۔ پس تجھ سے ہم نے رسول اللہ کو پایا اور محمد رسول اللہ سے تجھ کو۔ ؎

محمدؐ از تو میخواہم خدا را ✤ خدایا از تو خواہم مصطفےٰ را

پس اے خدا تو ہمیشہ ہم کو اُن کی راہ پر رکھ اور اُن پر اور اُن کی آل و اصحاب پر اپنی رحمت نازل کر۔ اللھم صل علی محمد وعلیٰ آل محمد کما صلیت علیٰ ابراھیم وعلیٰ آل ابراھیم انک حمید مجید ✤

اے مسلمانوں جان لو۔ کہ ہمارا دین اسلام بالکل سچائی اور بالکل نیکی ہے۔ ہمدردی اور محسن کی احسانمندی اور عام خلائق کی خیر خواہی ٹھیٹ اکن اسلام کا ہے۔ جس طرح ہم کو اپنے خدائے پاک کا شکر کرنا ہے۔ اسی طرح ہم کو اُس انسان کا بھی شکر کرنا ہے جس کا احسان ہم پر ہے۔ بادشاہ عادل کا احسان اپنی رعیت پر جس قدر کہ ہوتا ہے۔ اتنا احسان کسی انسان کا کسی انسان پر نہیں ہو سکتا۔ پس ہمارا سچا مذہب اور ہمارا روشن ایمان ہم کو یہ تعلیم کرتا ہے کہ ہم دل سے بادشاہ عادل کے شکر گزار ہوں۔ نوشیرواں جو ایک آتش پرست بادشاہ تھا مگر عادل۔ اُس کے عہد میں ہونے سے رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی خوشی و خوشنودی ظاہر فرمائی ہے۔ پس بادشاہ عادل کا کسی رعیت پر مستولی ہونا درحقیقت خدا تعالیٰ کی اپنے بندوں پر رحمت ہے اور بلاشبہ تمام رعیت اُس عادل بادشاہ کی احسانمند ہے پس ہم رعایائے ہندوستان جو ملکہ معظمہ وکٹوریا دام سلطنتہا ملکۂ ہند و انگلینڈ کی رعیت ہیں اور جو ہم پر عدل و انصاف بغیر قومی یا مذہبی طرفداری کے حکومت کرتی ہے۔ سرتاپا احسانمند ہیں اور ہم پر ہمارے پاک اور روشن مذہب کی تعلیم سے ہم کو اُس احسانمندی کا ماننا اور

اُس کا شکر بجالانا واجب ہے۔ رعایا کی بادشاہ عادل کے ساتھ ہمدردی یا احسانمندی صرف اُس کے رنج و راحت میں شریک ہونا ہے۔ شکر خدا کا کہ رنج کے دن گئے اور خوشی میں شریک ہونے کے دن آئے یعنی ہماری ملکہ معظمہ کے فرزند ارجمند ولیعہد ہند و انگلینڈ ہز رائل ہائینس پرنس اوف ویلز جو نہایت بیمار ہو گئے تھے اُنہوں نے صحت پائی اور خدا تعالےٰ نے اپنے فضل و کرم سے اُن کو شفاء کامل عطا فرمائی۔ جس کا شکرانہ بدرگاہ شافی حقیقی ادا کرنے کو آج کا دن مُقرر ہوا ہے۔ پس ہم خدا تعالےٰ کی اس رحمت عظمےٰ کا دل سے شکر ادا کرتے ہیں۔ ہم یقین کرتے ہیں کہ تمام بلاؤں کے ٹالنے والا۔ اور بیماری سے بیماروں کا شفا دینے والا صرف وہی ایک خدا ہے جس کا کوئی شریک نہیں اور ہم خدا تعالےٰ کی تمام نشانیوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ وقد قال اللہ تبارک وتعالیٰ۔ انما یومن بایٰتنا الذین اذا ذکروا بھا خروا سجدًا وسبحوا بحمد ربھم وھم لا یستکبرون ٭

سنہ ۱۸۶۴ء میں جب سید غازی پور میں صدر الصدور تھے ایک کالج قائم کرنے کی تدبیر کی تھی۔ جب اس مدرسہ کی جو اب وکٹوریہ سکول کے نام سے وہاں جاری ہے بنیاد رکھی گئی تو یہ لکچر دیا۔

اے صاحبو اور اے ضلع غازی پور کے رئیسو اور اے میرے پیارے ہموطنوں!

آج کا دن وہ مبارک دن ہے کہ جس قدر اس دن کی مبارکبادی تم کو دیجاوے وہ تھوڑی ہے کیسے ہی لفظوں سے وہ مبارکبادی ادا کی جاوے۔ مگر جیسا کہ اس کے ادا کرنے کا حق ہے۔ ویسی ادا نہیں ہو سکتی۔ غور کرو کہ آج تم کس مبارک کام کے لئے جمع ہوئے ہو۔ وہ مبارک کام کیا ہے؟ بنیاد ڈالنا ہے علم کی روشنی کا اپنے ہموطنوں میں اور دور کرنا ہے جہالت کی تاریکی کا اپنے ملک اور اپنے بھائی بندوں سے۔ یہ کام جس کے لئے تم جمع ہوئے ہو صرف تمہارے لئے یا تمہارے زمانہ کے لوگوں کے لئے ہی فائدہ بخش نہیں ہے۔ بلکہ تم ایسی چیز کی بنیاد ڈالتے ہو جو آیندہ نسلوں کے لئے آوے۔ تمہاری اولاد اور تمہارے بھائی بندوں کی اولاد اور تمہارے ہموطنوں کی اولاد کے لئے ہمیشہ نہایت فائدہ بخش ہے۔ پس تم کو اس مبارک کام کی جتنی مبارکبادی دیجاوے وہ تھوڑی ہے۔ زیادہ تر خوشی اور مبارکبادی اس بات کی تم کو دینی ہے کہ اس نیک کام کی تحریک بغیر کسی دوسرے محرک کے خود تمہارے دل میں اٹھی ہے۔ اور خود تم نے اپنے دل کی خواہش سے اور بغیر کسی کی مدد کے آپس کے چندہ سے اس کام کو انجام دینا چاہا ہے۔ یہ تمہاری مجلس جس میں اکثر بلکہ تمام رئیس موجود ہیں ایک برادرانہ مجلس ہے اور تمہاری خواہش سے تمہارے ضلع کے انگریز حکام بھی تمہاری اس برادرانہ مجلس میں نہ بطور حاکم بلکہ برادرانہ ارتباط سے جمع ہوئے ہیں۔ پس بلکہ تمہارے حاکم تمہاری برادرانہ مجلس میں برادرانہ طور پر جمع ہوئے ہوں ایسے ارتباط کی خوشی اور ایسے اختلاط کا فخر جس قدر کہ ہے مجھ کو بیان کرنا کچھ ضرور نہیں ہے کیونکہ خود تمہارے دلوں پر اس کا اثر اس وقت موجود ہے۔ میں خدا سے چاہتا ہوں کہ ایسے مبارک دن

بہت سے تم کو نصیب ہوں۔ مگر میں خیال کرتا ہوں شاید ضلع غازی پور میں یہ پہلا دن ہے جس میں تمام رئیس اپنے ہموطنوں کی بہتری کے لئے جمع ہوئے ہیں اور جس میں اُن کے حکام برادرانہ ارتباط سے بیٹھے ہیں پس یہ دوسری مبارکبادی ہے جو میں تم کو دیتا ہوں ٭

اے انگلش صاحبو اگرچہ تم اُس قوم کے لوگ ہو جو دنیا میں انسان کی بھلائی چاہنے والی مشہور ہے۔ بغیر کسی تعصب کے اور بغیر لحاظ کسی قوم اور مذہب کے انسان کی بھلائی چاہنا تمہارا ذاتی جوہر ہے۔ لیکن آج کے دن میں تم کو جو اس جلسہ میں تشریف رکھتے ہو بالتخصیص مبارکباد دیتا ہوں کہ تم اس مشہور قوم انسان کی بھلائی چاہنے والی کا آج کے دن نمونہ بنے ہو۔ ہم ہندوستان کے رہنے والے جو ایک دُور دراز انگلستان کے رہنے والوں کو سنا کرتے تھے کہ انسان کی بھلائی چاہنے والے لوگ ہیں سو آج کے دن ہم نے تم صاحبوں کو اُس کا مصداق پایا۔ باوجودیکہ تم ہمارے ملک کے حاکم ہو۔ اور تمھارا ادب کرنا ہمارا عین فخر ہے اور آج کے دن جو تم اپنی رعیت کی مجلس میں برادرانہ محبت سے شامل ہوئے ہو بلاشبہ اُس کا فخر ہم کو ہے۔ مگر جب حاکم اور رعیت میں حکومت اور رعیتی سلسلہ کو علیحدہ کر کے برادرانہ ارتباط بھی ہو تو حاکم کو بھی اُس سے زیادہ کوئی مبارکبادی نہیں ہے۔ آج کے دن یہ دونو باتیں تم میں جمع ہیں۔ پس اس کی مبارک باد ہی جس قدر کہ میں تم کو دوں، وہ تھوڑی ہے ٭

اے ہندوستانی صاحبو مجھ کو اس بات کا بیان کرنا کہ اس مدرسہ کا قائم کرنا کس طرح پر شروع ہوا۔ اور کون لوگ اس کے محرک ہوئے محض فضول ہے۔ کیونکہ تم لوگ خود جانتے ہو کہ تم خود ہی اس مدرسہ کے قائم کرنے کے محرک ہو۔ گورنمنٹ کو غالباً اب تک تمھارے اس ارادہ کی اطلاع بھی نہیں ہوئی ہوگی۔ کسی حاکم کے دل میں جو گورنمنٹ کی طرف سے تمھارے ضلع میں مقرر ہیں اس مدرسہ کے قائم ہونے کا خیال بھی نہ تھا۔ خود تم ہی اس کے موجد ہوئے ہو اور خود تم ہی نے آپس میں چندہ جمع کر کے اس مدرسہ کے خرچ کے لئے روپیہ جمع کرنا چاہا ہے۔ بے شک چند روز سے تم لوگوں کو اس بات کا خیال تھا کہ اس ضلع میں کوئی عمدہ وسیلہ تربیت کا قائم کیا جاوے۔ چند روز ہوئے کہ بعض رئیسوں اور اہلکاران سکار نے

ماہوار چندہ مقرر کر کر ایک ماسٹر انگریزی پڑھانے کو اور ایک مولوی عربی پڑھانے کو
نوکر رکھا تھا۔ تم ہی لوگوں نے ایک ایڈریس لکھی اس مطلب سے کہ ایک پنڈت سنسکرت
پڑھانے کو اسی طرح ماہواری چندہ کر کر نوکر رکھا جاوے مگر اُس کے نوکر ہونے کی نوبت
نہیں پہنچی انگریزی ماسٹر اور عربی پڑھانے والا مولوی جو ماہواری چندہ سے نوکر ہوا تھا وہ
قائم نہ رہ سکا۔ کیونکہ ماہواری چندہ کا وصول کرنا اور اُس کارخانہ کا جاری رہنا جو ماہواری
چندہ پر منحصر ہے نہایت مشکل بلکہ غیر ممکن ہے اُس وقت تمہارے دل میں یہ خیال آیا کہ تمام
ضلع سے یکمشت چندہ جمع کر کر اُس کے منافع سے ایسا مدرسہ قائم کیا جاوے جس میں عمدہ
درجہ کی تعلیم انگریزی اور سنسکرت اور عربی اور فارسی اور اُردو کی ہو۔ اس ارادہ پر اکثر
رئیس ضلع کے جو اس مجمع میں بھی اس وقت موجود ہیں جمع ہو کر میرے پاس آئے اور مجھ سے
یہ بات چاہی کہ اس امر عظیم کے انجام دینے کا میں بھی مشیر ہوں۔ اور اُن کو تدبیر بتاؤں کہ جو
چندہ وہ جمع کریں۔ اُس سے کس طرح پر منافع حاصل کیا جاوے اور طریقۂ تعلیم اور قواعد انتظام
مدرسہ کس طرح پر مقرر کئے جائیں تم لوگ خوب جانتے ہو کہ میں نے اپنے شمول سے صاف
انکار کیا۔ مگر تم نے مکرر اور سہ کرر اصرار کیا اور یہ بات معلوم ہوئی کہ بغیر اس کے لوگوں کو اس
بات سے طمانیت ہو کہ انتظام مدرسہ کی اور حفاظت زر چندہ کی ایک شایستہ قواعد پر نہ ہو
اُس وقت تک لوگ اس نیک کام پر جس کا ولولہ اُن کے دل میں جوش مار رہا تھا۔ مبادرت
نہ کریں گے۔ میرا انکار صرف اس وجہ سے تھا کہ میں اس ضلع میں ایک سرکاری عہدہ بھی اپنے
ساتھ رکھتا ہوں۔ مجھ کو اندیشہ تھا۔ کہ لوگ یہ خیال نہ کریں کہ ایک اہلکار سرکار نے اپنے عہدہ
کے کسی علاقہ سے اس میں مداخلت کی ہے۔ لیکن جب بہت لوگوں نے اس ضلع کے مجھ سے
درخواست کی اور مجھ کو یقین ہو گیا کہ اکثر لوگ خود اپنے دلی ارادہ سے اس کام پر مستعد ہیں اُس وقت
میں نے قبول کیا۔ میں نے خیال کیا کہ میں بھی ایک شخص ہندوستان کا باشندہ ہوں میرا فرض
ہے کہ علٰحدہ ہو کر سرکاری عہدہ سے اپنے ہموطنوں کی بھلائی اور بہتری میں سعی کروں میں نے
خیال کیا کہ اب بھی اگر میں تم لوگوں کی درخواست کو منظور نہ کروں۔ تو تمام ضلع کی جہالت کا
ظلم میری گردن پر رہتا ہے۔ پس تم خوب جانتے ہو کہ میں اس مجلس میں کسی سرکاری عہدہ کے

سبب نہیں کھڑا ہوں۔ بلکہ اس لئے کھڑا ہوں کہ میں بھی تمہارا ایک ہموطن ہوں۔ اور تمہی لوگوں میں سے ایک شخص بلکہ ایک ادنےٰ ہوں +

اے ہندوستانی صاحبو تمہارا خیال جو اس ضلع میں مدرسہ جاری کرنے کا ہوا ہے درحقیقت ایک نہایت عمدہ اور قابل نہایت تعریف کے خیال ہے۔ مجھ کو اُمید ہے کہ تم اور ضلعوں کے لئے ایک روشنی ہوگے۔ اور اَور ضلعوں کے لوگ بھی تمہارے دیکھا دیکھی ایک ایک مدرسہ اپنے اپنے ضلع میں قائم کریں گے۔ مجھ کو خوب معلوم ہے کہ تم اِس بات سے بخوبی واقف ہو کہ ہندوستانیوں کے لئے علم میں ترقی کرنے کی کس قدر ضرورت ہے۔ تم کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ہماری ملکہ معظمہ وکٹوریا دام سلطنتہا نے علانیہ فرمایا ہے۔ کہ میری ہندوستانی اور ولائتی رعایا دونو برابر ہیں اور یہ صرف کہنا ہی نہیں ہے بلکہ ایسا کرنے کو موجود بھی ہے۔ تم میں سے کوئی کلکتہ کیا ہوگا اُس نے دیکھا ہوگا۔ کہ بابو چندر ونا تھ تمہارا ہندوستانی ہموطن ہائی کورٹ کا جج ہے۔ وہی اختیار اور اقتدار جو انگریزی ججوں کو ہیں۔ اُس کو بھی حاصل ہیں۔ جو انگریزی جج تنخواہ پاتے ہیں۔ وُہی تنخواہ وہ بھی پاتا ہے۔ تم نے اپنی آنکھ سے دیکھ لیا کہ تمہارے ہموطن ہندوستانی لیجس لیٹیف کونسل میں بطور حاکم کے بیٹھے اور تمام ہندوستان کے لئے قانون بنانے میں بلا کسی خوف و رجا۔ بلا رعایت و مروت کے اپنی رائے دے +

اے میرے ہموطنوں میں خیال کرتا ہوں کہ پارلیمنٹ کی یہ آواز کہ ہندوستان کی لیجس لیٹیف کونسل میں ہندوستانیوں کو بھی شریک ہونا چاہیئے جیسی مجھے خوش آئند معلوم ہوئی شاید اَور کسی کو ایسی نہ معلوم ہوئی ہوگی۔ مگر اُس کے ساتھ ہی مجھ کو جیسا رنج تھا ویسا شاید کسی کو نہ ہوگا۔ اور وہ رنج صرف یہ تھا کہ میرے ہندوستانی ہموطنوں کی تربیت سے جتنی اُن کی تھی۔ مجھ کو اندیشہ تھا کہ شاید یہ بڑا کام اُن سے انجام نہ ہو سکے۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ ہمارے ہموطنوں نے اس خوبی سے انجام دیا۔ جس سے ہماری عزت اور ہندوستان کا نام روشن ہوا +

مگر تم دیکھ لو کہ ہندوستانیوں کو علوم و فنون میں اور زیادہ ترقی کرنی درکار ہے۔ چند ہندوستانیوں

کالیجس لیٹف کونسل میں داخل ہونا ہندوستانیوں کی ترقی کا شروع ہے۔ تم میری
اس پیشین گوئی کو یاد رکھو۔ کہ وہ دن کچھ دور نہیں ہے کہ ہر ضلع میں سے ایک شخص کا کونسل میں
داخل ہونا ضرور ہوگا۔ وہ دن آوے گا کہ تم خود ہی قانون بناؤ گے اور خود ہی اُسپر عمل کرو گے
پس غور کرو کہ تم لوگوں کو کس قدر جلد تربیت میں ترقی کرنا ضرور ہے۔ اس معاملہ میں مجھ سے
ایک بڑے معزز حاکم سے گفتگو ہوئی۔ اُنہوں نے فرمایا کہ اگر ایسا ہو تو ہماری کمال خوشی ہے۔
مگر تم بتاؤ کہ ہر ایک ضلع میں سے ایسے لائق آدمی کیونکر مل سکتے ہیں جو کونسل میں داخل ہوں
اگر ہوں تو ہم ابھی داخل کرنے کو موجود ہیں۔ یہ جواب سُنکر بجز شرمندہ ہونے کے میرا اور کیا
جواب ہو سکتا تھا۔ غرض تم بخوبی جان لو کہ ہماری **ملکہ معظمہ وکٹوریا** دام سلطنتہا نے
بلالحاظ قوم و مذہب اور بغیر لحاظ وطن کے اپنی ساری رعایا کو برابر سمجھا ہے۔ اور سب کے
لئے دروازہ کھول رکھا ہے۔ صرف ایک چیز چاہیئے یعنی تربیت و لیاقت۔ پس تم دیکھ لو
کہ ہندوستانیوں کو علوم و فنون و تربیت و لیاقت میں ترقی کرنے کی کس قدر ضرورت ہے +
مگر مجھ کو نہایت خوشی سے یہ بات کہنی چاہیئے کہ تم نے اس بات کی ضرورت جانی ہے
جب اپنے روپیہ سے ایسا مدرسہ قائم کرنے پر آمادہ ہو۔ آج اس بارگاہ کے آراستہ کرنے
میں جس میں یہ مبارک اجلاس ہو رہا ہے۔ میں تم رئیسوں کو اپنی آنکھ سے دیکھتا تھا کہ تم کیسی
خوشی اور کیسے فخر سے اپنے ہاتھ سے فرش بچھاتے تھے اور کُرسیاں رکھتے تھے۔ جو کام تمہارے
خدمتگار کرتے ہیں اس مبارک مجلس کے لئے اُس کام کا کرنا تم اپنا فخر سمجھتے تھے۔ یہ تمام
باتیں اس بات کی نشانیاں ہیں کہ اب ہندوستان کے اور خصوصاً اس ضلع کے بھلے
دن آئے ہیں +

اے صاحبان تم خوب جانتے ہو کہ انسان کو لازم ہے کہ تمام جہان کے انسان کی بھلائی
چاہے۔ اگر ہم ذرا آنکھ اُٹھا کر دیکھیں تو جان لیں گے کہ ہم سب آپس میں بھائی اور ایک
باپ کی اولاد ہیں۔ گو آفتاب کی تیزی نے کسی ملک میں ہم میں سے کسی کا رنگ کالا اور
کسی ملک میں دھوپ کی نرمی نے کسی کا رنگ گورا کر دیا ہو۔ مگر ہم سب ایک ہی درخت کی
شاخیں ہیں۔ پس ہم کو بلا تعصب تمام انسان کی بھلائی چاہنی چاہیئے۔ یہ مدرسہ جو قائم ہوتا ہے

عموماً تمام ضلع بلکہ سب کے فائدہ کے لئے جو اس سے نفع اُٹھایا چاہے قائم ہوتا ہے۔ اس سے اوّل قاعدہ اس میں یہ قرار پایا ہے۔ کہ بلا لحاظ کسی قوم و مذہب کے ہر کسی کو اس مدرسہ میں علوم و فنون جو وہ سیکھے سکھائے جائیں گے۔ مدرسہ میں اور علم کی مجلس میں وہی شخص عزت رکھے گا اور وہی شخص درجہ پاوے گا جو علم کے سیکھنے اور تربیت پانے میں اپنی عزت پیدا کرے گا۔ البتہ اس بات کا خیال رکھا جاوے گا کہ ہندوؤں کی مختلف قوموں میں ایسا اختلاط جو ذات کا خارج ہونہ ہونے پاوے گا۔ پر سوائے اس کے اور کسی طرح کا تفرقہ نہ ہوگا۔ اور مدرسہ میں وہی عزت پاوے گا جو علم تحصیل کرنے میں عزت حاصل کرے گا۔ اس مدرسہ میں انگریزی۔ عربی۔ سنسکرت اور فارسی۔ اُردو۔ پڑھائی جائیں گی۔ ہر شخص کو اختیار ہوگا کہ جون سی یا جون جون سی زبان چاہے تحصیل کرے۔ مگر میں تم کو جتاتا ہوں کہ اس زمانہ میں انگریزی زبان کا تحصیل کرنا نہایت ضرور ہے۔ قطع نظر عمدہ نوکریوں کے ملنے اور معزز معزز عہدوں کے حاصل ہونے کے بغیر انگریزی جانے ہم اپنے روزمرہ کے ضروری کام بھی بخوبی نہیں کر سکتے۔ بغیر انگریزی جانے بخوبی تجارت نہیں ہو سکتی۔ حکام سے بخوبی ارتباط حاصل نہیں ہوتا۔ قوانین اور احکام سرکاری کا بخوبی منشا سمجھ میں نہیں آتا۔ ملکوں کا اور زمانے کا مطلق حال معلوم نہیں ہوتا۔ یہاں تک کہ کبھی ریل پر جائیں تو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کون سے دروازہ سے آویں اور کون سے دروازہ سے جاویں پس سمجھو کہ ہم کو کس قدر انگریزی پڑھنے کی ضرورت ہے ؛

اصلی مقصود اس سے عام علوم کا تعلیم کرنا ہے اور جو جو علوم کہ معاش سے متعلق ہیں اُن کا پڑھانا۔ اور سکھانا اصلی بنیاد مدرسہ کی ہے۔ آمدنی مدرسہ کا اس قسم کی تعلیم میں صرف کرنا سب سے مقدم امر ہے۔ مگر چونکہ یہ مدرسہ بلا کسی تعصب کے تمام لوگوں اور ہر ایک قوم کے فائدہ کے لئے قائم کیا جاتا ہے۔ اس سے اس مدرسہ میں کسی قوم کی مذہبی کتابیں پڑھنے کا بھی امتناع نہ ہوگا۔ ہر ایک مذہب کی کتابیں اس مدرسہ میں جو شخص اُن کا پڑھنا چاہے پڑھائی جائیں گی۔ البتہ ایسی خاص قسم کی تعلیم کے لئے جو خرچ درکار ہوگا بلحاظ آمدنی مدرسہ اس کے لئے قواعد چندہ مقرر ہوں گے۔ تاکہ اس خاص تعلیم کے خرچ سے اُس عام

تعلیم میں کسی قسم کا ہرج نہ پڑ سکے ۔

اس مدرسہ میں دو عہدے بہت بڑے مقرر ہوں گے ۔ پہلا عہدہ پیٹرن کا ہوگا۔ اور دوسرا وزیٹر کا اور ممکن ہوگا کہ یہ دونو عہدے ایک شخص میں جمع ہو سکیں ۔ اور علاوہ اس کے کئی کمیٹیاں مقرر ہوں گی ۔ اور ان تمام امور کے لئے بہ تجویز ممبران کمیٹی ایک قاعدہ بنایا جاوے گا ۔ اور اس قاعدہ کے بموجب تمام امورات مدرسہ کا انجام ہوا کرے گا ۔

ہم لوگوں کی بڑی خوشی ہوگی اگر حکام انگریزی اور صاحب ڈائرکٹر پبلک انسٹرکشن اس مدرسہ میں تشریف لایا کریں اور امتحان لیا کریں ۔ اور خود اپنی تجویز سے سوالات امتحان اور درجات قابلیت مقرر کریں ۔ اور اپنے اجلاس میں اپنے ہاتھ سے انعام بانٹیں ۔ مگر کمیٹیاں جو انتظام مدرسہ کے لئے مقرر ہوں گی ۔ اُس میں تمام ممبر ہندوستانی ہوں گے ۔ البتہ کمیٹی کو اختیار ہوگا کہ کسی انگریزی صاحب کو جو ہندوستانیوں کی ترقی اور بہبودی چاہنے میں نام آور ہو اپنے ساتھ کمیٹی میں بطور ممبر شریک کریں ۔

اے صاحبو ۔ میں نہایت افسوس سے تم کو اس وقت ایک بات سے اطلاع دیتا ہوں کہ تم سب کی یہ تجویز تھی کہ اس ضلع میں ایسی بڑی عزت پانے کے لائق جو پیٹرن مدرسہ کا کہلاوے بجز مہاراجہ مہیشر نجش سنگھ بہادر کے اَور کوئی نہیں ہے ۔ چنانچہ تم سب کی تجویز تھی کہ مہاراجہ صاحب ممدوح کو مدرسہ کا پیٹرن بنایا جاوے ۔ چنانچہ اسی غرض سے اُن کو اس مجلس میں تشریف لانے کی تکلیف دی گئی تھی اور اُنھوں نے نہایت مضبوط وعدہ تشریف لانے کا کیا تھا ۔ مگر اس وقت معلوم ہوا کہ وہ تشریف نہیں لاویں گے ۔ تم صاحبوں نے جس طرح اَور رئیسوں بلکہ غریبوں سے چندہ لیا اور اکثر نے بلکہ تمام نے بہ کمال خوشی دیا ۔ اُن سے بھی چندہ مانگا تھا ۔ اگرچہ وہ تعداد جس کی تم نے اُن سے درخواست کی وہ بہت تھوڑی مقدار تھی مگر اُنھوں نے اُس تھوڑی ناچیز مقدار کو اپنے ہموطنوں اور اپنے بھائی بندوں کے اور نسلاً بعد نسلاً نفع پہنچانے سے زیادہ عزیز سمجھا اور اس مبارک مجلس میں تشریف نہیں لائے اور افسوس ہے کہ مدرسہ کی تاریخ میں ہمیشہ اس بات کی یادگاری رہے گی ۔ مگر مدرسہ کے لئے پیٹرن کا ہونا ضرور ہے ۔

اس لئے اب تم جس کو چاہو پیٹرن بناؤ (سب نے باتفاق پکارا **آنریبل راجہ دیونرائن سنگھ بہادر**۔ آنریبل راجہ دیونرائن سنگھ بہادر) اب تم سب یہ بھی تجویز کرو کہ تمہارے مدرسہ کے لئے وزیٹر کون ہوگا (سب نے باتفاق پکارا۔ **آنریبل راجہ دیونرائن سنگھ بہادر**۔ آنریبل راجہ دیونرائن سنگھ بہادر) میں تم صاحبوں کی اس تجویز سے نہایت خوش ہوا۔ کہ تم نے ایسے شخص کو پسند کیا ہے جو اپنی عالی ہمتی اور رحمدلی کے سبب مشہور ہے۔ اور یہ وہ شخص ہے جو جناب **لارڈ کیننگ** اور جناب **لارڈ ڈالگن** کا معتمد دولت اور شریک مشورہ تھا ؛

اے صاحبان۔ جو کچھ کہ مقدم امور مدرسہ کے تھے میں کہہ چکا۔ اب اس قدر میں اور کہتا ہوں۔ کہ ہم تمام ہندوستانیوں کو خدا کا شکر کرنا چاہیئے۔ کہ تم کو خدا تعالےٰ نے ایسی قوم کی پُرامن حکومت میں جگہ دی ہے جو ہر طرح ہماری ترقی اور بہبودی کی خواہاں ہے۔ تم نے ابھی اپنے جناب چیئرمین کی زبانی سُنا کہ اُنھوں نے یہ بات فرمائی کہ کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہندوستان کا ملک یورپ کے ملک سے پیچھے رہ جاوے۔ بلکہ اس کا پیچھے رہنا ایک غمگین بات ہے۔ پس تم دیکھو کہ تمہاری گورنمنٹ اور اسی طرح اُس کے حکام جو تم پر متعین ہیں کس طرح تمہاری ترقی کے خواہاں ہیں۔ دنیا میں کوئی شخص بجز باپ کے یہ نہیں چاہتا کہ دوسرا شخص اُس کے برابر درجہ پاوے۔ مگر تمہارے حکام ایسے ہیں کہ باپ کی طرح تم سب کو چاہتے ہیں کہ ہمارے برابر عزت و قدر و منزلت میں درجہ پاویں۔ پس اس کا شکریہ جہاں تک تم کر سکو تھوڑا ہے ؛

اب صرف ایک بات اور باقی ہے جس سے مجھ کو خبردار کر دینا ضرور ہے۔ وہ یہ ہے کہ اس مدرسہ کے قائم کرنے سے تم نے تمام ہندوستان میں ایک نام پایا ہے۔ اُمید ہے کہ اَور ضلعوں میں بھی اس طرح نج کے مدرسے صرف رعایا کی طرف سے قائم ہوں گے مگر یہ تمہارا مدرسہ سب سے اوّل اور سب سے پہلا کہلائیگا۔ اور اس ضلع کی رعایا اس نام سے پکاری جاوے گی کہ اپنے ہموطنوں کی خیرخواہی کے لئے سب سے اوّل اُس نے روپیہ دیا۔ مگر اس وقت **لالہ شیوبالنگ سنگھ** سیکرٹری کمیٹی نے مجھ کو اطلاع دی کہ اس وقت تک صرف سترہ ہزار تین سو روپیہ

تک چندہ کے دستخط ہوئے ہیں - اگرچہ بہت سے لوگ ابھی باقی ہیں جو چندہ دینے کو آمادہ ہیں اور اب تک اُن کے دستخط نہیں ہوئے ہیں - مگر تم جانتے ہو کہ اس کام کے لئے ستر اسی ہزار روپیہ کا تخمینہ ہوا ہے اور ابھی بہت سا روپیہ جمع ہونا باقی ہے - مجھ کو اُمید ہے کہ تم سب لوگ نہایت فیاضی اور دلی خوشی سے جہاں تک تم سے ہو سکے گا چندہ دے کر اس کام کو انجام دوگے - مگر دیکھو اور ہوشیار رہو کہ چندہ دینے میں تمہاری ہمت جنہوں نے ابھی چندہ نہیں دیا ہے کمی نہ کرے - اور جنہوں نے چندہ دیا ہے وہ محنت اور کوشش میں تھک نہ جاویں ایسا نہ ہو کہ یہ نیک کام جو تم نے اُٹھایا ہے اور جس سبب تمام ہندوستان میں تم نے نام پایا ہے خدانخواستہ انجام تک نہ پہنچے - اور بعوض اس نیک نامی کے اس ضلع کے تمام باشندوں علے الخصوص رئیسوں پر ایک بڑی بدنامی کا امیٹ دھبہ لگ جاوے گا - اے میرے بھائیو ہمت کرو اور مستعد رہو اور اپنے ہموطنوں کی بھلائی کے لئے روپیہ کو عزیز مت رکھو اور جہاں تک ہو سکے دو - اور جہاں تک ہو سکے دو - اور کوڑیوں کے بدلے بے بہا پُن اور عزت اور نیک نامی لو - نہ صرف اپنے لئے بلکہ اپنے اور اپنے بھائی بندوں کی اولاد اور پشت در پشت کے لئے اور اُس کے بخیر انجام ہونے کے لئے خدا سے دُعا مانگو - اور اُسی پر نظر رکھو کہ وہی سب کام پورا کرنے والا ہے - آمین ٭

(سنگ بنیاد رکھے جانے کے بعد **سید احمد خان** نے اس طرح خدا کی مناجات کی)

اے **خدا** کے بندو **خدا** کی مناجات کرو - **خدا** کے نام کی مدح کرو - **خدا** کا نام اس دم سے ابد تک مبارک ہووے - آفتاب کے مطلع سے لے کر اُس کے مغرب تک **خدا** کا نام ممدوح ہو - ہمارا **خدا** غریبوں کو خاک سے اُٹھا لیتا ہے - محتاجوں کو کوڑے پر سے اُٹھا کر بلند کرتا ہے - ہم کو اپنے **خدا** سے محبت رکھنی چاہئے - اُس نے ہماری آواز سنی - اُس نے ہماری غریبی اور درماندگی پر نظر کی - سو جب تک ہم جیتے ہیں ہمارا بدن - اور ہمارا دل اور ہماری جان - اور مرنے کے بعد ہماری روح **خدا** کی ستائش کرے گی - اے **خدا** ہم میں روز بروز علم کی کمی اور جہالت کی تاریکی کی ترقی ہوتی جاتی تھی - تو نے ہمارے دل کو چھیڑا کہ ہم علم کی روشنی پھیلانے پر مستعد ہوئے - بے شک سب کے دل تیری اُنگلیوں میں ہیں - جس طرف کو تو چاہتا ہے پھیرتا ہے - ہم سب تیرا شکر کرتے ہیں کہ

تونے ہمارے دلوں کو ایسے کاموں کی طرف پھیرا۔ جو صرف ہمارے ہی لئے مفید نہیں
ہیں بلکہ ہمارے بعد جو بہت سی نسلیں آنے والی ہیں اُن کے لئے ایک روشنی ہے۔ سوائے
تیرے کس کا مقدور تھا۔ کہ ہمارے دلوں کو جو تمام تر گناہوں اور بُرائیوں میں پھنسے ہوئے ہیں
ایسے نیک کام کی طرف پھیرتا۔ اے خدا تو خوب جانتا ہے کہ یہ مدرسہ جس کا پتھر آج ہم نے تیرے
نام پر رکھا ہے۔ تیری غریب مخلوق کے فائدہ کے لئے رکھا ہے۔ تو اپنے فضل سے اپنے نام پر
اس کو قبول کر۔ اور جیسا کہ تونے خوبی سے اُس کا آغاز کیا ہے۔ اسی طرح بخیر اُس کا انجام
کر۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝

یہ تحریر سید نے مجلس مذاکرہ علمیہ کلکتہ میں آنریبل مولوی عبداللطیف خان بہادر کے مکان پر ۶- اکتوبر ۱۸۶۳ء کو پڑھی تھی ٭

حضراتِ من !

پیش ازاں کہ آہنگ حرف مدعا سرائی سازکنم ایزد بے ہمتا را نیائش مے نمایم کہ نخجتم را یاوری وطالعم را بختیاری داد تا دریں مملکت بنگالہ گذر کردم و دریں دارالامارۃ کلکتہ کہ آنرا دارالسلطنت ہند توانم گفت وارسیدم - نازش من نہ براں است کہ شہر آباداں و وسیع الفضائے کلکتہ را دیدم واز عمارت منیف و اشیاء لطیف آں مسرتے اندوختم بل نازش من براں است کہ بخدمت ارباب فضل و کمال و بزرگانِ والاتبار و فضلائے بے مثل و مثال و عظائے صاحب وقار ایں جا مشرف گشتہ ام و سعادت ملازمت شما بزرگان کہ باعث افتخار بنی نوع انسان ہستید حاصل ساختہ ام ٭

حضراتِ من ! آنچہ مسافر نوازی و غریب پروری از طرف شما بزرگان و سیما از جانب گل سرسبد ایں گلستان بل باعث افتخار ما ہم کیشان یعنی جناب آنریبل مولوی محمد عبداللطیف خان بہادر بحال ایں ہیچ میرز غریب الوطن کہ لیاقت کفش برداری ہمچو بزرگان والا منش ہم ندارد مرعی گشتہ است ادائے شکر آں از من ناتواں نیاید - اگر ہمہ تن زبان شوم نے نے اگر ہر سر موئے من زبان گردد و از ہر یکے داستان ہا سرایم از عہدۂ آں برآمدن نتوانم - اینحال کہ اینک موجود است وایندم آں را بہ چشم مے بینم نمونہ ایست از اخلاق عمیم شما و انموذجیست از مسافر نوازی شما کہ ہمچو منے افسردہ دلے اونے ترین مخلوقے را در انجمن خود کہ مہبط قدوسیان انجمن قدس تواند بود بار دادہ اید و ہم اجازت فرمودہ اید کہ آہ سردے بر کشم و دانہ اشکے بریزم و دردِ دلے باز گویم ٭

حضراتِ من ! شما نیکو میدانید کہ من کم مایہ و بے بضاعت لیاقت آں ندارم کہ روبروئے ہمچو بزرگان عالی مقام زبان بہ تکلم کشایم - زبانے کہ بہ جسارت روبروئے شما کشادہ گردد بستہ باد و دلے کہ بہ مخالفت شما برانگیختہ شود شکستہ باد - زبان کشادن بہ بیان دردِ دل خویش بحضور

حضرت شما نیست بجز آنکہ کرم ہاے شما مارا دلیر ساختہ کہ اینک بخدمت شما بہ پا ایستادہ ام و درد دل خود را گفتن مے خواہم و خود گلہ از خود سر دون آرزو دارم۔ چیست گلہ و چیست درد حب وطن است وحب وطن است وبس ٭

حضراتِ من! اگر بہ غور نگریستہ آید تواں یافت کہ ہر چہ از منِ من جفا بہ جلوہ گاہِ عیاں ظہور ساختہ آں ہمہ حقیقت واحدہ است کہ بہ صورت ہاے رنگا رنگ و نقش ہاے بوقلمون بہ صفحہ خیال ہا صورت بستہ و در حقیقت نقش من و تو در میان نیست ۔

میانِ عاشق و معشوق ہیچ حائل نیست
تو خود حجاب خودی حافظ از میاں برخیز

اگر چہ تغایر اعتباری پردۂ حجابہا بریں راز آشکارا مے اندازد۔ مگر کسے کہ چشم بصیرتش وا کشادہ اند این تغایرِ اعتباری را اعتباری نمے نہد۔ و ازیں حجاب تنک بے تار و پود پردہ ظلماتی بریں حقیقت نورانی نمے افگند۔ حاشا ثم حاشا رہ روی طریق حقیقت موج را از لجہ جدا نداند و شعاع را از نور متغایر نہ انگارد۔ از ایں رہبر آشکارا است کہ تا ہمہ ہر چہ بوجود آمدہ ایم شخص واحدیم و تغایر اعتباری بیش از ایں نیست۔ پس اگر چشم بریں اعتبارہا اندازیم احول ایم کہ حقیقت واحدہ را دو مے بینیم۔ اینک غور کردنی است۔ چوں من دریں کاخ فیروزہ رنگ آمدہ ایم و خود صورت خود را دریں کاخ آئینہ بند بہر رنگے مے بینیم چگونہ با آں ہمہ تمثال ہا بسازیم و چساں بآں ہمہ تشخصات اعتباری بسر بریم نیست راہے دیگر بجز آنکہ تغایر اعتباری را از میان برانداریم و آنچہ با خود کردن مے خواہیم با ہمہ آں بکنیم۔ برخیز و آئینہ بدست خویش گیر۔ و صورت خود را بہ بیں و بنگر کہ آنچہ با خود مے کنی ہماں بآں تمثال خیالی مے کنی و آنچہ بآں تمثال مے کنی در نفس الامر با خود مے کنی۔ چوں ایں مقدمہ مسلم گشت بما لازم شد کہ چنانکہ من در رفاہ و فلاح خویشتن سعی مے کنیم۔ ہمیں ساں ما را در سود و بہبود جمیع موجودات عالم سعی کردنیست چہ آں ہمہ در حقیقت نسبت بہ حقیقت واحدہ است کہ من ہم ازاں۔ نے نے۔ عین آں حقیقت ایم۔ و اگر چنیں نکنیم۔ مثال ما ہمیں خواہد بود کہ یک چشم را نگاہ مے داریم و دیگرے را بہ میل کشیدن مے دہیم۔ و دست در بغل مے نہیم۔ و پا را بہ بریدن مے سپریم۔ و آہ صد وائے

برکسے کہ چنیں بکند اگر از ہواخواہی و فلاح جوئی تمام موجودات عالم حرفے برزنم سخن بہ درازی مے کشد وازاں دائرہ کہ ما درانیم پا بیروں مے افتد پس ازاں درگذشتہ حرفے چند از فلاح جوئی نبی نوع خود مے سرایم ٭

ہویداست کہ فلاح جوئی کسے از مقتضیات محبت اوست چہ از کسے کہ محبت ندارم سر رفاہ و فلاح او ہم ندارم پس اصل اصول فلاح جوئی کسے محبت اوست۔ ازیں رو ناگزیر است کہ مختصرے از اقسام محبت برشمارم و بران اساس ہواخواہی ہم کیشاں خود برنہم ٭

محبت را درجات بے شمار است۔ اعلےٰ و افضل آن است کہ تمام موجودات عالم را عین حقیقت خود دانیم۔ اگر بینیم کہ کسے برگ کاہے بجفا شکستہ است دل ہمیں ساں بدرد در آید کہ گویا ناخنے از ناخن ہائے دست و پائے من برشکستہ ایں مرتبہ حاصل نمیشود مگر کسے را کہ خداوند عالم در رحمت بر و کشادہ باشد ٭

دوئیں درجہ محبت آنست کہ جمیع ذی روح را کہ مشارکت بسیار و مشابہت بے شمار با ما دارند دوست دارم و ہر کہ جگر تر دارد و با و نیکی کنم۔ ایں درجہ اگرچہ از درجہ اوّل فراواں پایہ فروتر افتادہ است الا بجائے خود آں قدر بلند پایہ است کہ دست کوتاہ ما بشاخ پُر بار آں نمے تواند رسید ٭

سوئیں درجہ محبت آں است کہ با بنی نوع خود بکار بریم۔ چنانکہ **سعدی** علیہ الرحمۃ مے فرماید ٭

بنی آدم اعضائے یک دیگراند — کہ از آفرینش زیک جوہراند
چو عضوے بدرد آورد روزگار — دگر عضوہا را نماند قرار

اگرچہ ایں مرتبہ کمترین درجہ محبت است الا بہ نظر ایں کہ انسان را ضعیف البنیان آفریدہ اند ہمیں درجہ را نسبت بآں درجہ اعلےٰ قرار دادہ اند ٭

ازیں مرتبہ ہم در مرتبہ کم دیگر درجہ محبت است کہ آں را مجازاً حب قومی نام نہم و سر در ما در ہر دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کہ دل و جانم فرش راہ و سرم خاک پائے آں عرش بارگاہ باد۔ تاکیدے بداں فرمودہ حیث قال علیہ الصلوٰۃ والسلام **والنصح لکل مسلم علماء محققین ما رضوان اللہ علیہم اجمعین** از لفظ نصح ہر گونہ رفاہ و فلاح برادران دینی مراد گرفتہ اند پس ما در سعی رفاہ و فلاح برادران دینی ماموریم و بہ ترک آں بہ معصیتے گرفتار شویم۔ اگر

ایں مدعا را بر نہجِ عقلی جویم گریم کہ ایں درجہ محبت را کہ ما آں را برجب قومی نامیدہ ام در حیوانات ہم مے یابم نمے بینی کہ اگر زاغے را بدر دآریم دیگر ہم جنسانِ او بدر دمے آیند و بآہ و نالہ ما را مے گویند کہ اگر ہم کیشاں و ہم کشوراں خود را بہ دردے مبتلا مے بینیم و بہ درد نیا بیم و چارہ کار نیندیشیم از زاغ ہم بدتریم۔ ازیں جملہ رہبرہا آشکارا ست کہ ما را بجہت صلاح و فلاح ہم کیشاں و ہم کشوران خود کر سعی چست بستن و در پے سود و بہبود آناں افتادن واجب و لازم است ظاہر است کہ برادران دینی ما ہنوز در گراں خواب غفلت اند و ہر چہ گویم و ہر چہ بکنم ازاں گراں خواب بیدار نمے شوند۔ لیکن ما را بداں سبب کم ہمت سُست کردن نشاید۔

کس بشنود یا نشنود من گفتگوئے مے کنم ٭

حقوق شاں کہ بذمہ مایاں است آں را ادا کردن شاید ٭

شاید کہ ہمیں بیضہ برآرد پر و بال

گفتہ اثرے دارد چہ عجب کہ رفتہ رفتہ ہوشیار شوند و خود را دریابند ٭

حضراتِ من! معاف فرمائید۔ نغمۂ بے آہنگ سرودم و سخن بے محل گفتم۔ حضرات را مے بینم کہ ہمہ تن در صلاح و فلاح ہم کیشان و ہم کشوران خود سرگرم ہستید۔ پس ایں اثر خائی و ہرزہ درائی من روبروئے ہمچو بزرگان سراسر بے جا و سر تا پا بے محل بود۔ مگر چہ کنم شوق و ولولہ محبت کہ با ہم کشوران خود دارم محل و بے محل ما را از سرودن اینچنیں نغمہ ہا باز نمے دارد۔ اے بزرگان ملکت نیکو میدانید کہ ہمہ خانوادہ ہائے قدیم ہم کیشان ما بر ہم خوردہ اند و شہرہائے قدیم کشور ما کہ علم و ادب و دانش و فرہنگ آباں نازش بود از پا برافتادہ اند در دار السلطنتہائے پاستانی ہیچ چیز باقی نیست۔ مگر استخوان ہا چند بوسیدہ و چند خشت ہا کہنہ دیوار ہا غلطیدہ۔ پس در تمام ملکت ہند از خلیج بنگالہ تا رود سندھ صرف ہمیں شما بزرگانید کہ دار الامارۃ عہد ما را بذات ستودہ صفات شما نازش است و بس۔ آرے اگر شما ہم در صلاح و فلاح ہم کیشان و ہم کشوران خود سعی نہ نمائید باز کدام کس پرسان حالِ ما بخت برگشتگان خواہد بود۔ خداوند عالم شما را سرسبز و شاداب دارد و توفیق حب وطنی روز افزوں نصیب کناد ٭

مگر عرض دیگر قابل گذارندنی است و آں ایں کہ در ہر زمان ہم کیشان و ہم کشوران ما و شما

از حلیهٔ تربیت عاری شده اند و روز بروز عاری مے شوند - پس دریں زمانہ مدار صلاح و فلاح
ہم کشوران ما دران است کہ بہر طورے کہ توانند شد در ترقی تعلیم و تربیت شان سعی ہا نمایم و
آنچہ موانع و عوائق در تربیت ہم کیشان بودہ اند در برداشتن آں ہمہ سعی و کوشش ہا کنیم
مردمان ایں زمانہ کہ تربیت ہم کیشان ما را کہ بہ نظر حقارت مے بینند - باعث اصلی او این است کہ
اکثر برادران ما بآں کہ در علوم پارسیانی ید طولے دارند در علوم و فنون جدیدہ کہ مایۂ نازش
نوجوانان ایں زمانہ است عاری اند پس نگریستنی است کہ باعث ہمچنیں ناواقفیت از علوم و
فنون جدیدہ مفیدہ چیست - گویم کہ آں ہمہ علوم بزبان انگریزی اند و ہم کشوران ما را تا حال
بر تحصیل آں زبان توجہے کما ینبغی نیست - دیگر بارہ پرسم کہ چرا نیست آیا تعصب مذہبی را دراں
مداخلت است - گویم حاشا و کلا - کسانیکہ ما را بچشم غرض بین مے نگرند و یا از حقیقت حال واقف
نیستند ایں گونہ سخن ہاے بے اصل سرائیدہ اند و در آموختن زبان ہر قومے کہ باشد تعصب مذہبی را
چہ مداخلت است - ما مسلمانان زبان فارسی را مے خوانیم و آں زبان ما نیست و گاہے تعصب مذہبی را
بآں نسبت نکردہ ایم - پس در آموختن زبان انگریزی چرا تعصب مذہبی را گنجایش خواہد بود - اگر
گویند کہ مسائل علوم جدیدہ سیما ریاضیات ظاہرا بآنچہ در قرآن مجید ازاں بیان شدہ مخالفت
دارند ازیں باعث مسلمانان از خواندن او مستکرہ اند - گویم ایں ہمہ غلط است - مسائل حکمت یونان
کہ بظاہر حال آنچہ در قرآن مجید ازاں ذکرے رفتہ مناسبت دارند و ہمہ مسلمانان بہ ہزاران ہزار
شوق در تحصیل آں سرگرمی ہا مے دارند و گاہے تعصب مذہبی را کار نہ فرمودہ اند - پس در خواندن و تحصیل
نمودن ہیات جدیدہ فیثاغورسیا چرا تعصب مذہبی را بکار بردہ باشند - اصلی کار و حقیقت حال
کم توجہی برادران ما در خواندن زبان انگریزی و تحصیل علوم و فنون جدیدہ آں زبان این است
کہ کتب مذہبی ما مسلمانان کہ آموختن آنہا در حقیقت بر ما فرض است ہمہ در زبان مقدس عربی است
و عادت ما مسلمانان از طریقۂ شریفہ این است کہ اولاً میخواہند کہ اولاد ما زبان عربی را بیاموزند
و بمسائل دینیۂ خود واقف شوند - بعد آں چہ پیش شود یا نشود - اے حضرات من نیکو دانید و ہشیار
باشید کہ این طریقہ بسیار محمود و بغایت نیک و نہایت پسندیدہ است و گاہے تا آنکہ جان در قالب
شماست این طریقہ را مگذارید - زبان عربی افضل ترین زبان ہاست خداوند عالم بہیچ زبان تکلم نشدہ الا

زبان عربی فضائل این زبان چه از اختصار الفاظ و کثرت معانی و چه در علو درجه فصاحت و بلاغت
از همه زبان ها فایق تر و شیرین تر است - پس این چنین زبان را گذاشتن که دران عمدگی و علو درجه
در دنیا و نجات ابدی در عقبے است کار خردمندان نیست - الا تدبیرے باید اندیشید که نوجوانان
اقوام ما که در خواندن زبان عربی مصروف اند بجهت حصول علوم و فنون جدیده هم موقعے و قابلیتے
یابند - و آن بخوبی حاصل تواند شد - اگر هم کشوران ما جمع شده انجمنے بیارایند و کتب علوم و فنون
جدیده را از زبان انگریزی بفارسی یا عربی ترجمه نمایند و آن را مشق نونهالان اقوام ما دهند
تا بذریعه همان زبانے که به تحصیل آن مصروف اند از علوم و فنون جدیده هم کما ینبغی واقفیت سازند
علم و تربیت نام صورت زبان و کام نیست بهر زبان که آن را بیاموزیم به مدعا مے رسیم +
از انچه گفتم چنان ندانید که من روادار تساهل و تغافل در خواندن و آموختن زبان انگریزی
بوده ام - نے نے من آموختن زبان انگریزی را از قبیل سنته ضروریه مے دانم - به بینید حکام ما
زبان انگریزی دارند - اصل احکام و قوانین انتظام مملکت بزبان انگریزی است که واقفیت ازان
مار عایا را مطیع و منقاد را از ضروریات است - اگر بخدمت کدام حاکم وقت میرود م بسبب تخالف
لسان نیاز مندی هائے خود را چنانکه در دل هست ادا کردن نمے توانم - لطف و اخلاقے که
از جانب حاکم بر حال ما مے شود آن را فهمیدن و دل را بآن خوش کردن نمے توانم - ما را آن قدر حجاب
با انگریزی دانستن افتاده است که بدون آن سر انجام امور تمدن هم خیلے مشکل است - گردون دون خانه
به تخت سلیمان ما ناست - عمده وسیله تسهیل سفر بجهت ما مهیا است - الا بعدم واقفیت از زبان
انگریزی چها مصائب است که دران نمے برداریم - اگر پیام ضروری بذریعه قوت کهربائی فرستادن
مے خواهیم - بدون واقفیت از زبان انگریزی دران عاجزیم - از بدترین پیشه ها که نوکری ست تا
به اعلے ترین پیشه ها که تجارت است ما به انگریزی دانی محتاجیم - من به جسد نمے گویم و نه ازهم چونمے که
هوا خواه بنی نوع انسانم جسد آید - بلکه بطور تمثیل غلط مے گویم - که دیگر هم کشوران ما صرف بذریعه انگریزی
از ما سبقت ها برده اند و روز بروز مسابقت مے نمایند - پس هم کیشان ما را نیز واجب و ضرور است
که سعی موفوره در آموختن زبان انگریزی نمایند - و چنانکه پیشتر بوده اند دریں معرکه هم گوے سبقت
از دیگر هم کشوران خود ربایند - مگر ایں نمے خواهم که عربی را یکسر فروگزارند و از علوم دینیه و

مسائل حقیقیه مذهب خود جاهل و نابلد محض مانند ✦

ترجمه کتب علوم و فنون جدیده را بایں وجه خواهانم که اگر ترجمه نشوند تحصیل علوم و فنون جدیده مختصر بزبان انگریزی خواهد بود و بس - وازاں ہمان چند کسانرا که دراں زبان لیاقت کلی بہم رسانیده اند فائده حاصل خواهد شد و بس - تمام ولایت ما را که من و پدر آں هستم حصول فواید ممکن نیست - آیا شما خیال میکنید که هر چند سعی کرده آید بزبان انگریزی در ولایت وسیع هندوستان مثل زبان ملکی رائج شدن مے تواند - تا چند صد سال بلکه بسیار زاید ازاں کسے اینچنیں خیال کردن نمے تواند - پس ابنائے جنس خود را درہمیں جهالت و کوری و ذلت و خواری خواهم گذاشت - اے سیر چشمان قوم ما چند انکه در اهتمام ایں امور تاخیر شود روز بروز مشکل دیگر بروئے کار مے آید - و آں کار از دست مے رود - وقت را از دست مدهید - و در فراهمی سامان تربیت اهل هستید ده شوید که وقت رفته و تیر از کمان جسته باز نمے آید ✦

سخن دیگر هم بغور شنیدنی است که در تربیت [illegible] جوانان قوم ما خواه بذریعه زبان انگریزی باشد و خواه بذریعه تراجم احتمال سستی در عقاید حقه دینیه بوده است و ایں احتمال نیست بلکه بتجربه و استقرا هم همچنیں یافته ایم مگر غور فرمایند که درحقیقت باعث آں توغل در زبان انگریزی یا آموختن علوم و فنون جدیده نیست - البته از توغل بفلسفیات و غفلت از تحقیق و تدقیق اعتقادیات اینچنیں مغالطها در پیش مے آیند چنانچه در بلاد جرمنی و فرانس آتش ایں فتنه سر بفلک کشیده بود - و صدها و هزارها مردم نقلیات را اوهن از تار عنکبوت خیال کرده بودند - و زمانے پیشتر ازیں در دار السلطنت لندن هم ایں بلا افتاده بود - و در زمانے که حکمت حکماے یونان در میان مسلمانان شیوع یافت همیں آفت در مایان هم رسیده بود - مگر علماے هر قوم و ملت بدفع آں کوشیدند و همه آں را بر شکسته حقیقت اعتقادیات نقلیه را صحیح رسانیدند علماے مذهب ما علم کلام را ایجاد کردند و باثبات رسانیدند که آنچه فلاسفه بتحقیق آں پرداخته اند از وهمیات بیش نیست - و نور حقیقت همان است که زبان وحی

بآں ناطق شدہ۔ آرے ؎

پائے استدلالیاں چوبیں بود ✦ پائے چوبیں سخت بے تمکیں بود۔

پس من کہ خواہان ترویج زبان انگریزی و تعلیم علوم و فنون جدیدہ بہ شمول عربی و باشتمال تحقیقات و تدقیقات عقاید نقلیہ بودہ ام ازیں قسم تربیت ایں احتمال بفرسنگ ہا دوراست۔ البتہ در تکمیل امر دیگر ما را افتادن خواہد شد۔ وآں ایں کہ قواعد حکمت یونان از شیوع حکمت جدیدہ ہمہ از پا برافتادہ اند۔ در زمان پیشین علمائے دین ما را بہ تردید یا بہ مطابقت اصول حکمت یونانی با علم و حکمت حقہ الہامی حاجت بود۔ و پس چنانچہ بتائید روح القدس دراں کامیاب شدند۔ الحال کہ اصول حکمت را بروشِ دیگر بنا نہادہ اند ہر چہ ازاں بظاہر مخالف الہامیات مے نماید۔ در تطبیق با تردید آں توجہ کردن خواہد افتاد وایں امر گو بظاہر دشوار مے نماید لیکن بتائید روح القدس دشوار نیست۔ ؎

فیض روح القدس ار باز مدد فرماید
دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا مے کرد

بہ بینید صرف از مذہب ما بہ بظاہر مخالف نمے نماید۔ بلکہ از مذہب تمام اہل کتاب کہ عبارت از یہود و نصاریٰ است مخالف مے نماید۔ علمائے مسیحی چہا کوشش دریں بارہ کردہ اند و رسالہ ہا بر نگاشتہ و علاج بد اعتقادی ہم ملتیانِ خود کما ینبغی فرمودہ اند۔ پس علمائے مذہب ما چرا بداں طرف توجہ نخواہند فرمود ✦

اگر بدیں گونہ تربیت ہم کیشان شیوع گیرد۔ یقین واثق است کہ فلاح بے شمار بحال آنہا عاید شود۔ و ترقی روز افزوں و تہذیب مہذب نصیب ایشاں گردد و از تہذیب نامہذب کہ در بعضے از ہم کشورانِ ما شیوع یافتہ بہ کلی ایمنی دست دہد۔ من خیر خواہ ہم کشورانِ خود روز و شب در ہمیں خیالات بسر مے کنم و عمر گراں مایہ خود را ہمیں در ہم و دینار ہر چہ در کیسہ ام مے آید در ہمیں امور صرف مے کنم۔ لیکن من یک جزو ناتوانم و مثل پیر زالے بہ خریداریٔ یوسف برامدہ ام۔ تنہا از من چہ شود و تا وقتیکہ ہمت قومی دراں متوجہ نشود و ہیچ یکے از دل و دست و زبان و درہم و دینار تائید نہ نماید انجام آں از محالات مے نماید

چنانچہ بنظر انجام بعضے ازیں امور گفتہ ام تدبیرے اندیشیدہ ام ورسالہ دراں باب چاپ
نمودہ پیش کش حضرت صدر ایں انجمن نمودہ ام - بدیں امید کہ اگر مناسب نماید بخدمت
جمیع بزرگان کہ در محفل خلد مشاکل فراہم آمدہ اند - نذر نمایند - شاید خداوند کریم وسیلہ
برانگیزد - کہ تصورات من رتبہ تصدیق یابد - وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم
ہو نعم المولیٰ ونعم النصیر - واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

جو ۲۰ ستمبر ۱۸۶۷ء کو بروز جمعہ بنارس انسٹیٹیوٹ میں بابو فتح نرائن سنگھ بہادر کے مکان پر اہل ہند کی ترقی تربیت پر دیا گیا ؛

وہ کون سی تدبیریں ہیں - جن سے اہل ہند کی تربیت کو ترقی ہو اور وہ بھی مثل اور ملک کے رہنے والوں کے ملکی فخر اور امتیاز حاصل کریں - اس مضمون میں غالباً ملکی فخر سے وہ فخر اور عزت مراد ہے - جو کسی ملک کے رہنے والوں کو عام تربیت اور شائستگی کے پھیلنے سے بلالحاظ مذہب اور قوم کے حاصل ہوتی ہے - ہم لوگ اہل یورپ کو ایک شائستہ اور تربیت یافتہ قوم کہتے ہیں اور اُن کی نسبت ہر طرح کا ملکی فخر و امتیاز منسوب کرتے ہیں - وہ لوگ نہ ایک قوم ہیں اور ایک مذہب رکھتے ہیں - مگر اُنھوں نے اپنے ملک میں بلالحاظ قوم و مذہب کے عام تربیت اور شائستگی پھیلانے سے ملکی فخر اور امتیاز کا خطاب حاصل کیا ہے ؛

ہندوستان باستثنار روس اور بالٹک کے شمالی حصہ کے یورپ کے برابر ہے اور جس طرح کہ یورپ میں متعدد قومیں آباد ہیں اسی طرح ہندوستان میں بھی متعدد قومیں بستی ہیں - اور جس طرح یورپ کی قومیں باہم مشابہت رکھتی ہیں - اسی طرح ہندوستان کی قومیں بھی باہم مشابہ ہیں - اگر کوئی پردیسی یورپ میں جاوے تو اٹلی والوں اور انگلستان والوں میں کچھ تمیز نہ کر سکیگا اس طرح اگر کوئی پردیسی ہندوستان میں آوے - تو ہندوستان کی بھی مشابہ قوموں میں یکایک کچھ امتیاز نہ کر سکیگا ؛

کہا جاتا ہے کہ ہندوستان میں کئی سو برس سے کم میں جسکا شروع زمانہ بارہ سو برس کے قریب محمد قاسم سپہ سالار کے عہد سے قرار دیتا ہوں - ایک اجنبی قوم ہندوستان میں آکر آباد ہوئی جو مزاج اور سیرت اور طبیعت اور خصلت میں ہندوستان کی قوموں سے بالکل مختلف تھی - مگر غور کرنے کی بات ہے کہ نیچر نے قوموں کی خصلتوں اور طبیعتوں کا اختلاف زیادہ تر ملک کی خاصیت پر رکھا ہے - ہم دیکھتے ہیں کہ سرد ملک کے اون دار جانور جب کئی نسل تک گرم ملک

میں رکھے جاتے ہیں تو وہ اُون جو نیچر نے اُن کو سردی سے محفوظ رکھنے کے لئے بنائی تھی باقی نہیں رہتی۔ پس کوئی قوم جو کسی ملک میں آکر بسے ایک زمانہ کے بعد ملک کی خاصیت سے اس قوم کا بھی قریب قریب وہی رنگ ڈھنگ ہو جاتا ہے جو اُس ملک کی قوموں کا ہوتا ہے اور وہ قوم بھی اُس ملک کی مشابہ قوموں میں داخل ہو جاتی ہے۔ ملیبار کے کالے یہودیوں پر خیال کیا جاوے جو **بخت نصر** کے عہد میں ویران ہو کر وہاں آباد ہوئے۔ حالانکہ اُن کی اصلیت ملیباریوں سے بالکل مختلف ہے مگر مذہب کے اختلاف کے سوا کوئی شخص ان کو ایک ملیباری قوموں کی مشابہ قوم کے سوا اور کچھ نہیں بتلا سکتا۔ پس مسلمان قومیں کی اصلیت کچھ ہی ہو مگر ایک مدت دراز کی سکونت اور توطن اختیار کرنے کے سبب نیچر نے اُن کے خون کو اُن کی اصلیت کو بدل دیا ہے۔ اور جس طرح کہ اَور قومیں ہندوستان میں آکر آباد ہوئیں اور ہندوستان کی ایک مشابہ قوموں میں داخل ہو گئیں۔ اسی طرح مسلمانوں کا خون اور گوشت اور پوست ہندوستان ہی کی پیداوار ہے۔ اور ہندوستان ہی کی آب و ہوا سے بن گیا ہے۔ اس لئے وہ بھی ہندوستان کی ایک مشابہ قوموں میں داخل ہیں ۔

مضمون میں جو ملکی فخر کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ اس سے غالباً وہی فخر مراد ہے جو ہندوستان کی تمام موجودہ قوموں کی مجموعی تربیت اور شائستگی سے بلالحاظ اُن کے مذہب اور اُن کی اصلیت کے ملک کو حاصل ہو۔ کیونکہ اگر اس لفظ کا یہ مطلب نہ سمجھا جاوے تو ملکی فخر کے لفظ کا استعمال صحیح نہ ہوگا اور نہ ملکی فخر باقی رہیگا۔ بلکہ خاص خاص قوموں کا فخر کہلائیگا۔ جس کا حاصل ہونا نیچر کے رُو سے بغیر ایک دوسرے کی ہمدردی اور مددگاری کے غیر ممکن ہے۔ اور اس کا نتیجہ بجز ملکی ذلت کے اَور کچھ نہیں ۔

شاید اس جلسہ میں ہمارے بعضے دوست ایسے ہوں کہ اہل ہند کی تربیت کو ترقی دینے کا مضمون سُن کر تعجب ہوئے ہوں اور خیال کرتے ہوں کہ اہل ہند کی تربیت میں کیا کمی ہے۔ جس کی ترقی دینے کی تدبیروں پر گفتگو کی جاتی ہے۔ اہل ہند نے علم و ہنر و شائستگی میں تمام دنیا کی قوموں سے پہلے (مگر میں کہوں گا کہ مصریوں کے بعد) ملکی فخر و امتیاز حاصل کیا تھا۔ ہندوؤں کا علم الٰہیات اُس زمانہ کی تمام قوموں کے علم الٰہیات سے عمدہ تھا۔ ان کا علم انشا تمام دنیا کے

علم پر فایق تھا۔ مہابھارت اور رامائن کی رزمیہ نظم تمام دنیا کی رزمیہ نظموں پر سبقت لے گئی تھی۔ کیا مگھا کی رزمیہ نظم جس میں ایک روح نے بادل کے ہاتھ اپنے دوست کو پیغام بھیجا ہے اور جس میں برکھا کا سماں باندھا ہے اور ہر ایک ملک کی کیفیت جس میں وہ ایلچی بادل گزرے گا دکھائی ہے۔ اور پھر اُس روح کا رنج و غم وطن کی فراق میں جتایا ہے ایسی عمدہ تھی کہ اُس نے تمام دنیا کی رزمیہ نظم کو اشک حسرت سے ساون کے بادل کی طرح رُلایا تھا۔ ہندوؤں نے علم ہندسہ میں علم مثلث کے ایجاد میں اور بالخصوص اُس ثبوت کے ایجاد میں جس میں مثلث کے تینوں ضلعوں سے اُس کی سطح دریافت ہوتی ہے کیسی کچھ ناموری پائی تھی۔ علم حساب میں کسور اعشاریہ کے ایجاد میں کیسا کچھ اُن کو افتخار حاصل ہوا تھا۔ اہل عرب اگرچہ جبر و مقابلہ کی ایجاد کا دعویٰ کرتے ہیں مگر ہندوستان نے ایسے قدیم زمانہ میں اس علم میں بھی ایسا کمال حاصل کیا تھا کہ بعض عالموں نے اُنھیں کو اس کے موجد ہونے کا فخر و امتیاز دیا ہے۔ علم ہیئت میں ہندوؤں نے کیسی سربلندی حاصل کی تھی۔ زمین کی روزانہ حرکت کا جسکی خوشہ چینی فیثاغورث یونانی حکیم نے کی اور پھر جسکو نیکس نے رواج دیا۔ ہندوؤں نے ہی سب سے پہلے خیال کیا تھا۔ چودہ سو برس پیشتر حضرت مسیح کے ہندوؤں نے ہی طریق الشمس کو ستائیس نچھتروں پر تقسیم کیا تھا۔ پارس راسے نے اُسی زمانہ میں علم ہیئت کے نشان کو ہندوؤں کے نام سے سربلند کیا تھا۔ ہندوؤں کا علم جغرافیہ بہت کم تر درجہ کا گنا جاتا ہے مگر اُنہوں نے ساتویں آٹھویں صدی سے پیشتر جیسا کہ سرمینی سدھانتا سے ثابت ہے روم اور اٹلی کا حال جان لیا تھا۔ چین کے ملک سے وہ بخوبی واقف ہو گئے تھے۔ مگد کے راجہ نے دوسری صدی مسیحی میں اس کے پاس ایلچی بھیجے تھے۔ ان کا علم سیاست مدن اور فصل خصومات کا جیسا کہ منو سمرتی سے ثابت ہے نہایت اعلےٰ درجہ پر ترقی پایا ہوا تھا۔ اُن کے ہنر کسی ملک کے ہنروں سے کم نہ تھے۔ فن عمارت اُن کو بخوبی معلوم تھا زراعت کے فن میں سب سے اعلےٰ رتبہ رکھتے تھے سنگ تراشی کے فن میں لاثانی تھے۔ ریشمی اور سوتی کپڑے بننے میں آج تک کسی ملک نے اُن کی ہمسری نہیں کی ہے۔

مسلمان بھی جو ایک اجنبی قوم گنی جاتی ہے اور جن کو میں نے ابھی ثابت کیا کہ وہ بھی ہندوستان

میں مدت سے متوطن ہوجانے کے سبب مثل اَور قوموں کے ہندوستان ہی کی ایک مشابہ قوم ہوگئے ہیں۔ علم و ہنر اور شائستگی میں کچھ کم درجہ نہ رکھتے تھے۔ فصاحت اور بلاغت ان کا روزمرہ تھا۔ شاعری ان کے ماں کے پیٹ سے اُن کے ساتھ پیدا ہوتی تھی حریری و متنبی کی کتابیں بھی اب تک دنیا میں موجود ہیں۔ پونے تیرہ سو برس کی عورتوں کا کلام اب تک ہمارے پاس موجود ہے۔ جس کے ایک ایک فقرہ پر ہزاروں دُرشاہوار کی لاکھوں لڑیاں نثار ہوتی ہیں۔ اُنھوں نے یونانیوں سے جتنا لیا اُس کو بہت بڑھایا۔ اور پھر کیا کچھ کر دکھایا۔ طب کو کیسی کچھ ترقی دی۔ علم کیمیا کے اصولوں کے ایجاد کا فخر مسلمانوں ہی کو نصیب ہوا۔ یہاں تک کہ انگریزی زبان میں اب تک بہت سے لفظ عربی زبان کے اس علم کی اصطلاحوں میں مستعمل ہیں۔ علم حیوانات میں **ابوعثمان** اور علم نباتات میں **عبدالرحمٰن** برونی کیسے نام آور ہوئے۔ وزن ہَوا اور علم مائیات اور جذب مرکزی اور تجاذب اجزا کی اُنھوں نے راہ نکالی اس بات کا فخر بلاشبہ مسلمانوں ہی کو ہے۔ کہ انہی کے بزرگوں میں سے **ابوعلی الحسن** تھا جس نے یونانیوں اور تمام دنیا کے لوگوں کی اس غلطی کو صحیح کیا۔ کہ آنکھ سے شعاع بصر نہیں نکلتی بلکہ تمام چیزوں کی شبیہ آنکھ میں آکر بنتی ہے اسی تحقیقات کا یہ نتیجہ ہے جو تم آجکل فوٹوگراف کی ایسی ایسی عمدہ تصویریں دیکھتے ہو۔ **خلیفہ مامون** کے عہد میں جو زمین کے دائرہ عظیمہ کی نمائش سنجار اور کوفہ کے میدانوں میں ہوئی وہ آج تک ہمارے فخر کا باعث ہے۔ مسلمانوں کا عہد کثرت مدارس سے نہایت اعلےٰ درجہ کی عزت رکھتا ہے۔ بغداد۔ کوفہ۔ نیشاپور۔ قرطبہ۔ غرناطہ کے مدرسے تمام دنیا کے لوگوں کے لئے بہت بہت بڑی یونیورسٹی کے سے مدرسہ تھے۔ اسپین یعنی اندلس کے کتب خانہ شاہی میں ایک لاکھ کتاب مجلد طلائی جلد سے آراستہ تھی۔ اور خلفاے بنی امیہ اندلسی کے وقفی کتب خانہ میں چھ لاکھ کتب مجلد تھی جس کی فہرست چوالیس جلد میں تھی۔ اس کے سوا ستر اَور کتب خانہ وقفی تھے۔ شماسیہ۔ بغداد۔ کوہ قاسیہ۔ دمشق۔ اندلس۔ سمرقند۔ مراغہ۔ ابتک ہمارے صدر خانوں کی ٹوٹی پھوٹی کھنڈروں سے معزز و ممتاز ہے **خلیفہ ہارون رشید** عباسی نے **شارلمین** بادشاہ انگلستان کو ایک گھڑی بطور تحفہ کے بھیجی تھی۔ اور جس کا ذکر **ایچسن ہارڈ** صاحب نے کیا ہے۔ مسلمانوں کی ترقی تربیت کے لئے ایک نہایت عمدہ ثبوت ہے۔ سب

بڑی عزت جو کسی قوم کو نصیب ہو سکتی تھی۔ وہ مسلمانوں کو نصیب ہوئی کہ تمام فرنگستان انہی کی بدولت علم و ہنر و شائستگی کے زیور سے آراستہ ہوا۔ ڈاکٹر ڈراپر صاحب فرماتے ہیں کہ علم کے سیکھنے میں اہل فرنگ **ابو علی الحسن** اور **ابو موسیٰ** اور **ابو الوفا** اور اور علمائے عرب کے زیادہ تر رہین منت ہیں۔ ہماری روشنی جو دار الخلافہ قرطبہ سے اُٹھی اور جس نے تمام فرنگستان کو روشن کر دیا کبھی بجھنے والی نہیں پھر جبکہ ہندوستان کی ان دونو قوموں کا یہ حال ہے تو اب کیا چیز باقی ہے۔ جس میں ہماری تربیت و شائستگی کی ترقی دینے میں گفتگو کی جاتی ہے۔ یہ باتیں جو کچھ مذکور ہوئیں سب سچ ہیں۔ اور حقیقت میں ہندوستان کی دونو قوموں کے بڑے فخر کی باعث ہیں۔ سچ ہے کہ دونو قومیں کیسی ہی مٹ کیوں نہ جاویں ان کا یہ آبائی فخر مٹنے والا نہیں۔ مگر اتنی بات ہے کہ بڑوں کے نام پر غرہ کرنا اور آپ کچھ نہ ہونا عقل کی بات نہیں۔ مثل مشہور ہے کہ دو چیز در دو چیز باور نیاید۔ ذکر تونگری در فقیری و ذکر جوانی در پیری ؛

آدمی را بچشم حال نگر ؛ از خیال پری و دے بگذر

ہمارے بزرگ کیسے ہی کیوں نہ ہوں۔ ہم میں تو وہ باتیں نہیں وہ بلاشبہ علوم دقیق کے موجد تھے ہم تو اُس کے سمجھنے کے بھی قابل نہیں۔ پس ہم کو اپنے حال پر رونا چاہیئے۔ نہ بزرگوں کے نام پر مغرور رہونا ؛

جبکہ سلسلہ کلام کا یہاں تک پہنچتا ہے تو خود بخود ہماری طبیعت اس طرف مائل ہوتی ہے کہ ہرگاہ ہمارے بزرگ ایسے تھے اور وہ نہایت عمدہ علوم کے عالم بلکہ موجد تھے۔ اور اور ہنروں میں بھی باکمال تھے۔ تو ہماری ترقی تربیت اور کاملیت کے درجہ پر پہنچنے کے لئے یہی بات کافی ہوگی کہ ہم انہیں علوم و فنون آبائی کے زندہ کرنے پر متوجہ ہوں ؛

مگر اس خیال میں بڑا دھوکا اور اُس رائے میں بڑی غلطی ہے۔ ہمارے اُن بزرگوں کے بھی جن کا میں نے ذکر کیا کوئی بزرگ تھے۔ مگر ان بزرگوں نے اپنی کوشش کے ذریعہ سے بہ نسبت اپنے بزرگوں کے زیادہ علم و ہنر کے خزانوں پر رسائی حاصل کی تھی۔ بہت سے بیش قیمت علم کے جواہر خود تلاش کئے تھے اور علم کے بہت سے جواہرات کو جلا کاری اور تراش خراش سے جگمگا کر خوبصورت بنایا تھا۔ اگر وہ لوگ اب تک زندہ رہتے یا ہم لوگ جو اُن کے جانشین ہوئے

اپنے بزرگوں کی طرح علم و ہنر کی ترقی دینے پر مصروف رہتے۔ تو اپنے بزرگوں کے علم و ہنر و شائستگی کو بہت زیادہ اعلےٰ درجہ کی ترقی پر پہنچاتے۔ اور اس دریائے ناپیدا کنار سے اور بہت سے نئے نئے اور عمدہ عمدہ موتی و جواہر ڈھونڈ کر نکال لیتے۔ مگر ہم نے کچھ نہیں کیا۔ بلکہ اپنے بزرگوں کی کمائی بھی کھو بیٹھے۔ پھر اگر اب ہم کو ہوش آوے اور پھر اپنی تربیت کی ترقی پر متوجہ ہوں۔ تو ہم کو اوّل یہ دیکھنا چاہیئے۔ کہ ہماری غفلت اور نیند کے زمانہ میں اَور لوگوں نے کیا کیا ہے اور علم و ہنر و شائستگی کو کہاں تک ترقی پر پہنچایا ہے۔ اور جس قوم کو ہم دیکھیں کہ اس زمانہ میں علم و ہنر و شائستگی کی دولت سے مالا مال ہے۔ اس کے سامنے ہم بھی اپنا ہاتھ پھیلاویں ؛

شائستگی سے میری مراد اُن رسموں اور عادتوں سے نہیں ہے جو بسبب ملکی حالات اور آب و ہوا کی تاثیر سے مختلف ملکوں کی قومیں مختلف طور پر برتاؤ میں لاتی ہیں۔ اور ایک قوم دوسری قوم کی رسم کو حقارت سے دیکھتی ہے۔ ایک ہندوستانی ٹوپی اُتار کر ننگے سر ہونے کی رسم کو حقیر سمجھتا ہوگا۔ ایک یورپین جوتا اُتار کر ننگے پاؤں پھرنے کی رسم کو حقارت سے دیکھتا ہوگا۔ کوئی ہاتھ سے کھانا کھانے والوں کو جنگلی جانوروں کی مانند جانتا ہوگا۔ کوئی کسی کو تیلیوں اور چمچوں سے کھاتے دیکھکر متعجب ہوتا ہوگا۔ مگر اس قسم کی رسموں پر خیال کرنا اور ایک کو دوسرے کی حقارت کرنا۔ یا اُس کے درپے ہونا شائستہ پن نہیں ہے شائستگی سے میری مراد وہ خلقی اور عملی عمدہ باتیں ہیں جو نیچر کے قواعد پر خیال کر کرنی نفس عمدہ ہیں نہ کسی ملک یا کسی مذہب کی رعایت سے پس جبکہ ہم شائستگی کی ترقی کے درپے ہوں یا کوئی قوم اپنی فیاضی سے ہم کو شائستہ تربیت یافتہ کرنے کے درپے ہو تو ہم دونو کو واجب ہے کہ ہم اس قسم کے تعصبات کو دل سے دور کر کر اور دلی نیکی سے بلا کسی حقارت کے یا کسی اپنے غرور پندار کے ایک دوسرے کی نیکی اور ہمدردی میں شریک ہوں اور اپنے فرض کو اپنی بھائی بندوں کی بھلائی چاہنے میں ادا کریں ؛

اب ہم زمانہ حال کی قوموں پر نظر ڈالتے ہیں کہ کون قوم اس زمانہ میں تربیت کی دولت سے مالا مال ہے ترک و عرب و فارس آج کل اُسی نتیجہ کو پہنچے ہوئے ہیں۔ جس نتیجہ کی ذلت و خواری ہم اُٹھا رہے

ہیں۔ افریقہ نے کبھی تربیت و شائستگی میں نام نہیں پایا تھا۔ البتہ مصر اگلے زمانہ میں بلکہ تمام دنیا میں سب سے پہلے نام آور تھا۔ اور اب بھی وہ کچھ کر رہا ہے۔ مگر ہماری رسائی کے قابل نہیں ہماری سرحد کی قومیں برھما والی بھوٹان والی شمالی پہاڑوں کی قومیں افغانستان اور اُس کے قریب کی قومیں حبشی وحشی اور جاہل ہیں تم ان کو خوب جانتے ہو پس اب مدار علم و ہنر اور قومی شائستگی کی ترقی کا یورپ اور امریکہ پر ہے۔ امریکہ اور یورپ کے بہت سے ملک ہماری دسترس سے باہر ہیں۔ البتہ انگلستان کے علم کے خزانوں پر ہماری دسترس ممکن ہے۔ خدا نے ایک اجنبی قوم کو ہم سے ملایا ہے۔ جس سے صاف اُس کی مرضی ہی معلوم ہوتی ہے کہ ہم اُسی قوم کے ذریعہ سے پھر اپنے آپ کو ایک اعلےٰ درجہ کی تربیت اور شائستگی پر پہنچاویں ؛

وہ ٹکڑا یورپ کا جو ہندوستان تک پہنچا میں یہ نہیں کہتا کہ وہ بالکل بے عیب ہے اور اُس کے خیالات میں بالکل آزادی ہے اور کسی قسم کی رُکاوٹ کیا ابائی کیا رسمی اور کیا ملکی اس میں نہیں مگر ہاں یہ کہتا ہوں کہ اور تمام قوموں سے عمدہ سے عمدہ وصفوں میں زیادہ تر موصوف ہے مجموعی صفت اُس قوم کی انسان کی بھلائی چاہنا اور سب کی ہمدردی کرنا ہے جو عین مرضی نیچر کی تھی جس نے ایک خون سے تمام انسانوں کو پیدا کیا ؛

ان تمام بیانوں سے مضمون جو بحث میں ہے از خود حل ہو جاتا ہے کہ ملکی فخر و امتیاز حاصل کرنے اور اپنی شائستگی و تربیت کی ترقی دینے کو ہم کو بھی وہی کرنا چاہئے جو یورپ کی قومیں ہمارے مہمان بھائی انگلستان کی قوم نے کیا۔ اُس نے کیا کیا۔ بجز علم کی ترقی کے اور کچھ نہیں کیا۔ اور اُسی کی بدولت سب کچھ لیا۔ اور نہایت اعلےٰ رتبہ کا نام پایا۔ کن لوگوں کی علم کی ترقی کی بدولت یہ نام ہوا۔ **ڈیوک۔ لارڈ۔ ارل** یا اور رئیسوں اور شریفوں کے علم کی بدولت۔ نہیں نہیں عام ملک کے علم کی ترقی کی بدولت۔ عام قوموں کی ترقی علم کی بدولت۔ یورپ کے ایک بہت بڑے عالم نے قومی تعلیم پر ایک بہت بڑا مضمون لکھ کر اُس کے اخیر میں یہ چند فقرے لکھے ہیں۔ چنانچہ اپنا یہ کلام ہے۔ کہ یہ مضمون جس پر ہم گفتگو کر رہے ہیں۔ ہر ملک کے لئے نہایت ہی مفید ہے۔ رُوئے زمین پر کوئی ایسا حصہ نہیں ہے جس پر ایسی قوموں کے نشان نہیں ہیں۔ جو ایک نہ ایک نوع ترقی اور بہبودی کی حالت میں تھیں۔ اور جو اب بالکل یا اُس کے قریب قریب

شائستہ قوموں کے شمار میں نہیں آتیں - ہر ملک کی حالت اُس کے رہنے والوں کی طبیعت
پر قائم رہتی ہے - جہاں کے رہنے والوں کی طبیعت مستقل اور اُن کا دل روشن اور اُن کے
اخلاق اچھے ہوتے ہیں - ملک کی حالت بھی اچھی ہوتی ہے - بلکہ زیادہ عروج اور ترقی کی حالت
میں پہنچتی ہے اور جہاں عوام النّاس کے دلوں پر جہالت کی تاریکی اور رزیل خصلتوں کی
بدمستی چھا جاتی ہے تو تنزل شروع ہوتا ہے اور رفتہ رفتہ زوال آجاتا ہے (افسوس کرنا
چاہیئے جبکہ کسی ملک کے خواص لوگوں کے دلوں پر اور اُن کی اولاد پر یہ کیفیتیں چھا گئیں
تو اس ملک پر کیا کچھ نہ زوال آیا ہوگا) اس میں کچھ شک نہیں کہ ہر ایک قوم کی حالت
جواب موجود ہے - اُس قوم پر عوام کو روشن ضمیر کرنا فرض ہے - پھر ہم لوگ اپنے تئیں انسان دوست
خیال کریں یا ملک دوست کہیں - ہم پر اپنے ملک کی قومی تعلیم پر یکساں تعلق رکھنا واجب ہے
کیونکہ اس سے ہم کو ہر ایک بات کی مدد ملتی ہے - یہ قول اُس بڑے عالم کا ہماری ملکی ترقی تربیت
وشائستگی کے لئے نہایت عمدہ دستور العمل ہے - پس ہم کو اپنے تئیں ملکی فخر وامتیاز نصیب ہونے
کے لئے یہی چاہیئے - کہ ہم عام علم اور عام تربیت کے پھیلانے پر یک دل ہوکر کوشش کریں مگر
نہ کسی جھوٹے یا اوپرے دل سے اور نہ اپنی شان اور اپنا فخر دکھانے کی نظر سے بلکہ نہایت عاجزی
اور غریبی اور خاکساری اور دلی نیکی اور روحانی ہمدردی سے تاکہ ہماری فانی دولت ہماری
قلیل نما عزّت ہمارا جھوٹا ظاہری فخر اس کے اثر کو لوگوں کے دلوں میں بیٹھ جانے سے روک نہ دے +
اب یہ بات غور طلب ہے کہ جو قومیں زمانہ حال میں یہ فخر اور امتیاز رکھتی ہیں اور جو قومیں اگلے
زمانہ میں رکھتی تھیں - اُنہوں نے کس طرح اپنے ملک میں عام علم اور عام تربیت کو پھیلایا - سب نے
سب نے بالاتفاق اپنی اپنی زبانوں میں علم کے پھیلانے سے وہ بڑائی اور بزرگی حاصل کی +
ہندو فرض کرلو کہ تمام علموں کے موجد تھے - اور اُنہیں نے کسی اور قوم سے نہیں لیا تھا
اور یہ بھی مان لو کہ جس طرح کہ درحقیقت وہ یونانیوں کی احسانمند نہیں ہیں اسی طرح وہ مصریوں
کے بھی احسانمند نہیں ہیں - تاہم یہ بات ماننی پڑیگی - کہ اُنھوں نے زیادہ تر تحقیقات اور زیادہ
واقفکاری کے لئے اجنبی قوموں کے علوم کا اپنی زبان میں ترجمہ کیا - پانچویں صدی میں
ہندو یونانیوں سے بخوبی واقف ہوگئے تھے - اُن کے کلام کو ادب سے لحاظ کرتے تھے -

روما کا سدھانتا سے ثابت ہے کہ اُنہوں نے رومیوں کے علم ہیئت پر توجہ کی تھی غیر قوم کی سند سے ثابت ہے کہ ہندوؤں نے غیر قوم کے علوم و مسائل اپنی زبان میں ترجمہ کئے تھے چنانچہ **شت دساتیر** کی شرح میں جو آتش پرستوں کی کتاب آسمانی ہے ساساپانجم نے **شنکراچارج** کا نام بلفظ **چکرنگاجہ** اور اس کے وہاں جانے اور ان کے علم الٰہیات کا اپنی زبان میں ترجمہ کر کے لے جانے کا ذکر لکھا ہے ؛

یونانیوں نے بہت بڑا حصہ علوم و تربیت کا مصریوں سے پایا تھا۔ اور اُس بڑی دولت کو اپنی زبان میں ترجمہ کر کے رواج دینے سے ملکی فخر و امتیاز حاصل کیا تھا ؛

مسلمانوں نے جو یہ فخر و امتیاز حاصل کیا۔ انہوں نے یہی عام علوم کو یونانی زبان سے اپنی زبان میں ترجمہ کر کر رواج دینے سے حاصل کیا۔ **خلیفہ منصور** نے یونانی زبان سے عربی زبان میں علوم کے مترجموں کو بہت بڑے بڑے انعام دیئے۔ **خلیفہ مامون** نے روم شام جرمنی، مصر سے یونانی کتابیں منگا کر اپنی زبان میں ترجمہ کیں **حنین عبادی** جو ایک عالم عیسائی مذہب نسطوری فرقہ کا تھا۔ علم طب کا مترجم تھا۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ سنسکرت زبان کی کتابیں بھی اُس نے اپنی زبان میں ترجمہ کرائیں ؛

اسپین یعنی اندلس میں **عبدالرحمٰن بن الحکم** خلیفہ بنی امیہ نے یونانی زبان سے اپنی زبان میں کتب کے ترجمہ پر کمر باندھی بڑا نامی مترجم یونانی زبان سے عربی زبان میں **ابوالوالد** تھا جسکا نام عرب اور یورپ میں مشہور ہے **بطلیموس** کی **مجسطی** کا عربی میں ترجمہ ہونا کیسا بڑا ثبوت اس مدعا کا ہے ؛

اہل فرنگ بھی جن کی نسبت تمام بڑائیاں اس زمانہ کی ہیں نے منسوب کیں لیکن جب شائستگی اور ملکی فخر حاصل کرنے پر متوجہ ہوئے تو اُنہوں نے بھی یہی کیا جو اَوروں نے کیا تھا۔ گیارھویں صدی میں گروہ کے گروہ فرنگستان کے طالب علموں کے اسپین میں گئے۔ اور عربی زبان سیکھ کر **ارسطو** اور یونانی حکیموں کی کتابیں جو عربی زبان میں ترجمہ ہو چکی تھیں اپنی زبان میں ترجمہ کیں سب سے اوّل جس نے یہ کام کیا **پادری کانسٹنٹن** تھا۔ اسی طرح **ڈانیل مورلی** اور **رابرٹ اٹین** اور **ہنری ارل** کے عہد کے پادری **ایڈی لارڈ** اور اَور لوگ عربی زبان سے اپنی زبان میں

ترجمہ کرنے پر مستعد ہوئے اور اسی طرح آج تک برابر مستعد چلے جاتے ہیں +

روس میں جب ترقی تربیت پر متوجہ ہوئے تو سب سے اول بادشاہ پیٹر دی گریٹ نے جس طرف توجہ کی وہ یہی بات تھی - کہ اجنبی مصنفوں کی عمدہ تصنیفات کے ترجمہ اپنی زبان میں کر کر چھپوائے - اُس بادشاہ کو علم کی پیروی میں جو جو قباحتیں پیش آئیں نہایت استقلال سے ان پر ظفریاب ہوا - اس بلند اور مستقل ارادے کے پورا کرنے میں کہ وہ صرف اپنی ہی نہیں بلکہ اپنے ملکیوں کی بھی اپنی زبان میں علم پھیلانے سے تعلیم کرے - اس کو قدم قدم پر دشواریاں پیش آئیں - مگر اس کا مستقل ارادہ ان سب پر غالب آیا - اور اسی بات سے پیٹر اعظم کے لقب پانے کا سزاوار ہوا - اس کی محنت کے وہ نتیجے جو اپنی زبان میں علم پھیلانے کے تھے اب تک موجود ہیں - اور ہمیشہ موجود رہیں گے - اگر پیٹر اعظم کو اُن بہت سے بادشاہوں سے جن کے بڑے بڑے کاموں کا روے زمین پر غلغلہ ہے مقابلہ کیا جاوے تو معلوم ہوگا کہ ان سب سے اسی کا نام بلند ہے سکندر کے ہاتھ سے جوں ہی عصاے شاہی گرا اس کی ایسی عظیم الشان سلطنت ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی - مشارلی میں بونا پارٹ کا بھی یہی حال ہوا - ان سب نے بہت سی چیزوں کو ہلایا - مگر کچھ قائم نہ کیا - شہر اسکندریہ - مقدونیہ کے بادشاہ کو اور مجموعہ قوانین فرانس کی فتحمند نپولین کو یاد دلاتا ہے - مگر جو درخت روسی فتحمند پیٹر اعظم نے بویا وہ اب تک قائم ہے اور ہمیشہ روز بروز تازہ ہوتا رہیگا - وہ درخت یہی علم کا درخت تھا جسکو اُس نے اپنی ملکی زبان کی آبیاری سے سرسبز و شاداب کیا تھا - بہت سے بادشاہوں نے اپنی سلطنت کا تکیہ تلوار پر کیا - مگر پیٹر اعظم نے اپنی سلطنت کی بنا علوم و شایستگی پر قائم کی - اُس نے اپنی ملکی زبان کی تہجی کو درست کیا - حرفوں کی شکلوں کو سنوارا دار الخلافت روس میں چھاپے خانے مقرر کئے - انواع اقسام علوم کی کتابوں کو اجنبی قوموں کی زبان سے اپنی زبان میں ترجمہ کر کر چھاپا - رفتہ رفتہ یہ نوبت پہنچی تو ۱۸۱۳ء تک تیرہ ہزار دو سو اُنچاس کتاب روس کی ملکی زبان میں شمار کی گئیں +

یہ مضمون جس پر ہم گفتگو کر رہے ہیں ایک ایسا مضمون ہے کہ اُس پر بہت کچھ کہا جا سکتا ہے - اور ترقی تربیت اور ملکی فخر و امتیاز کو بہت سے اقسام علمی و عملی و عقلی پر منقسم کر ہر ایک

شاخ پر بہت لمبی لمبی بحث کی جاسکتی ہے۔ مگر ان سب کی انتہا یا اُن سب کا شروع اسی ایک بات یعنی عام ترقی علم پر ہوتا ہے۔ پس حقیقت میں بھی ایک بات ہے۔ جس پر ترقی تربیت اہل ہند اور ملکی فخر و عزّت حاصل ہونے کا مدار ہے ؛

ان تمام حالات سے جو میں نے بیان کئے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ جو قوم تربیت و شائستگی میں ترقی پائی ہوئی تھی اُس قوم کے تمام علوم اُسی کی زبان میں تھے۔ اور جس قوم نے تربیت و شائستگی میں ترقی پانے کا ارادہ کیا اُس قوم نے تمام علوم کو اپنی زبان میں کرلیا۔ پس صاف اور مستحکم تدبیر ہندوستان کی ترقی تربیت و شائستگی کی جو ہزاروں برس کے اور بہت سے ملکوں کے تجربہ کے بعد ہاتھ آئی ہے یہی ہے کہ وہ بھی تمام علوم و فنون کو جو اجنبی قوموں کے پاس ہیں اپنی زبان میں جمع کرنے اور بہت لوگ سب سے اول اسی تدبیر کے درپے ہو کر محنت سے۔ روپیہ سے اور ہر قسم کی مدد سے اس امر اہم کے انجام پر پہنچانے میں کوشش کریں۔ کلب اور سوسیٹیان اور انسٹیٹیوٹ یورپ کے دیکھا دیکھی جس قدر ہندوستان میں قائم ہوتی جاتی ہیں اگرچہ مفید ہیں اور کچھ نہ کچھ فائدے سے خالی نہیں۔ مگر سب کی جڑ یہی ہے۔ کہ سب سے پہلے علم کے خزانوں کو اپنے قابو کا کرو۔ اور پھر اُس کا لطف اُٹھاؤ۔ اگر وہ چیز تمہارے پاس نہ ہوگی جس سے تم کسی مجلس میں کھڑے ہو کر گفتگو کرنے کی قابلیت حاصل کرسکو تو صرف مجتمع ہونے سے اور کسی کی کوئی ٹوٹی پھوٹی بات سُننے سے کوئی کافی اور معتد بہ نتیجہ نہیں حاصل ہو سکتا ؛

علوم کا اہل ہند کے قابو میں نہ ہونے کا ایک بڑا ظاہری نتیجہ یہ ہے کہ ایسی بڑی عالی شان مجلس میں۔ جیسی کہ یہ مجلس ہے۔ مجھ سے جاہل آدمی کو یہ جرأت ہوئی ہے۔ کہ کھڑا ہو کر کچھ کہوں۔ اگر تمام علوم ہماری زبان میں ہوتے۔ تو بہت زیادہ لائق اور قابل آدمی کو بھی اہل ہند کے سامنے ایسے کام پر کھڑا ہونے کی جرأت نہ ہوتی۔ غرضکہ بغیر اس کے کہ علم اپنی زبان میں ہو عام تربیت اور عام شائستگی کسی ملک کو ہونی ممکن نہیں ؛

میں اپنے مضمون کو بغیر ایک بات کہے ختم نہ کروں گا کہ میں نے جو ہر مقام پر اپنی زبان کے لفظ کا استعمال کیا۔ تو اپنی زبان سے میری کیا مراد ہے۔ میں اپنی زبان سے وہ مراد لیتا ہوں جو کسی ملک میں اس طرح پر مستعمل ہو کہ ہر شخص اُس کو سمجھتا ہو۔ اور وہ اس میں بات چیت کرتا

ہو۔ خواہ وہ اُس ملک کی اصلی زبان ہو یا نہ ہو۔ اور اسی زبان پر میں ورنیکلر کے لفظ کا استعمال کرتا ہوں ؛

اس مضمون سے جو میں نے آپ صاحبوں کے سامنے پڑھا میرا ارادہ بجز اس کے اور کچھ نہ تھا۔ کہ جو میرے خیالات نسبت ترقی تربیت اہل ہند کی ہیں وہ آپ صاحبوں کے روبرو ظاہر کروں۔ تاکہ جو غلطیاں اُس میں ہوں اصلاح پاویں۔ اور جو بات ترقی اہل ہند کے لئے مفید ہو وہ سب کی غور اور صلاح میں آوے۔ اور جو عمدہ قرار پاوے ہم سب اُس کی پیروی کریں۔ اور خدا ہمارے ساتھ ہو۔ آمین ؛

جو ۲۶- مئی ۱۸۷۳ء کو جلسۂ عظیم آباد پٹنہ میں- جو واسطے ترقی چندہ مدرسۃ العلوم مسلمانان منعقد ہوا تھا- پڑھا گیا +

پریسیڈنٹ اور بزرگان و رئیسان عظیم آباد پٹنہ

میرا دل آپ کی عنایت اور مہربانی کا اس سے زیادہ ممنون ہے- کہ میں اُس کو بذریعہ الفاظ کے بیان کروں- آپ نے میری اس درخواست کو منظور فرمانے سے کہ اس قدیم شہر میں (جو بڑے بڑے معزز اور نامی مسلمانوں کی سکونت سے صوبہ بہار بلکہ ہندوستان کے اکثر شہروں سے زیادہ نام آور ہے) مسلمانوں کی تباہ حالت پر غور کرنے کے لئے ایک جلسہ ہو مجھ کو بے انتہا ممنون کیا ہے- اور جبکہ میں اس موقعہ پر بہت سے بزرگوں کو جمع دیکھتا ہوں جو یہاں تشریف لائے ہیں- تو میری وہ احسانمندی اَور زیادہ ہو جاتی ہے- اور ہر ایک صاحب کا جو اس مجلس میں موجود ہیں میرا دل شکر گذار ہوتا ہے- اور جبکہ مجھ کو یہ خیال آتا ہے- کہ یہ جلسہ نہ کسی معمولی تقریب کے سبب سے جمع ہوا ہے- اور نہ کسی شخص کی ذاتی خوشی اور ذاتی غرض کے لئے بلکہ قومی ہمدردی اور قومی بھلائی کے لئے- تو مجھے بے انتہا خوشی ہوتی ہے اور مجھے امید پڑتی ہے کہ جو بدنصیبی اور بدبختی کے دن ہماری قوم پر ہیں شاید اب اُن کے زوال کا زمانہ قریب آتا جاتا ہے- اسی مجلس میں جبکہ میں اپنی قوم کے ساتھ اپنے انگریزی حکام کو بھی بیٹھا ہوا دیکھتا ہوں- جو اس مجلس میں نہ اپنے کسی عہدہ کے کسی کام کے لئے تشریف لائے ہیں اور نہ حکومت کے کسی کاروبار کی غرض سے بلکہ صرف برادرانہ محبت اور انسان کی ہمدردی سے ملکہ معظمہ وکٹوریا کی رعیت کی بھلائی اور بہتری میں شریک ہونے اور مدد کرنے کی غرض سے تو میری وہ خوشیاں اور میری وہ احسانمندی جنکا میں نے اوپر ذکر کیا بہت ہی زیادہ ہو جاتی ہے +

اے صاحبو میں یقین کرتا ہوں اور جو شخص ان باتوں پر غور کرے گا- جن پر میں نے غور کی ہے وہ بھی یقین کرے گا- کہ انگریزوں کی قوم ایک ایسی قوم ہے جس کے دل میں انسان کی بھلائی اور

بہتری چاہنے کا ایک قدرتی جوش ہے اور یہی سبب ہے کہ مجھ کو اپنے اس کام میں جو میں اپنی قوم کی بھلائی کے لئے کر رہا ہوں انگریزوں کی قوم سے بہت قوی مدد ملنے کی توقع ہے اور اس کی تصدیق حضور وائسرائے و گورنر جنرل لارڈ نارتھ بروک کی اس فیاضانہ بخشش سے ہوتی ہے جو انھوں نے اپنی جیب خاص سے مسلمانوں کے قومی مدرستہ العلوم کے قائم ہونے کے لئے دس ہزار روپیہ بطور چندہ مرحمت فرمایا ہے ٭

اے صاحبو اور اے اپنی قوم کے سردارو۔ میں نہایت عاجزی سے عرض کرتا ہوں کہ ہم سب نے اپنی قوم کے حال سے بہت کچھ غفلت کر لی ہے۔ اب ہم کو ہوشیار ہونا اور اپنی قوم کے تباہ حال پر رحم کرنا چاہیئے ٭

آپ صاحبوں میں سے جو اس وقت موجود ہیں بہت سے صاحب ایسے ہوں گے جنھوں نے اپنے باپ دادا کی عزت اور حشمت آنکھ سے دیکھی ہوگی۔ اُن کی خوبیاں اور اُن کے اخلاق اُن کی متانت اور اُن کا وقار بہ خوبی یاد ہوگا۔ اور اگر کسی نے اپنی آنکھ سے نہ دیکھا ہوگا تو اور ہزاروں آدمی اُن کے دیکھنے والے موجود ہوں گے۔ اُن کی خوبیاں بطور کہاوتوں کے اور اُن کی فیاضیاں بطور حکایتوں کے لوگوں میں مشہور ہوں گی۔ اب تم اپنے حال کو اپنے بزرگوں کے حال سے مقابلہ کرو۔ اور دیکھو کہ وہ کیا تھے۔ اور تم کیا ہو۔ اور تم کس درجہ کی تنزل کی حالت میں پہنچ گئے ہو۔ اب بھی اگر اپنے تئیں سنبھالنے کی فکر نہ کرو گے۔ تو آئندہ اور کس درجہ کی خراب حالت پر پہنچو گے ٭

میرے یہ لفظ سُنکر غالباً آپ کو انقلاب زمانہ پر خیال گیا ہوگا۔ اور آپ خیال کرتے ہوں گے کہ انقلاب زمانہ نے ہم کو ایسا کر دیا ہے۔ مگر یہ خیال اگر ہوا ہو تو صحیح نہیں ہے۔ اصل یہ ہے کہ آپ کے بزرگ جس زمانہ میں تھے۔ اُنھوں نے اپنے تئیں اُس زمانہ کے لائق بنا لیا تھا۔ اس لئے وہ دولت اور حشمت اور عزت سے نہال تھے۔ اور جس زمانہ میں کہ ہم تم ہیں۔ ہم نے اپنے تئیں اس زمانہ کے لایق نہیں بنایا۔ اور اس لئے نکبت اور ذلت میں ہیں۔ پس اگر ہم بھی اپنے میں وہ چیزیں پیدا کریں۔ جو اس زمانہ میں لایق اور قابل اور معزز بننے کے لئے ضرور ہیں تو ہم بھی اپنے زمانہ میں دولت و عزت سے مالامال ہوں گے۔ دیکھو زمانہ دوڑتا جاتا ہے

اگر ہم اُس کے ساتھ نہ چلیں گے تو ضرور پیچھے رہ جائیں گے۔ اس وقت میری زبان سے دو لفظ دولت و عزت کے نکلے ہیں۔ اکثر لوگ دولت کو ہی ذریعہ عزت کا سمجھتے ہیں مگر ایسا سمجھنا ایک بڑی غلطی ہے۔ دولت بلاشبہ اس بات کا ذریعہ ہے۔ کہ چند خوشامدی کمینہ خصلت والے خوشامد کے لئے اور جھوٹی تعریف کرنے اور جھوٹی عزت دینے اور جھوٹی دوستی جتانے کو موجود ہو جاتے ہیں۔ اور جب تک وہ ہے یہ بھی حاضر ہیں۔ اور جب وہ نہیں تو پھر یہ بھی حاضر نہیں۔ عزت خود ایک صفت ہے جو شامل اور صفتوں کے خود انسان کی ذات میں ہوتی ہے سب سے پہلے خود انسان اپنے آپ کو معزز سمجھتا ہے۔ اس عزت کی بدولت اس کا دل نہایت قوی اور نہایت خوش رہتا ہے۔ وہ مطلق اس بات کی خواہش نہیں رکھتا کہ کوئی دوسرا اُس کی عزت کرے۔ بلکہ اُس کی خوشی اُسی میں ہوتی ہے۔ کہ وہ خود ایسا ہو کہ آپ اپنی عزت پر یقین کرے۔ جب انسان ایسا ہو جاتا ہے۔ تو تمام دنیا از خود اُس کی عزت کرتی ہے۔ وہ نہیں چاہتا کہ لوگ میری عزت کریں۔ مگر بے اختیار دوست و دشمن اُس کے آگے جھکتے ہیں ؛

مجھ کو اس زمانہ کے حال پر نہایت افسوس ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ اس زمانہ کے لوگ قبل اس کے کہ وہ خود اپنی عزت پر آپ یقین کریں۔ دوسروں سے اور خصوصاً ان معزز تربیت یافتہ قوم سے جس کو خدا نے اپنی بڑی حکمت سے ہمارے ساتھ ہندوستان میں بسایا ہے۔ اپنی عزت کے خواہاں ہوتے ہیں۔ اور جو کہ غلطی پر ہوتے ہیں اسی لئے اپنے مقصد کو بھی نہیں پہنچتے ؛

اسی کے ساتھ مجھ کو ایک بڑا افسوس یہ ہوتا ہے۔ کہ ہمارے زمانہ کے لوگوں نے عزت کے معنے سمجھنے میں بھی بڑی غلطی کی ہے۔ اُنہوں نے عزت کے مفہوم کو چند ظاہری باتوں میں منحصر سمجھ رکھا ہے۔ خانگی امور میں تو اپنی عزت اُنہوں نے اس میں سمجھ رکھی ہے۔ کہ دو چار خدمتگار دست بستہ اُن کے سامنے کھڑے ہیں۔ حضور و جناب عالی کہکر اور ہاتھ جوڑ کر کچھ بات عرض کرتے ہیں۔ سواری کے جلو میں دو چار عصا بردار و خاص بردار دوڑتے ہیں۔ دو تین خواص پان کا ڈبہ اور پیک تھوکنے کا پیک دان لئے حاضر ہیں۔ برادری

ہیں اور اپنی قوم میں اپنی عزت اُس میں سمجھ رکھی ہے۔ کہ بیٹے کی بسم اللہ اور ختنہ کی شادی میں وہ کچھ کیا گیا آج تک کسی نے ویسا نہیں کیا تھا۔ کوئی دوست نہیں رہا جسکو نہ بلایا ہو۔ کوئی رقاصہ نہیں رہی جو مُجرے کو نہ آئی ہو۔ بھانڈوں نے ایسا سماں باندھا ہو کہ کسی کے ہاں نہ بندھا ہو۔ حاکموں کے دربار کی عزت اس میں منحصر ہے کہ صاحب ہم سے ہنس کر بولے۔ شاید دو چار قدم استقبال کیا یہ تو نہایت خوش اور معزز کُرسی پر بیٹھتے ہیں اور صاحب اس فکر میں ہیں کہ میں ان سے کیا بات کروں کسی ملک کے حال سے یہ واقف نہیں تاریخ کے دلچسپ واقعات کی اُن کو خبر نہیں۔ انتظام ملکی اور انسان کی بھلائی و بہتری کے اصول تو اُن کے خیال میں بھی نہیں گذرے۔ میں بولوں تو کیا بولوں۔ اتنے میں صاحب نے خیال کیا کہ آؤ یہ مزاج اور دل خوش کن۔ دو چار باتیں مَیں اُن سے کروں۔ اس خیال سے دوہری مصیبت پیش آئی۔ اُدھر تو صاحب کو ہماری زبان میں لطیفہ گوئی و بذلہ سنجی نہیں آتی۔ اور اِدھر یہ رئیس اُن کی انگریزی اُردو نہیں سمجھتے۔ صاحب زیادہ اخلاق کرنا اور ملاقات کے خشک مدہ منٹوں کا کاٹنا چاہتے ہیں۔ وہ اپنی فوٹوگراف کی نہایت عمدہ تصویر جو اُسی دن طیار ہو کر آئی ہے اُن کو دکھلاتے ہیں (جیسا کہ چند روز ہوئے ایک رئیس پر گذر چکا ہے) وہ بے اختیار پوچھتے ہیں۔ کہ صاحب یہ کس کی تصویر ہے۔ وہ ہنس کر ان کی صورت دیکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ولایتی بیل کی۔ غرضکہ جوں توں کر کر وہ منٹ گذر جاتے ہیں اور صاحب اُن کا ہاتھ پکڑ کر کمرہ کے باہر لا کر چھوڑ جاتے ہیں۔ یہ خوش خوش اپنے گھر آتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ حاکموں میں ہماری بڑی عزت ہے۔ اور درحقیقت جو اُن کی عزت ہے وہی خوب جانتے ہیں۔ جن سے وہ ملتے ہیں ٭

اے میرے پیارے ہمقوموں اگر میرے لفظ ناگوار گذرے ہوں تو معاف کرو۔ میرا دل اپنی قوم کی حالت پر نہایت جلتا ہے۔ میں ان کو ایسی خراب حالت میں دیکھ نہیں سکتا۔ اور جو ٹھیک ٹھیک حال ہے وہ نہایت دل سوزی اور ہمدردی اور دلی محبت سے سب کے سامنے رکھتا ہوں۔ اس اُمید سے کہ ہماری قوم جاگے اور ہوشیار ہو۔ اور اصلی عزت و دولت و حشمت میں پہنچے۔ اور جس طرح کہ اس دنیا کی اور معزز قومیں معزز ہیں۔ اسی طرح ہماری قوم بھی

معزز ہو ؛

یہ حال تو ہم لوگوں کا ہے۔ جن کی عمر کا بہت سا حصہ گذر گیا۔ اور جس طرح پر ہوا ہم نے اپنی زندگی عزت سے سمجھو یا ذلت سے بسر کر لی ہے۔ مگر ذرا آنکھ اُٹھا کر دیکھو اور آنے والے زمانہ پر غور کرو۔ کہ ہماری اولاد کے لئے جن کو ہم اپنی جان سے زیادہ عزیز سمجھتے ہیں کیسا زمانہ آنے والا ہے ؛

اے عزیزون اپنے باپ دادا کی عزت و بزرگی و حشمت و دولت پر ناز کرنا بڑی غلطی ہے نہایت تجربہ کار ایک بزرگ کا مقولہ ہے۔ کہ " دو چیز در دو چیز راست نیاید۔ ذکر تونگری در فقیری و ذکر جوانی در پیری "۔ ہمارے باپ دادا اگر بہت بڑے عالیقدر تھے اور ہم نہیں ہیں۔ تو ہم کو اس پر ناز کرنا نہیں چاہیئے بلکہ رونا چاہیئے۔ کہ ہم اپنے بڑوں کا بھی نام ڈبونے والے پیدا ہوئے۔ اگر اولاد کی اور قوم کی تعلیم و تربیت ایسی طرح پر نہ ہو کہ جس زمانہ میں وہ لوگ اپنی زندگی بسر کریں گے۔ اُس زمانہ کی مناسب لیاقتیں اُن میں پیدا نہ ہوں۔ تو ضرور اگلے خاندانوں کا نام برباد ہو جاویگا۔ **نواب خلیل اللہ خاں** شاہ جہانی کا آپ لوگوں نے نام سُنا ہوگا۔ اُن کے پڑوتے کو میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا ہے کہ لوگوں کے پاؤں دابنے آتا تھا۔ اور دو چار پیسے لیجاتا تھا۔ تغلق آباد کے گانوں میں جس قدر مسلمان گھسیارے آباد ہیں جو سارے دن گھاس کھود کر شام کو بیچتے ہیں۔ میں نے خوب تحقیق کیا ہے۔ کہ سلطان **محمد عادل تغلق شاہ** کی اولاد میں ہیں۔ پس اگلے بزرگوں پر فخر کرنا ایسی حالت میں کہ ہم کچھ نہیں ہیں کیا فائدہ ہے ؛

دنیا میں گذرے ہوئے زمانہ کے واقعات سے ہم کو عبرت اور نصیحت پکڑنی چاہیئے۔ اگلے زمانہ کے واقعات ہم سے آیندہ زمانہ کے واقعات کی پیشین گوئی کر سکتے ہیں۔ دیکھو ہوشیار ہو یہی حال ہماری قوم کا ہونے والا ہے۔ کوئی آثار بھلائی اور بہتری کے ان میں نہیں دکھائی دیتے۔ بلکہ برخلاف اس کے تنزل اور ادبار کی علامتیں موجود ہیں۔ تم اپنی اور اپنے دوستوں کی بلکہ اپنی تمام قوم کی اولاد کے حال پر اور نہ صرف عظیم آباد میں بلکہ تمام ہندوستان میں خیال کرو کہ اُن کی تعلیم اور تربیت کا جس پر دنیا کی عزت اور

دنیا کی حشمت کا مدار ہے کیا حال ہے! اُن کے اخلاق۔ اُن کا چال چلن۔ اُن کی عادتیں کیسی ہوتی جاتی ہیں۔ تم خود اپنے دل میں سوچو اور سمجھو کہ اُن سے تم کو کچھ آیندہ کی بہبودی کی توقع ہے۔ بھلا دنیا کو جانے دو شاید اس مجلس میں کوئی ایسا شخص بھی ہو جو دنیا کو ہیچ سمجھتا ہو۔ اور دنیا کی عزت و دولت کو بے حقیقت جانتا ہو۔ تو میں یہ پوچھتا ہوں۔ کہ کیا ہماری اولاد نے دین کمانے کا سامان کر لیا ہے۔ کیا اُن کی تعلیم و تربیت ایسی ہوئی ہے کہ اگر دنیا نہیں تو دین ضرور اُن کے ہاتھ آوے گا۔ میں دیکھتا ہوں کہ اُن کا حال دینی تعلیم و تربیت میں دنیاوی تعلیم سے بھی زیادہ بدتر ہے۔ پس نہایت افسوس ہے۔ کہ تھوڑا ہی زمانہ گذرنے پاوے گا۔ کہ ہم نہ دین کے کام کے رہیں گے نہ دنیا کے +

جس وقت اولاد کی تربیت کا ذکر آتا ہے۔ تو رئیسوں اور دولتمندوں کے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ ہم اپنی اولاد کی تعلیم خاص اپنے اہتمام سے اور ہر ایک علم کے عالم نوکر رکھکر بخوبی کر سکتے ہیں۔ بعضوں کے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ ہم کو اپنی ہی اولاد کی تعلیم و تربیت کی فکر کرنی کافی ہے۔ مگر یہ ایک بڑی غلطی ہے اور خود اپنی اولاد کے ساتھ دشمنی کرنی ہے۔ جہالت اور ناتربیتی وبا کی مانند ہوتی ہے۔ جب تک تمام شہر اس بدہوا سے پاک نہ ہو۔ کوئی ایک گھر اپنے تئیں اس سے بچا نہیں سکتا +

تعلیم و تربیت کا عجیب حال ہے۔ اگر تمام قوم کچھ نہ کچھ تعلیم یافتہ نہ ہو تو خاص خاص اشخاص اس قوم میں تعلیمیافتہ نہیں ہو سکتے۔ گو کہ اُنہوں نے بہ نسبت جاہلوں کے کچھ زیادہ پڑھ ہی لیا ہو۔ کسی علم کے پڑھ لینے سے انسان تربیت یافتہ نہیں ہو جاتا۔ جب تک کہ اس کے لئے ایک بہت بڑا گروہ اُس کے ہمجنسوں کا جس میں اس کا میل و جول ہو تربیت یافتہ موجود نہ ہو۔ ایک یا چند آدمی اپنے خیال کو۔ اپنے اخلاق کو۔ اپنی اندرونی نیکی کو۔ اپنے ذہن کی جودت کو۔ اپنے خیال کی وسعت کو۔ اپنی محنت کو۔ اپنی ہمت کو ترقی نہیں دے سکتا۔ جب تک کہ اُسی قسم کے لوگ اس کے میل جول کے لئے نہ ہوں تاکہ باہمی میل جول سے اور سمجھ اور خیالات کے مبادلہ سے تمام چیزیں ترقی پائیں۔ تم دیکھ لو کہ ہندوستان اور لنڈن میں بھی فرق ہے۔ وہاں کے لوگ تھوڑی ہی تعلیم

سے بہت زیادہ تربیت پا جاتے ہیں۔ اور یہاں کے لوگ جو زمانہ دراز تک علم سیکھنے میں صرف کرتے ہیں اور کچھ تربیت نہیں پاتے اس کا سبب یہی ہے کہ وہاں قومی تربیت ہے۔ ہر فرد قوم کا صرف اپنی تربیت یافتہ قوم کے میل جول سے اُن کے خیالات سے اُن میں رہنے سے کچھ نہ کچھ تربیت پا جاتا ہے۔ پس ہماری قوم خود غرضی پر خیال کر کر اگر قومی تعلیم و تربیت کی طرف متوجہ نہ ہوگی۔ تو خود اپنی ذاتی غرض کو اور خود اپنی اولاد کی تربیت کو برباد کرے گی ؛

اے بزرگون۔ اگر تم یہ بات چاہو کہ تمہاری اولاد ایک پر فضا باغ کی سیر کرے۔ اُس کے گُل۔ بوٹوں اور سایہ دار درختوں اور لہراتی ہوئی نہروں کا لطف اُٹھاوے۔ تو تم کو ضرور باغ بنانا پڑے گا۔ اگر چاہو کہ اپنے گھر میں دو چار گلدستہ رکھ کر وہ کیفیت دکھاؤ۔ یہ ممکن نہیں۔ پس خوب سمجھ لو کہ جو شخص قومی تعلیم و تربیت پر متوجہ نہ ہوگا۔ وہ درحقیقت اپنا اور اپنی اولاد کا خاص نقصان کرے گا ؛

اس کا ثبوت تمہاری آنکھوں کے سامنے موجود ہے۔ تمام ہندوستان کے رئیسوں کی اولاد کو دیکھ لو۔ ہر ایک شخص نے بقدر اپنی ہمت کے اپنی اولاد کی تربیت پر کوشش کی ہوگی۔ مگر کسی ایک گھرانے کی بھی اولاد کو بتاؤ جس نے عمدہ تعلیم و تربیت پائی ہو۔ اس کا سبب صرف یہی ہے کہ قومی تعلیم نہ تھی ؛

اے صاحبون۔ تعلیم و تربیت کی مثال کُمہار کے آوے کی سی ہے۔ کہ جب تک تمام کچے برتن بہ ترتیب ایک جگہ نہیں چنے جاتے۔ اور ایک قاعدہ دان کمہار کے ہاتھ سے نہیں لگائے جاتے کبھی نہیں پکتے۔ پھر اگر تم چاہو کہ ایک ہانڈی کو آوے میں رکھ کر پکا لو۔ وہ ہرگز درستی سے نہیں پک سکتی۔ تم خیال کرو کہ جناب ملکہ معظمہ وکٹوریا کو کس قدر دولت و حشمت اور سلطنت اور اختیار حاصل ہے۔ اس کے بعد اسمٰعیل پاشا خدیو مصر کو دیکھو کہ کیا کچھ دولت و حکومت اُن کو حاصل ہے۔ یہ لوگ بھی اپنی اولاد کی پوری تعلیم اپنے گھر پر نہیں کر سکتے۔ آپ لوگوں نے سنا ہوگا کہ حضور پرنس آف ویلز فرزند ارجمند ملکہ معظمہ اور ولیعہد ہند و انگلینڈ یونیورسٹی آکسفورڈ کے ایک طالب علم ہیں۔

اور جس زمانہ میں کہ میں لنڈن میں تھا۔ میں نے اپنی آنکھ سے حسن پاشا خدیو مصر کے فرزند کو دیکھا۔ کہ یونیورسٹی آکسفورڈ میں تعلیم پاتے تھے۔ لباس شاہی اور تاج خسروی سے وہ والا قدر شاہزادے طالب علمی کے لباس کو اور طالب علموں کی خاص چوکونیہ سلیپٹ ٹوپی کو جو اُس یونیورسٹی میں طالب علموں کے لئے مقرر ہے معزز سمجھتے تھے اب تم یقین کر لو کہ اگر تمام قومی تعلیم قائم کرنے کی فکر نہ کروگے۔ تو تمہاری قوم بھی برباد ہو جاوے گی۔ اور اس کے ساتھ وہ لوگ بھی نہیں بچنے کے۔ جن کو تم اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز سمجھتے ہو ؛

آہ کیا افسوس کی بات ہے۔ کہ تم اپنے عزیز بیٹے کی بسم اللہ میں ہزاروں روپیہ خرچ کر دیتے ہو۔ اس خوشی میں کہ ہمارا بیٹا پڑھنا شروع کرنے کے لائق ہوا۔ اور اُس جگہ کے بنانے اور قائم کرنے کی کچھ فکر نہیں کرتے جہاں وہ پڑھے اور تمہاری اس خوشی کو جو قبل از وقوع تم نے اُس کو فرض کر لیا ہے پورا کرے۔ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ بغیر بوئے ہم کھیتی کاٹنے کی توقع کرتے ہیں۔ اور اَور زیادہ افسوس یہ ہے کہ اسی غلطی میں پڑے ہیں اور اس کی درستی کی کچھ فکر نہیں کرتے ؛

بے علمی مفلسی کی ماں ہے جس قوم میں علم و ہنر نہیں رہتا وہاں مفلسی آتی ہے اور جب مفلسی آتی ہے تو ہزاروں برموں کے سرزد ہونے کے باعث ہوتی ہے۔ اب تم اپنی قوم کے حال پر غور کرو۔ کہ یہ بدبخت دن اُن پر آگئے ہیں۔ بڑے بڑے قدیمی خاندان سب گر پڑے ہیں۔ تمام قوم پر مفلسی اور محتاجی اور قرضداری اور ذلت چھا گئی ہے۔ اگر جیل خانوں میں خیال کروگے تو مسلمانوں کو بلحاظ آبادی اَور قوموں سے بہت زیادہ پاؤ گے ؛

گذشتہ سال میں گورنمنٹ ہند نے مسلمانوں کے حال پر زیادہ توجہ فرمائی تھی اور اُس کی تعمیل پر ہز ایکسیلنسی لارڈ ہاربرڈ صاحب بہادر گورنر مدراس نے جن کا نام ہمیشہ مسلمانوں میں قابل ادب رہے گا سب سے زیادہ توجہ فرمائی ہے۔ وہ تمام کاغذ میرے پاس موجود ہیں ؛ اُن سرکاری کاغذات میں ایک چٹھی ہے۔ جو ڈائرکٹر پبلک انسٹرکشن کے نام لکھی گئی ہے۔ اُس چٹھی میں ترچناپلی کے مسلمانوں کا یہ حال مندرج

ہے۔ کہ "خاص مانع ترقی تعلیم مسلمانان ترچناپلی۔ اُن کا خاص افلاس ہے۔ جس میں بہت سے مسلمان مبتلا ہیں۔ گو وہ مفلس ہیں مگر مغرور ہیں۔ جب میں نے مسلمانوں کے لڑکوں کو بلا فیس اسکول میں داخل کرنا چاہا تو معلوم ہوا کہ کپڑے اُن کے پاس نہیں ہیں۔ اور بغیر کپڑا پہننے وہ نہیں آسکتے۔ غریب سے غریب مسلمان ہرگز اپنے لڑکوں کو ویسے آدھے ننگے پن کی حالت میں باہر نہ آنے دیگا۔ جس میں بڑے دولتمند ہندو اپنے لڑکوں کو مدرسوں میں بھیج دیتے ہیں" ٭

اے عزیزو! اب اس سے زیادہ کون سی بدبختی اور بدنصیبی ہے۔ جس کی مسلمانوں پر آنے کی تم راہ دیکھتے ہو۔ کیا تمہارا دل اپنی قوم کی یہ خراب حالت دیکھکر جس سے ایمان کانپ جاتا ہے۔ نہیں جلتا۔ کیا تم کو اپنی قوم پر رحم نہیں آتا؟ کیا محبت قومی اور حب ایمانی ہماری قوم سے بالکل جاتی رہی۔ کہ ہم سب اپنے گھروں میں خوش خوش بیٹھتے ہیں اور اپنی قوم کی بھلائی میں کچھ نہیں کرتے ٭

ترچناپلی کے مسلمانوں کا جو حال میں نے بیان کیا اگرچہ ہم اپنے غریب محتاج بھائیوں کی غیرت سے نہایت مغرور ہیں۔ اور وہ غریب مسلمان جو اپنی عزت اور شرم کا لحاظ کرتے ہیں۔ حد سے زیادہ اس کی تعریف کرتے ہیں اور یقین کرتے ہیں۔ کہ وہ پاک خون جو مسلمانوں کی نسل میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ سے چلا آتا ہے۔ اُن میں بھی ہے۔ مگر اُن کی مصیبت پر دل لرز جاتا ہے۔ اور ہم کو اپنی زندگی تلخ معلوم ہوتی ہے اور تمام عیش و آرام خاک میں مل جاتا ہے۔ اور کون تم میں سے ایسا ہے کہ ایسی دردناک حالت اپنی قوم کی سُنے اور اُس کا دل نہ بھر آوے؟ اے بھائیو۔ ان تمام واقعات سے میں اُن لوگوں کو جو اپنی اولاد کی۔ اور اپنی قوم کی تربیت کی کچھ پرواہ نہیں کرتے۔ خبردار کئے دیتا ہوں۔ کہ دیکھو کیا ہوا۔ اور سمجھو کہ آئندہ کیا ہوگا۔ مگر اسی حال کے ساتھ صاحب ڈائرکٹر پبلک انسٹرکشن مدراس نے ایک فقرہ لکھا ہے۔ جس سے وہ تمام فخر جو ہم نے اپنے غریب بھائیوں کی عادت پر ابھی کیا ہے۔ سب برباد ہو جاتا ہے۔ اور درحقیقت ہم کو مہذب اور تربیت یافتہ قوم کے سامنے مُنہ دکھانے کو جگہ نہیں رہتی۔ اور ہم کو اپنی نالائقی و بے غیرتی پر خود شرم آتی

ہے صاحب موصوف لکھتے ہیں۔ کہ "ہم خوب جانتے ہیں کہ مسلمان بیفائدہ رسموں میں فضول خرچی کرتے ہیں۔ اور اسقدر فضول خرچ ہوتے ہیں کہ انجام کو مصیبت میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ لیکن اپنے لڑکوں کی تعلیم میں روپیہ خرچ کرنا نہیں چاہتے" اے صاحبو یہ طعنہ جو ڈائرکٹر صاحب نے ہمکو دیا میں دل میں یقین کرتا ہوں کہ بالکل سچ ہے۔ پس اس طعنہ سے جو ہماری بے عزتی اور ہماری قوم کی بے عزتی ظاہر ہوتی ہے اسکا اندازہ تم خود کر سکتے ہو ؛

گورنمنٹ مدراس میں جو تحقیقات ہوئی اس سے ایک نہایت قابل افسوس کے حال ظاہر ہوا ہے۔ یعنے گورنمنٹی میں چار سو پچاسی آدمیوں سے جو جوڈیشل اور سررشتہ مال میں معزز عہدوں پر ممتاز ہیں۔ ان میں صرف اُنیس[19] مسلمان ہیں ؛

بنگالہ میں بھی جس کے مشرقی حصہ میں مسلمانوں کی آبادی بہ نسبت ہندوؤں کے بہت زیادہ ہے اسی کے قریب قریب حال ہوگا۔ جو مدراس میں ہے ؛

صاحب ڈائرکٹر پبلک انسٹرکشن اضلاع شمال و مغرب ہم کو بتاتے ہیں کہ ان اضلاع میں یہ حال نہیں ہے۔ مگر ہم کو مسلمانوں کی حالت کا اندازہ صرف گورنمنٹ کی ملازمی پر کرنا نہیں چاہیئے۔ یہ بات کہ گورنمنٹ کی نوکری میں اس کی رعایا میں سے کس کس قسم کے لوگوں کا ہونا ایک پولیٹیکل بات ہے۔ جس پر اور جس کی منفعت خواہ مضرت پر گورنمنٹ کو لحاظ کرنا چاہیئے۔ ہم رعایا کو اس سے چنداں غرض نہیں ہے۔ بلکہ ہم کو اپنی قوم کے حال پر **مجموع من حیث المجموع** خیال کرنا واجب ہے۔ اب تم تمام ہندوستان پر نظر ڈالو۔ اور تمام اُس کے کارخانوں کو نگاہ کے سامنے لاؤ۔ گورنمنٹ کے محکموں کو ہی دیکھو۔ ریل کے محکموں اور کارخانوں کو دیکھو سوداگروں اور بڑی بڑی کمپنیوں کی دوکانوں پر غور کرو۔ تجارت کے کاروبار پر نظر ڈالو اور دیکھو کہ ان تمام کارخانوں میں کس قدر آدمی ملازم ہیں۔ اور پھر خیال کرو کہ ان میں مسلمان کس قدر ہیں۔ تو شاید میری دانست میں ہزار میں ایک کی نسبت نکلیگی اسکا سبب بجز اس کے اور کچھ نہیں ہے۔ کہ ہم میں خود ان کاموں کے لائق ہونے

کی لیاقت نہیں ہے +

اے عزیزو! ہماری قوم کے بعض نیکبخت اور بزرگ دیندار لوگ یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ دنیا چند روزہ ہے۔ اگر اسمیں ذلت سے بسر ہوئی تو کیا اور عزت سے بسر ہوئی تو کیا۔ اور اس سبب سے وہ لوگ اپنے معتقدوں کو اُن کاموں کی طرف متوجہ ہونے سے جو دنیاوی عزت و دولت و حشمت سے علاقہ رکھتے ہیں روکتے ہیں۔ اور میں خیال کرتا ہوں کہ اُن لوگوں کا بہت کچھ رعب داب ہماری قوم میں ہے۔ اُن کی یہ زہریلی باتیں ہماری قوم کے دلوں پر بہت کچھ اثر کر جاتی ہیں۔ مگر ذرا غور کرنا چاہیے۔ جو کچھ وہ کہتے ہیں۔ میں اُس کی حقارت نہیں کرتا۔ مگر میں تم کو یہ دکھاتا ہوں کہ جو ایسا کہتے ہیں وُہی زیادہ دنیا کے محتاج ہیں۔ اگر یہ دنیا دار نہ ہوں۔ اور نذر و نیاز سے ان بزرگوں کی خبر نہ لیں تو پھر ایسی نصیحت کرنے والا کوئی بھی نہ دکھائی دے۔ تم غور کرو کہ اسلام کی عزت مسلمانوں کی حالت سے خیال کی جاتی ہے۔ آپ مسلمان رئیس جو خدا کے فضل سے اس شہر میں موجود ہیں۔ اور جن میں سے بہت سے یہاں تشریف رکھتے ہیں اُنکی لیاقت اور اُن کی ثروت سے اسلام کی شوکت کا خیال ہوتا ہے۔ پس اگر تمام مسلمان مفلس ذلیل اور نان شبینہ کو محتاج ہو جاوینگے تو اسلام کی کیا عزت باقی رہیگی۔ وہ نیک عالم اور درویش جو اس قسم کی باتیں کہتے ہیں وہ خدا کیطرف ایسے متوجہ ہیں کہ اُنکو دنیا کی باتوں پر اور عواقب امور پر کچھ خیال نہیں ہے۔ وہ یہ نہیں سمجھتے کہ اگر مسلمانوں کو دنیاوی علوم اور دنیاوی دولت و حشمت کی عزت حاصل ہوگی تو اس سے خود اسلام کو کیسی رونق و شوکت ہو جاویگی۔ پس اگر ہم اس نیت سے دنیاوی عزت حاصل کرنے پر کوشش کریں۔ تو میری سمجھ میں گوشہ نشینی اور چلہ کشی سے ہزار درجہ بہتر ہے۔ ایک لطیفہ پر غور کرو۔ جو اس وقت میرے دل میں آیا ہے۔ کہ دین اور دنیا کا عجیب رشتہ ہے۔ دین چھوڑنے سے دنیا نہیں جاتی مگر دنیا چھوڑنے سے دین جاتا رہتا ہے۔ اب تم دیکھ لو۔ کہ دنیا کے معاملات میں جو ہماری حالت خراب ہو گئی ہے دین کے معاملات بھی اس کے سبب سے ابتر ہیں۔ ہزاروں مسجدیں ٹوٹی پڑی ہیں۔ صدہا خانقاہیں ویران ہو گئی ہیں۔ بڑے بڑے نامی عالموں کے گھرانے

برباد ہیں - پرانے کتب خانہ - پرانے مدرسے - نام و نشان کو بھی نہیں رہے عالم و فاضل تو اب صرف نام کے رہ گئے ہیں - جو پچھلوں کو بھی بدنام کرنے والے ہیں - پس جب تک کہ ہم دونو چیزوں کو یعنے دین و دنیا دونوں کو برابر سنبھالے نہ رہیں گے - ہم کو نہ دین میں کچھ حاصل ہوگا نہ دنیا میں ؛

اے بزرگو! اس بات کی ضرورت پر کہ ہم لوگوں کو اپنی قوم کی بہتری پر متوجہ ہونا چاہیئے - اور اس بات پر کہ اگر کوئی شخص بلا قومی بھلائی کے صرف اپنی ہی خیر منانی چاہے تو اُس کی کبھی خیر نہ ہوگی - اگر میں گفتگو کرتا رہوں تو شاید کئی دن گذر جاویں گے - اور ختم نہ ہوگی - اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایسی بدیہی بات ہے کہ جسقدر میں نے اسمیں طوالت دی ہے - کچھ ضرور نہ تھی - پس اب میں اس بات کا یقین کر کر کہ بلاشبہ آپ صاحب قومی بھلائی کی طرف متوجہ ہونے کی ضرورت سمجھتے ہیں - آپ کو اس طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ وہ قومی بھلائی کیونکر ہو سکتی ہے ؛

تمام قوموں نے اور بڑے بڑے دانشمندوں نے اس بات کا قطعی فیصلہ کر دیا ہے کہ قومی ترقی قومی تعلیم و تربیت پر منحصر ہے - پس اگر ہم اپنی قوم کی بھلائی چاہتے ہیں تو قومی تعلیم اور قوم کو علم و ہنر سکھانے پر کوشش کریں - مگر افسوس یہ ہے - کہ ہم یہ بھی نہیں جانتے کہ اس زمانہ میں علم کیا چیز ہے - جس سے قومی ترقی ہوتی ہے - آجتک جو ہم نے جانا اور جو ہمارے بزرگوں نے جانا - علم کی حقیقت کو اسقدر جانا - کہ ایک شے عقلی ہے جو خیال میں اور حافظہ میں رہتی ہے - اور نفس کو اس سے بہت مزا اور روح کو خوشی حاصل ہوتی ہے مگر اس زمانہ میں اُسی کو اصلی علم کہتے ہیں جو دیکھنے اور برتنے اور تجربہ میں آوے - اور انسان کے لئے اس کے تمام کاموں میں مفید ہو - یہی سبب ہے کہ ہمارے اگلے زمانہ کے عالم فاقہ مرتے تھے اور خیرات کے ٹکڑوں پر اوقات بسر کرتے تھے - اور اس زمانہ میں تربیت یافتہ ملکوں کے جو عالم ہیں وہ دولت و حشمت سے مالا مال ہیں - اور اُن سے اپنی قوم کی بھلائی و ترقی ہر دم ہوتی جاتی ہے ؛

اگلے زمانہ کے علوم سوائے دینیات کے اور علم طب کے کوئی علم ایسا مروّج نہ تھا

جو انسان کے برتنے اور اس سے فایدہ اُٹھانے کے لائق ہو۔ اس زمانہ کے علوم ایسے ہیں کہ جو شخص ان کو سیکھے اُن کو اپنے کام میں لاسکتا ہے اور اس سے فائدہ اُٹھا سکتا ہے جسقدر پیشہ والے ہندوستان میں موجود ہیں۔ اگر وہ حال کے علوم سے واقف ہوں تو وہ خود آپ اپنے پیشہ میں ایسی ترقی کریں جس سے روپیہ کی بھی آمدنی بڑھے اور ہنر و فن کو بھی ترقی ہو۔ پس میری خواہش یہی ہے کہ ہماری قوم میں بھی ایسے علوم کا رواج ہو جو ہماری قوم کی بہتری اور ترقی کے باعث ہوں ؛

ہم رعایا اپنی گورنمنٹ کی نیک نیتی کے دل و جان سے ممنون و شکر گذار ہیں کچھ شبہ نہیں کہ گورنمنٹ دل سے ہماری تعلیم و تربیت چاہتی ہے۔ اور بے شک اسنے ہندوستان میں جس قدر کوشش اس باب میں کی ہے اور جسقدر روپیہ خرچ کرتی ہے اس کی نظیر دنیا کی تاریخ میں کہیں نہیں ہے۔ با اینہمہ سرکاری تعلیم سے مسلمانوں نے بہت کم فائدہ اُٹھایا ہے۔ چند روز ہوئے کہ حضور وایسرائے لارڈ نارتھ بروک صاحب نے یونیورسٹی کے لئے نئے سینٹ ہوس میں سالانہ اجلاس کے وقت یہ فرمایا کہ "ایسا کونسا شخص ہے جس کو اس بات کے دیکھنے سے افسوس نہ ہوگا۔ کہ آج باستثنا چند شخصوں کے ہماری ہمسر مسلمان رعایا میں سے کوئی شخص یونیورسٹی کے اعزاز و اکرام کے عطایا میں شریک نہیں ہے"۔ مسلمانوں کی بدنصیبی کی۔ اس باب میں اس وقت بحث کرنا نہیں چاہتا۔ کیونکہ اسپر بہت بحث ہو چکی ہے۔ بلکہ مجھ کو صرف اسوقت یہ بات دکھانی ہے کہ تمام قابل لوگ اور خود گورنمنٹ اس بات کو قبول کرتی ہے کہ سرکاری تعلیم سے مسلمان رعایا نے بہت کم فائدہ حاصل کیا ہے۔ پس ہمارا مقصد یہ ہے کہ ہم خود مستعد ہو کر اپنی قوم کے لئے ایسا انتظام کریں۔ اور ایسے وسیلہ پیدا کریں۔ جس سے ہماری قوم کے تمام اغراض و مطالب پورے ہوں۔ اور عام تعلیم بھی مفید علوم کی ہماری قوم میں پھیلے اور اعلےٰ سے اعلےٰ درجہ کی تعلیم کے لوگ بھی ہماری قوم میں پیدا ہوں ؛

گورنمنٹ نے اپنی نہایت دانائی اور ہوشیاری سے اپنی تعلیم سے مذہبی تعلیم کو بالکل خارج رکھا ہے۔ اور یہ تدبیر جو گورنمنٹ نے اختیار کی ہے۔ بے انتہا تعریف و توصیف کے

لایق ہے - مگر مسلمانوں کے حالات کو دیکھکر یقین ہوتا ہے - کہ عام تعلیم کے ساتھ جو مذہبی تعلیم نہیں ہوتی اس سبب سے مسلمان تعلیم کے فوائد حاصل کرنے سے ضرور محروم رہتی ہے +

اسی سالانہ اجلاس میں جس کا میں نے اوپر ذکر کیا حضور عالی لارڈ ناتھ بروک صاحب نے یہ بھی فرمایا تھا - کہ " اگر اس بات کا لحاظ کیا جاوے - کہ اس ملک میں کسقدر مختلف مذاہب رائج ہیں تو یہاں کے باشندوں کی تعلیم کے واسطے کوئی ایسا انتظام کرنا جس سے وہ سب برابر فائدہ اٹھا سکیں - اس انتظام سے بھی زیادہ مشکل معلوم ہوتا ہے جو آجکل پارلیمنٹ میں آئرلینڈ کی یونیورسٹی کی نسبت پیش ہو رہا ہے " اور اسی گفتگو میں حضور ممدوح نے یہ بھی فرمایا - کہ " میری بڑی خواہش یہ ہے - کہ اعلےٰ درجہ کی انگریزی تعلیم ایسے مدارس کے متعلق کیجاوے - جن کو گورنمنٹ سے کچھ تعلق نہ ہو - جس ضرورت سے مجبور ہوکر گورنمنٹ نے ہندوستان کی انگریزی تعلیم کو مذہبی تعلیم سے علٰحدہ رکھا ہے - میں یقین کرتا ہوں کہ اس کے باعث سے ایسی دقتیں پیش آگئی ہیں - جنکا مجھ کو دلسے خیال ہے " پس یہ دقت جو مسلمانوں کی تعلیم میں ہے یہ ایسی دقت ہے - کہ اسکا دفعہ کرنا گورنمنٹ کی تدابیر مملکت کے لحاظ سے گورنمنٹ کی تدبیر سے غیر ممکن ہے - اور جب تک ہم خود مستعد نہ ہوں گے اور اپنی قوم کے لئے ہم خود اپنی خواہشوں کے موافق انتظام تعلیم کا نہ کریں گے یہ دقت رفع نہ ہوگی ہاں بیشک ہم کو اپنے اس کام میں گورنمنٹ کو اپنا حامی اور مددگار اور سرپرست بنانا چاہیئے تاکہ ہم اس کی مدد اور اُس کے سایہ عاطفت میں اپنے کاموں کو حسب مراد پورا کریں +

آپ صاحبوں کو خوب معلوم ہے کہ مسلمانوں کا ہندوستان میں بہت بڑا گروہ ہے اور سب کے اغراض مختلف ہیں - کوئی یہ چاہتا ہے کہ میں ایسے علوم و فنون حاصل کروں جس سے گورنمنٹ کے اعلےٰ عہدوں کے حاصل کرنے کے لایق ہوں جو بغیر کامل انگریزی دانی کے غیر ممکن ہوگئے ہیں اور ہوتے جاتے ہیں - کسی کی یہ خواہش ہوگی کہ میں عربی زبان اور مذہبی علوم میں یا قدیم مشرقی علوم میں دستگاہ حاصل کروں اسی طرح کوئی اُن علوم و فنون کا حاصل کرنا چاہیگا جو تجارت اور پیشہ سے علاقہ رکھتے ہیں پس ممکن نہیں ہے کہ گورنمنٹ ہماری ان تمام اغراض کو پورا کرسکے اور اس لئے خود ہمکو چاہیئے کہ ہم آپ اپنی اغراض کے

پورا کرنے پر مستعد و آمادہ ہوں۔ ان مطالب پر غور کرنے کے لئے چند سال سے ایک
کمیٹی بنائی گئی ہے۔ جس کا نام "کمیٹی خواستگار ترقی تعلیم مسلمانان" ہے۔ اور اس کمیٹی
نے بہت سی تحقیقاتوں اور بہت سی مباحثوں کے بعد یہ تجویز کی ہے کہ خود مسلمان
اپنے اہتمام اور انتظام سے مسلمانوں کی تعلیم کے لئے ایک بہت بڑا دارالعلوم بناویں
جس کے ماتحت مختلف مقاموں میں مناسب مناسب درجہ کے مدرسہ بھی ہوں اور طریقہ
تعلیم و تربیت کا جو ان مدرسوں میں ہو اُسکو خود چند نیکبخت مسلمان مقرر کریں جس سے
ہماری قوم کے تمام اغراض پورے ہوں اور علوم مفیدہ کی تعلیم بشمول علم دینیہ کے
اسمیں کیجاوے۔ اور چونکہ ہندوستان میں شیعہ اور سنی دو فرقہ مسلمانوں کے ہیں
اس لئے دونو فرقوں کے علوم دینی کی تعلیم بذریعہ علماء ہر ایک فرقہ کے ہوا کرے اور
انگریزی اور عربی و فارسی اور اُردو زبانیں ان میں سکھائی جاویں اور چند قدیم زبانیں بھی
جو حال کی زبانوں کی جڑ ہیں بطور مناسب تعلیم ہو سکیں۔ اس تدبیر کو بہت سی
مسلمانوں نے پسند کیا اور چونکہ انجام اس تدبیر کا بغیر روپیہ کے ممکن نہیں تھا۔ اور
جب تک کہ تمام ہندوستان کے مسلمان مدد نہ کریں اور اپنی فیاضی سے اس کام کے لئے
روپیہ نہ دیں یہ کام ہو نہیں سکتا اس لئے ایک کمیٹی مقرر کی گئی جو کہ اس کام کے لئے
بذریعہ چندہ روپیہ جمع کرتی ہے۔ چنانچہ اس وقت تک چھہتر ہزار پانسو چوبیس روپیہ
پانچ آنہ چھ پائی چندہ ہوا ہے جسکی فہرست میرے ہاتھ میں ہے۔ اور اس کمیٹی کی
کارروائی کے قواعد اور اُس روپیہ کی حفاظت کے قانون اور اُس روپیہ سے منافع
اور محاصل حاصل کرنے کے طریقے جو بطور بائی لاز کے بنائے گئے ہیں میز پر موجود ہیں
نہایت خوشی کی بات ہے کہ اس تدبیر کو گورنمنٹ بھی پسند کیا ہے اور حضور عالیجناب
لارڈ ناریتھ بروک صاحب بہادر نے اپنی فیاضی اور دریادلی سے دس ہزار روپیہ
چندہ اپنی جیب خاص سے اس کام کے لئے مرحمت فرمایا ہے اور ہمارے ملک کے
جناب عالی نواب لفٹنٹ گورنر بہادر **سر ولیم میور** ایل۔ ایل۔ ڈی۔ کے۔ سی۔ آئی۔ ای
نے بھی اس کام میں چندہ دینے سے مدد کی ہے اور کیسی خوشی کی بات ہے کہ انگلستان کے

رئیس و شریف بھی اس میں مدد کرتے ہیں - ایک شریف عالی خاندان میرے دوست جی - ایم کینڈی صاحب بہادر نے جو ایڈنبرا واقع اسکاٹلینڈ کے شریف و رئیس ہیں اور جنکو کچھ تعلق ہندوستان سے نہیں ہے ہزار روپیہ اس کام کے لئے مرحمت فرمایا ہے اور اُمید ہے کہ انگلستان کے اَور شریف بھی اس میں مدد کرینگے ۔

علاوہ اس کے بڑی خوشی یہ ہے کہ گورنمنٹ نے بطور ضابطہ سررشتہ کی چٹھیات کے ذریعہ سے اس بات کا وعدہ کیا ہے کہ ان مسلمانی مدارس کیواسطے گورنمنٹ بھی بموجب قواعد گرینٹ ان ایڈ کے روپیہ دینے سے مدد فرماوے گی - پس اب یہ سب فوائد ہمارے ہاتھ کے پاس ہیں بشرطیکہ ہم ذرا کوشش کر کر اور ہاتھ پھیلا انکو لیلیں ۔ یونیورسٹی کے سالانہ اجلاس میں جسکا میں نے ابھی ذکر کیا ہے حضور عالی جناب لارڈ نارتھ بروک نے یہ بھی فرمایا تھا کہ " گورنمنٹ اور یونی ورسٹی کی مجلس سینٹ اس امور پر غور کر رہی ہے کہ یونیورسٹی کا طریقہ تعلیم کس تدبیر سے ہندوستان کی مسلمان رعایا کے موافق ہو سکتا ہے - اور ممکن ہے کہ جو تدبیریں ہندوستان کے بعض مقامات میں کی گئی ہیں ان میں سے بعض ایسی ہوں جن کے ذریعہ سے یہ حاجت بخوبی رفع ہو جاویگی اور ہمارے اس ممبر اور معتمد علیہ فرقہ اور ہمارے سررشتہ تعلیم کے باہم اتفاق اور اتحاد زیادہ ہو جاوے گا "۔

اگرچہ میں نہیں کہہ سکتا کہ حضور وایسرائے نے یہ اشارہ کن تدبیروں کی نسبت کیا ہے - شاید ان تدبیروں کی نسبت ہو جو پریسیڈنسی مدارس میں ہو رہی ہیں مگر میں یقین کرتا ہوں کہ ہماری یہ تدبیر بھی منجملہ انہیں تدبیروں کے ہے جس سے وہ نتیجہ جس کی توقع حضور عالی جناب لارڈ نارتھ بروک صاحب نے کی ہے ضرور بالضرور حاصل ہوگا ۔

اب میں نے آپ صاحبوں کو بہت تکلیف دی اور اس سے زیادہ تکلیف دینا نہیں چاہتا مگر چند اَور کلموں کے عرض کرنے کی جو غالباً ضروری ہیں اجازت چاہتا ہوں - جب سے ہماری کمیٹی نے مسلمانوں کے لئے مدرسۃ العلوم مقرر کرنے کی تجویز کی ہے اس وقت سے

اکثر لوگوں نے مسلمانوں کے لئے معمولی مدرسہ قائم کئے ہیں اور اس بات کے دریافت
ہونے سے بھی میں خوش ہوا۔ کہ اس شہر عظیم آباد میں بھی اس قسم کا ایک مدرسہ قائم ہوا ہے
میں کسیطرح ان مدرسوں کے برخلاف نہیں ہوں۔ کیونکہ غالباً ان میں دینیات زیادہ پڑھایا
جاوے گا۔ جو فائدہ سے خالی نہیں۔ مگر مجھ کو شبہ ہے اور ان کے بانیوں کا جو خیال
ان مدرسوں کے قائم کرنے میں ہے شاید اس میں کچھ غلطی ہے۔ اگر ان لوگوں نے
ان مدرسوں کو خاص اپنے نفع اور خاص اپنے ثواب آخرت کے لئے قائم کیا ہے
تو میں اس بات کو قبول کرتا ہوں اور اُن کے اس خیال کو صحیح تسلیم کرتا ہوں۔ اور
اس کے ساتھ یہ بھی کہتا ہوں یہ مدرسے اپنی خاص غرض کے لئے قائم کئے گئے ہیں
نہ قومی بھلائی و بہبودی کے خیال سے اور اس لئے ان کے بانیوں سے یہ درخواست
کرتا ہوں کہ وہ یہ نہ تصور فرماویں کہ وہ اپنی قوم کی بھلائی کرنے کی غرض سے ادا ہو گئے
بلکہ یقیناً جاننا چاہیئے کہ ان کو اپنی قومی بھلائی کے لئے ابھی بہت کچھ کرنا ہے۔ اور
اگر اُن کا یہ خیال ہو کہ یہ مدرسے ہم نے اپنی قومی بھلائی اور قومی ترقی کے لئے قائم
کئے ہیں تو اس میں مجھے کلام ہے۔ اور میں صاف صاف بیان کرتا ہوں کہ ان مدرسوں
میں گو کہ علاوہ دینیات کے دنیاوی قدیم علوم بھی مثل منطق و فلسفہ وغیرہ پڑھائے
جاویں مگر اُن سے قومی ترقی کی کچھ توقع نہیں ہے۔ کیونکہ جب تک ہماری قوم علوم و
فنون جدیدہ سے جو اب رائج اور بکار آمد ہیں واقف نہو گی اُس وقت تک ترقی قومی ممکن نہیں
ہے۔ اس زمانہ کے مفید علوم و فنون کو اپنی قوم میں مروج کرنے کے لئے بہت سا روپیہ اور
بہت بڑا سامان درکار ہے اور ان علوم و فنون کی کتابوں کا اپنی قوم کی زبان میں موجود
کرنا سب سے مقدم ہے۔ اور پھر ان سب باتوں کے لئے نہایت تدبیر اور دانشمندی اور
دُور اندیشی درکار ہے۔ اور یہ سب باتیں اُسی حال میں ہو سکتی ہیں جبکہ ہم سب ایک دل ہو کر
اس کام کے پورے کرنے پر روپیہ سے۔ محنت سے۔ عقل سے۔ تدبیر سے۔ کوشش
کریں۔ اور صرف ان فارسی۔ عربی کے چھوٹے چھوٹے مدرسوں کے مقرر کرنے سے
یہ مقاصد کسی طرح حاصل نہیں ہو سکتے ؛

اے صاحبان۔ ہمارے ہندوستان کے رئیسوں نے بھی اپنی فیاضی اور دریا دلی کی بہت سی مثالیں دنیا میں چھوڑی ہیں اور انگلستان کے امیروں اور رئیسوں کی فیاضی کی بھی بہت سی مثالیں ہیں۔ ہندوستان کے رئیسوں کی فیاضی کی مثالیں زیادہ تر اسمیں ہیں کہ فلاں امیر نے اپنے بیٹے کی شادی میں اس قدر روپیہ خرچ کیا تھا۔ اس نے اپنے عیش و آرام کے لئے نہایت عمدہ محل بنایا تھا جس کی ٹوٹی پھوٹی دیواروں کا نشان اب بھی موجود ہے اور نجاور خاں کی حویلی اور جلیل خاں والی باری کے نام سے مشہور ہے۔ اسکے سوا اور بھی ان کی فیاضیاں مشہور ہیں جن کی تشریح کرنے سے مجھے شرم آتی ہے انگلستان کے امیروں کی فیاضی کی زیادہ تر مثالیں اس میں ہیں کہ فلاں امیر نے اپنا کل سرمایہ قومی تعلیم کے لئے وقف کر دیا۔ فلاں مدرسہ اس امیر نے قائم کیا۔ وہ شفاخانہ اس امیر کا بنایا ہوا ہے۔ فلاں علم کی ترقی کے لئے فلاں امیر نے اتنے لاکھ روپیہ دیدیا۔ یقینی آپ لوگوں نے **جان میور صاحب** ہمارے لفٹنٹ گورنر صاحب کے بھائی کا نام سنا ہوگا میں نے سنا ہے کہ انھوں نے یہ بات دیکھکر جرمن والوں نے سنسکرت زبان میں انگلستان والوں سے زیادہ ترقی کی ہے۔ اپنا کل سرمایہ اپنی قوم میں سنسکرت زبان کی ترقی کے لئے وقف کر دیا ہے۔ دو تین ہفتے ہوئے کہ میں نے ایک اخبار میں دیکھا کہ پروفیسر **جان ٹنڈیل** صاحب نے امریکہ کے مختلف مقامات میں علمی مضامین پر پینتیس لکچر دیئے۔ اٹھتر ہزار نو سو پچہتر روپیہ ان لکچروں کے ذریعہ سے کمایا اور اس غریب عالم نے وہ کل روپیہ اپنے ملک کی علمی ترقی کے لئے وقف کر دیا۔ پس آپ دیکھیں کہ اور ملکوں کے لوگ کس طرح اپنی قومی بھلائی اور ترقی میں کوشش کرتے ہیں ۔

اے رئیسان عظیم آباد پٹنہ۔ آپ بھی ہماری قوم میں رئیس اور ہماری قوم کے سردار ہیں اور آپسے میری یہ خواہش ہے کہ اپنی قوم کی بھلائی میں کوشش کیجئے اور اپنے بھائیوں جان بلب رسیدہ آب از سر گذشتہ کی دستگیری فرمائیے۔ اور یہ تدبیر جو قومی ترقی کی کی گئی ہے اور جس کے پورا ہونے کو دس لاکھ روپیہ کی حاجت ہے۔ جس قدر آپ سے ہو سکے آپ بھی مدد فرمائیے ۔

لکچر "رسم و رواج" پر - جو ۳ نومبر ۱۸۷۳ء کو مرزاپور انسٹیٹیوٹ میں دیا گیا ۔

جسکو انگریزی میں مینرز اور کسٹم کہتے ہیں - رسم اُسکا نام ہے جو ہماری پرکھوں سے ہوتا چلا آیا ہے - گو کہ ہم کو یہ بھی نہ معلوم رہا ہو کہ وہ کیوں ہوتا تھا اور اُس سے کیا فائدہ ہے ۔

رواج اُس کام کا نام ہے جسکو سب لوگ کرتے ہوں یا کرنے لگیں - اور اس کے کرنے کو لوگ کچھ عیب نہ سمجھیں - پس ہو سکتا ہے کہ ایک زمانہ میں کوئی کام عیب گنا جاتا ہو مگر جب وہ رواج پا جاوے تو لوگوں کی آنکھ میں کچھ عیب نہ رہے ۔

انگریزی مصنفوں نے کسٹم یعنی رسم کی تعریف زیادہ وضاحت سے بیان کی ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک کام کا ہمیشہ بار بار کرتے رہنا یا کسی کام پر مدتوں سے بطور قانون کے عملدرآمد چلا آنا رسم کہلاتا ہے - رسم ہمیشہ ایک بن لکھا قانون ہوتا ہے جسپر سب لوگ مدت سے اتفاق کرتے چلے آتے ہیں اور اس لئے وہ رسم بطور ایک قانون کے سند ہو جاتی ہے ۔

سر والٹر رلی نے نہایت عمدہ بات کہی ہے کہ رسم اور رواج میں وہ فرق ہے جو سبب اور نتیجہ میں ہے - کیونکہ جب کسی کام کا رواج بہت تک رہتا ہے تو وہ بطور ایک قانون کے لوگوں میں پھیل جاتا ہے اور آخر کو یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ وہ ایک رسم ہو جاتی ہے ۔

عادت میں اور رسم میں ایک نہایت باریک تفاوت ہے - عادت خود ہماری طبیعت کا ایک اصول ہے جو خود ہم میں سے پیدا ہوا ہے اور جو بالطبع اور بے تکلف ہم کو کسی کام کے بار بار کرنے کو کہتا ہے - رسم ایک اصول ہے جو باہر سے ہم میں آیا ہے جس کے سبب سے ہم کسی کام کو بار بار کرتے ہیں - مگر اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک کو دوسرے سے مدد ملتی ہے

مثلاً دان - پُن - خیرات و زکوٰۃ دینے کی رسم سے فیاضی کی عادت پیدا ہوتی ہے اور پوجا کرنے اور نماز پڑھنے کی رسم سے مندروں میں اور گرجاؤں میں اور مسجدوں میں جانے کی عادت ہو جاتی ہے ۔

" لفظ کسٹم یعنے رسم کا علم قانون میں بھی آتا ہے اور مقنن اسکے یہ معنی بتاتے ہیں کہ " رسم ایک ایسا قانون ہے جو کبھی تحریر میں نہیں آیا - مگر مدتوں سے اور عام لوگوں کی رضامندی سے جاری ہے " رسم و رواج ایک بڑا حصہ ملکی قوانین کا ہوتا ہے - اس کا وجود ہر ایک ملک اور ہر ایک عملداری میں پایا جاتا ہے - انگلستان میں جو قوانین کہ کامن لا کہلاتے ہیں وہ حقیقت میں وہی بن لکھے قوانین ملکی رسم و رواج کے ہیں بڑے بڑے قانون دانوں نے کامن لا کے یہی معنے بیان کئے ہیں کہ " انگلستان کا قدیمی رواجی قانون " - پس ہمارے ہندوستان میں جو رسم و رواج ہے وہ ہمارے ملک کا کامن لا ہے - انگلستان میں تین قسم کے قانون جاری ہیں - ایک کامن لا یعنی رسم و رواج کا بن لکھا قانون - دوسرا اسٹیٹیوٹ لا یعنی قوانین تحریری جن کو واضع قوانین نے بنایا اور گورنمنٹ نے ان کو جاری کیا - تیسرا ایکیوٹی یعنی قدرتی انصاف کا قانون مگر ان تینوں قسموں کے قانونوں میں تھوڑا سا فرق ہے - تحریری قانون سے رواجی قانون یعنی کامن لا منسوخ ہو جاتا ہے - اگر ان دونوں میں مخالفت ہو لیکن اگر ایکیوٹی یعنی انصافی قانون کے قاعدے اس کے برخلاف ہوں تو کامن لا یعنی رواجی قانون بحال رہتا ہے - اگرچہ میری رائے میں ایسا ہونا انسان کے لئے نہایت افسوس کی بات ہے کیونکہ ایسی حالت میں رواج کے نیچے قدرتی انصاف دب جاتا ہے مگر تمام مقننوں کی رائے ہے کہ کامن لا یعنی رواجی قانون ایسا ہو جو تحریر میں نہ آیا ہو اور اس کے قاعدے زبانی روایتوں پر چلے آتے ہوں مگر رسم و رواج کو قانونی رتبہ حاصل ہونے کے لئے اتنا پرانا ہونا ضرور ہے کہ اس کے برخلاف ہونا لوگوں کی یاد سے باہر ہو *

یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ کامن لا کے لئے کچھ تحریری کتابیں نہیں ہوتیں بلکہ کامن لا پر نہایت بڑی بڑی کتابیں بہت بڑے لائق اور قابل اور واقفکار عالموں نے لکھی ہیں سفرق

یہ ہے کہ کامن لا پہلے جاری ہوتا ہے اور پھیل جاتا ہے اور اُس کے بعد وہ ضبط تحریر میں آتا ہے یا اسپر کتابیں لکھی جاتی ہیں اور تحریری قانون اول تحریر میں آتا ہے اور اُس کے بعد جاری ہوتا ہے اور پھیل جاتا ہے ٭

نازک بحث اس مقام پر یہ ہے کہ مذہبی قانون کس میں داخل ہے تحریری قانون میں یا رواجی قانون میں میں اس بات میں کسی مصنف کی رائے سے واقف نہیں ہوں - مگر میں مذہبی قوانین کو پچھلی قسم میں سمجھتا ہوں - کوئی مذہبی قانون یہاں تک کہ موسےٰ کے دس حکم بھی ایسے نہیں ہیں جن کا رواج قبل اُن کے لکھے جانے کے نہ ہو چکا ہو - بانی مذہب گو کہ وہ خدا ہی کی طرف سے آیا ہو وعظ و نصیحت سے ایک بات کا رواج دینا چاہتا ہے یہانتک کہ رفتہ رفتہ اُس کے گروہ معتقدین میں رواج پا جاتی ہے اور جبکہ اسپر ایک عرصہ گذر جاتا ہے تو وہ بمنزلہ قانون مذہبی کے یعنی ایسی رسم کے جو ایک مذہب کی بنا پر جاری ہوئی مستند ہو جاتی ہے - پُرانے مذہب کے لوگوں میں بہت مذہبی رسمیں انسان کی یاد سے پہلے جاری ہیں وہ نہیں جانتے کہ وہ کیوں جاری ہوئی تھیں اور اُن سے کیا فائدہ ہے اور اب ہم کیوں ان کو کرتے ہیں - پس وہ تمام باتیں بجز اس کے کہ رسم و رواج میں داخل ہوں اور کسی میں داخل نہیں ہو سکتیں - میری رائے ہے کہ مذہب بھی رسم و رواج پیدا ہو جانے کا ایک سبب ہوتا ہے مگر جب تک کہ اس کے مسائل بطور رسم کے جاری نہ ہو جاویں رسم و رواج سے زیادہ قوت نہیں رکھتا - اکثر قوموں میں بلکہ دنیا کی کل قوموں میں بہت سی ایسی رسمیں پائی جاویں گی جو درحقیقت اُن کے مذہب کے برخلاف ہیں مگر ان رسموں نے اُن کے دلوں میں ایسی مضبوط جڑ پکڑ لی ہے کہ مذہب کی نہایت زبردست اور طاقتور کل بھی اُس کے اُکھاڑنے سے عاجز ہو گئی ہے - رسم و رواج کی حکومت انسانوں کے دلوں میں نہایت قوی اور سب سے زیادہ مستحکم ہوتی ہے - ہر شخص غلام سے زیادہ اس کی تابعداری کرتا ہے آقا کو اپنے غلام پر کبھی کبھی نافرمانی کرنے کا اندیشہ ہوتا ہے - مگر رسم و رواج کو اپنے غلاموں کی نسبت نافرمانی کا کبھی اندیشہ نہیں ہوتا ٭

تعجب یہ ہے کہ جاہل اور عالم - نادان اور عقلمند سب برابر اس کی غلامی کرتے ہیں

اچھا قابل اور لائق آدمی جو فلاسفی اور حکمت کے باریک باریک مسئلے حل کرتا ہے۔ جب ان باتوں تک پہنچتا ہے جن کا رسم و رواج مدت سے چلا آتا ہے تو تمام اپنی قابلیت اور عقل و تمیز کو بھول جاتا ہے اور محض نادان شخص کی مانند اس کے آگے سر جھکا لیتا ہے کسقدر ہم کو تعجب آتا ہے جبکہ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ سقراط سا شخص جس نے اپنی قوم کے رفارم کرنے میں اپنی جان دی جبکہ زہر کے پیالہ کا اپنی جان پر اثر پاتا ہے اور اپنی زندگی کو چند لمحہ سے زیادہ نہیں سمجھتا کس وقت اپنے پیارے دوست کریٹو کو وصیت کرتا ہے کہ وہ اُس کی منت کو جو اُسکو ایسکولیپی اس دیوتا پر مرغی چڑھانے کی تھی پوری کرے۔ اس واقعہ سے ہم سمجھ سکتے ہیں کہ رسم و رواج کا انسان کے دلوں پر اور سقراط کے سے دل پر بھی جس کے دل کو گویا خدا نے اپنے ہاتھ سے بنا لیا تھا کیسا کچھ قوی اثر ہوتا ہے۔ ہاں یہ بات بلاشبہ تسلیم کرنے کے لائق ہے کہ جو رسم مذہبی سند یا مذہبی خیال پر قائم ہوتی ہے اسکا اثر انسانوں کے دلوں پہ بہ نسبت اُن رسموں کے جو اور طرح پر قائم ہوئی ہوں بہت زیادہ سخت اور نہایت قوی ہوتا ہے ؛

اس میرے بیان سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ رسم و رواج کا تعلق مذہب اور حکومت اور معاشرت سب سے برابر ہے۔ مگر میں اپنے اس لکچر میں اس بات سے کچھ بحث نہیں کرنے کا کہ جو رسمیں دنیا کی قوموں میں جاری ہیں ان میں سے کون سی اچھی ہیں اور کون سی بُری ہیں۔ بلکہ میں اس بات پر بحث کروں گا کہ رسومات معینہ میں خواہ وہ مذہب سے علاقہ رکھتی ہوں یا حکومت و معاشرت سے۔ اصلاح اور ترقی کی ضرورت ہے یا نہیں اور اگر ہے تو وہ کیونکر ہو سکتی ہے ؛

جو لوگ مذہبی رسومات کے پابند ہیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہی رسمیں سچائی اور انسان کی بھلائی کے لئے نہایت اعلےٰ درجہ کمال پر ہیں اور اُن سے زیادہ ترقی کرنا ممکن نہیں یہاں تک کہ اگر کوئی شخص ان میں ترقی یا اصلاح کرنی چاہے "گو کہ وہ اُسی مذہب کی سند پر کرتا ہو جس مذہب کی وہ رسمیں ہیں" تو اس کو کافر اور مذہب سے خارج قرار دینگے۔ اسکا ٹھکانا بجز جہنم کے اور کہیں نہیں بتلاویں گے۔ مگر ہماری تسلی کو صرف یہی بات کافی نہیں ہے کیونکہ اب تک

ایک نہایت ضروری بات پر خیال نہیں کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ اُن رسومات مذہبی کا اثر ہمارے دل پر درحقیقت اُن کی سچائی کا سبب ہے یا ہماری عادت کا جس کی ہمکو اپنی بچپن سے عادت پڑ گئی ہے ۔

رسم جو حکومت سے متعلق ہے اُسپر پابند رہنے کے لئے بڑے بڑے مشہور مقنن اور عالم طرفدار ہیں۔ ٹیسی ٹس رومی مورخ کا قول ہے۔ کہ "جس سلطنت میں زیادہ قانون ہوتے ہیں اُس میں اُتنی ہی زیادہ بُرائی ہوتی ہے"۔ میں سمجھتا ہوں کہ غالباً میرے ملک کے لوگوں کی بھی یہی رائے ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ہمارا ہندوستان قانون کے بوجھ کے تلے دبا جاتا ہے اور اسی سبب سے اس میں روز بروز پیچیدہ حالات پیدا ہوتے جاتے ہیں۔ اودھ کے رہنے والوں نے جو اودھ کے شمال مغربی اضلاع میں شامل ہونے سے اپنی زیادہ نفرت ظاہر کی غالباً اس کا سبب غالب یہی تھا کہ بہ نسبت حال کے اُن کا ملک قانون کے بوجھ میں زیادہ دب جاوے گا۔ غالباً ہندوستان کی راجاوائی اور ہندوستانی عملداریوں کو اس لئے زیادہ عمدہ سمجھتے ہوں گے کہ وہاں کی حکومتیں مرجا دینے قدیم رسوم پر چلتی ہیں اور تمام جھگڑوں کا فیصلہ رسم و رسم کی پابندی سے ایک عامل کی رائے پر ہو جاتا ہے ۔

رسم و رواج کے طرفداروں کے لئے رومیوں کی حکومت ایک بہت بڑی مثال گنی جاتی ہے جن کی حکومت میں تمام کام "خواہ وہ عام لوگوں سے متعلق ہوتے تھے خواہ لوگوں کے ذاتی کاموں سے خواہ عدالت کے فیصلوں سے" باپ دادا کی رسم پر مبنی ہوتے تھے یہاں تک مجرموں کو سزا دیتے وقت ہم طرح کہ ہم پینل کوڈ کی دفعہ کا حوالہ دیکر سزا دیتے ہیں وہ اپنے باپ دادا کی رسم کا حوالہ دیکر سزا دیتے تھے ۔

"سیاہت" رومی مورخ لکھتا ہے۔ کہ "ٹارکوئین کو جلاوطن کرنے کے حکم میں یہ لکھا گیا تھا کہ "ایک رسم کے تبدیل کے سبب جلاوطن کیا گیا"۔ وہ جل مصنف بھی رسم و رواج کا طرفدار ہے۔ اور کبے سسٹم کا قول ہے۔ کہ "وہ قوم غلامی کی حالت میں ہے جسپر قانون حکومت کرتا ہے اور آزاد قوم وہ ہے جسپر رسم و رواج کی حکومت ہوتی ہے"۔ گولڈ اسمتھ لکھتے ہیں کہ رسم و رواج درحقیقت اپنے باپ دادا کے حکموں کو ورثہ کے طور پر

لینا ہے جسپر خود بھی لوگ چلتے ہیں اور نہایت خوشی و رضامندی سے اس کو مانتے ہیں
اس لئے ملکی رسم و رواج کا جاری رہنا قومی آزادی کا نشان ہے اور جو کہ یہ رسمیں اس ملک
کے معزز و قابل ادب بزرگوں سے اس لئے ان سے آیندہ کو قومی آزادی کے محفوظ
رہنے کو بڑی مدد ملتی ہے۔ مگر مفتوحہ ملک کا حال اس کے برخلاف ہوتا ہے کیونکہ وہاں
کی رعایا جو بسبب مفتوح ہونے کے غلاموں کی مانند ہوتی ہے اس کو ایسے رتبوں کا دعوے
نہیں پہنچتا اس لئے کہ مغلوب ہونے کی ذلت نے ان کے بہادر اور نامور باپ دادا کے
آزاد کاموں کے محفوظ رکھنے کا حق بالکل کھو دیا ہے اور اس حق کو فتحمند قوم نے اپنی قوت و
جرأت سے لیلیا ہے ✤ فتحمندی کو ہمیشہ قوانین کے جاری کرنے اور وہاں کی رعایا کو
بغرض قدیمی رسم کے قانون کے پابند رہنے سے مضبوط کرنا چاہئے تاکہ وہ قانون ہر گھڑی
اُن کو یاد دلاتے رہیں کہ وہ فتح کرنے والوں کے غلام ہیں۔ گولڈ اسمتھ صاحب کی
یہ رائے ہے کہ ایسی مضبوط رعایا پر (جن کے ہاں اُن کے معزز باپ دادا کی پرانی رسمیں
جاری ہوں جو ہر دم اُن کو مفتوحہ ہونے کی ذلت سے اُٹھانا چاہتے ہیں اور آزادی اور بغاوت
کی ترغیب دیتے ہیں) کسی طرح وفاداری و خیرخواہی کا اعتماد نہیں ہو سکتا۔ وہ لکھتے ہیں کہ
شاید یہی سبب تھا جو رومن رپبلکن رسم و رواج کی نہایت عزت کرتے تھے۔ اور
نئے قوانین کے جاری کرنے میں نہایت تامل کرتے تھے اور اسی سبب سے ان کی سلطنت
بہت دنوں تک رہی اور تمام دنیا میں بے انتہا نیکیوں کا نمونہ ہوئی۔ وہ یہ بھی لکھتے ہیں
کہ قوانین کا فائدہ اُن کے ماننے اور اُن کے اوپر عمل کرنے پر منحصر ہے۔ پس رسم و رواج کے
قانون اُن کے بانیوں کی عزت کے سبب از خود معزز ہوتے ہیں اور تمام لوگ ان بانیوں
کی نیکی اور انتظام کی نقل کرنے میں ہمیشہ مشغول رہتے ہیں اسی سبب سے رومن لوگ اپنے
باپ دادا کی یادگاری مذہبی طور پر کیا کرتے تھے اور مدتوں تک اسی طرح عملدرآمد کرنے سے
اُن کے ہاں کی معزز و قابل ادب رسموں کی گردن پر نئے نئے قوانین کی موٹی موٹی اور بھاری
بھاری سلیں سوار نہ ہوئی تھیں ✤

میں سمجھتا ہوں کہ میرے ہندوستانی بھائی گولڈ اسمتھ کے اس فقرہ کو سنکر بہت

خوش ہوئے ہوں گے اور اُن کے دل میں اس بات کا خیال گذرا ہوگا کہ ہندوستان کی حکومت بھی اسی رومی اصول پر ہونی چاہیئے۔ مگر میں چاہتا ہوں کہ وہ ابھی تھوڑا سا صبر کریں کہ مجھے ابھی کچھ اور کہنا ہے ؛

گولڈ اسمتھ رسم و رواج کی طرفداری کرتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ قومی رسموں نے بسبب اپنے پُرانی اور سیدھے سادھے اور مختصر ہونے کے ایک نہایت بزرگ اور ہمیشہ قائم رہنے والی صورت پیدا کرلی ہے جس کی دل میں بڑی عزت بیٹھ گئی ہے۔ مگر نئے قانون جو بڑی بڑی جلدوں میں لکھے جاتے ہیں وہ لوگوں کو گھبرا دیتے ہیں اور ہمیشہ ادل بدل ہوتے رہتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آدمی ان کو بھول جاتے ہیں اور اُن کو حقیر سمجھتے ہیں۔ وہ خیال کرتے ہیں کہ جو کام انسان کرتا ہے اس میں ضرور بڑی بڑی غلطیاں ہوتی ہیں اور اس لئے ضرور ہے کہ ان قانونوں میں بھی کچھ غلطیاں اور نقصان ہوں۔ اور پھر وہ غلطیاں اور نقصان جلد معلوم بھی ہوجاتے ہیں اور ایک جُز میں نقصان ثابت ہونے سے تمام قوانین حقارت کے قابل ہوجاتے ہیں۔ رسومات جو قدیم سے چلی آتی ہیں شاید اُنمیں بھی کچھ نقصان ہوں مگر لوگ ان نقصانوں پر کچھ لحاظ نہیں کرتے بلکہ ان کی حمایت میں ایک دوستانہ تعصب برتتے ہیں ؛

فرض کرو کہ ایک قانون نہایت انصاف سے بھرا ہوا ہے اور ضروری بھی ہے اور اُس کے برخلاف کوئی دلیل بھی نہیں ہے تو بھی لوگ اس قانون کی عزت نہیں کرتے مگر رسم و رواج کے برتنے میں وہ بالکل اندھے ہوجاتے ہیں اور اس کی غلطیوں کو خود دیکھتے اور سمجھتے ہیں اور کچھ نہیں کہتے بلکہ یہ یقین رکھتے ہیں کہ ہمارے عقلمند اور دوراندیش باپ دادوں نے جو کچھ کیا ہے وہ سمجھکر کیا ہے اور کوئی نہ کوئی اس کا سبب ہوگا۔ اگرچہ اب ہم اس کا سبب نہیں جانتے مگر جو فائدے کہ اس رسم کے مقرر کرنے سے تھے اس رسم کے کرتے رہنے سے برابر ہم کو ملتے رہتے ہیں۔ گو کہ ہم نہیں جانتے کہ وہ کیا فائدے تھے اور کیونکر ہم کو ملتے ہیں ؛

ایک اور رومی قانون دان سب سے بڑھکر ایک بات کہتا ہے۔ اُس کا قول ہے کہ جو

رسمیں ہمارے باپ دادا نے مقرر کی ہیں ان کا سبب ہم نہیں بتا سکتے - مگر ہم کو اتنا سبب تلاش کرنا نہیں چاہیئے - ورنہ جس بات کی خوبی پر ہم کو کامل یقین ہے اس میں شک پڑجاوے گا ٭

یہ وہ دلیلیں ہیں جو رسم ورواج کے طرفداروں نے نہایت مضبوط مضبوط سمجھکر بیان کی ہیں - مگر یہ نہ سمجھنا کہ اس کی مخالفت کسی نے نہیں کی ہے - مانٹیسکو مشہور رومی مصنف اس رائے کے بالکل برخلاف ہے - اُسکا قول ہے کہ " جس قوم میں جس قدر زیادہ تحریری قانون ہوتے ہیں وہ اُتنی ہی زیادہ آزاد ہوتی ہے - اُس نے پرشیا کے بادشاہ کو نہایت حقارت سے دیکھا ہے جس نے اپنے ملک کے تحریری قوانین بہت گھٹا دیئے تھے " - بعضوں کا قول ہے کہ " اس سے زیادہ کون ملک نفرت اور حقارت کے قابل ہے جہاں کی حکومت صرف وہاں کے رسم ورواج کے مطابق ہوتی ہے اور کوئی تحریری عمدہ قانون جاری نہیں ہے اور گورنمنٹ اور اُس کی رعایا کے حقوق کی کوئی حد نہیں ہے " میں رسم ورواج کی پابندی کا طرفدار نہیں ہوں - کچھ تھوڑی دیر کے بعد میں آپ صاحبوں کو بتلاؤں گا کہ اُن رایوں میں کسقدر غلطی ہے اور مانٹیسکو کا قول کیسا ادب کے لائق ہے ٭

رسم ورواج کا تعلق جہاں تک کہ مذہب اور حکومت سے تھا اس کا بیان ہوچکا - اور معاشرت سے جو اسکا تعلق ہے اُسکا بیان باقی ہے مگر میں زیادہ اس کی تشریح کی ضرورت نہیں سمجھتا - کیونکہ کوئی قوم بلکہ کوئی خاندان ایسا نہیں ہے جس میں درباب معاشرت ہزارہا اور عجیب عجیب رسمیں جاری نہوں - یہاں تک کہ سوئیٹزرلنڈ ملک میں بھی ہزاروں لغو رسمیں جاری ہیں جبکہ انسانوں کے مزاج میں سے وحشت کم ہوئی اور جانوروں کی طرح جنگل میں رہنے اور خانہ بدوش پھرنے اور جانوروں کے شکار سے پیٹ بھر لینے اور انہی کی کھال پہن لینے کے بدلے انہوں نے تمدن اختیار کیا - اور آپس میں ہل مل کر رہنے لگے اور معاشرت کی حالت پیدا ہونے لگی اسی کے ساتھ رسم ورواج نے بھی ظہور پایا - گویا تمدن و معاشرت رسم ورواج پیدا ہونے کا سبب ہے اور پچھلا پہلے کا نتیجہ ہے - مگر ان کے قایم ہونے کے اور بھی سبب ہوئے ہیں ٭

ملک کی خاصیت مختلف ملکوں کے لوگوں کی مختلف ضرورت قوموں کی طبیعتوں کا اختلاف

ان کے مزوں کا تفاوت جس کو انگریزی میں ٹیسٹ کہتے ہیں اُن کے اعضا کی خصوصاً دماغ کی بناوٹ جس سے اعلےٰ یا ادنےٰ درجہ کے طبعی خیالات پیدا ہوتے ہیں اور اخیر کو علم و ہنر کی ترقی ٭

رسم و رواج کا تبدیل کرنا اور ان کو ترقی دینا انسانی سوئیٹی کے لئے ایسا ہی ضرور ہے جیسیکہ ہر ایک انسان کو زندگی کے لئے سانس لینا اور متغیر ہوا کو نکالنا اور تازہ حیات بخش ہوا کو اندر کھینچنا اگرچہ ہر ایک شخص سمجھتا ہے کہ ہماری رسم و رواج میں تبدیل کی ضرورت نہیں ہے لیکن جبکہ ان سببوں پر خیال کیا جاوے جو رسم و رواج قائم ہونے کے سبب ہیں اور جن کو میں نے ابھی بیان کیا ہے تو معلوم ہوگا کہ وہ سبب ہی شاید سوائے بعض کے ایسے ہیں جن میں ہمیشہ تغیر و تبدل ہوتی رہتی ہے - اور اثر یہ ہے کہ وہ سب زمانہ کے گزرنے پر ترقی پا جاتے ہیں - پس ضرور ہے کہ ان کے نتیجوں یعنے رسموں میں بھی تبدیل اور ترقی ہو - یہ دعوی منطقی شکل پر اس طرح قائم ہوتا ہے کہ " رسمیں نتیجہ ہیں زمانہ کی حالت کا اور زمانہ کی حالت ہمیشہ قابل تغیر ہے پس رسمیں بھی قابل تغیر ہیں ٭

یہ خیال کہ ہماری رسموں میں تبدیل کی ضرورت نہیں ہے اگرچہ وہ کیسے ہی مضبوط یقین سے دل میں بیٹھا ہو) بھروسے اور اعتماد کے لائق نہیں ہے - کیونکہ ممکن ہے کہ صرف عادت نے یہ خیال ہمارے دل میں جمایا ہو - اس بات کا اندازہ کرنا کہ انسان جن عادتوں میں ابتدا سے پرورش پاتا ہے اور پلتا ہے اور بڑھتا ہے وہ کہاں تک اسمیں اثر کر جاتی ہیں اور دوسری طبیعت سے ہو جاتی ہیں حقیقت میں انسان کی طاقت سے بھی بہت زیادہ اور بلند درجہ پر ہے چنانچہ مختلف قوموں کی مختلف رسموں پر لحاظ کرنے سے اس بات کی بخوبی تصدیق ہو جاتی ہے ٭

رسومات میں اصلاح کرنے کی ضرورت خود انسان کی حالت پر غور کرنے سے ثابت ہوتی ہے جبکہ ہم انسانوں کی سوسیٹیوں پر نظر ڈالتے ہیں تو اُن کی تمام رسمیں کیا مذہب کی اور کیا حکومت کی اور کیا معاشرت کی مختلف پاتے ہیں - مختلف کا لفظ شاید میں نے غلط کہا کیونکہ مجھ کو یوں کہنا چاہیئے کہ ایک کی رسم کو دوسرے کی رسم کے برعکس بلکہ نقیض پاتے ہیں اور جو کہ دو نقیضیں

کبھی سچ نہیں ہو سکتیں اس لئے دونوں کی دونوں رسمیں بھی اچھی نہیں ہو سکتیں پس رسومات متنافظہ کا موجود ہونا ہی کافی ثبوت اس بات کا ہے کہ رسومات کا توڑنا اور تبدیل کرنا اور ترقی دینا نہایت ضرور ہے۔ اس بات کے ثبوت کے لئے کہ مختلف قوموں میں تینوں قسم کی متناقض رسومات موجود ہیں اُن قوموں کی رسومات پر جو مذہب۔ حکومت اور معاشرت سے متعلق ہیں غور کرنی کافی ہے ؛

دیکھو اگلے زمانہ کے یونانیوں اور مصریوں اور ہندوستان کے ہندوؤں کو جو مذہبی رسومات میں بیسیوں دیوتاؤں کو ماننا اور اُن کی پرستش بجالانا اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتے ہیں مگر یہودی اور مسلمان ٹھیک اس کے برخلاف ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ سوائے ایک خدا کے کسی دوسرے کی پرستش کرنا ٹھیک جہنم میں جانا ہے ؛

یہودی اور مسلمان اور ہندو جنگ کے وقت اپنی نجات کے لئے قربانیاں کرتے ہیں مگر ایک بدھ مذہب کا ہندو اسکو بہت بڑی ہتیا اور سخت عذاب کا کام سمجھتا ہے ؛

ہندو اور رومن کیتھلک اپنے پیشواؤں کی مورتوں کے سامنے خوشیوں کے حاصل کرنے کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ مگر پہودی اور پروٹسٹنٹ اور مسلمان اُسکو روحانی موت کا ذریعہ خیال کرتے ہیں۔ ایک نہایت نیک دل ہندو نہایت سچائی اور دلی اعتقاد سے اور بیکنٹھ میں جانے کی یقین سے ایک دیوتا کی مورت پر اپنی جان کو آپ قربانی کرتا ہے۔ مگر عرب کے ریگستان کا قانون بنانے والا ایسے فعل کو خودکشی قرار دیتا ہے۔ اور اُس کے کرنے والا کو نرک میں ڈالتا ہے ؛

ایک ہندو اپنے پیارے باپ کی لاش کو کس محبت اور عزت اور نیکی اور ابدی نجات کے یقین سے نہایت خوفناک اور تیز بھڑکتی آگ میں جلاتا ہے۔ اور پھر اس کی جلی مٹی سے اُسکی ہڈیوں کو چنتا ہے۔ اور اُنکا نام پھول رکھتا ہے اور پھر گنگا میں بہاتا ہے مگر ایک یہودی یا عیسائی یا مسلمان اس کو نہایت بے رحمی اور سنگدلی کا کام سمجھتا ہے وہ کسی مجرم کی لاش کو بھی آگ میں ڈالنا سخت گناہ سمجھتے ہیں۔ ان کے خیال میں بھی نہیں آتا کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ اپنے عزیز کی لاش کو خود اپنے ہاتھوں جلتی آگ میں ڈال دیا جاوے۔ پس یہ بات غور کے قابل ہے

کہ مذہبی رسومات بھی ایک قوم کی دوسری قوم سے کیسی مخالف ہیں ٭

رسومات جو حکومت سے متعلق ہیں وہ بھی باہمی اختلاف رسومات کے اندازہ سے مختلف ہیں۔ ایک ٹکڑا امریکہ کا غلاموں کو آزاد کرنا گورنمنٹ کا ایسا ہی فرض سمجھتا ہے جیسے کہ دوسرا ٹکڑا مالکوں کا حق غلاموں پر قائم رکھنا واجب جانتا ہے۔ زنجبار کا بادشاہ غلاموں کی سوداگری کو ایک عمدہ اور نہایت پاک محاصل بادشاہی خزانہ کا سمجھتا ہے۔ مگر انگلینڈ کی ملکہ اس کے معدوم کرنے کو جنگی جہاز روانہ کرنے پر آمادہ ہوتی ہے ٭

اسی ہندوستان کی پہلی حکومت میں دخترکشی ایک رسم ناقابل مزاحمت اور نئی ایک رسم قابل ادب اور تعظیم کے تصور کیجاتی تھی۔ مگر فورٹ ولیم کا قانون بنانے والا اسکو قتل انسان مستلزم سزا کا جرم قرار دیتا ہے ٭

معاشرت و تمدن کی رسومات کے اختلاف کی تو کچھ انتہا ہی نہیں ہے۔ ایک قوم کو دیکھتے ہیں کہ وہ سر ننگا کرنا اور پاؤں میں جوتی پہنے رہنا نہایت تعظیم و ادب کا آداب کرنا سمجھتی ہے مگر میں سنتا ہوں کہ ہندوؤں میں سر ڈھانکے رہنا اور جوتی اُتار کر ننگے پاؤں ہو جانا غایت درجہ ادب و تعظیم کا کام سمجھا جاتا ہے (میں نے ہندوؤں کی تخصیص اس مقام پر اس لئے کی۔ کہ مسلمانوں میں جوتی اُتار کر ننگے پاؤں ہونا داخل ادب نہیں ہے) سب سے بڑا معاملہ معاشرت اور تمدن کا شادی و بیاہ سے متعلق ہے۔ ایک قوم کی خوبصورت نیک لڑکی نہایت پاک مگر محبت کے بھرے ہوئے دل سے اپنے لئے آپ شوہر پسند کرتی ہے۔ مگر ہندوستان کی قوم کی لڑکی بیاہ کے بعد بھی کبھی اپنے شوہر سے بات تک نہیں کرتی ٭

دیکھو کثرت ازدواج یعنی ایک سے زیادہ شادی کرنی ایک قوم میں کس قدر معیوب اور کیسی قابل نفرت قرار پائی ہے۔ مگر ہندوستان کی ایک قوم کولین میں یہ رسم کیسی عمدہ اور مبارک سمجھی جاتی ہے۔ ستر برس کے بڈھے سے سات برس کی لڑکی کی جو اٹھارویں جوروا اُس بڈھے کی ہوتی ہے شادی کی جاتی ہے اور شادی کرنے والے اس شادی کو بہت بڑا پن اور نہایت ہی عمدہ کام سمجھتے ہیں۔ اور قوم کے ہندو بھی کثرت ازدواج کو معیوب نہیں سمجھتے اور مسلمان بھی چار تک اور ان کا ایک فرقہ کولین فرقہ سے بھی بڑھکر لاانتہا تک کثرت ازدواج کو معیوب نہیں سمجھتا۔ مگر

یورپ کی سوسیٹی میں کثرت ازدواج پر مثل ایک سنگین جرم کے سزا دی جاتی ہے ٭

آپ زیادہ تر تعجب کرینگے جبکہ آپ اس قوم کی رسم پر غور کریں گے جو کوہستان ہمراج کا علاقہ کانگڑہ میں آباد ہے اور جو کنیت کہلاتی ہے اور جن میں یہ رسم ہے کہ چار پانچ بھائیوں میں صرف ایک عورت ہوتی ہے یعنی وہ سب ایک سے شادی کرتے ہیں اور وہ سب کی جورو ہوتی ہے جو شوہر خلوت کے مکان میں اُس کے پاس جاتا ہے اپنی لاٹھی جوتی باہر چھوڑ جاتا ہے تاکہ دوسرا شوہر ان نشانیوں کو دیکھ کر اُلٹا پھر جاوے ٭

اس پہاڑی ملک کو ایک وحشی ملک سمجھکر حقیر مت سمجھو۔ اسپارٹا کے ملک میں بھی ایک زمانہ میں ایسی ہی رسم تھی۔ وہاں کے مرد بغیر خاص وجہ کے ایک سے زیادہ شادی نہ کر سکتے تھے۔ وہاں کی عورتیں ایک سے زیادہ خصم کرنے کی بلا قید مجاز تھیں اور کئی کئی خصم ساتھ رکھتی تھیں ٭

جس طرح کہ ہم لوگ ایک عورت کے کئی خصم ہونا معیوب سمجھتے ہیں اسی طرح وہ لوگ ایک مرد کی کئی جورو ہونا سخت عیب اور نہایت ہی عجیب بات خیال کرتے ہیں ٭

ایک چینی جن میں دانتوں کا سیاہ کرنا نہایت پیاری رسم ہے جب یورپ میں جاتا ہے تو تمام لیڈیوں کے سفید اور موتی کے سے آبدار دانت دیکھکر نہایت ہی متعجب ہوتا ہے اور جب ان کو چلتا پھرتا دیکھتا ہے تو اور بھی تعجب میں ہوتا ہے۔ کیونکہ چینیوں میں عورتوں کے پاؤں لوہے کے شکنجے چڑھا کر ایسے چھوٹے کر دیتے ہیں کہ وہ چلنے پھرنے کے قابل نہیں رہتیں ٭

اگر کوئی اشراف مسلمان خاندان کی عورت عربی گھوڑے پر سوار ہو کر شہر میں نکلے۔ تو کون سا عیب ہے جو اُس پر نہ لگایا جاوے۔ مگر تم اسی ہندوستان میں ایک تربیت یافتہ اور فتحمند قوم کو دیکھتے ہو کہ ان کی تمام لیڈیاں مثل مردوں کے باہر پھرتی ہیں اور عجائبات قدرت الٰہی کو دیکھتی ہیں اور قدرتی چیزوں کے دیکھنے اور ملکوں کی سیر کرنے اور دریاؤں اور جنگلوں کے تماشے دیکھنے سے مردوں کی مانند عقل و علم و تربیت حاصل کرتی ہیں۔ شاید تمہاری نگاہ میں یہ ہنر عیب ہو۔ مگر جس کو تم ہنر سمجھتے ہو وہ اُس کو نہایت سخت عیب

سمجھتے ہیں +

کیا آپ لوگ اس رسم کو عجیب اور نہایت ہی عجیب نہ سمجھیں گے۔ کہ میسوکی ایک قوم میں یہ رسم ہے کہ جب کسی عورت کے ہاں اوّل مرتبہ لڑکا پیدا ہوتا ہے یا پانچ عورت لڑکے کو متبنّٰی کرتی ہے تو اپنے ہاتھ کی دو اُنگلیوں کی ایک ایک پور کٹوا ڈالتی ہے اور اُس کو نہایت ہی مُبارک سمجھتی ہے +

یہ چند مثالیں بطور نمونہ کے میں نے آپ کے سامنے بیان کیں ورنہ بہت سی ایسی رسمیں نکلیں گی کہ جن کو ایک قوم نہایت اچھا اور دوسری نہایت ہی بُرا سمجھتی ہوگی۔ اور چونکہ وہ دونو رسمیں آپس میں برخلاف ہیں اس لئے وہ دونو رسمیں اچھی نہیں ہوسکتیں یا وہ دونو بُری ہونگی یا اُن میں سے ایک اچھی ہوگی اور ایک بُری ہوگی۔ پس اگر رسموں کی پابندی کیجاوے۔ تو ضرور کوئی نہ کوئی قوم ایسی رسموں میں جو درحقیقت بُری اور خراب ہیں مُبتلا رہے گی +

جو لوگ رسموں کی پابندی کے طرفدار ہیں اُن سے یہ سوال ہوتا ہے کہ جن رسموں کی تم پابندی چاہتے ہو وہ رسمیں بھی بعد اصلاح و ترمیم و تبدیل کے تمہارے بزرگوں نے قائم کی تھیں کیونکہ تمہارے بزرگوں کے بزرگ اس سے بھی زیادہ وحشیانہ رسموں میں مبتلا تھے۔ پس جبکہ ہمارے بزرگوں نے اپنے بزرگوں کی رسموں کو اصلاح کیا ہے تو ہم اپنے بزرگوں کی رسموں کو جو اصلاح کے قابل ہوں کیوں نہ اصلاح کریں +

اگر رسموں کا اصلاح کرنا ابتدا سے انسان کی نسلوں میں جاری نہ ہوتا اور ابتدا سے تمام انسان رسموں کی پابندی کے ایسے ہی طرفدار ہوتے جبکہ ٹیسی ٹس۔ ورجل۔ کرے سسٹم۔ اور مسٹر گولڈ اسمتھ تھے۔ جن کے قول میں نے اوپر بیان کئے تو آپ جانتے ہیں کہ ہماری تمہاری کیا حالت ہوتی۔ ہم میں سے کسی کے اگر پیچھے کسی درخت کے دو پتے بندھے ہوتے اور کسی کے کسی جانور کی بالوندار کچی کھال لپٹی ہوتی اور عدن کے درختوں کی آڑ میں بیٹھے ہوئے خدا کے گیت گایا کرتے۔ پس جو لوگ رسموں کی اصلاح و ترقی کے برخلاف ہیں وہ خود اُس میں مبتلا ہیں جس سے لوگوں کو منع کرتے ہیں۔ کیونکہ

وہ ایک ترقی یافتہ زمانہ کی رسموں کو پکڑتے ہیں اور دوسری ترقی یافتہ زمانہ کی رسموں کے پکڑنے سے انکار کرتے ہیں ٭

تمام کام جو رسم کے برخلاف کیئے جاتے ہیں ابتداء سب کو بُرے معلوم ہوتے ہیں اس کا بڑا سبب بے علمی یا ناقص تعلیم اُن کی تعلیم کو اس قدر قوت نہیں بخشتی کہ وہ رسومات کے اس تعصب اور جہالت اور ہٹ پر جو عادتاً اُن کے دل میں بیٹھی ہوئی ہے غالب آوے اور نہایت انصاف سے دیکھے کہ رسومات معینہ میں درحقیقت کیا نقص ہیں اور اُن کی ترقی اور اصلاح کی ضرورت ہے یا نہیں ٭

ایک عادل اور منصف گورنمنٹ کو جو اپنی رعایا کی حالت کی ترقی بھی چاہتی ہو قانون بنانے اور اُن کو جاری کرنے نہایت ضرور ہیں جبکہ رعایا کی حالت اُن کی عادت اور اُن کے خیالات اور اُن کے معاملات اور اُن کی معاشرت تبدیل ہوتی جاتی ہے یا نئی قسم کے حقوق اور نئے طور کی ملکیت پیدا ہوتی ہے یا خود گورنمنٹ کو اپنے استحکام اور استقلال کے لئے نئے انتظاموں کی ضرورت پیش آتی ہے تو پرانی رسوم کے موافق چلنے سے کام نہیں چلتا اور بلاشبہ قوانین جدید کے بنانے کی ضرورت پڑتی ہے۔ اور یہی سبب ہے کہ تم ہندوستان میں اور سیر تمام تربیت یافتہ گورنمنٹوں میں نئے نئے قانون جاری ہوتے ہوئے دیکھتے ہو۔ ہاں یہ بات میں دل سے تسلیم کرتا ہوں کہ ایسے قوانین کا جاری ہونا بصلاح اور مشورہ رعایا کے نمائیوں کے ہونا چاہیئے اور مجھے نہایت افسوس ہے کہ ہندوستان میں ایسا نہیں ہوتا اور ایسا نہ ہونے میں کچھ تو گورنمنٹ کی غلطی ہے اور زیادہ تر ہم رعایا کی نالایقی مگر امید ہے کہ چند روز بعد کافی تعلیم سے یہ دونوں باتیں رفع ہو جاویں گی ٭

رسومات کی اصلاح و ترقی جس طرح کہ انسان کے ظاہری طریقہ زندگی کو فائدہ دیتی ہے اسی طرح اس کی عقل کو بھی ترقی دیتی ہے۔ ایک بات کے پیچھے لگے رہنے اور اسی لکیر پر چلنے سے انسان کی عقل سو جاتی ہے اور قوت ایجاد جو خدا نے انسان میں رکھی ہے وہ معطل بلکہ قریب معدوم ہونے کے ہو جاتی ہے اور اس سبب سے قومی تنزل شروع ہو جاتا ہے کیونکہ قوت ایجاد کے معطل ہونے سے تمام علوم و فنون میں فتور آجاتا ہے اور کسی چیز میں

ترقی نہیں ہوسکتی - یہاں تک کہ جولاہے اور بڑھئی اور لوہار بھی اپنے اپنے پیشہ میں نہ کچھ ترقی کرسکتے ہیں اور نہ کچھ ایجاد کرتے ہیں اور ٹھیک یہی حال ہندوستان کا رسومات کی پابندی سے ہوگیا ہے ٭

رسوٹ کی اصلاح اور ترقی کے وقت بلاشبہ نازک مسئلہ بحث میں آتا ہے کہ کون سی رسم اچھی اور کون سی بُری ہے - اور اس کا جانچنا اور تصفیہ کرنا بھی کچھ آسان کام نہیں ہے - اور نہ اسپر بحث کرنا میرے اس لکچر میں مقصود ہے - مگر زمانہ اور تعلیم اور تربیت خود اچھی اور بُری رسموں کو جُدا جُدا کرتا اور بتلاتا جاتا ہے اسوقت بھی اس کمرہ میں جس قدر لوگ موجود ہیں غالباً اُن میں چند ایسے بھی ہوں گے جو اِن رسموں سے جن کو وہ کرتے ہیں بہت سی رسموں کو بُرا سمجھتے ہونگے اور اُن کی اصلاح و ترقی کی بھی نہایت خواہش رکھتے ہوں گے - مگر اس بات میں متحیر ہونگے کہ کیونکر اُنکو چھوڑیں اور کسطرح اُن کی اصلاح و ترقی کریں ٭

بعضوں کا یہ خیال ہے کہ اگر گورنمنٹ دست اندازی کرے یا صاحب کلکٹر توجہ فرماویں تو ہم کو ان بد رسموں کا اپنی قوم سے چھوڑانے کا اور سب کو دھمکا کر راہ پر لانے کا موقع ملے - اُن کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہم بدنامی سے محفوظ رہیں اور گورنمنٹ کو لوگ بدنام کریں اور گورنمنٹ سے ناراضی کا بیج لوگوں کے دلوں میں بوئیں اور جو لوگ اس سے زیادہ سنجیدہ اور متین اور معقول ہیں وہ ہمیشہ یہ کہتے رہتے ہیں کہ اگر برادری کا اتفاق ہوا اور بزرگ بزرگ لوگ اُس کو کرنے لگیں تو یہ کام چلجائے - مگر نہ کبھی کسی رسم کے چھوڑنے یا بدلنے پر اتفاق ہوتا ہے - اور نہ کسی رسم میں اصلاح و ترقی ہوتی ہے - بلکہ اسی تاریکی کی حالت میں زمانہ کا زمانہ گذر جاتا ہے ٭

اکثروں کا یہی خیال ہے کہ آپس میں اتفاق ہو تو رسموں میں اصلاح و ترقی ہو گویا وہ اصلاح و ترقی کو اتفاق پر منحصر سمجھتے ہیں ٭

جس شخص کے دل میں اصلاح و ترقی کا خیال ہو اُسکو چاہئے کہ خود نہایت استقلال اور مضبوطی اور بہادری سے تمام قوم سے اختلاف کرے اور اُس رسم کو توڑ دے یا اس میں اصلاح و ترقی کرلے اُس میں کچھ شک نہیں کہ تمام قوم اُسکو بُرا کہے گی اور نکو بنائے گی مگر

پھر رفتہ رفتہ لوگ اس کی پیروی کرنے لگیں گے اور جس طرح کہ اوّلاً وہ ہدف تیر ملامت ہوا تھا انجام کو وہی سب کا ہادی اور پیشوا اور مصلح قوم شمار کیا جاوے گا۔ جب تک کوئی شخص تمام قوم سے اختلاف کر کر رسم کو نہ توڑے وہ رسم موقوف ہی نہیں ہو سکتی۔ پس یہی ایک طریقہ اختلاف ہے جس سے قوم کی اصلاح و ترقی ہو سکتی ہے۔ اور ایسا کرنے والا ہی سچا خیر خواہ اپنی قوم کا متصور ہے۔ پس میں اپنے عزیز ہموطنوں سے کہتا ہوں کہ چپکے چپکے اپنے فرقے کے لوگوں میں بیٹھکر رسموں کو برا کہنا اور اُن کی اصلاح و درستی کے لئے ساتھیوں کو ڈھونڈنا اور قید سے نکلنے کے لئے قافلہ کی راہ دیکھنا محض بے فائدہ اور سراپا غلطی ہے جو شخص بہادر ہے اور اپنی قوم کا سچا خیر خواہ اسکو خود اس بھاری بیڑی کو توڑ کر میدان میں آنا چاہیئے تاکہ لوگوں کو بھی اس قید سے نکلنے کی جرأت اور ہمت ہو ؛

اگلے اور حال کے زمانہ میں جن لوگوں نے اپنی قوم کی بھلائی چاہی اُنہوں نے اسی طریقہ پر عمل کیا ہے۔ اور آجتک دنیا میں کوئی مثال ایسی نہیں ہے کہ بغیر اس طریقہ کے کسی دوسرے طریقہ سے قومی ترقی اور بد رسومات کی اصلاح ہوئی ہو۔ میرا یہ دعوے چند عمدہ اور قابل ادب قدیم زمانہ کی مثالوں سے اور نیز جو واقعات کہ اس زمانہ میں گذرے ہیں ان پر بطور تمثیل غور کرنے سے بخوبی ثابت ہو سکتا ہے ؛ .

دیکھو اس زمانہ سے ساڑھے اڑتیس سو برس پیشتر "اور کلدانیاں" میں ایک جوان تھا جسکو ابراہیمؑ کہتے تھے۔ اس نے اپنی قوم کو بت پرستی میں پڑا اور بہت سی بد رسموں میں پھنسا ہوا دیکھا اس کا دل اپنی قوم کی خراب حالت پر جلا۔ خدا نے اس کی مدد کی وہ اپنی قوم کے برخلاف کھڑا ہوا اور پکار کر یہ بول اُٹھا۔ اِنّی وجھت وجھیَ للّذی فطر السّمٰوٰتِ والارض حنیفاً وما انا من المشرکین ؛ تمام قوم نے اُس کو لعنت ملامت کی قتل کرنا چاہا۔ آگ میں ڈالنا چاہا۔ مگر خدا نے اسکو بچایا اور پھر انجام یہ ہوا کہ وہی ابراہیمؑ تمام دنیا کی قوموں کے لئے رحمت ٹھیرا۔ صلواۃ اللہ علیہ وعلی اللہ ؛ .

پھر خدا کی اس قربانی کی بھیڑ کو دیکھو جس کا اسی کی قوم نے اپنی دانست میں نہایت بیرحمی اور سنگدلی سے کالوری پہاڑی کے نیچے بیت المقدس کے پاس خون بہایا۔ اس بے گناہ کا گناہ

تھا کہ اپنی قوم کی رسومات کی بُرائی کرتا تھا۔ ان کو بذاتی اور ریاکاری سے منع کرتا تھا۔ اسکا یہ گناہ تھا کہ اسنے فروسیوں سے کہا کہ "تم پیالے اور باسن کو باہر سے صاف کرتے ہو۔ پر تمھارا اندر ظلم و بُرائی سے بھرا ہوا ہے"۔ اے فروسیو "تم پر افسوس کہ تر کاریوں کا دسواں حصہ دیتے ہو پر انصاف اور خدا کی محبت سے گذرتے ہو"۔ اے فقیہو "تم پر بھی افسوس کہ جن بوجھوں کا اُٹھانا تمکو مشکل ہے اسکو لوگوں پر ڈالتے ہو اور اُنگلی تک نہیں لگاتے"۔ یہ سچ ہے کہ راستبازی نے اسکو نہایت مصیبت میں ڈالا اور خود اُسی کی قوم کے ہاتھ سے اُسپر جو کچھ گذرتا تھا گذرا مگر اسکا انجام یہ ہوا کہ تینتیس[۳۳] کروڑ پچاس لاکھ آدمیوں نے اسکو خدا کا اکلوتا بیٹا مانا اور سولہ[۱۶] کروڑ آدمیوں نے اسکو روح اللہ اور کلمت اللہ جانا ٭

دیکھو ریگستان عرب کے ہادی کو جس نے اپنی قوم کو لات و منات و عزیٰ کی پرستش سے چھوڑایا اور اولاد کی قتل سے بچایا گو کہ اسی کی قوم نے اسکو ستایا اور وطن سے نکالا مگر انجام کو خدا کا آخری پیغمبر مانا اور اُسی کی بدولت سب نے خدائے واحد کو پہچانا۔ صلی اللہ علیہ وسلم ٭

سقراط کا واقعہ بھی کچھ کم حیرت انگیز نہیں ہے اس نے نہایت نیکی اور نیک دلی سے اپنی قوم کی بھلائی پر کمر باندھی۔ ان کی بدرسموں کی اصلاح چاہی۔ مگر اسی کی قوم نے اسپر دیوتاؤں کے بُرا کہنے اور ایتھنز کے نوجوان لڑکوں کے بہکانے کا الزام لگایا۔ یہاں تک کہ زہر کے پیالے سے اُسکو مارا۔ مگر چند روز بھی نہیں گذرے تھے کہ تمام ایتھنز کے رہنے والوں نے اسکا ماتم کیا اور تمام دیوتاؤں سے اسکو بڑا دیوتا مانا ٭

لوتھر مقدس کا ذکر بھی اس موقع کے مناسب ہے۔ جس نے عیسائی چرچ کی تمام بدرسموں کا مقابلہ کیا اور اپنی سچائی پر نہایت استقلال سے قائم رہا۔ پلاطرس کی سیڑھی پر نجات کی امید میں گھٹنوں کے بل چڑھتے وقت یہ غیبی آواز اُس کے کان میں آئی کہ "سچے ایمان سے نجات پاوے گا"۔ اسی پر وہ مستقل رہا اور اسی کا وعظ اپنی قوم میں کیا ٭

وتم برگ کے چوک میں جو آگ جلائی گئی اس سے کچھ خوف نہیں کیا۔ اور پوپ کے برخلاف اتوار کے دن گرجا میں چلا کر بولا کہ "خدا تعالیٰ برخلاف اپنی عدالت اور صداقت کے گناہوں کے بدلے دام نہیں لیتا" ٭

اُسی نے اپنی جان کا خوف نہ کرکے کارڈینل کی اُس گفتگو کے وقت کہ پوپ کو سب باتوں اور ساری چیزوں پر اختیار ہے۔ یہہ کہا کہ "ہاں مگر پاک کتاب پر نہیں"۔ اُسی کی قوم نے اس بھلائی کے عوض اسکو خوب ستایا اور اس نے نہایت افسوس سے لکھا کہ "یہ کیسا زمانہ ہے کہ سچائی کا طالب ہونا ایک بڑی تقصیر معلوم ہوتی ہے"۔ مگر آج وہی لوتھر ہے جس کا نام کروڑوں عیسائیوں کے دل میں نہایت مقدس ہے +

امام حجتہ الاسلام غزالی کا نام لئے بغیر میں اس فہرست کو ختم نہیں کرسکتا جس نے اسرار مسائل اسلام کے بیان کرنے میں تا بمقدور اپنی سعی و کوشش کی۔ اگرچہ بڑے بڑے متعصب مولویوں نے اس کے کفر کے فتوے دئے اور اس کی کتاب احیاء علوم الدین کے جلانے کا حکم دیا اور اُس کے قتل کے احکام جاری ہوئے مگر انجام کار وہی غزالی امام اور حجتہ الاسلام کے لقب سے پکارا گیا +

اس زمانہ میں جو واقعات گذرتے ہیں اور جن کو اس کمرے کے اکثر لوگوں نے اپنی آنکھ سے دیکھا ہوگا۔ وہ بھی یہی ہیں کہ جس شخص نے رسومات کی اصلاح و ترقی چاہی فی الفور اُس نے اپنی تمام قوم سے مخالفت کی اور رفتہ رفتہ لوگ اُس کے ساتھی ہوتے گئے +

دیکھو راجہ رام موہن رائے نے کس طرح اپنی قوم سے مخالفت کرکر ہر قسم کی رسومات میں اصلاح کی اور کتنی کچھ نیکی اپنی قوم میں پھیلائی +

بابو کیشب چندر سین کا حال سب آپ صاحب جانتے ہیں کہ آفتاب کی مانند جو مشرق سے طلوع کرے اُس کی ذات سے اُس کی قوم میں روشنی پھیلتی جاتی ہے۔ جڑ اس کی یہی ہے کہ اسنے رسومات کی پابندی کو توڑا اور اپنی قوم کی مخالفت سے کچھ نہیں ڈرا +

بنگالہ میں ایشر چندر ودیا ساگر کے نام کو اور بمبئی میں وشنو پرشرام شاستری مہاراشٹر برہمن کے نام کو برکت ہو جنہوں نے ہندو بیوہ عورتوں کی شادی کے رواج میں نہایت کوشش کی اور اپنی ذات اور اپنی قوم کی رسم کو توڑا +

ایشر چندر بھٹاچارجی بھی کچھ کم ادب کے لایق نہیں ہے جس نے صرف زبانی بات چیت پر اکتفا نہیں کیا بلکہ سب سے اوّل خود ایک بیوہ سے شادی کی۔ اور پرانی رسم کا جو سانپ کی طرح

چمٹ رہی تھی سر کچلا +

رام تنولا ہیڑی کا نام بھی نہیں بھولا جا سکتا جس نے اپنی قوم کے مجمع میں سوت کے بٹے ہوئے جنیو کو توڑ پھینکا اور سچائی کا سچا جنیو اپنے لئے جانا +

کیا ہمارے سب سے پہلے ہندوستانی سویلین ست اِیندر ناتھ ٹاگور کا نام بھولنے کے لائق ہے جو ذات کی نہایت بھاری بیڑی سے آزاد ہوا۔ سمندر کے پار جانے کے گناہ کو ہزاروں نیکیوں سے بھر دیا۔ آپ جانتے ہیں کہ کس خاندان کا یہ شخص ہے۔ یہ اُن عالم برہمنوں میں سے ایک کی اولاد ہے جن کو گوڑ کے راجہ نے قنوج سے بُلایا تھا جس کا نام بھٹ نارائن تھا اور جسکی تصنیف کی ہوئی دینی سمہار کتاب موجود ہے +

اس کے بزرگوں میں سے ایک شخص کو بنگالہ کے کسی نواب نے دوستانہ طور پر دعوت میں بلایا وہ گیا۔ مگر کھایا نہیں اسپر اُس کی قوم کے لوگوں نے کہا کہ کھانے کی خوشبو سونگھنا آدھے کھانے کے برابر ہے اور اسی سبب سے ذات سے اُسے خارج کر دیا۔ مگر دیکھو زمانہ کی تبدیلی سے اب کتنا فرق ہے۔ ہمارے ہندو دوست ہمارے ساتھ کھاتے نہیں۔ مگر کھانے کے وقت ملتے ہیں۔ میز کے پاس بیٹھتے ہیں۔ دوستانہ بات چیت کرتے ہیں۔ اور کوئی کچھ عیب نہیں سمجھتا +

اب اخیر کو میں سوامی دیانند سرستی کا نام لیتا ہوں جس کو مرزا پور کے لوگ بخوبی جانتے ہیں۔ اس کے خیالات کیسے ہی کیوں نہوں۔ اور وید دھرم شاستر کے مطابق ہوں یا نہیں کیونکہ میں اس پر ٹھیک رائے دینے کے قابل نہیں ہوں۔ مگر میں اس بات کی تعریف کرتا ہوں کہ اس کا ارادہ نہایت نیک ہے جو اُس کے دل میں ہے۔ وہ علانیہ کہتا ہے۔ گو میں مجھ کو شک ہے کہ وُہی کرتا بھی ہے یا نہیں +

اے میرے دوستو۔ یہ زمانہ ایسا ہے کہ ہر ایک کے دل میں تہذیب و شائستگی کی اُمنگ ہے۔ بہت سے لوگوں کو تم دیکھو گے کہ ہزاروں رسموں کو فضول اور لغو سمجھتے ہیں۔ اور کچھ بھی اُس میں یقین نہیں رکھتے پر کرتے ہیں۔ اور بہت سی ایسی باتیں ہیں جن کے بے نقص ہونے پر یقین کرتے ہیں پر کرتے نہیں۔ ایسی باتوں سے کچھ قوم کی

بھلائی نہیں ہوسکتی - بلکہ میری سمجھ میں یہ بھی ایک قسم کی دغابازی ہے - میری
نصیحت تم سب کو یہ ہے کہ کرو اُس کو جس پر تم کو دلی یقین ہے - اور مت کرو اُسکو جس پر
تم کو دلی یقین نہیں - یہی اصلی سچائی ہے اور یہی ایک بات ہے - جس پر دونو جہان
کی نیکی منحصر ہے - خدا تمہارے نیک کاموں میں تمہاری مدد کرے +

اسپیچ جو ۹ م - دسمبر ۱۸۷۳ء کو جلسۂ صدر انجمن اسلامیہ لاہور میں نسبت مدرسۃ العلوم و تعلیم مسلمانان کی گئی *

صدر انجمن اور بزرگان و رئیسان و سرداران پنجاب !

میں ایک مدت دراز سے آپ صاحبوں کی زیارت کا اور آپ سب کی ملازمت کا مشتاق تھا اُسی اشتیاق سے میں نے ایک لنبا سفر اختیار کیا اور آج میں اپنے تئیں نہایت معزز و خوش قسمت پاتا ہوں کہ آپ صاحبوں کی خدمت میں حاضر ہوں آپ صاحبوں کی ملازمت سے جو عزت کہ مجھ کو حاصل ہوئی میں اپنی تمام زندگی کی کسی ساعت کو اُس سے زیادہ معزز نہیں سمجھتا *

ملک پنجاب ایک مشہور و نام آور ملک ہے اُس کی شادابی اور سرسبزی - خوبی اور خوش نمائی تمام ہندوستان میں ضرب المثل ہے - یہ ملک صرف اپنی ملکی خوبیوں ہی کے سبب سے نام آور نہیں ہے بلکہ اس میں ایسے حالات گذرے ہیں جو ایک نہایت دلچسپ اور عبرت انگیز تاریخی واقعات کو بھی یاد دلاتے ہیں - مسلمانوں کی گذشتہ تاریخ کا یہ ملک ایک سرچشمہ ہے جس کے دیکھنے سے وہ واقعات جو ہمارے بزرگوں پر گذرے ہیں سب یاد آتے ہیں اسلئے خیال ہو سکتا ہے کہ ایسے ملک کے دیکھنے کا انسان کے دل میں شوق پیدا ہوا ہو *

رئیسان و بزرگان و سرداران ملک پنجاب کی نیکی اور فیاضی اور عالی ہمتی اور اُن کے خاندانوں کی نام آوری بھی دُور دُور ملکوں میں مشہور ہے - ملازمان سرکاری بھی اس ملک کے بہ نسبت دوسرے ملکوں کے زیادہ تر نام آور و معزز ہیں یہ آپ ہی کے ملک کی خوش نصیبی ہے کہ آپ کا ملک ایسے سرکاری نوکروں سے جیسے کہ نجم الہند خان بہادر **محمد حیات خاں** صاحب سی ایس آئی ہیں اور ایسے آفتاب پنجاب سے جیسے کہ خان بہادر **محمد برکت علی خاں** صاحب ہیں روشن و منور ہے جن کا نام نہ صرف ہند و پنجاب میں مشہور ہے بلکہ اُن مسلمانی ملکوں میں بھی جو پنجاب کے ہم سر حد ہیں اُن کی نیکی و فیاضی اور بہادری و اخلاق کی شہرت ہے پس یہ تمام چیزیں انسان کے

دل کو ضرور ایسے بزرگوں کی زیارت و ملازمت کے لئے کھینچتی ہوں گی مگر ان سب باتوں سے زیادہ جس چیز نے میرے دل پر اثر کیا ہے اور آپ صاحبوں کی ملازمت کا مشتاق بنایا ہے وہ ایک ایسی چیز ہے جو ان سب باتوں سے بڑھکر ہے - اور جو ہندوستان میں عنقا صفت ہو گئی ہے ہندوستان کے اکثر ملکوں میں اور خصوصاً ہماری قوم میں اُس کا مطلق پتا نہیں ملتا - مگر خدا کا شکر ہے کہ میں پنجاب میں اُس کا نشان پاتا ہوں - وہ چیز کیا ہے - قومی ہمدردی ہے - اے صاحبان ایسے دل بہت کم ہوں گے جو اس دنیا میں عزت اور آبرو کے خواہاں نہ ہوں - اور ایسے دل بھی بہت کم ہوں گے کہ جب اُن کو عزت و آبرو کا خیال آتا ہو تو اُن کا دل اس خیال کو اپنی ذات کیطرف نہ کھینچ لیجاتا ہو - مگر جب اس نہایت مرغوب معاملہ پر غور کیا جائے تو شخصی عزت کی خواہش ایک بہت بڑی غلطی معلوم ہوتی ہے - کیونکہ جب تک قومی عزت حاصل نہ ہو اُسوقت تک شخصی عزت کا حاصل ہونا محالات سے ہے - اگر ایک کمینہ قوم کا شخص جس کی قوم کے تمام آدمی نہایت ذلت اور خواری اور کمینہ پن سے اپنی اوقات بسر کرتے ہوں جن سے اُسکا ہمیشہ میل جول اور اُنھیں کے ساتھ رہتا اور زندگی بسر کرتا ہے کسی سبب سے کوئی درجہ عزت کا حاصل کرلے تو بلاشک اُس کی بہت بڑی تعریف ہوگی - مگر دنیا کی آنکھ میں اُس کو کچھ عزت حاصل نہیں ہو سکتی - کیونکہ تمام دنیا اُس کی قوم کو اُسی ذلت و خواری اور کمینہ پن کی حالت میں دیکھکر اُس کو بھی اُسی قوم کا ایک خیال کرتی ہے - پس شخصی عزت حاصل کرنا بھی درحقیقت قومی عزت پر موقوف ہے اور جب تک قومی ہمدردی نہ ہو قومی عزت حاصل نہیں ہو سکتی - پس جو لوگ قومی ہمدردی اور قومی عزت حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ حقیقت میں خود اپنی ہمدردی اور اپنی عزت کی ترقی کرتے ہیں - اگر یہ میرا بیان درست ہو تو اس سے صاف یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جو شخص اپنی عزت چاہتا ہے (اور یقین ہے کہ ہر کوئی چاہتا ہوگا) اُس پر فرض ہے کہ قومی ہمدردی اور قومی عزت پر کوشش کرے ٭

اب میں آپ صاحبوں کے خیال کو اپنی قوم کی حالت کی طرف پھیرنا چاہتا ہوں اور یہ خواہش کرتا ہوں کہ ذرا آنکھیں بند کرکر اپنے دلوں کی طرف متوجہ ہو جئے اور خیال کیجئے کہ ہماری قوم کا کیا حال تھا اور اب کیا ہے اور آیندہ کیا ہونے والا ہے - پچھلا حال جو تھا وہ گذر گیا اُسکے

ذکر پر وہی مثل صادق آویگی کہ "دو چیز در دو چیز راست نیاید۔ ذکر جوانی در پیری و ذکر تونگری در فقیری"۔ مگر موجودہ حال پر نظر کیجیئے کہ کیا ہے۔ کیونکہ بڑے تجربہ کاروں کا قول ہے کہ ع

آدمی را بچشم حال نگر ✤ از خیالِ پری و دَے بگذر

اور آیندہ جو حال ہونے والا ہے اُس کی فکر کیجیئے۔ کیونکہ ع

مرد آخر بیں مبارک بندہ ایست

موجودہ حالت ہم مُسلمانوں کی یہ ہے کہ ہندوستان میں جتنی قومیں اس وقت موجود ہیں اُنمیں سب سے زیادہ خوار اور ابتر حالت میں ہے دو چار رئیسوں پر خیال مت کرو جنکو خدا تعالےٰ ہمیشہ باعزت و با اقبال رکھے بلکہ قوم پر خیال کرو کیونکہ موازنہ ترقی و تنزل کا اشخاص پر خیال نہیں کیا جا سکتا بلکہ قوم پر خیال ہوتا ہے ✤

ہندوستان میں سب سے زیادہ عزّت ہماری قوم کے اُن بزرگوں اور خدا پرستوں سے تھی جن کے انفاس متبرکہ سے ہر ایک کے دل کو روشنی ہوتی تھی اور سچائی اور راست بازی نیکی و خدا پرستی۔ محبت و رحمدلی روز بروز ترقی پاتی تھی۔ مگر اب آنکھ اُٹھا کر دیکھو تمام خانقاہیں جو ایسے بزرگوں کی ذات سے آباد تھیں سب ویران پڑی ہیں۔ وہ دینی شان و شوکت قوم کی جو اُن بزرگوں کی ذات سے تھی کیسی ابتر و خراب حالت میں متبدل ہو گئی ہے ✤

دوسرا فرقہ ہماری قوم کا جن سے دینی اور دنیاوی دونو قسم کی عزت تھی وہ ہماری قوم کے علماء کبار تھے جن سے مسائل دینی و معاشات دنیوی میں ہماری قوم کو بڑی عزت و شہرت تھی مگر اب دیکھو کہ شہر کے شہر اور قصبے کے قصبے اور گانوں کے گانوں جن میں نہایت کثرت سے اس قسم کے علماء موجود تھے سب کے سب خالی پڑے ہیں۔ دو چار عالم جو کہیں سُنے جاتے ہیں وہ زبان حال سے یہ کہتے ہیں کہ کبرنی موت الکبرا۔ پس کیسی افسوس کی بات ہے کہ علم جس میں ہمارے بزرگوں نے تمام دنیا میں شہرت پائی تھی اُسکو بھی کھو بیٹھتے ہیں ✤

اب ہماری قوم کے سرداروں اور نوابوں رئیسوں اور جاگیرداروں پر خیال کرو جو باعتبار جاہ و حشم دنیاوی کے ہماری قوم کی قومی عزت کا سبب تھے بڑے بڑے خاندانوں کو نہایت تباہ حالت میں پاؤ گے بلکہ جو جتنا بڑا تھا اُتنی ہی بڑی تباہی میں ہے۔ علم سے اُن کو آشنائی نہیں ہے

تدبیر منزل اور روحانی خوشی سے اُن کو کام نہیں ہے۔ جاہ وحشم مال و دولت برباد ہو گیا ہے یا ہوتا جاتا ہے۔ دس پانچ خوشامدی اُن کے پُرانے نام کو گاتے ہیں اور اپنا پیٹ پالتے ہیں یا کسی مہاجن و ساہوکار کے گھر میں سود در سود کے حساب میں اور دن دونے رات چوگنے کے پھیر میں اُن کا مال اور اُن کی دولت جاتی ہے +

تجارت جو بڑا وسیلہ دولت و سیاحت کا ہے وہ ہماری قوم میں بالکل نہیں ہے کل ہندوستان کے مسلمان تجارت پیشوں کی اگر تعداد بمشکل حاصل بھی کیجاوے تو وہ ایسی قلیل و ذلیل ہوگی جس کو بیان کرتے بھی شرم آویگی چند معدود مسلمان جو تجارت کرتے ہیں اُن کی بڑی سے بڑی تجارت یہ ہے کہ غیر ملک اور غیر قوم کے لوگ جو کلکتہ اور بمبئی میں مال لاتے ہیں اُن کو نفع دیکر خریدتے ہیں اور پھر اپنے ہی ملک میں اپنے بھائی بندوں کے ہاتھ نفع پر بیچتے ہیں پس اُن سے بعوض اسکے کہ قوم کو فائدہ پہنچے اُلٹا نقصان پہنچتا ہے۔ بعض مسلمان ایسے بھی ہیں جو اپنے ملک کی پیداوار غیر ملک کے لوگوں کے ہاتھ بیچتے ہیں مگر زیادہ سفر کرنا نہیں چاہتے اُنہیں کے ملک کے کنارے پر اگر کوئی خریدار ہاتھ آجاوے تو برابر سرابر یا نہایت قلیل نفع پر بیچ ڈالتے ہیں اور خریدار اُس مال کو دوسرے ملک میں لیجاتا ہے اور نفع کثیر اوٹھاتا ہے جو نفع کہ ہماری قوم کو اپنے ملک کی پیداواری کو دوسرے ملک میں لیجا کر اُٹھانا چاہیئے تھا وہ نفع ہمارے ملک کی پیداوار سے دوسری قوم اُٹھاتی ہے۔ سبب اسکا یہ ہے کہ ہماری قوم علوم تاریخ سے جغرافیہ سے دوسری قوم کی تجارت سے دوسرے ملکوں کے حالات سے علوم و فنون تجارت سے محض ناواقف ہے۔ جو طریقہ تجارت کا اگلے زمانہ میں ایسے طور پر تھا جیسے کہ کوئی مزدور اسباب اِدھر سے ڈھو کر اُدھر پہنچا دے اور اپنی محنت کا معاوضہ حاصل کرلے جسمیں چنداں علم و ہنر کی حاجت نہ تھی وہ طریقہ انہیں ہے۔ اس زمانے کی تجارت بھی بغیر علوم و فنون حاصل کئے نہیں چلتی۔ یورپ کے ملکوں کی تجارت کے حالات پر آپ غور کیجئے کہ کس قدر علم و ہنر تجارت میں بھی درکار ہے۔ علاوہ ان پیچیدہ حسابوں اور تجارت کے کارخانوں کی نگرانی کے اپنے کارخانہ میں ہر دم ترقی کرنے اور اُس کو عام لوگوں کے لئے زیادہ مفید کرنے کی فکر رہتی ہے۔ ایک دیاسلائی والا ایک ایسی قسم کی دیاسلائی نکالتا ہے جو نہایت مفید اور سب سے عمدہ ہے اُسی وقت تمام دیاسلائی والوں کا

کارخانہ مدہم ہوجاتا ہے اور اُن کو ضرور ہوتا ہے کہ اپنے کارخانہ کی دیاسلائی میں کچھ ایسی ترقی کریں جو اُس سے زیادہ مفید ہو اور جب وہ اُس میں ترقی کر لیتے ہیں تو پھر دوسرے شخص کو اپنے کارخانہ کی رونق کے لئے اُس سے بھی زیادہ عمدہ و مفید اصلاح اپنے کارخانہ کی دیاسلائی میں دینے کی ضرورت پڑتی ہے ورنہ کارخانہ ابتر ہوجاتا ہے اور یہی حال تمام تجارت کی کارخانوں کا ہے۔ اگر ہماری قوم علوم و فنون سے واقف ہوجاوے تو اُن کے لئے بھی ابھی ہندوستان ہی میں اُسقدر دولت اور دولت کے خزانے موجود ہیں کہ پشتوں تک بھی اُن کا ختم ہونا ممکن نہیں مگر ہم اپنی بے علمی کے سبب اُن سے فائدہ نہیں اُٹھا سکتے۔ بالکل ہماری ایسی مثال ہے کہ کسی کے بزرگوں کی دولت کسی مقام پر گڑی ہو اور اُسکو اُس کی خبر نہ ہو ٭

تجارت کے بعد زراعت ایک بہت عمدہ طریقہ دولت اور ملک کی آبادی کا ہے۔ ہم نے علم فلاحت میں بہ نسبت زمانہ سابق کے کچھ تنزل نہیں کیا بلکہ جیسے تھے ویسے ہی ہیں مگر اس سبب سے کہ بہ نسبت سابق کے بعض کاموں کی زیادہ ضرورت پیش آئی ہے اور اُس ضرورت کے انجام کی لیاقت ہم میں نہیں ہے زراعت میں بھی ہم نے بہت کچھ نقصان اُٹھایا ہے ٭

اگلے زمانہ میں بہ نسبت حال کے زمین مزروعہ بہت کم تھی جنگل نہایت زیادہ تھے میدان کے میدان بے تردد پڑے تھے اس زمانہ میں جو ہر طرح کا امن ہے اراضی مزروعہ کثرت سے ہوگئی ہے جس کا انجام بلا ذریعہ کلوں کے دشوار ہے۔ ہم کلوں کے نام بھی نہیں جانتے اُن سے کام لینا ہمکو مطلق نہیں آتا اس مجبوری سے ہم نے اپنی محنت کو جو پہلے ایک بیگہ پر صرف ہوتی تھی دس بیگہ پر صرف کیا ہے اور دسوں بیگہ کی زراعت و پیداوار خراب ہوگئی ہے۔ شمال مغربی اضلاع اور ملک اودھ کے بعض زمینداروں و تعلقہ داروں نے زراعت کے لئے ولایتی کلیں مول لی ہیں۔ مثلاً اکثروں نے پمپ مول لئے ہیں کہ ہماری طرف آبپاشی کی سب سے زیادہ ضرورت ہے اُن پمپوں کو جب تک کوئی انگریز چلاتا ہے تب تک تو خوب چلتے ہیں اور جہاں وہ گیا اور ہندوستانی صاحبوں کے ہاتھ میں آیا اور بند ہوا۔ اسکا سبب یہی ہے کہ ہلوک اُس فن سے واقف نہیں یہ بھی نہیں جانتے کہ پمپ سے پانی کیوں اوپر اُٹھ آتا ہے اور کیا چیز بگڑ جاتی ہے جس سے نہیں اُٹھتا۔ اگر ایک انگریز کو دو سو ڈیڑھ سو روپیہ ماہواری ایک پمپ چلانے پر دیں تو کسان سے

لادیں اور کیا فائدہ اُٹھادیں - اگر ہمارے ہندوستان کی قوم اُن علوم و فنون سے واقف ہو تو خیال کرنا چاہیئے کہ زراعت میں بھی بسبب استعمال کلوں کے کس قدر ترقی ہو سکتی ہے +

سب سے ذلیل اور ناپسندیدہ ذریعہ حصول معاش کا نوکری تھا اب وہ بھی ہماری قوم سے چھن گیا اور روز بروز چھنتا جاتا ہے - میں اس بات کا الزام ہرگز گورنمنٹ پر نہیں دیتا اُس نے جو کچھ کیا ہے بلاشبہ بالکل مطابق مصلحت ملکداری کے کیا ہے اور اُسکا نہایت انصاف ہے کہ اُس نے ایک دروازہ عالیشان کھول دیا ہے و بلا رعایت قومی اجازت دی ہے کہ جو کوئی اس دروازہ میں آوے وہی مرتبہ پاوے جس قوم نے اپنے تئیں اُس دروازہ میں داخل ہونے کے لائق کیا وہ داخل ہوئی اور داخل ہوتی جاتی ہے - ہماری قوم نے اپنے تئیں اس لائق نہیں کیا وہ محروم ہے شمالمغربی اضلاع میں جو چار اور پنجاب میں دس پانچ مسلمان آج معزز عہدوں پر دکھائی دیتے ہیں - اگر ہملوگ اپنی قوم کی فکر نہ کریں گے اور اُس کی ترقی کے سامان بہم نہ پہنچائیں گے اور جو لیاقتیں ایسے عہدوں کے لئے درکار ہیں حاصل نہ کرینگے تو اُن چند عہدہ داروں کے بعد مسلمانوں کا خاتمہ بالخیر ہے شاید دس بیس آدمی چپراسی پیادوں میں دکھائی دیں ورنہ سب کی گھاس کھودنے کی نوبت آویگی - اے صاحبان جبکہ ہماری قوم کا ایسا بدتر حال ہے کیا ہم سب کا یہ فرض نہیں ہے - کہ جہاں تک ہو سکے اپنی قوم کے سنبھالنے میں کوشش کریں +

میں نے اپنی اس گفتگو میں کئی جگہ عزت قومی کا ذکر کیا مگر میں نے یہ بیان کیا کہ عزت قومی کیا چیز ہے اور وہ کیونکر حاصل ہو سکتی ہے اگر قومی عزت سے دنیاوی جاہ و حشم کا ہونا مراد لیا جاوے تو غیر ممکن ہے دنیا میں کوئی قوم ایسی نہیں ہے اور نہ ہوگی کہ تمام قوم دولت و حشمت سے مالامال ہو - مگر میری مراد قومی عزت سے ایسی حالت کا ہونا ہے جس میں قوم درجہ بدرجہ آسودہ حال ہو اکثر لوگ زیور علم و ہنر اخلاق سے آراستہ ہوں علوم و فنون جو دنیا میں جاری ہیں ضایع و بدایع جو روز بروز دنیا میں پھیلتے جاتے ہیں اُس قوم میں بھی موجود ہوں آپس میں قوموں کا ربط و اتحاد اور میل جول جو تہذیب و شائستگی کی بنیاد ہے ملکوں کی سیاحت اور قوموں کی حالات سے واقفیت جو سرچشمہ تمام نیکیوں اور ترقیوں کا ہے اُس قوم کے لوگوں میں پایا جاتا ہو - متانت اور نیکی سچائی رحم و رحمدلی ہمدردی و خدا پرستی جو عمدہ انسانی خصلتوں میں سے ہیں اُن میں بھی موجود ہوں - ان باتوں سے

صرف دنیاوی عزت ہی قوم کو حاصل نہیں ہوتی بلکہ دینی عزت کا باعث بھی یہی امور ہیں۔ غور کرو کہ ہر ایک قوم کے لئے اُس کا مذہب بمنزلہ ایک روحانی معلم کے ہے۔ اور اُس مذہب کی خوبی اُس کے پیروؤں کے حال کی بھلائی یا بُرائی سے ثابت ہوتی ہے۔ پس اگر کوئی قوم ایسی عمدہ و نیک حالت میں ہو جیسے کہ میں نے ابھی بیان کی تو بلاشبہ یہ ایک بڑی دلیل مذہبی عزت کی بھی ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ ہماری قوم کو جو مذہب خدا نے عطا کیا ہے وہ مجموعہ ان تمام خوبیوں کا ہے پس اگر ہم ایسی کوشش نہ کریں کہ ہماری قوم اپنے تئیں نمونہ ان خوبیوں کا بنا دے تو درحقیقت ہم نے اپنے مذہب کی بھی خیر خواہی نہیں کی مزید برآں یہ ہے کہ جب کسی قوم کی ایسی حالت ہو جاتی ہے تو دنیاوی دولت بھی اُس کی لونڈی بن جاتی اور تمام قوم درجہ بدرجہ بقدر اپنی حالت کے آسودہ و خوش حال ہو جاتی ہے۔ میری سمجھ میں اگر وہ غلط نہ ہو تو ہماری قوم کا ان سب باتوں میں خراب حال ہے اور غالباً کوئی شخص جو قومی ہمدردی رکھتا ہوگا اس سے انکار نہ کرے گا پس قوم کی اسی خراب حالت نے میرے دل کو بے چین کر رکھا ہے اور میں دربدر پڑا پھرتا ہوں۔ یہ صدا کہتا ہوا کہ بھائیو جاگو ہوشیار ہو اپنی قوم کی خبر لو ورنہ تھوڑی دیر میں ایسا حال ہو جائیگا کہ تم خبر لینی چاہو گے اور خبر لینے کے قابل بھی نہ رہو گے +

قومی ترقی اور قومی عزت حاصل کرنے کے دو ذریعہ ہیں۔ اول امن و امان ملک میں۔ دوسرے تعلیم و تربیت قوم میں +

ہم کو درحقیقت نہایت سچے دل سے خدا کا شکر کرنا چاہئے کہ انگریزی گورنمنٹ سے جسقدر ملک میں امن و امان اور رعایا میں آزادی ہے اس کی نظیر دنیا کی کسی گورنمنٹ میں نہیں ہے میں نہایت دلی یقین سے یہ بات کہتا ہوں کہ جن عمدہ اصولوں پر انگریزی گورنمنٹ ہے اُس سے زیادہ عمدہ اصول گورنمنٹ کے لئے ہو نہیں سکتے جیسے رعایا کے حقوق اور اُن کی دولت اور اُن کی جان اور اُن کی آزادی اس گورنمنٹ میں محفوظ ہے دنیا میں کہیں نہیں ہے مسلمانی عملداریاں جو پنجاب کے ہمسایہ میں ہیں اُن کے حالات و واقعات سے آپ بخوبی واقف ہیں رشیا یعنی روس کے حالات اور اُس کی خود مختاری تمام دنیا کو معلوم ہے اور بخارا و خیوا کے واقعات نے اور بھی زیادہ اسکو ظاہر کر دیا ہے۔ ایران کی عملداری کا حال بھی آپ صاحبوں سے پوشیدہ

نہیں ہے - جرمن اور فرانس اور اٹلی اور آسٹریا اور اَور چھوٹی چھوٹی یوروپ کی سلطنتیں ایسی
امن کی اور اپنی رعایا کو ایسی آزادی رکھنے والی نہیں ہیں - ترکی اور ایجپت اور ٹونس میں
کسی قدر فرانس کی گورنمنٹ کی تقلید شروع ہوئی ہے مگر جتنا امن اور رعایا کی آزادی فرنچ میں
تھی حالانکہ وہ نہایت ڈسپاٹک اور جابر گورنمنٹ تھی ابھی اُس رتبہ کو بھی وہ سلطنت نہیں پہنچی
چہ جائے اس کے کہ انگریزی گورنمنٹ کا مقابلہ کیا جاوے - امریکہ کی گورنمنٹ کو لوگ اچھا بتاتے
ہیں مگر میری رائے میں اُس کے اصول بھی انگریزی گورنمنٹ سے زیادہ عمدہ نہیں ہیں شاید میری
اس بات کو لوگوں نے خیال کیا ہوگا کہ انگریزی گورنمنٹ کی خوشامد سے کہی ہے اگر کسی نے
ایسا خیال کیا ہو تو درحقیقت نہایت افسوس کی بات ہوگی - کیونکہ میرا یہ خیال ہے کہ جس
گورنمنٹ کی رعایا کے دل میں یہ بات ہو کہ گورنمنٹ خوشامد کی بات سے خوش اور برخلاف
بات سے ناراض ہوگی تو اُس سے زیادہ بدتر کوئی گورنمنٹ نہیں ہو سکتی - اگر انگلش گورنمنٹ
ایسی ہو تو اُس کی حکومت اور ایک ناتربیت یافتہ گورنمنٹ کی حکومت میں کچھ فرق نہ ہوگا - پس
جو کچھ کہ میں نے گورنمنٹ کی نسبت کہا یہ واقعی میرا دل کا خیال ہے - اگر ایسی پُرامن گورنمنٹ
میں بھی ہم اپنی قومی ترقی نہ کرینگے تو اس سے زیادہ کوئی بدنصیبی ہلوگوں کی نہ ہوگی +

ٹونس جس کا میں نے ابھی نام لیا ایک چھوٹی سی مسلمانی سلطنت افریقہ کے شمالی کنارہ پر
ہے جہاں کا حکمران بی آف ٹونس کہلاتا ہے - سید خیرالدین جو ایک نہایت ذی علم شخص ہے
اُس کا ایک وزیر ہے جو مدت تک یوروپ میں رہا ہے - اُس نے ایک کتاب تالیف کی ہے جسکا
نام اقوام المسالک ہے - اور یہ میرے ہاتھ میں موجود ہے اور اُس کا اردو ترجمہ بھی جناب خلیفہ سید
محمد حسن صاحب وزیر پٹیالہ کی فیاضی سے چھپ رہا ہے - جس کے یہ اوراق میرے پاس ہیں اُس
وزیر نے اپنی کتاب میں یہ ایک فقرہ لکھا ہے جو میں آپ صاحبوں کے روبرو پڑھتا ہوں - "جو
سلطنتیں رعایا کو کسی قسم کی آزادی دیں خواہ وہ آزادی شخصی ہی کیوں نہ ہو اُن پر واجب ہے کہ
وہ آزادی کی خوبیاں اور اُس کے نتائج کو بھی دیکھتی رہیں اور اُن سے کچھ فائدہ بھی اُٹھاویں یعنے
علوم و فنون کا شیوع کریں اور جملہ قسم کی صناعیوں کو جاری کریں جن کے اصول یہ چار ہیں
ایک فلاحت دوسری تجارت تیسرے محنت چوتھے فکر - اور انہیں چاروں اصولوں پر تمام

انسانی ہمتیں اور دنیاوی بہبودی موقوف ہے" پس میرا یہ مقصد ہے کہ ہماری قوم اس عالم مسلمان وزیر کی نصیحت پر عمل کرے اور سب لوگ اس پُرامن اور آزاد گورنمنٹ کے عہد میں جو ملکہ معظمہ وکٹوریا دام ملکہا کے سایۂ عاطفت سے ہندوستان میں ہے اپنی قومی ترقی میں نہایت طمانیت سے کوشش کریں اور ملکہ معظمہ کی جان کو دُعا دیا کریں ٭

دوسرا ذریعہ قومی عزت اور قومی ترقی کا میں نے تعلیم و تربیت کو بیان کیا ہے۔ اسکا ثبوت علانیہ ہمارے سامنے موجود ہے۔ جن جن قوموں نے تعلیم و تربیت میں ترقی کی ہے وہی قومیں دنیا میں ترقی و عزت پر ہیں اور مال و دولت و جاہ و حشمت سے بھی نہال ہیں۔ یہ ایسی بدیہی بات ہے کہ کوئی شخص بھی اس سے انکار نہیں کر سکتا پس اب ہمکو اپنی قوم کی ترقی دولت و عزت کے لئے جو کچھ تدبیر کرنی ہے وہ یہی ہے کہ اُن کی تعلیم و تربیت کے لئے نہایت عمدہ اور نہایت مفید سامان مہیا کریں۔ بعض بزرگوں کا جو ہماری تدبیروں سے اختلاف رائے رکھتے ہیں یہ خیال ہے کہ ہندوستان میں ہماری قوم کی تعلیم و تربیت کے لئے کافی سامان موجود ہے اور جو علوم کہ ہم ہمیشہ سے پڑھتے آئے ہیں وہی علوم اس زمانہ میں بھی ہماری قومی عزت اور قومی ترقی کے لئے کافی ہیں اگر یہی رائے اور کسی صاحب کی بھی ہو تو مجبوری کی بات ہے کیونکہ اس امر کی غایت صرف ایک اختلاف رائے ہے مگر میں آپ صاحبوں کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ کیا درحقیقت اُن لوگوں کی یہ رائے صحیح ہے میں سمجھتا ہوں کہ ہرگز صحیح نہیں ہے۔ ہماری قوم کے لئے تعلیم و تربیت کا کچھ بھی سامان ہندوستان میں موجود نہیں ہے۔ چھوٹے موٹے مکتب جو لوگوں نے تھوڑے تھوڑے ماہواری یا شاہی چندہ سے قائم کئے ہیں۔ اور جنمیں ایک بے ترتیب اور غیر مفید تعلیم ہوتی ہے اور بوڑھے بوڑھے شخص اُنمیں کافیہ اور مسنیہ قدوری پڑھتے ہیں اور مسجدوں میں سے یا لوگوں کے گھروں میں سے روٹی پاتے ہیں کیا یہ سامان ہماری قومی تعلیم و قومی تربیت و قومی عزت کے لئے کافی ہیں۔ حاشا و کلا علوم دینی جو اُن میں پڑھائے جاتے ہیں اگرچہ درحقیقت وہ بھی کافی نہیں ہیں لیکن میں قبول کرتا ہوں کہ جس قدر پڑھائے جاتے ہیں وہ فائدے سے خالی نہیں مگر اور دنیاوی علوم جو ہماری زندگی کے لئے مثل غذا کے ضروری ہیں اُن کا کیا بندوبست ہے اور اُن کی کیا تعلیم ہے

اب وہ زمانہ اور وہ وقت نہیں ہے کہ تصور و تصدیق اور ہیولا و صورت کی بحث میں عمریں
کی عمریں ضایع کر دیجاویں۔ قدیم علوم پڑھے ہوئے عالم جو اس زمانہ میں موجود ہیں مہربانی سے
مجھ کو بتاؤ کہ اس دنیا میں کس کام کے ہیں اور اُن کی ذات مبارک سے قوم کو ملک کو ملک کے
لوگوں کو کیا فائدہ پہنچتا ہے۔ ہم صبر کرتے اور کہتے کہ جانے دو اُن سے قوم کو ملک کو فائدہ نہوا
نہ سہی اُن کی ذات کو تو اُس سے فائدہ ہوا ہوگا مگر سخت افسوس یہ ہے کہ اُن کی ذات کو بھی کسی
فائدہ کا ہونا معلوم نہیں ہوتا اُن سے پوچھو کہ اُنھوں نے اُن علوم کو حاصل کر کر کیا واقفیت
اپنے میں پیدا کی کن چیزوں کی حقیقت واقعی سے واقف ہوئے خدا نے جو عجیب عجیب چیزیں
دنیا میں پیدا کی ہیں اور جن کی حقیقت اور حالت اور بناوٹ کی حکمت جاننے سے خدا تعالےٰ کی
قدرت پر اُس کے کمال پر اُس کی بے انتہا حکمت پر خوبی تصدیق حاصل ہوتی ہے اُن میں سے
کس چیز کی حقیقت سے واقفیت پیدا کی ہے البتہ چند لفظوں کے فرضی معنے قرار دیکر اُن کے
اُلٹ پھیر کے سوا اور کچھ نہیں آیا ؛

میرے ایک دوست کا ایک رشتہ دار دیوبند ضلع سہارنپور کے مدرسہ میں جو لوگوں کے
ماہواری یا سالانہ چندہ سے اُنھیں قدیم علموں کی تعلیم کے لئے قائم ہے تعلیم پاتا تھا۔ اُس نے
تمام علوم پڑھکر فراغت حاصل کی فضیلت کی پگڑی سر پر باندھی مدرسے علیحدہ ہو کر اُس نے
میرے دوست کو لکھا کہ اب میں کیا کروں میرے دوست نے جو اُن کا رشتہ مند ہے جواب دیا
کہ دنیا میں کام آنے کے لائق تو تم نے کوئی چیز سیکھی نہیں اب بجز اسکے اور کچھ چارہ نہیں کہ
کسی مسجد یا چوپال میں جا کر بیٹھو اور مُردوں کے فاتحوں کی اور جمعرات کی روٹی پر گذر کرو۔ اور
دن رات اُنھیں الفاظ کو یاد کرتے رہو جو بجز فرضی اور اصطلاحی معنیوں کے اور کوئی حقیقت
اصلی نہیں رکھتے ؛

قطع نظر اِن سب باتوں کے آپ سب صاحب ان مدرسوں کے حالات سے بخوبی واقف
ہیں آیا اُن میں جو لوگ تعلیم پاتے ہیں اُن سے کچھ بھی قومی ترقی اور قومی عزت کی توقع ہونے
کی غیرت۔ دلیری۔ دل کی بہادری۔ خود اپنی آپ عزت کرنی۔ دل کا جوش۔ طبیعت کی عمدگی۔
عالی ہمتی۔ ہمدردی۔ ولولہ۔ جو اصل اصول قومی عزت و قومی ہمدردی کے ہیں ان مدرسوں

کے طالب علموں میں ہونے کی (جو خود نہایت قابل افسوس حالت میں گذر کرتے ہیں)
حاشا و کلا ۔

علاوہ اس کے آپ خیال فرماویں کہ وہ مکتب ایسی حالت میں ہیں کہ شریف خاندانوں کو اُن کی حالت پر بخوبی طمانیت ہو اور اپنی اولاد کو جنکو وہ جان سے بھی زیادہ عزیز رکھتے ہیں اپنا گھر چھوڑ کر اُن مکتبوں میں پڑھنے اور مسجدوں میں یا کسی شخص کے دروازے کی کوٹھری میں رہنے کے لئے پردیس میں بھیجدیں اگر یہ سب باتیں اُن مکتبوں میں موجود بھی ہوں تو آپ سب صاحب بقینی اس بات کو تسلیم فرماتے ہوں گے کہ تعلیم سے بھی زیادہ مقدم تربیت ہے پس کیا طریقہ و کیا ذریعہ لڑکوں کی تربیت کا اُن مکتبوں میں ہے جس سے ہمکو اپنی اولاد کی اور اپنی قوم کی بھلائی کی اُمید ہو۔ اصل یہ ہے کہ ہمارے ہندوستان میں کسی زمانہ میں قومی تعلیم کا سلسلہ جاری نہ تھا امیروں اور دولتمندوں کے لڑکے پڑھنے لکھنے سے بہت ہی کم سروکار رکھتے تھے متوسط درجہ کے اشراف خاندان بھی لکھنے پڑھنے کو کوئی عمدہ چیز نہیں سمجھتے تھے۔ ادنے درجہ کے خاندان کے لوگ بجز سپاہی پیشہ ہونے کے اور کچھ نہیں جانتے تھے۔ معدودے چند خاندان تھے جن کے یہاں مثل اور پیشوں کے پڑھنے لکھنے کا پیشہ ہوتا آتا تھا وہ لوگ بھی درحقیقت بطور ایک پیشہ کے اُسکو کام میں لاتے تھے وہ لوگ چند محتاج طالب علموں کو اپنے یہاں جمع کرکے اُن کو پڑھاتے تھے اور امیر لوگ سمجھ کر کہ اُن کے مدرسہ میں یا خانقاہ میں محتاج لوگ جمع رہتے ہیں کچھ روپیہ بطور خیرات کے بھیجتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ محتاج طالب علموں کی روٹی کپڑہ میں خرچ ہوگا اور دینے والا سمجھتا تھا کہ جس طرح اور خیرات دینے میں ثواب ہوتا ہے اسی طرح اس خیرات کا بھی ثواب ہوگا۔ وُہی خیالات اور وُہی عادتیں اب تک لوگوں کے دلوں میں جمی ہوئی ہیں۔ وہ جانتے ہی نہیں کہ قومی تعلیم و تربیت کیا چیز ہے اور وہ کس طرح ہوسکتی ہے اور قوم کو کس طرح اُسپر متوجہ ہونا لازم ہے۔ اب عنقریب ہمارے دوست خان بہادر **محمد حیات خاں** صاحب ولایت تشریف لیجانیوالے ہیں اور وہ کیمبرج اور آکسفورڈ کا بھی ملاحظہ کرینگے اور مجھ سے زیادہ اپنی قوم پر اور اپنی قوم کی حالت پر افسوس فرماوینگے آپ سُنکر تعجب کرینگے کہ صرف کیمبرج کے مدرسوں کی جائداد اسقدر ہے کہ جس کی آمدنی مہاراجہ سیندھیا کی تمام سلطنت کی آمدنی سے زیادہ ہے اور یہ جائداد صرف قوم نے

اپنی قوم کی تعلیم و تربیت کے لئے دی ہے اُس کا نتیجہ یہ ہے جو آج ہم سب اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اگر ہماری قوم اُس ضرورت پر خیال کرے جو اولاد کی تعلیم و تربیت کے لئے ہے اور یہ بھی ہماری قوم کے دل میں کسی طرح سما جاوے کہ نہایت عمدہ اُصول پر مدرسۃ العلوم قائم کئے بغیر ہماری اولاد کی تعلیم و تربیت غیر ممکن ہے تو ایک مدرسۃ العلوم کیا بیسیوں مدرسۃ العلوم قائم ہو سکتے ہیں خدا کرے کہ ہماری قوم سمجھے اور اسطرف متوجہ ہو۔

ان مکتبوں کے سوا سرکاری مدرسہ ہیں اور پنجاب میں بالتخصیص اشیا کی زبانوں کی ترقی کرنے کا بھی بندوبست ہے جو بزرگ ہماری رائے کے مخالف ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ سرکاری مدرسے ہمارے لئے کافی ہیں مگر اُن کا دل خوب جانتا ہے کہ ہماری مخالفت اُن سے یہ باتیں کہواتی ہے ورنہ وہ یقین جانتے ہیں کہ ہم مسلمانوں کی اغراض کے لئے یہ سرکاری مدرسے کافی نہیں ہیں اگر میں اُس کی تفصیل اور وجوہات اور اُن کے اسباب کا بیان کروں کہ کیوں یہ سرکاری مدرسے ہماری اغراض کے لئے کافی نہیں ہیں تو بہت لمبی گفتگو ہو جاویگی۔ اور مجھے خوف ہے کہ میں اُسکو آج ختم بھی نہ کر سکوں گا۔ مگر میں ایک نتیجہ پر آپ صاحبوں کو متوجہ کرتا ہوں جس سے تصفیہ ہو جاوے گا کہ یہ سرکاری مدرسے ہمارے دینی و دنیوی اغراض کے لئے کافی ہیں یا نہیں۔ پس میں سوال کرتا ہوں کہ ہماری قوم کے لوگ ان سرکاری مدرسوں سے دل سے وابستہ ہیں۔ نہیں۔ ہماری قوم کے لڑکے بقدر تعداد واجب ان مدرسوں میں جاتے ہیں اور تعلیم پاتے ہیں۔ نہیں۔ ہماری قوم کے لڑکوں نے سوائے دو تین کے ان مدرسوں کی بدولت یونیورسٹی کی ڈگریاں حاصل کی ہیں۔ نہیں۔ کوئی انجنیر بنا ہے۔ نہیں۔ کسی نے ایل ایل ڈی کی ڈگری پائی ہے۔ نہیں۔ کسی نے ان مدرسوں میں علم ادب ایسا سیکھا ہے جو ادیب کہلایا جا سکتا ہو۔ نہیں۔ پس جبکہ یہ نتیجہ ہے تو صاف ثابت ہے کہ کچھ تو ان مدارس میں ایسی بات ہے جو ہماری اغراض کے لئے کافی نہیں۔ ورنہ ہم لوگ اُن سے گرویدہ ہوتے اور جن سوالوں کا جواب تاہوا ہے سب کا ہاں ہوتا۔ پھر ہم پوچھتے ہیں کہ ہماری قوم کے جن لوگوں نے ان مدرسوں میں تعلیم پائی ہے آخر کچھ بھی اُنھوں نے کیا ہے۔ ہاں یہ کیا ہے کہ کسی اسکول میں اونھیں پڑھی ہوئی کتابوں کے طوطے کی طرح پڑھانے کے لئے یا کسی دفتر میں چٹھیات کے اس طرح

نقل کرنے کے لئے جس کا مطلب اُن کی سمجھ میں نہ آسکے لیاقت پیدا کی ہے - اور اسپر طرہ یہ ہے
کہ بعض تو اپنے مذہب کا ایک مسئلہ تک نہیں جانتے اور بعضے مذہب ہی کو سلام کرتے ہیں -
پس اب انصاف کرو کہ کیا یہ بات سچ ہے کہ یہ مدرسے ہمارے تمام اغراض کے لئے کافی ہیں اور
کیا ان مدرسوں کی تعلیم سے ہمکو اپنی قومی عزت و قومی ترقی کی توقع ہے - ہرگز نہیں ہرگز نہیں
اے صاحبان میں اوپر ثابت کر آیا ہوں کہ عمدہ تعلیم و تربیت ہی قومی عزت اور قومی ترقی کا اصلی
ذریعہ ہے - مگر کوئی قوم عزت نہیں پاسکتی جب تک کہ تعلیم ایک مقدار مناسب سے اُس قوم
میں رائج نہو اور اُس مقدار مناسب کا اندازہ حسب تفصیل ذیل ہو سکتا ہے - ضرور ہے کہ اُس قوم
میں ایک گروہ معتدبہ اعلیٰ درجہ تعلیم کا ایسا پیدا ہو جسمیں سے کوئی کسی علم میں اور کوئی کسی علم میں
دستگاہ کامل رکھتا ہو اور اسی طرح تمام علوم کے کامل لوگ اُس قوم میں موجود ہوں جن کی عقل و فہم
اور سعی و کوشش سے علم و فن کو روز بروز ترقی ہو اور جنکے نام سے ہماری قوم کو عزت اور فخر ہو
اور پھر اُن لوگوں کی تعداد بھی ایسی ہو جن پر اطلاق النادر کالمعدوم کا نہ ہو - اس کے بعد ایک
بہت بڑا گروہ متوسط درجہ تعلیم کا اُس قوم میں ہونا چاہئے جو عالی رتبہ مصنفوں کی علمی تصنیفات کو
نہایت عمدگی سے جانتا ہو اور ہر ایک دقیقہ اور باریک باریک اُصول سے بخوبی واقف ہو اور تعلیم کے
ذریعہ سے وہ سب باتیں اپنی قوم کو سکھلا سکتا ہو اس گروہ کی تعداد ایسی ہونی چاہئے کہ بلحاظ
قومی تعداد کے ایک مناسب نسبت رکھتی ہو - اس کے بعد ادنےٰ درجہ تعلیم کا ہے مگر اس میں بھی
تین قسم کے گروہوں کا ہونا ضرور ہے ایک گروہ ایسا ہو جو کل قوم سے تعداد میں ایک مناسبت
معقول رکھتا ہو اور اُس نے اسقدر تعلیم پائی ہو کہ خاص اپنی عقل و علم سے اپنے کاموں کو انجام
دے سکے - اس کے بعد اس درجہ کے ایسے لوگ بہ تعداد کثیر ہونے چاہئیں جو اپنی دنیوی ضروری
کاموں کا انجام بخوبی تمام کر سکتے ہوں اور جو کہ یہ لوگ محض جاہل نہیں ہونے کے تو ضرور ان میں
اسقدر علم کی روشنی ہوگی کہ جو ترقیاں علوم و فنون میں ہر روز ہوتی جاتی ہیں اُس کے وسیلہ سے
اُن سے فائدہ اُٹھا سکیں گے +

اس کے بعد اُن لوگوں کا درجہ ہے جو جسمانی محنت کرنے کی لیاقت رکھتے ہوں - اُن میں
بھی اسقدر استعداد ہونی چاہئے کہ آسان آسان کتابیں اور سہل سہل چھوٹے چھوٹے اخبار

مذہبی مسائل کی کتابیں پڑھ سکتے ہوں تھوڑا بہت اپنا مطلب لکھ لیتے ہوں۔ حساب کر سکتے ہوں ٭

جس قوموں میں ان سب مراتب کے تعلیم یافتہ مناسب تعداد سے موجود نہوں اُس قوم کو کبھی ترقی نہیں ہوسکتی اور نہ دوسری قوم کی نگاہ میں وہ قوم کچھ عزت حاصل کرسکتی ہے۔ مدت سے میں نے اپنی اس رائے پر غور کیا ہے جسپر میں نہایت مضبوط ہوں اور ایک رسالہ میں جو میں نے لنڈن میں لکھکر مشتہر کیا تھا اُسمیں بھی یہ رائے ظاہر کی تھی۔ اور میری اس رائے کی صحت اُن قوموں کے حالات پر نظر کرنے سے بخوبی ثابت ہوتی ہے جو اب دنیا میں درجہ بدرجہ ترقی یافتہ موجود ہیں جسمیں یہ باتیں پوری پائی جاتی ہیں وہ پوری ترقی میں ہے اور جسمیں جتنی کمی ہے اُتنا ہی اُسمیں نقصان ہے۔ پس یہ اندازہ قومی ترقی کا جو میں نے بیان کیا اور یہی ہمارا مقصد ہے کہ ایسی ہی ترقی تعلیم کی ہماری قوم میں ہوجاوے پس اب میرا سوال یہ ہے کہ کیا وہ خانگی مکتب جو لوگوں نے کہیں کہیں قائم کئے ہیں اور کیا یہ سرکاری مدارس جو بڑی شان و شوکت سے قائم ہیں ان سب قسموں کے تعلیمیافتہ اشخاص اور پھر اُسی تعداد مناسب سے جو میں نے بیان کی ہماری قوم میں پیدا کردینگے ہرگز نہیں۔ اگر کسی کی رائے اس کے برخلاف ہو تو بتلادے کہ ان مکتبوں اور سرکاری مدرسوں سے کون شخص ایسا پیدا ہوا ہے جسکو ہم اول قسم میں غایت درجہ دوسری قسم میں شمار کرسکیں ایک نہیں تو پھر کیوں نہ میری رائے صحیح ہو اور کیوں نہ اُسکو تسلیم کیا جاوے ٭

یہ امور جو میں نے بیان کئے اور مکرر کہا کہ سرکاری مدارس ہمارے تمام اغراض کے پورا ہونے کو کافی نہیں ہیں۔ یہ ایسے امور ہیں جن کی اصلاح گورنمنٹ کی طرف سے ہونی ناممکن ہے۔ میں دل سے اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ جو سعی و کوشش گورنمنٹ نے ہندوستان کی تعلیم پر کی ہے وہ ایسی ہے جسکی مثال دنیا میں اور کسی عملداری میں موجود نہیں ہے۔ تمام رعایائے ہندوستان کو گورنمنٹ کی اُس فیاضی اور مہربانی کا جو اُس نے بالخصوص تعلیم کے باب میں ہندوستان کی رعایا کی نسبت کی ہے دل و جان سے شکرگزار ہونا چاہیئے۔ گورنمنٹ انگلشیہ ہندوستان میں مختلف اقوام اور مختلف مذاہب کی رعایا پر حکومت کرتی ہے اور اس لئے اُسکو طریقہ تعلیم ایسا

اختیار کرنا فرض ہے جو بالکل ناطرفدار ہو اور اُس نے ایسا ہی طریقہ اختیار کیا ہے یہاں تک کہ اُس نے انتظام تعلیم میں اپنے مذہب کی اور اپنی قوم کی بھی کچھ طرفداری نہیں کی۔ پس یہ کیسی عجیب اور کیسی عمدہ بات ہے۔ مگر مسلمانوں کی تعلیم کا حال اور قوموں کی تعلیم سے جو ہندوستان میں آباد ہیں بالکل مختلف ہے۔ اُن کا مذہب۔ اُن کی مذہبی تعلیم عام تعلیم میں ایسی ملی ہوئی ہے کہ جیسے جسم و جان جب اُسکو علٰحدہ کیا جاویگا جسم بے جان رہ جاوے گا اور کبھی اس قسم کی بیجان تعلیم سے ہماری تمام اغراض پوری نہ ہوں گی برخلاف ہندوستان کی اور قوموں کے کہ اُن کے یہاں مذہبی تعلیم عام تعلیم سے بالکل علٰحدہ ہے بلکہ سوائے ایک قوم کے اور کوئی قوم کسی وقت میں اور اُس وقت میں بھی جبکہ اُن کے ملک پر غیر قوموں نے حملہ نہیں کیا تھا مذہبی تعلیم سے تعلق نہیں رکھتی تھی۔ گورنمنٹ تمام مذہبی تعلیم سے اپنے مدارس میں دستکش ہے اور اُسکو ایسا ہی کرنا چاہیئے پس گورنمنٹ کے مدارس ہندوستان کی اور قوموں کے اغراض پورا کرنے کے لئے نامناسب نہیں ہیں مگر مسلمانوں کے تمام اغراض کے پورا کرنے کو محض ناکافی ہیں۔ اور یہی باعث ہے کہ ہملوگ اُن سے وابستہ نہیں ہیں۔ بااینہمہ ہم مسلمانوں کو بالتخصیص اپنی گورنمنٹ کا زیادہ شکر کرنا اس لئے واجب ہے کہ اُس نے خاص مسلمانوں کی تعلیم پر بہ نسبت دوسری قوم کے زیادہ توجہ فرمائی ہے اور حضور عالیجناب **لارڈ نارتھ بروک** صاحب نے متعدد خاص خاص احکام اس باب میں جاری کئے ہیں گورنمنٹ مدراس نے اسپر زیادہ توجہ کی ہے اور گورنمنٹ بمبئی و بنگال نے بھی بہت کچھ ان دنوں میں تبدیلی کی ہے۔ اور ہمارے ملک کے جناب نواب لفٹنٹ گورنر بہادر نے بھی حال میں کچھ نئی تجویزیں فرمائی ہیں اور گورنمنٹ پنجاب تو پہلے ہی سے اسطرف زیادہ متوجہ ہے مگر جو کہ گورنمنٹ پوری پوری تدبیر بمجبوری اختیار نہیں کرسکتی اس لئے وہ تمام تدبیریں ادھوری ہیں جسکو انگریزی میں **ہاف میجر** کہتے ہیں اور اس لئے باوصف کافی توجہ گورنمنٹ کے ہماری اغراض کو کافی اور ہمارے حالات کے پوری پوری مناسب نہیں ہیں۔ پس اس بیان سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ جب تک ہم خود اپنے لئے عمدہ تعلیم کا ذریعہ قائم نہ کریں گے ہماری تمام اغراض جو تعلیم سے متعلق ہیں پوری نہ ہوں گی +

ان تمام حالات پر غور کر کر ایک گروہ مسلمان نے جس گروہ کا میں خادم ہوں یہ تجویز کی ہے کہ ایک مدرستہ العلوم مسلمانوں کی تعلیم کے لئے کیمبرج اور آکسفورڈ کے نمونہ پر قائم کیا جاوے جس میں علوم دینی و دنیاوی اور تمام وہ علوم جن کی تعلیم قومی ترقی اور قومی عزت کا باعث ہو تعلیم دیئے جاویں اور مسلمان لڑکوں کی تربیت کا طریقہ بھی جو تعلیم سے بھی زیادہ ضرور ہے اُسمیں نہایت عمدگی سے ملحوظ رکھا جاوے۔ اس کام کے لئے ایک کمیٹی مقرر ہے جسمیں مختلف اضلاع کے بزرگ و نیک طینت پاک سرشت لوگ ممبر ہیں اور مجھ کو اس بات کے کہنے سے بھی بڑی خوشی ہے کہ پنجاب کے بزرگوں میں سے بھی خان بہادر محمد حیات خاں صاحب سی آئی ای اور خان بہادر محمد برکت علی خاں صاحب و نواب نوازش علی خاں صاحب و نواب عبدالمجید خاں صاحب بھی اُس کمیٹی کے ممبر ہیں اور علوم جو اِس مدرستہ العلوم میں پڑھائے جانے تجویز ہوئے ہیں اور جو طریقہ تعلیم و تربیت کمیٹی میں پیش ہوا ہے اُسکو کمیٹی نے مشتہر کیا ہے جو میرے پاس موجود ہے۔ اس طریقہ کی جو عمدگی اور خوبی ہے وہ اُسپر غور کرنے سے بخوبی واضح ہوتی ہے۔ مگر ایک آدھ بات اُس کی اس وقت عرض کرنی مناسب سمجھتا ہوں +

طالب علموں کو جو اس سلسلہ تعلیم میں داخل ہوں گے علوم مذہبی کی بھی تعلیم دیجاوے گی۔ سُنّیوں کو موافق اصول اہل سنّت و جماعت کے اور شیعوں کو موافق اصول مذہب امامیہ اثنا عشریہ کے مذہبی تعلیم کا اہتمام خاص خاص ممبروں سے متعلق ہوگا جو اس کام کے لئے منتخب کئے جاوینگے۔ سُنّیوں کی تعلیم سُنّی ممبروں سے متعلق ہوگی اور شیعوں کی تعلیم شیعہ ممبروں سے۔ ایک حد معینہ تک جملہ طالب علموں کو علوم دینی پڑھنے ہونگے اور اُس کے بعد ہر شخص کو اختیار ہوگا کہ اعلےٰ سے اعلےٰ درجہ تک علوم مذہبی کی تکمیل کرے اور جو طالب علم علوم مذہبی میں فائق ہوں گے اُن کے لئے فلورشپ پچاس روپیہ ماہواری کی ایک میعاد مناسب تک ملنی تجویز ہوئی ہے۔ علوم دنیاوی کی تعلیم میں تمام مفید علوم جن سے قومی ترقی متصور ہے داخل ہیں اور عربی و فارسی و انگریزی اور اَور قدیم زبانیں بھی داخل تعلیم ہیں۔ اور ایسا عمدہ قاعدہ مقرر کیا گیا ہے کہ جو طالب علم جس زبان میں چاہے تمام علوم کی تکمیل کر سکے۔ ممکن ہے کہ ایک طالب علم صرف عربی زبان پڑھے اور اُسی میں جون جون سے علوم چاہے

اُن کی تکمیل کرے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اگر کوئی طالب علم انگریزی زبان پڑھے اور اُسی میں علوم کی تکمیل کرنی چاہے اُسی کو پڑھے اور اُسی میں تکمیل کرے اور کامیاب طالب علموں کے لئے بھی وظیفہ ماہواری اور بعد تکمیل علوم کے فلوشپ پچاس روپیہ ماہواری ملنی تجویز ہوئی ہے اور اُمید ہے کہ یہ ترغیبیں ایسی مفید ہوں گی کہ ہماری قوم کے لوگوں کو تعلیم و تربیت کی طرف زیادہ متوجہ کریں گی +

جو کہ ایک ایسا بڑا قومی کام بغیر امداد تمام قوم کے اور بلا جمع ہونے سرمایہ کثیر کے غیر ممکن ہے اس لئے تمام قوم سے اس کام کے انجام کے لئے چندہ دینے کی درخواست ہے ہر ایک غریب امیر کے سامنے ہاتھ پھیلایا جاتا ہے کہ خدا کے واسطے اپنی قوم کے واسطے اپنی اولاد کے واسطے اپنی قوم پر رحم کرو اور جو مقدور ہو اس کام کے انجام کے لئے چندہ دو تاکہ سرمایہ جمع ہو اور اُسکی آمدنی اس مدرسۃ العلوم کے اخراجات کے لئے کمتفی ہو زر چندہ سے اس مدرسہ کے لئے جائداد خریدنی تجویز ہوئی ہے - جائداد دو قسم کی ہوگی - اوّل از قسم اراضی معافی یا دوامی اور دیہات مالگذاری - دوئم گورنمنٹ پرامیسری نوٹ - اگرچہ مدت ہوئی کہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب نے اُس منافع کو جو گورنمنٹ پرامیسری نوٹ سے حاصل ہوتا ہے مباح و جایز بتلایا ہے اور اُن کا تحریری فتویٰ لوگوں کے پاس ہے اور جناب مجتہد مذہب امامیہ نے بھی اُس کے جواز کا فتوے دیا ہے اور اہل مذہب شیعہ کو اُس کے جواز میں کچھ شُبہ و تامّل نہیں ہے الا بعض بزرگان اہلسنت و جماعت کو اُس کے جواز میں کلام ہے اور اس لئے وہ پسند نہیں کرتے کہ اُن کا روپیہ پرامیسری نوٹ میں لگایا جاوے اس لئے یہ قاعدہ قرار پایا ہے کہ جو صاحب چندہ دینے والے پرامیسری نوٹ کے خریدنے سے ممانعت کرینگے اُن کا چندہ نہایت احتیاط سے علٰحدہ رہے گا اور بجز دیہات کے خریدنے کے اور کسی کام میں نہ لگایا جاوے گا یہ قاعدہ بھی قرار پایا ہے کہ اگر کوئی صاحب یہ بات متعین کر دیں گے کہ اُن کا روپیہ فلاں علم کی تعلیم میں خرچ ہو تو اُن کے روپیہ کی آمدنی اُسی علم کی تعلیم میں خرچ ہوگی - یہ قواعد ایسی دور اندیشی سے مقرر کئے گئے ہیں کہ کسی شخص کو اس بات کا رنج و اندیشہ نہیں رہنے کا کہ اُسکا روپیہ اس طرح پر کام میں آتا ہے جو اُس کی مرضی کے موافق نہیں ہے - اس کمیٹی کی رجسٹری حسب قانون عمل میں آئی ہے جس سے

کوئی ممبر روپیہ کو اُس کام کے سوا جس کے لئے روپیہ ہے اور کسی بات میں خرچ نہیں کر سکتا
یہ بھی قاعدہ قرار پایا ہے کہ اصل سرمایہ جو چندہ سے جمع ہوگا وہ کبھی خرچ نہیں کیا جاوے گا
بلکہ اُس روپیہ سے جائداد لیجاویگی اور صرف زر آمدنی جائداد مدرسۃ العلوم میں خرچ ہوگا اور سرمایہ
ہمیشہ قائم رہے گا۔ بہت سے امیروں و غریبوں نے اس کام میں مدد کی ہے اور اسوقت تک
مقدار چندہ ایک لاکھ روپیہ سے زیادہ ہوگئی ہے۔ حضور عالیجناب لارڈ نارتھ بروک
صاحب نے اپنی فیاضی سے دس ہزار روپیہ اپنی جیب خاص سے اس کام کے لئے چندہ مرحمت
فرمایا ہے جس کے لئے تمام مسلمانوں کو شکر گذار ہونا واجب ہے اور اور رئیسوں نے بھی چندہ
دیا ہے سوائے جناب لارڈ نارتھ بروک صاحب کے چندہ کے بڑی سے بڑی مقدار
چندہ کی پانچہزار روپیہ اور چھوٹی سے چھوٹی مقدار ایک پیسہ ہے۔ اگرچہ اس بات سے نہایت
افسوس ہے کہ کسی مسلمان رئیس کا چندہ اب تک حضور لارڈ نارتھ بروک صاحب کے چندہ
سے بڑا نہیں[1] ہے حالانکہ ضرور تھا کہ ایسے کام کے لئے متعدد رئیسوں کے چندے حضور ممدوح کے
چندہ سے بہت بڑے بڑے ہوتے ۔

اس وقت تک اسی قدر نتیجہ کمیٹی کی کوشش کا ہے مگر جا بجا سب کمیٹیاں مقرر ہوتی جاتی ہیں
اور قوم بھی اس کام پر کچھ کچھ متوجہ ہونے لگی ہے اور اُمید ہے کہ روز بروز چندہ کو ترقی ہوتی جاویگی
ارادہ ہے کہ دس پندرہ لاکھ روپیہ اسی طرح چندہ سے جمع کیا جاوے۔ گورنمنٹ نے سرکاری طور
پر بھی اس مدرسہ کی امداد کا بموجب قواعد گرینٹ ان ایڈ کے وعدہ فرمایا ہے پس جس قدر چندہ
ہم جمع کریں گے اور جس قدر آمدنی اُس سے پیدا کریں گے اُسیقدر گورنمنٹ بھی عطا کریگی
پس ایک لاکھ روپیہ سے زیادہ جو کمیٹی نے جمع کیا ہے اُسکو دو لاکھ سے زیادہ تصور کرنا چاہیئے
اور اسی طرح جس دن کمیٹی پانچ لاکھ روپیہ جمع کرلے گی حقیقت میں وہ دس لاکھ ہوں گے اور
جس وقت ساڑھے سات لاکھ روپیہ جمع کرلے گی اُسوقت وہ پندرہ لاکھ ہوں گے اور اگر خدا

---

[1] بعد اس کے حضور عالی نواب صاحب بہادر والی رامپور نے پندرہ ہزار روپیہ نقد اور بارہ سو روپیہ سالانہ
کی جاگیر مالیتی تیس ہزار روپیہ علاوہ اخراجات فونڈلیش کے مرحمت فرمایا ہے جس کی کل تعداد
پچاس ہزار روپیہ ہے ۱۲ ۔

کی مدد سے کمیٹی نے پندرہ لاکھ روپیہ جمع کر لئے تو وہ حقیقت میں تیس لاکھ ہوں گے۔ پس اسوقت کمیٹی کی نظر پنجاب کی سخاوت اور فیاضی پر ہے اور اُمید کرتی ہے کہ پنجاب کی فیاضی سے بہت کچھ فائدہ مسلمانوں کی قومی ترقی و قومی عزت کو ہوگا ؛

مُسلمانوں کی کمیٹی جس وقت کہ اس نیک کام میں سعی کر رہی تھی تو اُس کو اُمید قوی تھی کہ ہر فرقہ کے تمام مسلمان بلالحاظ کسی باہمی اختلاف کے یا اختلاف رائے کے اور بلا خیال اختلاف مذہب کے باہم متفق ہو کر اس نیک کام کے انجام میں ممد و معاون ہوں گے۔ بڑا اندیشہ اس بات کا تھا کہ مبادا سُنّی شیعہ بسبب اختلاف مذہب کے باہم کچھ اختلاف کریں۔ مگر خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ ان دونوں فرقوں میں تو اس بات کا کچھ اختلاف نہیں ہوا۔ سنّی و شیعہ دونوں کمیٹی اسلامی کے ممبر ہیں اور دونوں ایک دل ہو کر اس کارِ خیر کے انجام میں ساعی ہیں مگر نہایت افسوس کی بات ہے کہ سُنّیوں ہی میں سے بعض لوگوں نے جو تعصب مجسم ہیں اس کام سے اختلاف کیا ہے اور جہاں تک اُن سے ہو سکا ہے اس کام میں خلل ڈالنے اور اہمیں ابتری کرنے کی کوشش کی ہے اور کوئی دقیقہ اس قومی بھلائی کے معدوم کرنے میں اپنی دانست میں باقی نہیں چھوڑا۔ جابجا جھوٹے اور اتہام کے بھرے ہوئے رسالے تقسیم کئے ہیں۔ اور امید ہے کہ پنجاب میں بھی بہت سے آئے ہوں گے۔ مگر جن کے نام سے وہ رسالے آئے ہیں اُن کا نام نامی اس معاملہ میں تو صرف ایک پردہ ہے اور جتنی تحریریں اُن کے نام سے چھپی ہیں صرف اُن کا نام ہی نام ہے ورنہ در اصل ایک اَور صاحب جو اُن کی خدمت میں حاضر ہیں اور یہ سب تحریریں کرتے ہیں اُنھوں نے چند میرے اقوال کو کسی قدر صحیح و کسی قدر تحریف کر کر ایک فتوے تحریر کرایا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ان اقوال کے سبب سیّد احمد کافر و مرتد ہے۔ مجھے اس میں کچھ کلام نہیں کیونکہ میں اُن کے کافر بنانے سے کافر نہیں ہو سکتا۔ تکفیر کے فتوے کچھ نئی بات نہیں ہے۔ کون شخص بزرگان دین میں سے بچا ہوا ہے جس کی تکفیر کے فتوے نہیں ہوئے۔ حضرت **غوث الاعظم** رحمۃ اللہ علیہ کی تکفیر کے فتوے ہوئے۔ امام **غزالی** رحمۃ اللہ علیہ کافر بنائے گئے۔ جناب حضرت **مجدد الف ثانی** رحمۃ اللہ علیہ کافر قرار دیئے گئے اور علماء ہی کے فتوے سے اُن کی ریش مبارک

نوچی گئی اور گوالیار کے قلعہ میں قید ہوئے۔ اگر میں اُن سب بزرگوں کا نام لوں جن پر کفر کے فتوے جاری ہوئے تو غالباً کئی جزو میں بھی اُن کی فہرست ختم نہ ہوگی۔ پس جبکہ یہ حال ہے تو میں غریب کس گنتی میں ہوں۔ مجھ کو اپنی تکفیر کے فتوؤں کا نہ کچھ ڈر ہے نہ کچھ غم۔ مگر میں صرف اُس جھوٹی بات کا ذکر کرتا ہوں جو مدرسۃ العلوم کی نسبت اُس فتوے میں مندرج ہے یہ وہ فتوے ہیں جو میرے ہاتھ میں ہیں اور یہ طریقہ تعلیم ہے جو مدرسۃ العلوم کے لئے کمیٹی میں پیش ہوا ہے جو استفتا کیا گیا ہے اُس میں یہ بات ظاہر کی گئی ہے کہ میں ایک شخص نہایت بدعقیدہ ہوں اور اُنھیں بدعقیدوں کے موافق مذہبی تعلیم مدرسۃ العلوم میں جاری کرنا چاہتا ہوں اور اس دروغ بے فروغ کو حقیقت واقع قرار دیکر سوال کیا ہے کہ ایسی حالت میں تاسید مدرسۃ العلوم جائز ہے یا نہیں۔ پس یہ بات جو استفتا میں لکھی گئی ہے ہر شخص کمیٹی کی روئیداد دیکھکر کہہ سکتا ہے کہ محض جھوٹ ہے۔ کمیٹی نے صاف صاف تجویز کیا ہے کہ جو مذہب شیعہ و سُنّی کا ہے اور جو اصول اُن کے مذہب کے ہیں اور جو کتابیں اُن مذہبوں کی ہیں۔ وہی مذہب اور وہی اصول اور وُہی کتابیں مدرسۃ العلوم میں پڑھائی جاویں گی۔ میرے بدعقیدہ ہونے یا نہونے کو اُس میں کچھ مداخلت نہیں ہے۔ میرے عقیدہ سے لوگوں کو کیا کام ہے۔ یہ مدرسہ عام لوگوں کے لئے بنایا جاتا ہے جس میں متعدد فرقہ مسلمانوں کے شیعہ و سنّی و وہابی و بدعتی داخل ہیں اور یقینی ایک دوسرے کو بدعقیدہ سمجھتا ہے۔ پس جو شخص کہ اس مدرسہ کے قیام میں کوشش کرے گا وہ بلاشبہ ایسا ہی ہوگا کہ تین فرقہ منجملہ چار فرقوں کے اُس کو بدعقیدہ سمجھیں گے اور ایسا کوئی ایک شخص بھی پیدا نہو سکیگا جس کو چاروں فرقہ نیک عقیدہ سمجھیں۔ پس میں اُن بزرگواروں کے نزدیک جو مجھے کافر بتاتے ہیں خواہ اَور دس بیس مسلمانوں کے نزدیک بدعقیدہ سہی مگر مدرسۃ العلوم کا اس میں کیا نقصان ہے۔ ہر ایک فرقہ کے لوگوں کو یہ بات دیکھنی چاہیئے کہ جو مذہبی تعلیم اُس میں ہونی قرار پائی ہے وہ اُس فرقہ کے مذہب سے جس فرقہ کے لئے وہ تعلیم ہے موافق ہے یا مخالف۔ اے بزرگان پنجاب۔ میں آپ سے تمثیلاً ایک بات عرض کرتا ہوں۔ میں فرض کرتا ہوں کہ میں بدعقیدہ ہوں۔ مگر میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ اگر ایک کافر مرتد آپ کی قوم کی بھلائی پر کوشش کرے تو کیا آپ اُسکو اپنا

خادم اپنا خیر خواہ نہ سمجھیں گے۔ آپ کے لیے دولت سرا بنانے میں جس میں آپ آرام فرماتے ہیں اور آپ کے بچے پرورش پاتے ہیں۔ آپ کے لئے مسجد بنانے میں جس میں آپ خدائے واحد ذوالجلال کا نام پکارتے ہیں چوہڑے چمار قلی کافر بت پرست بدعقیدہ سب مزدوری کرتے ہیں۔ مگر آپ نہ کبھی اُس دولتخانہ کے دشمن ہوتے ہیں اور نہ کبھی اُس مسجد کے منہدم کرنے پر آمادہ ہوتے ہیں۔ پس اب مجھ کو بھی اس مدرستہ العلوم کے قائم کرنے میں ایک قلی چمار کے مانند تصور کیجئے اور میری محنت اور مشقت سے اپنے لئے گھر بنتے دیکھئے اور اس وجہ سے کہ اُسکا بنانے والا یا اُس میں مزدوری کرنے والا ایک قلی چمار ہے اپنے گھر کو مت ڈھائیے۔ کیا آپ صاحب مجھ ایک بدبخت نامہ سیاہ کی شامت اعمال سے اپنی تمام قوم کو اور اُن کی اولاد کو نسلاً بعد نسل ڈبونا اور خراب و خستہ حالت میں ڈالنا چاہتے ہیں۔ اگر آپ سب صاحب میری حالت کو بدتر جانتے ہو اُسی سے عبرت پکڑو اور برائے خدا اپنی قوم کی اور اپنی اولاد کی بھلائی و بہتری کی فکر کرو۔ اگر مجھ کو بدعقیدہ و کافر و مرتد جانتے ہو اور میرے ہاتھ سے اس کام کا ہونا ناپسند کرتے ہو۔ بسم اللہ میں علیحدہ ہونے پر موجود ہوں۔ کوئی دوسرا شخص کھڑا ہو اور اس تمام کام کو انجام دے چشم ما روشن۔ مگر یہ بات کسیطرح پسندیدہ نہیں ہے کہ نہ آپ کریں اور جو کوئی دوسرا کرے تو اُس کو کافر و مرتد بتلادیں۔ ہمت و جوانمردی اور قومی ہمدردی کی بات یہی ہے کہ قوم کی بھلائی کرو۔ اور اگر یہ دیکھتے ہو کہ مجھ سے قوم کو بُرائی پہنچنے والی ہے فی الفور مجھ کو الگ کرو اور خود اس کام کے انجام کا بیڑا اُٹھاؤ ورنہ کانپور میں بیٹھے رہنا اور جو کام کرنے کا ہے اُس سے کانوں پر ہاتھ دھرنا کسی شخص کے نزدیک بھی پسندیدہ نہو گا +

اے صاحبو میں دن رات اس غم میں اپنی زندگی بسر کرتا ہوں کہ انسان کی زندگی کا کچھ بھروسا نہیں ہے خصوصاً مجھ سے آدمی کا جس نے بہت بڑا حصہ اپنی زندگی کا طے کر لیا ہے۔ اور اگر کچھ باقی ہے تو بہت قلیل باقی ہے۔ جب میرے کوچ کا وقت آن پہونچے گا تو کون شخص اس تمام کام کو اُٹھاویگا اور کون شخص اس کام کو انجام پہنچا دے گا۔ اگر خدا تعالےٰ کوئی ایسا شخص پیدا کرے کہ وہ میری زندگی ہی میں مجھ کو اس کام سے آزاد کر دے اور تمام بوجھ اپنے اوپر اُٹھالے تو مجھ کو تو اس سے زیادہ خوشی اور خورمی کا کوئی وقت نہیں ہونے کا مگر جب تک میری زندگی ہے یہ

مجھ سے نہیں ہوسکتا کہ میں اپنی قوم کو کنوئیں میں گرتا دیکھوں اور چپکا بیٹھا رہوں اور اپنی قوم کو مرتا پاؤں اور اُس کے مُنہ میں پانی نہ چواؤں ٭

ہاں ایک بات مدرسۃ العلوم میں تعلیم کی نسبت ضرور قرار پائی ہے اور وہ یہ ہے کہ جو مسلمان انگریزی پڑھنا چاہے بلکہ انگریزی کے سوا اور چند قدیمی زبانیں بھی تحصیل کرنا چاہے تو اوسکو ضرور پڑھائی جاویں گی۔ پس جو لوگ کہ انگریزی پڑھنے کو کفر و ضلالت سمجھتے ہیں اُن کے جواب دینے کو میرے پاس کچھ نہیں ہے ٭

یہ بھی سچ ہے کہ مدرسۃ العلوم میں یہ بھی تجویز ہوئی ہے کہ دنیاوی علوم وہ پڑھائے جاویں جو اس زمانہ میں مفید و کارآمد ہیں اور ایسا انتظام تعلیم کیا جاوے کہ جن علوم و فنون جدیدہ سے جو یورپ میں ایجاد ہوئے ہیں اور جن سے ہماری قوم ناواقف محض ہے اُن سے واقفیت کامل حاصل ہو جن لوگوں کو یہ بات ناگوار ہے اُس کا بھی کچھ علاج نہیں مگر اتنی بات تو ضرور سمجھنے اور تصفیہ کرنے کے قابل ہے کہ آیا ان لوگوں کی ناگواری نسبت ان علوم کے نا واجب ہے یا اُن علوم کا تعلیم میں داخل کرنا نا واجب ہے میں چاہتا ہوں کہ اسکا تصفیہ ایک ایسے عالم مسلمان کی رائے پر چھوڑا جاوے جو خود بھی عالم ہے اور بہت سے عالم مسلمان اُس کے تحت میں ہیں۔ اور وہ خود ایک مسلمانی سلطنت کا نائب السلطان ہے اور کئی لاکھ مسلمانوں پر حکومت کرتا ہے وہ خود مسلمان ہے ملک کا ملک مسلمان ہے حکومت مسلمان ہے۔ پس اب دیکھو کہ وہ کیا کہتا ہے یہ شخص وہی ہے جسکا نام نامی تھوڑی دیر ہوئی کہ میں نے لیا تھا۔ یعنی **سید خیر الدین** وزیر سلطنت ٹونس۔ یہ کتاب اُس کی اقوام المسالک میرے ہاتھ میں ہے اور میں چند مقام اُس کتاب کے آپ صاحبوں کو سناتا ہوں اُنھوں نے ارقام فرمایا ہے کہ جب میں نے دنیا کی مختلف قوموں کی ترقی اور تنزل کے اسبابوں کو نہایت فکر و تامل کے ساتھ دیکھا اور مسلمانوں اور فرنگیوں کی تواریخ سے جہاں تک ممکن تھا ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر اُن کو نکالا اور جو کیفیت مسلمان لوگوں کی اُن حالات کے لحاظ سے جو اُن پر ابتدائے زمانہ میں طاری تھی اور جو فی زمانہ طاری ہیں اور جو آیندہ تجربہ کی رُو سے اُن پر ہونے والی ہیں اُن دونو قوموں کے مورخوں نے لکھی ہے اُس کو بھی میں نے دیکھا تو خواہ مخواہ مجھ کو یہ یقین ہوگیا

اور میرے اس یقین کا شاید کوئی مرد مسلمان مخالف نہ ہوگا اور نہ اُس کی مخالفت کے واسطے وجہ نکلیگی کہ جب ہم ایک قوم کی ترقی اور انتظام مملکت کی خوبی کا خیال کریں اور اُس کی ہمت کو بھلائی اور نفع کی باتوں پر حد سے زیادہ مائل پائیں تو اسصورت میں ہم کو اپنی بھلائی کی باتوں کے اچھی طرح سمجھنے اور جانچنے کے لئے بجز اس کے اور کوئی طریقہ نہیں ہے کہ ہم ایک ایسی قوم کی حالت کو نظر تامل سے دیکھیں جو ہمارے گروہ کی نہیں ہے اور اُس کی ترقی کے اسباب کو دریافت کریں خصوصاً اُس قوم کی حالت کو جو ہمارے قرب و جوار میں ہی رہتی ہو اور پھر ہم اُن جدید ہنر مندیوں اور کمالات کو خیال کریں جو فی زمانہ علم و عمل کے موافق ہونے سے پیدا کئے گئے ہیں اور ان باتوں کا لحاظ کر کے ہم تمام دنیا کو یہ سمجھیں کہ گویا ساری دنیا بمنزلہ ایک شہر کے ہے جس میں مختلف قومیں اس قسم کی رہتی ہیں جن کی ضرورتیں باہم ملی جلی اور ایکدوسرے پر موقوف ہیں اور یہ خیال کریں کہ گو ہر ایک فرقہ اپنی خاص خاص ضرورتوں میں اپنے ہی نفس کا محتاج ہے مگر بلحاظ ان فوائد کے جو سب کی نسبت عام ہیں سب قومیں ایک دوسری کی محتاج ہیں پس جو شخص ان باتوں پر غور کرے گا جو ہمارے تجربہ کے رُو سے بلاشبہ صحیح ہیں اور یہ بھی اپنی دیانت کی رُو سے جانتا ہوگا کہ شریعت اسلامیہ دین و دنیا دونوں کی مصلحتوں پر مشتمل ہے۔ کیونکہ دنیوی معاملات کی اصلاح امور دینیہ کے استحکام کی بنیاد ہے تو اُس شخص کو یہ بات نہایت بُری معلوم ہوگی کہ وہ ایسے علماء اسلام کو جو بسبب اپنی امانت اور دیانت کے اس بات کے ذمہ دار ہیں کہ احکام شرعیہ کے جاری کرنے میں مصلحت وقت کا ضرور لحاظ رکھیں غوامض اور دقائق شرعیہ کے کھولنے اور مصالح دینیہ کی حقیقت بیان کرنے سے تہلو تہی کرتا دیکھے اور دانستہ اغماض کرتا پاوے اور ایسے علماء کی عقلیں ظاہری اور باطنی مصلحتوں کے سمجھنے سے قاصر ہوں اور اُن کے ذہن اُن سے خالی رہیں کیونکہ یہ بات سب جانتے ہیں کہ ایسے خاص خاص لوگوں کا ایسا ہونا عوام الناس کو اُن باتوں کے دریافت کرنے سے جو اُن کی ترقی اور بھلائی کے لئے ضرور ہیں محروم رکھتا ہے ۔

پھر وہ ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ سب سے بڑا کام اس کتاب کی تالیف کرنے سے میں نے اپنے دل میں یہ ٹھہرایا تھا کہ میں اُس کے ذریعہ سے بڑے بڑے نامی علماء کو اُن باتوں سے آگاہ کروں

جن کی اطلاع سے لوگوں کو ایسی باتیں دریافت کرنے میں مدد ملیگی جن کی حسب مقتضائے زمانہ اور مصلحت وقت ہم کو نہایت بڑی ضرورت ہے اور اُن باتوں کا ذکر کروں جن پر فی زمانناً انسان کے جملہ معاملات ظاہری اور باطنی کا مدار ہونا چاہیئے تاکہ جو اہل سیاست بلکہ علی العموم جو لوگ خواب غفلت میں ہیں وہ سب بیدار ہو جاویں ٭

پھر وہ ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ یورپ کی قوموں کے تمام معاملات نظم و نسق اور طریقہ سیاست اور تمدن کو میں نے اس غرض سے بیان کیا ہے کہ مسلمان لوگ بھی اُن میں سے جن باتوں کو اپنے حسب حال اور اپنے حق میں بہتر دیکھیں اُن کو اختیار کر لیں اور جو باتیں ہماری شریعت کے مخالف نہیں ہیں بلکہ مساعد ہیں اُن کو اپنے برتاؤ میں داخل کریں تاکہ شاید وہ اُس تدبیر سے پھر اپنے اُن کمالات کو حاصل کر لیں جو کسی زمانہ میں ہمارے ہاتھوں سے نکل گئے ہیں اور شاید اس ذریعہ سے ہم اپنے یہاں کی اس تفریط کے گرداب سے نجات پاویں جو آج کل ہم لوگوں میں پھیل رہی ہے ٭

پھر وہ ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ اس کتاب کی تالیف کرنے اور اُسمیں مطالب مذکورہ بیان کرنے کی ضرورت مجھ کو ظاہرا دو وجہ سے معلوم ہوئی - اگرچہ حقیقت میں ان دونوں وجہوں کا مآل واحد ہے ایک تو ان دونوں میں سے غیرت دلا کر برانگیختہ کرنا غیرت دار اور عقل مند اور عالم اور صاحب ثروت اہل سیاست مسلمانوں کا اس بات پر ہے کہ وہ ذرا ہوشیار ہو کر اُن وسیلوں کو دریافت کریں جن کے سبب سے مسلمانوں کی یہ خراب حالت آیندہ اصلاح پذیر ہو اور جنکے سبب سے اُن کے علم و فضل اور طریق تمدن وغیرہ میں ترقی ہو اور جنکی بدولت اُنکی ثروت و عزت کے سامان مہیا ہوں مثلاً تجارت یا زراعت یا صناعی اور دست کاری کے کام رونق پکڑیں اور اُن سب کاموں کے اسباب اُن کے لئے پیدا ہو جاویں اور جن باتوں سے اُن پر ذلت اور افلاس چھا رہا ہے وہ سب رفع ہو جاویں ٭

دوسری بات جو اس تالیف کا باعث ہے اُن غافل لوگوں کا ہوشیار کرنا اور متنبہ کرنا ہے جو ایک اچھی بات کو صرف اس خیال سے نہیں اختیار کرتے کہ وہ ظاہرا اُن کی شریعت میں نہیں ہے اور اس غلط خیال کا منشا یہ ہے کہ وہ دوسرے مذہب کے لوگوں کی جملہ

باتوں کو اسی قابل سمجھتے ہیں کہ اُن کو ترک کیا جاوے خواہ وہ باتیں کسی قوم کی عادات میں سے ہوں خواہ تدابیر ملکیہ سے متعلق ہوں یہاں تک کہ وہ غافل لوگ غیر مذہب والے کی تالیفات کو بھی پڑھنا بُرا سمجھتے ہیں اور اگر کوئی شخص اُن کے سامنے غیر مذہب والے کی تالیفات یا عمدہ باتوں کی تعریف کرے تو وہ اُس شخص کو بُرا بھلا کہنے پر مستعد ہو جاتے ہیں حالانکہ یہ بات بالکل حماقت کی ہے اور سراسر خطا ہے۔ اس لئے کہ جو کام فی نفسہٖ اچھا ہو اور ہماری عقل بھی اُس کو تسلیم کرے خصوصاً وہ کام جسکو کبھی ہملوگ ہی کیا کرتے تھے اور غیروں نے اُس کو ہم سے ہی اوڑا لیا ہے تو ایسے کام سے انکار کرنے یا اُس کے چھوڑ دینے کی کوئی وجہ نہیں ہے بلکہ جب وہ کام کسی زمانہ میں ہماری ہی قوم کے عملدرآمد میں تھا تو ہم کو ایسے کام کے پھر حاصل کرنے میں نہایت شوق اور تمنا ظاہر کرنی چاہیئے۔ اور گو یہ بات مسلّم ہے کہ ہر اہلمذہب اپنے مذہب کے سامنے دوسرے کے مذہب کو ضلالت خیال کرتا ہے لیکن اس سے یہ بات لازم نہیں آتی کہ غیر مذہب والے کی دُنیوی باتیں بھی بُری ہو جاویں یا جو کام کہ مصلحت ملکی کے لحاظ سے اُس نے کیا ہے وہ بھی ضلالت ہو جاوے اور ہمکو اُن کاموں میں غیر مذہب والی قوم کا اتباع ممنوع ہو دیکھو فرنگیوں کا ہمیشہ سے یہ دستور ہے کہ جب وہ کسی قوم کا کوئی کام اچھا دیکھتے ہیں فوراً اُس کے کرنے پر مستعد ہو جاتے ہیں چنانچہ وہ اپنی ایسی ہی باتوں کے سبب سے آج اپنی ترقی اور بلندی کے اُس رتبہ پر ہیں جس کو سب لوگ آنکھوں سے دیکھتے ہیں اور حقیقت میں ایک پرکھیے دانشمند کا کام بھی یہی ہے کہ جو بات اُس کے سامنے پیش آوے خواہ وہ کسی کا قول ہو یا فعل ہو اُس کو نظر امتیاز سے تاڑ کر جانچے اور اگر اُس کو اچھا دیکھے تو فوراً اخذ کر لے اور دل سے اُس کو بہتر سمجھے گو اُس کا موجد دین میں سچا ہو یا جھوٹا اس لئے کہ حق بات کچھ لوگوں سے نہیں پہچانی جاتی بلکہ لوگ حق ہی پہچانے جاتے ہیں اور حکمت مسلمان کے لئے بمنزلہ گم شدہ چیز کے ہے جہاں کہیں اُسکو پاوے فوراً لے لے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ارشاد فرمایا ہے قول کی خوبی کی طرف دیکھو قایل کے حال کیطرف مت دیکھو۔ اور جبکہ ہمارے متقدمین نے غیر ملت کے لوگوں سے علوم منطق کو

نفع کی چیز سمجھکر اپنی زبان میں ترجمہ کرلیا اور اُس کے رواج کو مستحسن جانا یہاں تک کہ امام **غزالی** علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ جو شخص منطق نہ جانتا ہو گویا علم اُس کا کچا ہے تو پھر ہم کو کس چیز نے منع کر دیا ہے کہ ہم اس زمانہ میں غیر ملت قوم کی جن باتوں کو اپنے حق میں نافع اور کارآمد دیکھیں اُن کو نہ یاد کریں اور جن باتوں کی طرف ہم کو مکلد اُعدا سے محفوظ رہنے اور صدہا منفعتوں کے حاصل کرنے میں نہایت حاجت ہو اُن کو اختیار نہ کریں۔ کتاب **سنن المهتدین** میں **شیخ المراق المالکی** نے صاف لکھا ہے کہ غیر قوم کے ساتھ جن باتوں میں مشابہت ممنوع ہے وہ صرف وہی باتیں ہیں جو ہماری شریعت کے خلاف ہیں اور جن باتوں کو غیر ملت کے لوگ موافق طریقہ مندوبہ یا مباح یا واجب کے کرتے ہوں اُن کو ہم صرف اس خیال سے نہیں چھوڑ سکتے کہ غیر ملت کے لوگوں کا بھی ان پر عمل درآمد ہے اس واسطے کہ ہماری شریعت نے ہم کو غیر قوم کے ساتھ اُن باتوں میں مشابہ ہونے سے منع نہیں کیا جن کو وہ قوم بھی بکمال رخانہ قدرت کی اجازت سے کرتی ہو اور حاشیہ درمختار میں شیخ **محمد بن عابد ابن الحنفی** نے تو یہاں تک بتصریح لکھا ہے کہ جن باتوں میں مخلوق خدا کی بہتری اور ترقی ہو اگر اُن کے کرنے میں ہم کسی غیر ملت قوم کے ساتھ مشابہ ہو جاویں تو کچھ خرابی نہیں ہے اور بڑے تعجب کی بات یہ ہے کہ جو لوگ فرنگیوں کی باتوں کے اتباع سے سخت انکار کرتے ہیں وہ اپنی بھلائی کی باتوں میں تو انکار کرتے ہیں اور جو باتیں اُن کے حق میں مضر ہیں اُن میں اُن کی مشابہت سے کچھ اون کو انکار نہیں ہے کیونکہ وہ لوگ صریح فرنگیوں کا بُنا ہوا کپڑا پہن کر خوش ہوتے ہیں اور اُنھیں کا اسباب گھروں میں رکھتے ہیں اور اُنھیں کے ہتھیار اور اَور ضرورت کی چیزیں استعمال میں لاتے ہیں ۔

اسی قسم کی بہت سی باتیں اس عالی رتبہ مصنف نے اپنی کتاب میں لکھی ہیں۔ پس دیکھو کہ کس طرح ایک مسلمانی سلطنت کا وزیر اور نہ صرف وزیر بلکہ ایک بہت بڑا عالم ہمکو علوم و فنون جدیدہ کے حاصل کرنے کی رغبت دلاتا ہے اور صرف رغبت ہی نہیں دلاتا بلکہ اُس کو دینی و دنیاوی قومی ترقی و بہبودی کا ذریعہ بتاتا ہے ۔

بعض بزرگوار ہم کو یہ نصیحت کرتے ہیں کہ انگریزوں کو سلام مت کرو کیونکہ اس میں اُن کی عزت کرنا

ہے حالانکہ مسلمانوں کو انگریزوں کو عزت کرنی جائز نہیں ہے لیکن اگر کچھ غرض ہو تو مضائقہ
نہیں پھر انگریزوں سے مصافحہ کرنے کو حرام بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر مصافحہ کیا ہو تو
ہاتھ دھو ڈالنا چاہئے وہ کہتے ہیں کہ اگر غلطی سے کسی انگریز کو سلام کرے تو جا کر کہے کہ میرا
سلام پھیر دو وہ کہتے ہیں کہ انگریزوں سے دل سے جدائی اختیار کرنی چاہئے اُن سے دوستی
نہ رکھے وہ ہر ایک بات کو جو انگریز کرتے ہیں گو کہ وہ دنیاوی ہی کیوں نہ ہو کفر بتاتے ہیں۔
اُن کے علوم کو سیکھنا اُن کے طریقہ تمدن و معاشرت کو سیکھنا اُن کے ساتھ بیٹھنا اُن کے
ساتھ کھانا گو کہ اُس میں کوئی چیز بھی محرمات شرعیہ میں سے نہ ہو کفر بتاتے ہیں۔ اُن کی دوستی
کو تو اشد کفر میں اُنھوں نے داخل کیا ہے۔ پس اب آپ صاحب ان دونوں نصیحتوں پر غور
فرماویں کہ ان میں سے مسلمانوں کے لئے کون سی بہتر ہے میں تو اس پچھلی نصیحت کو مذہب
اسلام کے بھی برخلاف جانتا ہوں۔ کیا ہمارا مذہب اسلام جو بالکل سچائی ہے ایسی دغلی باتیں
سکھاتا ہے اور کیا ہندوستان کے مسلمانوں کے حق میں یہ بہتر ہے کہ انگریزوں سے دشمنی
رکھیں دریا میں رہیں اور مگرمچھ سے بیر۔ اور کیا درحقیقت مذہب اسلام کا یہ حکم ہے۔ ہرگز نہیں
ہرگز نہیں۔ مذہب کی رُو سے ہمارا فرض ہے کہ ہم بادشاہ وقت کے گو وہ کافر ہی کیوں نہ ہو
دل سے اطاعت کریں سب سے محبت و سچی دوستی سے ملیں جو عیسائی یہودی و ہندو
ہمارے دوست ہیں ہم نہایت سچی دوستی اور دلی محبت سے اُن سے پیش آئیں مگر اُن کے مذہب
کو سچا نہ سمجھیں بلکہ خدا سے دُعا مانگیں کہ وہ ہمارا دوست اسلام کی راہ راست پر آجاوے۔ اگر ہم کو
مذہب کی خوبی اور نیکی اور عمدگی غیر مذہب والوں کو دکھانی چاہیں اور اُن کے دلوں کو اپنے مذہب
کی طرف مائل کرنا چاہیں تو بھی اس سے زیادہ کوئی طریقہ نہیں ہے کہ ہم اُن سے نہایت سچی محبت
اور دلی ہمدردی سے پیش آویں۔ ہمارے ہادی ہمارے پیشوا خاتم الانبیا **محمد مصطفےٰ**
صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی یہی کیا۔ خدا فرماتا ہے فبما رحمۃ من اللہ لنت لھم ولو کنت فظاً
غلیظ القلب لانفضوا من حولک تمام بزرگان دین نے بھی یہی طریقہ برتا ہے انھیں
کی بدولت قبل اس کے کہ سلطنت اسلامیہ ہندوستان میں آوے اسلام کے نور سے ہندوستان
منور ہوا ہے جن کے مزارات متبرکہ کے نشانات اب تک ہندوستان کے ہر مقام میں موجود

ہیں - رحمۃ اللہ علیہم اجمعین - ہمارے دوست مولوی امداد اعلی صاحب کے افعال بھی یہی ہیں
ایام غدر میں اُنھوں نے بہت کچھ خیر خواہی انگریزی گورنمنٹ کی کی ہے - میوٹنی میڈل
جس میں جناب ملکہ معظمہ وکٹوریا کی تصویر ہے اُن کو ملا ہے - اُسکو پہنتے ہیں اور نہایت فخر
کرتے ہیں - ہر ایک انگریز سے نہایت عاجزی سے پیش آتے ہیں - اور اگر کبھی نواب لفٹنٹ گورنر
صاحب مجلس میں ہوتے ہیں تو اپنا دل اور اپنی آنکھیں فرش راہ کرتے ہیں +

اے صاحبان - مجھ کو معاف کرو کہ میری گفتگو کچھ لمبی ہو گئی میرا مقصد تھا کہ اس مجلس عام
میں تمام حالات کو صاف صاف بیان کروں اور یہ بات ظاہر کردوں کہ مدرسۃ العلوم کی مخالفت
کچھ قوم کے لئے بھلائی نہیں ہے اگر آپ صاحب اس میں کچھ نقصان دیکھیں اُس کی اصلاح کی
طرف متوجہ ہوں نہ کہ اُس کی بربادی کی فکر کریں جیسا کہ میں نے ہو پر بیان کیا پھر اخیر میں یاد
دلاتا ہوں کہ میری شامت اعمال پر خیال نفرماویں بلکہ اسپر غور کریں کہ جو تدبیریں مسلمانوں کی تعلیم
و بہتری کی کی گئی ہیں اُن میں کیا نقص ہے اگر میرے ہاتھ سے اس کا انجام ہونا مناسب نہ ہو
اور میری شامت اعمال ایسے درجہ پر پہونچ گئی ہو کہ مسلمانوں کی خدمت کرنے کے بھی قابل
نہ رہا ہوں میں نہایت دل سے اور خوشی سے اس بات پر راضی ہوں کہ اُور کوئی صاحب کھڑا
ہو اور اس کام کو اپنے ہاتھ میں لے اور جس طرح مقصود ہے اُسکو انجام پہونچاوے +

اے برادران دینی یہ سب نزاعیں اور مخالفتیں جو پیش آتی ہیں یہ پوری دلیلیں ہماری
قوم کی بدنصیبی و بداقبالی کی ہیں - دیکھو ہماری قوم کا کیا حال ہو گیا ہے اور کیا ہوتا جاتا ہے اور اس
قسم کی لغو و بیہودہ نزاعوں اور تفرقوں سے کیا ہوا جاوے گا پس ہم سب کو واجب ہے کہ باہم اتفاق
و ہمدردی سے اپنی قوم کی بھلائی میں متفق ہوں اور اس مدرسۃ العلوم کے قائم ہونے کے لئے
جو جس کی توفیق ہو خود بھی مدد کرے اور نیز اُور لوگوں سے تحصیل کرنے میں بھی کوشش
کرے +

اس شہر میں آپ صاحبوں نے جو صدر سب کمیٹی واسطے تحصیل چندہ مدرسۃ العلوم کے
مقرر کی ہے اُس کی شکر گذاری ہم مسلمانوں پر واجب ہے اور امید ہے کہ جو لوگ اس کے
محرک ہوئے ہیں اُس کی جزائے خیر خدائے کریم سے پاوینگے اور اس میں بھی شک نہیں کہ جبتک

مسلمانوں کی نسل ہندوستان میں ہے اُن کا نام نامی ہمیشہ ہماری قوم میں یاد رہے گا۔
اب میں آپ صاحبوں کا دل وجان سے شکر ادا کرتا ہوں اور جس طرح کہ میں بزرگان پنجاب کا شکرگزار
اور ممنون ہوں اسی طرح پنجاب کے نامی گرامی اخباروں اور اُن کے اڈیٹروں بالتخصیص پنجابی
اخبار لاہور و کوہ نور و اخبار انجمن پنجاب و پٹیالہ اخبار کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اُنہوں نے مدرسۃ العلوم
مسلمانان کی بڑی تائید کی اور جو حق قومی ہمدردی کا تھا وہ ادا کیا خدا ہمارے کاموں کا مددگار
ہو و اخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ تعالےٰ
علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین ٭

تقریر جو انجمن پنجاب لاہور کے ایڈریس کے جواب میں ۳۰ دسمبر ۱۸۷۳ء کو بمقام لاہور دی گئی ؛

صدر انجمن و ممبران انجمن - آج جو عزت اس ایڈریس کے ذریعہ سے آپ نے مجھ کو بخشی ہیں دلی احسانمندی کے ساتھ اُس کا شکریہ ادا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں - یہ دن مجھ کو اپنی زندگی کے دنوں میں ہمیشہ یاد رہے گا - لیکن مجھ سے جو کچھ ناچیز خدمتیں ظہور میں آئیں اُن سے بہت زیادہ آپ صاحبوں نے خیال کیا - میں خود اپنے تئیں اُن عزتوں کا مستحق نہیں سمجھتا جو آپ صاحبوں نے مہربانی سے مجھ کو دیں ؛

اے ایاز قدرِ خود بشناس - مجھ کو اب تک آپ لوگوں کی خدمتگذاری اور خدمتگاری کا رتبہ بھی حاصل نہیں چہ جائیکہ میں یہ دعوے کروں کہ میں قوم کی بھلائی کے لئے کھڑا ہوا ہوں یہ ایک ایسا رتبہ ہے جو ایسے شخص کے لئے زیبا ہے جس نے حقیقت میں وہ کام کئے ہوں جن سے قوم کی بھلائی ہو - میں خوب جانتا ہوں کہ مجھ سے اپنی قوم کی خدمت کا حق ادا نہیں ہوا - یہ سب تقریر جو اس وقت انجمن میں میری نسبت ہوئی یہ آپ صاحبوں کا حسن ظن ہے - میں نے اس وقت انجمن میں اپنی زبان سے کئی دفعہ قوم کا لفظ بیان کیا اس سے میرا مطلب صرف مسلمانوں ہی سے نہیں ہے میری یہ رائے ہے کہ تمام انسان بالکل شخص واحد ہیں اور میں قوم کی خصوصیت کے واسطے مذہب اور فرقہ اور گروہ نہیں پسند کرتا - میری رائے اگر سچ ہو تو میں کالے سے کالے رنگ کے انسان کو اور گورے سے گورے رنگ کے انسان کو وہ جو اعلےٰ سے اعلےٰ درجہ کی تہذیب میں اپنی زندگی بسر کرتے ہیں اور وہ جو ابھی نیچر کے جوش میں ہیں اور جنگلوں میں اپنے دن کاٹ رہے ہیں سب کو اپنا بھائی اور ایک قوم تصور کرتا ہوں - میری تمام آرزو یہ ہے کہ بلا لحاظ قوم و مذہب کے تمام انسان آپس میں ایک دوسرے کی بھلائی پر متفق ہوں - مذہب بے شک سب کا علیحدہ علیحدہ ہے مگر اُس کے لحاظ سے

آپس میں کوئی دشمنی کی وجہ نہیں ہے۔ مثلاً فرض کرو کہ ایک دسترخوان پر مختلف قسم کے کھانے موجود ہوتے ہیں۔ اُن میں سے کوئی کسی کھانے کو پسند کرتا ہے اور کوئی کسیکو مگر اس اختلاف طبائع کی وجہ سے اُس دسترخوان پر بیٹھنے والوں کو باہم کچھ رنج نہیں ہوتا۔ اسی طرح اس دربار میں مختلف مذہبوں کی وجہ سے مختلف مذہب والوں میں کوئی وجہ باہمی رنج کی پیدا نہیں ہو سکتی۔ ہر شخص اپنے ایمان کا مختار بلکہ میرے رائے میں اُسپر مجبور ہے اس لئے کہ جس چیز کا یقین اُس کے جی میں ہے اُسی کو وہ اختیار کرے گا۔ وہ یقین دوسروں کے دل میں اثر نہیں کرتا۔ اچھا ہے تو اُس کے لئے۔ بُرا ہے تو اُس کے لئے لیکن آپس کی محبت میں جو انسانوں کی راحت کا سب سے بڑا اجر ہے اُس سے کچھ نقصان نہیں آسکتا۔ جس وقت میں یہ خیال کرتا ہوں کہ اس انجمن میں مختلف خیالات کے ممبروں نے میری خدمتوں کو پسند کیا اور اُن سب نے آپس کی اتفاق سے مجھ کو یہ عزت دی۔ تو میری خوشی حد سے زیادہ ہو جاتی ہے۔ میری اصلی رائے یہ ہے کہ اُس سچے مذہب میں جس پر میں ہوں اور جسکو میں اپنے نزدیک سب سے اچھا جانتا ہوں جس طرح خدا کا واحد جاننا فرض ہے اسی طرح اس بات کا یقین کرنا فرض ہے کہ تمام انسان آپس میں بھائی ہیں محبت قومی اور خیر خواہی قومی ایک بہت بڑی اچھی چیز ہے جس کا میں کچھ کچھ حال آپ کے سامنے بیان کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ میرا خیال یہ ہے (اگر صحیح ہو تو آپ پسند کریں اگر غلط ہو تو آپ مجھ کو معاف فرما دیں) کہ ہر انسان کا اوّل فرض یہ ہے کہ جو کام اُس کے معبود نے اُسپر فرض کئے اُن کا ادا کرنا۔ اُس کے بعد سب سے عمدہ چیز جسپر شاید تمام قوموں کا اتفاق ہے وہ خیر جاری کا اختیار کرنا ہے۔ مگر اب خیال کیجئے کہ خیر جاری کیا چیز ہے۔ اگر ہم اُن عادات بدنی کو جو دوسری دنیا میں ہماری نجات کا ذریعہ ہوں گی خیر جاری خیال کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ سب عبادتیں انسان کی زندگی تک ہیں اور اجل پر سب کا خاتمہ ہو جاتا ہے پس کسی طرح ہم اُس کو خیر جاری خیال نہیں کر سکتے۔ اگلے بزرگوں نے خیال کیا ہے کہ رفاہ عام کی عمارتیں خیر جاری ہیں۔ مثلاً پُل و مسجد و چاہ و مہمانسرائے۔ مگر معاف کیجئے کہ میں اس سے کچھ اختلاف کرنا چاہتا ہوں۔ میری رائے یہ ہے کہ وہ تمام عمارتیں فانی ہیں

ایک نہ ایک دن قبل قیامت ضرور اُن کو فنا ہے۔ بہت سی مسجدیں تعمیر ہوئیں جن کا اب نشان تک بھی دکھلائی نہیں دیتا۔ یہ لاہور کی بڑی بادشاہی مسجد دیکھو کس حالت سے کس حالت پر پہونچ گئی ہے اور ضرور ایک زمانہ آنے والا ہے جبکہ اُس مسجد کی یہ حالت بھی باقی نہ رہے گی۔ پس جب اُن عمارتوں کو بھی فنا ہے تو ہم اُن کو خیر جاری نہیں کہہ سکتے اور اب ضرور ہے کہ خیر جاری کسی ایسی چیز میں منحصر ہو جس کو فنا نہو اور وہ ظاہرا انسان کی نسل ہے جو اِس دنیا میں ہمیشہ باقی رہے گی۔ پس میری رائے میں کوئی چیز قومی بھلائی اور انسانوں کی نسلوں کی خیر خواہی سے زیادہ خیر جاری نہیں ہے۔ زیادہ کے لفظ میں مجھ سے اس موقع پر غلطی ہوئی اس لئے کہ میرے نزدیک اُس کے سوا اَور کوئی چیز خیر جاری ہو نہیں ہو سکتی +

اب میں مکرر آپ صاحبوں کی عنایت و مہربانی کا شکر ادا کرتا ہوں۔ تمام ممبران انجمن کو یقین کرنا چاہیئے کہ دنیا میں جس قدر عزتیں انسان کے لئے ہونی ممکن ہیں وہ سب آج کے اس جلسہ میں مجھ کو دیں اگرچہ شاید وہ اپنے محل پر نہیں ہیں۔ یہ عزت نہ صرف میرے لئے ہمیشہ فخر کا موجب ہوگی بلکہ میری نسل میں ہمیشہ یادگار رہے گی۔ آپ یقین فرمالیں کہ کوئی تمغہ کوئی خطاب کوئی عزت انسان کے واسطے اپنی قوم کی قدردانی سے زیادہ فخر کا موجب نہیں ہے۔ اس میں شک نہیں ہے کہ جیسا خیال آپ نے اپنے حسن ظن سے میری نسبت فرمایا اور جو عمدہ ایڈریس آپ نے مجھکو دی اُس سے مجھ کو بڑا نیک تول اپنی قوم اور اپنی قوم کی آیندہ نسلوں کے واسطے حاصل ہوا ہے +

آجکی اس کارروائی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہمارے بھائیوں کے دل میں اس بات کا جوش پیدا ہو گیا ہے کہ جو شخص اُن کے ہمقوم یا ہمجنسوں کی بھلائی کیواسطے کوشش کرتا ہے وہ اُس کی قدر کرتے ہیں اور اُسکو عزیز سمجھتے ہیں پس آنے والے زمانے کے واسطے بڑی عمدہ فال ہے اور یہ عزتیں جو آج مجھ کو دی گئیں گو اپنے محل پر نہوں لیکن اُمید ہے کہ آیندہ اَور ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو ایسی عزتوں کے مستحق ہوں +

تقریر جو مشنری اسکول گورکھپور میں جلسہ سالگرہ ملکہ معظمہ کی تقریب پر ۲۴ مئی ۱۸۷۴ء کو کی اور حسب درخواست حضور ملکہ معظمہ اور شہر لنڈن کے کچھ حالات بیان کیئے ۔

اوّل سیّد صاحب نے کچھ مختصر حال جناب ملکہ معظمہ کا ابتدائے ولادت سے بیان فرمایا اور فرمایا کہ حضور ممدوحہ کے پدر بزرگوار کا نام ایڈورڈ آف کنٹ ہے ۔ اور ۲۴ مئی ۱۸۱۹ء کو حضور ممدوحہ بمقام کنزنگٹن پیلس میں پیدا ہوئیں ۔ اگلے ہی سال میں حضور ممدوحہ کے شفیق باپ نے قضا کی اور ہماری ملکہ معظمہ یتیم ہوگئیں ۔ اُس وقت یہ بات کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ آسکتی تھی کہ یہ بن باپ کے لڑکی ایک روز ایسی عظمت اور شان کو پہونچے گی کہ یورپ اور افریقہ اور ایشیا اور امریکہ ہر ایک حصّہ ملک میں اُنکی حکومت اور طاقت کا لوگ اقرار کریں گے لیکن اب میں آپ صاحبوں کو بتلاتا ہوں کہ وہ کیا چیز ہے جس کے سبب ہماری ملکہ معظمہ نے ایسی بڑی ناموری حاصل کرنے کی قابلیت پیدا کی ۔ یہ حضور ممدوحہ کی مادر مشفقہ کی تعلیم کا نتیجہ تھا حضور ممدوحہ کی والدہ ماجدہ کا نام ڈچس آف کنٹ ہے جو بادشاہ بنجیم کی بہن تھیں ۔ اُنھوں نے بعد انتقال اپنے شوہر کے بڑے استقلال اور قابلیت کے ساتھ اپنی یتیم لڑکی کی تعلیم و تربیت کا انتظام خود اپنے ذمہ لیا سب سے پہلے اُنھوں نے جناب ملکہ معظمہ کو ورزش سکھلائی یعنے وہ کام جن سے بدن چست اور طبیعت خوش رہے ہمارے ملک کے آدمی ابھی اس اہم معاملے کی خوبی سے آگاہ نہیں ہیں اور اپنی اولاد کی صحت جسمانی کا زیادہ لحاظ نہیں کرتے حالانکہ یہ ابتدائی احتیاط ہر ایک قسم کی تعلیم کی جڑ ہے اگر بچوں کی صحت و عافیت میں ابتدا سے کچھ خلل آجاوے تو پھر اُن کی ہر ایک قسم کی استعداد پژمردہ ہوجاتی ہے اور وہ تعلیم کے اعلےٰ درجہ کو نہیں پہنچ سکتے ۔

ورزش کے بعد جس چیز کی تعلیم دی گئی وہ اعتدال ہے یعنی ہر ایک کام میں سلامت روی

اختیار کرنا - اس کے علاوہ گھوڑے کی سواری اور جہازی سفر وغیرہ امور کی تعلیم بھی دی گئی تاکہ جب کبھی سفر پیش آجاوے یا فوجوں کے ساتھ رہنے کی ضرورت پڑے تو حضور ممدوحہ ہر ایک موقعہ پر مستعد رہیں ٭

اُن سب باتوں کے علاوہ ایک اور بڑی عمدہ چیز سکھلائی گئی یعنی کفایت شعاری جو بادشاہوں کے لئے نہایت ضرور ہے - مگر اِس ملک کے لوگ شاید اس کو بہت کم سمجھینگے اس لئے کہ یہاں ہمیشہ ایسے بادشاہوں نے فرمانروائی کی جنکو کفایت شعاری سے کچھ غرض نہ تھی - جس وقت جس کام میں اُن کا جی چاہا خزانہ صرف کر دیا - کوئی اُن سے پوچھنے والا نہ تھا - برخلاف اس کے ہماری ملکہ معظمہ کی طبیعت میں ابتدا ہی سے ایسا اعتدال اور کفایت شعاری داخل کی گئی کہ کسی وقت اُس سے قدم باہر نہیں رکھا - دائی کونٹ مِل برن صاحب نے حضور ممدوحہ کو اُن تمام اصول انتظام سلطنت کی تعلیم دی جن کے بموجب اُس وقت انگلستان کی سلطنت میں کارروائی ہوتی تھی - آخر اس تمام عمدہ تعلیم کا نتیجہ یہ ہوا جب بادشاہ ولیم چہارم نے انتقال کیا اور صحیح النسب وارث سلطنت نہ رہا تو بموجب قانون انگلستان کے ۲۰ - جون ۱۸۳۷ء کو ہماری ملکہ معظمہ خلد اللہ ملکہا وسلطنتہا تخت نشین ہوئیں جو اُس وقت ہر طرح سے ایسے بڑے عہدہ کے لائق تھیں - ۱۰ فروری ۱۸۴۰ء کو حضور ممدوحہ کی شادی ہوئی اور ۱۸۴۱ء میں پرنس آف ویلز ولیعہد سلطنت پیدا ہوئے اور اب حضور ممدوحہ کا سن پچپن سال کو پہنچا - جناب ملکہ معظمہ کے عہد کی نسبت جس قدر تعریف اور توصیف کیجاوے وہ سب بجا اور درست ہوگی - میں اس وقت ایک بڑے لائق مصنف لارڈ بروہم کا قول بیان کرتا ہوں جس نے بہت ہی مختصر اور سیدھے اور سچے لفظوں میں ہماری ملکہ معظمہ کی نسبت رائے دی ہے لیکن قبل اُس قول کے بیان کرنے کے میں آپ صاحبوں پر یہ ظاہر کرنا مناسب سمجھتا ہوں کہ یورپ کے مصنفوں کے بیان کو ایشیائی مصنفوں کے بیان پر قیاس نکریں جن کی یہ عادت ہے کہ وہ اپنے بادشاہوں کی تعریف میں وہ باتیں بیان کرتے ہیں جن کی کچھ اصل نہیں ہوتی اور محض جھوٹ ہوتی ہیں اور جن سے ہرگز کسی بادشاہ کے اصلی حالات معلوم نہیں ہوسکتے - یورپ کے مصنفوں کا طرز اس سے بالکل برخلاف ہے ٭

یہ مصنف کبھی کسی کی ایسی تعریف نہیں کرتے جسکا وہ مستحق نہو۔ پس لارڈ بروہم کا قول جو میں اب بیان کرتا ہوں اُس کی نسبت کسی طرح یہ گمان نہیں ہوسکتا کہ اُس نے اُس بیان میں کچھ بھی مبالغہ کیا ہوگا +

اس عالی رُتبہ مصنف کا وہ قول یہ ہے کہ "کسی ملک میں ایسی ملکہ آج تک نہیں ہوئی جو پبلک اور پریویٹ باتوں میں ملکہ وکٹوریا سے بڑھکر قابل تعریف اور رعایا کی شکرگزاری کی مستحق ہو"۔ اب اس مصنف کے اس فقرہ کے ہر ایک لفظ پر غور کرنا چاہیئے کہ اُسمیں کس قدر سادگی اور سچائی بھری ہوئی ہے خصوصاً یہ آخر کا جُملہ کہ "رعایا کی شکرگزاری کی مستحق ہو" کیسی سچی اور کس قدر بڑی تعریف کی بات ہے اور جو سچ اور بالکل سچ ہے۔ کسی مُلک کی رعایا کو اسقدر آزادی اور اسقدر مقوق حاصل نہیں ہیں جیسے انگلستان کی رعایا کو حاصل ہیں اور وہ وہاں ایک بادشاہ مانا جاتا ہے لیکن اُس کے اختیارات کی وہ کیفیت نہیں ہے جیسے آپ صاحبوں کے خیال میں سمائی ہوئی ہوگی اور جیسے ایشیا کے بادشاہوں کی کیفیت تھی جن کو یہ اختیار تھا کہ جس شخص کی نسبت جو حکم چاہیں دیدیں جس کام میں جس قدر چاہیں خسزانہ صرف کردیں۔ انگلستان کے بادشاہ کی حالت بالکل اس کے برعکس ہے۔ یہاں بادشاہ کے اختیارات محدود ہیں اور تمام قوانین جن پر سلطنت کی کُل کارروائی منحصر ہوتی ہے رعایا کی منظوری کے بعد جاری ہوتے ہیں۔ بادشاہ کو ہرگز یہ اختیار نہیں ہے کہ سلطنت کے خزانہ کو اپنی مرضی کے مطابق جہاں چاہے صرف کردے۔ میں جس عرصہ میں لنڈن میں مقیم تھا۔ تو پارلیمنٹ میں یہ تجویز پیش کی گئی کہ آئرلینڈ میں جناب **پرنس آف ویلز** ولیعہد سلطنت کے واسطے ایک قطعہ اراضی جو بہت عمدہ موقعہ پر واقع تھا سلطنت کے خزانہ سے خرید کیا جاوے اور **لارڈ اسپنسر** صاحب نے ایسی خوبصورتی سے اس معاملہ کو پارلیمنٹ میں پیش کیا کہ اُسکو پریویٹ مقاصد سے نکال کر بالکل ایک پولٹیکل معاملہ بنادیا اور بیان کیا کہ جو مخالفت آئرلینڈ کی رعایا کو لنڈن کے شاہی خاندان سے ہے اُس کے لحاظ سے یہ بات بہت ہی ضرور ہے کہ خاندان شاہی کیواسطے اُس ملک میں اس قسم کی جائداد پیدا کی جاوے اور اُن کا اُس ملک میں اکثر قیام ہو تاکہ اس ذریعہ سے ایک خاص قسم کا ارتباط خاندان شاہی کو اُس ملک کی رعایا سے

پیدا ہووے مگر پارلیمنٹ کے ممبروں نے اس تمام وجوہات سے انکار کیا اور ہرگز اس بات پر راضی نہ ہوئے کہ پرنس آف ویلز ولیعہد سلطنت کے واسطے شاہی خزانہ سے اس قسم کا خرچ روانہ کیا جاوے۔ پس جب رعایا کی آزادی اور اُن کی مداخلت انتظام مملکت میں اور اُن کے حقوق اس درجہ بڑھے ہوئے ہیں تو لارڈ بروہم کا قول نہایت ٹھیک ہے ٭

ہمارے اس ملک ہندوستان کی نسبت لوگ البتہ یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ ہم کو ایسے حقوق حاصل نہیں جیسے رعایائے انگلستان کو حاصل ہیں ٭

قانون بنانے میں اور اُور امور میں جو ملک کی حالت پر موثر ہیں یہاں کے لوگوں کی رائے کو کچھ وقعت نہیں ہے۔ میں بھی اس بیان سے انکار نہیں کر سکتا اور اس نقصان کو افسوس کے ساتھ تسلیم کرتا ہوں لیکن اُس کے ساتھ ہی انصافاً میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ یہ تمام خرابی صرف اس لئے ہے کہ ہم لوگوں نے ابھی ایسی لیاقت حاصل نہیں کی ہے جو انگلستان کی رعایا کے سے حقوق ہم کو حاصل ہوں اور میری قطعی یہ رائے ہے کہ اگر ہمارے ملک کے آدمی ویسی ہی لیاقت حاصل کریں جیسی انگلستان والوں نے حاصل کی ہے۔ اور اُن لیاقتوں کو ویسی ہی نیک نیتی اور خیر خواہی سے استعمال میں لاویں جیسی نیک نیتی اور خیر خواہی اہل انگلستان کو اپنی گورنمنٹ کی نسبت ہے تو بلاشبہ تمام حقوق اس ملک کی رعایا کو بھی حاصل ہو جاوینگے ایک بڑے مصنف کا قول یہ ہے کہ گو آزادی رعایا کا ایک اصلی حق ہے لیکن اس قسم کے حقوق اُسی وقت حاصل ہو سکتے ہیں جبکہ رعایا میں اُن حقوق کو واجبی طور سے اور نیک نیتی سے برتنے کے لئے لیاقت موجود ہو پس ہمارے ملک والوں کو اگر انگلستان کی رعایا کے سے حقوق کی آرزو ہے تو اُن کو بھی ویسی ہی لیاقت حاصل کرنے میں کوشش کرنی چاہئے ٭

(حالت شہر لنڈن)

اب میں لنڈن کے شہر کی بھی مختصر کیفیت بیان کرتا ہوں جس کی مجھ سے خواہش کی گئی ہے۔ مگر پھر اس بات کا عذر کرتا ہوں کہ وقت کی تنگی کی وجہ سے کچھ زیادہ بیان نہیں کر سکتا ٭

لنڈن کا شہر ایک قدیمی شہر ہے اور قبل حضرت مسیح علیہ السلام کے جب لیر شہزادے

لشکر کشی کی تو اُس وقت یہ شہر آباد تھا اور اب یہ شہر تمام دنیا میں سب سے بڑا شہر ہے اور اگر میری یاد نے غلطی نہ کی ہو تو قریب ۲۰ میل لنبا اور دس بارہ میل چوڑا ہے اور ۳۵۰۰۰۰۰ آدمی کے قریب اُس میں آباد ہیں اگرچہ یہ شہر اپنی خوبصورتی میں پیرس سے اور عمدگی موقعہ میں قسطنطنیہ سے بہتر نہیں ہے لیکن آبادی اور مال و دولت کی کثرت کے لحاظ سے اب دنیا میں کوئی شہر اُس کی ہمسری نہیں کر سکتا۔ ۱۸۳۲ء میں اوّل ہی اوّل چیپ سیڈ میں پانی کے نل اس شہر میں لگ گئے تھے جسکو آج وہ ترقی ہے کہ دیکھنے سے علاقہ رکھتی ہے۔ کوئی گھر اور موقعہ باقی نہیں جہاں ان نلوں کے ذریعہ سے پانی نہ پہونچتا ہو۔ ایک مقام پر گھما دینے سے اُس تمام علاقہ کے گھروں کے حوض پہلی منزل سے لیکر اُونچی سے اُونچی منزل تک سب بھر پہونچاتے ہیں اور جب کوئی حوض بھر جاتا ہے تو پھر اُس میں پانی جانا بند ہو جاتا ہے اور جب سب حوض بھر جاتے ہیں تو وہ کل از خود بند ہو جاتے ہیں ٭

روشنی کا اہتمام بھی اس شہر میں بہت مدت سے ہے ۱۸۱۶ء میں لالٹینوں کی روشنی سڑکوں پر شروع ہو گئی تھی جس نے اب وہ ترقی پائی ہے کہ اس سے پہلے خیال میں بھی نہیں آسکتی تھی۔ ہر ایک گھر گیاس کی نہایت صاف روشنی سے منوّر ہے جو ایک نہایت لطیف ہوا ہے ٭

طرز عمارت میں بھی پہلے کی بہ نسبت بہت زیادہ ترقی ہو گئی ہے۔ شہر میں ایک موقعہ پر پُرانی عمارت کے کچھ مکان اتفاق سے اب تک اپنی پہلی حالت پر باقی ہیں۔ اُن کے دیکھنے سے اُس وقت کی طرز عمارت کا حال معلوم ہو جاتا ہے۔ پچھلا طرز عمارت اس شہر کا یہ تھا کہ نیچے کا درجہ پاٹ کر اُس کے آگے چھجا نکالتے تھے اور دوسرا درجہ چھجے کے اوپر سے بنانا شروع کرتے تھے اور پھر چھجا نکال کر تیسرا درجہ اُسپر بناتے تھے اسی طرح درجہ بدرجہ مکان اوپر کو پھیلتا جاتا ہے یہاں تک کہ کبھی مقابل کے دو مکان اونچے اور چوڑے ہوتے ہوتے آپس میں ملجانے کے قریب ہو جاتے تھے اور غالباً یہ طرز اس لئے اختیار کیا گیا تھا کہ اُن مکانات کی اطراف میں جو لوگ راستہ چلیں اُن کو بارش اور برف سے امن ملے ٭

۱۶۶۵ء میں اس شہر میں ایک بہت بڑی وبا پھیلی جس میں سب کثرت سے انسانوں کی

جانیں تباہ ہوئیں - اور ۱۶۶۶ء میں ایک سخت آگ لگی - اس عظیم آتشزدگی میں تیرہ ہزار گھر جل کر خاک سیاہ ہو گئے اور بہت ہی نقصان ہوا - جب متواتر دو برسوں میں یہ دو سخت آفتیں شہر پر نازل ہوئیں تب وہاں ایک بڑی کمیٹی منعقد کی گئی اور بہت سی تحقیقات کے بعد یہ نتیجہ نکلا کہ یہ دونو آفتیں شہر کی طرز عمارت کی وجہ سے پیش آئیں پس اُسی وقت سے عمارت کا طرز بدلا گیا جس سے اس قسم کی مصیبتیں رُک گئیں اور اب وہ شہر ایسی عمدہ رونق پر پہونچ گیا ہے - ۱۶۶۶ء کی آتشزدگی کی یادگار میں ایک بہت بڑا مینار طیار کیا گیا ہے جو اب تک موجود ہے اور دو سو فیٹ بلند ہے اور جسکو دیکھکر لوگ اُس بڑی مصیبت سے واقف ہوتے ہیں اور طرز عمارت کی تبدیلی کی قدر کرتے ہیں +

لنڈن کے مشہور مکانات میں سے ٹور آف لنڈن بھی ایک مکان عبرت سے ذکر کرنے کے لائق ہے - یہ لنڈن کا ایک قدیم قلعہ ہے - ۱۰۷۸ء میں بادشاہ ولیم اول نے اُس میں ایک محل وہیٹ ٹور کے نام تعمیر کیا بلکہ الزبت اور کنگ جیمس کے زمانہ تک وہ محل بادشاہوں کے رہنے کا مکان رہا اور اُس کے بعد سے قیدخانہ ہو گیا - بڑے بڑے نامی سردار اُس میں قید ہوئے اور بہت سی جانیں نہایت بے رحمی کے ساتھ اُس میں ضائع ہوئیں بہت سی خون اُس میں بہائے گئے - وہ لوہے کا تبر جس نے بڑے بڑے بادشاہوں اور سرداروں کی گردنیں کاٹی ہیں اور کاٹ کا کندہ جسپر وہ گردنیں کٹی ہیں ٹور کے سلح خانہ میں اب تک موجود ہے - اسی مکان میں ایک اور برج ہے جس کی سیر سے انسان کے دل پر ایک عجیب حیرت اور عبرت طاری ہوتی ہے - یہ برج ایک نہایت ہی مستحکم عمارت ہے اور اُس میں صرف ایک دروازہ ہے جس کے مضبوط کواڑوں کے بند ہو جانے کے بعد وہ برج پوری مایوسی کا عالم ہو جاتا ہے - بڑے بڑے نامی سردار جو اُس برج میں قید ہوئے ہیں اُن میں سے اکثروں نے اپنے اُن بداقبالی کے وقتوں میں کوئی کوئی فقرہ در و دیوار کے اوپر کسی ذریعہ سے کندہ کر دیا ہے - یہ سب فقرے ابتک جوں کے توں موجود ہیں اور اس قدر پُر اثر ہیں کہ ممکن نہیں ہے کہ کوئی انسان اُن کو دیکھے اور اُس کا دل بھر نہ آوے - اور بہت سے مکانات اور نہایت عجیب عجیب و نادر چیزیں اُس شہر میں ہیں جن کے بیان کے لئے

ایک زمانہ درکار ہے۔ اس لئے میں پھر عذر کرتا ہوں اور زیادہ کیفیت وہاں کی چیزوں کی میں بیان نہیں کرسکتا لیکن کچھ مختصر سا ذکر اُس سچائی کا بھی کروں گا جو وہاں عموماً برتی جاتی ہے ایک ادنےٰ بات یہ ہے کہ جب کوئی بازار میں جاتا ہے تو جس سوداگر کی دوکان میں گذر ہوتا ہے وہ سوداگر اُس کے ساتھ نہایت اخلاق وانسانیت سے پیش آتا ہے۔ جس چیز کی ضرورت ہوئی اُس کو پسند کرلیا اور مالک دوکان کو اُس کی تفصیل اور مکان کا پتہ لکھا دیا۔ نہ قیمت کی کچھ تکرار ہے نہ سودا ٹھہرانے میں ناحق کی بک بک ہے۔ اگر کسی نے کسی چیز کی قیمت دریافت کی تو بہت ملایمت سے اُس کا جواب مل گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اُس سوداگر کا نوکر گاڑی پر سوار اُن سب چیزوں کو لئے ہوئے دروازے پر آموجود ہوتا ہے اور وہ سب چیزیں سپرد کر جاتا ہے۔ اور اگر قیمت پہلے سے ادا نہیں کر دی گئی ہے تو مالک کی طرف سے اُس کا بِل اپنے ساتھ لاتا ہے اور روپیہ لیکر چلا جاتا ہے +

اب ہم لوگوں کو غور کرنا چاہئے کہ وہاں ادنےٰ ادنےٰ موقعہ پر بھی کس درجہ سچائی برتی جاتی ہے اور اُس سے کس قدر آرام ملتا ہے +

اس میں بھی شک نہیں کہ لنڈن میں بدمعاش بھی پورے ہوتے ہیں۔ جو کام وہاں کے بدمعاش کر گذرتے ہیں وہ اَور کسی جگہ کے بدمعاشوں سے ممکن نہیں ہے۔ لیکن لحاظ کے قابل یہ امر ہے کہ اس بدمعاش کے ساتھ وہاں نیکی اور راستبازی کس قدر شائع ہے۔ روزمرہ اخباروں میں یہ اشتہار دیکھے جاتے ہیں کہ کسی شخص کی سونے کی گھڑی فلاں جگہ سے پڑی ہوئی کسی شخص کو ملی ہے اور اب وہ فلاں جگہ رکھی ہوئی ہے۔ جس کی ہو۔ وہ آکر لے لیوے +

بعض سررشتوں کے ملازم اپنے کسی افسر کی نالائقی ثابت کرنے کے واسطے کوئی غلط حساب اُس کے سامنے پیش کرکے تصدیق کرا لیتے ہیں اور زیادہ روپیہ اُس کے ذریعہ سے وصول کر لیتے ہیں۔ اور پھر اُس کے بعد اُس زر زاید کا نوٹ وزیر کے پاس لفافہ میں چلا آتا ہے اور اُس کے ساتھ ایک چٹھی اُس افسر کی شکایت میں ہوتی ہے کہ دیکھئے فلاں افسر اس قدر نالائق ہے کہ اُس نے غلط حساب کو تصدیق کر دیا +

پس جہاں چند بدمعاشان ہوتے ہیں وہاں ایسے ایسے نیک دل انسان بھی کثرت سے موجود ہیں اور یہی وجہ ہے کہ اس شہر کی خوبی اور نیک نامی اور تجارت دن بدن بڑھتی جاتی ہے اور یہ سب باتیں عمدہ تعلیم کی بدولت ہیں +

جس زمانہ میں ہماری قوم کی تعلیم بھی عمدہ تھی ہم میں بھی یہ سب خوبیاں موجود تھیں۔ اور جب سے ہماری تعلیم ناقص ہوگئی وہ سب خوبیاں ہم میں سے جاتی رہیں۔ ہماری قوم نے ایک وقت میں علوم اور فنون میں ایسی ترقی کی تھی اور ایسی فیاضی سے اپنے علوم سے یورپ کی قوموں کو نفع پہونچایا کہ بڑے بڑے مصنفوں نے اس بات کا اقرار کرلیا ہے کہ اگر مسلمان اُن علوم میں ایسی ترقی نہ کرتے اور اُن سے اَور قوموں کو ایسا فائدہ نہ پہونچتا جیسا پہونچا تو آج دنیا میں اُن علوم وفنون کا نام بھی نہ ہوتا۔ قرطبہ کی یونی ورسٹی نے اور ہماری بغداد کی یونی ورسٹی نے اپنے علوم وفنون کی ترقی کی وجہ سے تمام دنیا میں علم کا آفتاب روشن کردیا اور یہ انگریزوں کی قوم آج ایسی اعلیٰ درجہ کی شائستگی میں ہمارے اوپر حکومت کررہی ہے اُنھیں یونی ورسٹیوں اور مدرسوں سے اُس کو علوم وفنون کی روشنی پہنچی آج اتفاق سے ہم اور وہ قوم جس نے ایک زمانہ میں ہم سے علم حاصل کیا اور اب ہم سے بہت اعلےٰ درجہ پر پہونچ گئی ہے اتفاق سے اس مُلک ہندوستان میں جمع ہوگئے ہیں۔ پس ہمارا اُن سے یہ دعوےٰ ہے کہ جو قرض اُن لوگوں نے ہم سے لیا تھا وہ اب ہم اُن سے وصول کریں۔ اور میں نہایت سچے دل سے شکر کرتا ہوں کہ وہ قوم اُس قرض کو مع سود دینے کے لئے بڑی فیاضی سے حاضر ہے یعنے جو بہت سے علوم وفنون خود اُس نے اپنی محنت اور تلاش سے مستزاد کئے ہیں وہ ہمکو سُود میں دینے کے لئے حاضر ہے مگر ہم اپنے تعصب اور جہالت اور نالائقی کی وجہ سے اُن سے محروم ہیں۔ پس میری خواہش یہ ہے کہ ہماری قوم اپنے خستہ حال کو دیکھے اور جو عمدہ موقعہ اُس کو اتفاق سے ہاتھ آیا ہے اُس سے فائدہ اُٹھانے میں کوتاہی نہ کرے اور سب ایک دل ہوکر اُس میں کوشش کریں اور آپس کی ضد اور بغض اور حسد سے برباد نہ کردیں +

تقریر جو ۳۱ جولائی ۱۸۷۴ء کو بہ مقام گورکھپور کمیٹی چندہ مدرسۃ العلوم مسلمانان میں کی گئی +

پریسیڈنٹ اور اور صاحبو۔

میں آپ کا اور خصوصاً صاحبان انگریز کا جن کو خدا نے اس ملک کا حاکم کیا ہے نہایت شکر ادا کرتا ہوں - انگریزوں کا خاص کر شکر اس لئے واجب ہے کہ وہ **ملکہ معظمہ** کی رعایا کے ساتھ نہایت ہمدردی سے پیش آتے ہیں اور جو کام ہم لوگ اپنے فائدہ کا کرنا چاہتے ہیں اُس میں نہایت خوشی سے شریک ہوتے ہیں - اور صرف شریک ہی نہیں ہوتے بلکہ مددگار ہو جاتے ہیں - اور سب صاحبوں کا شکر میں اس لئے ادا کرتا ہوں کہ آپ نے میری درخواست کو قبول فرمایا اور میرا ناچیز بیان سننے کے واسطے یہاں تشریف لانے کی تکلیف اپنے اوپر گوارا فرمائی - اب میں چند لفظ آپ کے سامنے مسلمانوں کی تعلیم کی نسبت التماس کرنا چاہتا ہوں +

کچھ عرصہ گذرا کہ ہم لوگوں نے اکثر علوم یونانی زبان سے اپنی زبان میں جو اُس وقت عربی تھی ترجمہ کئے اور اُس وقت سے تعلیم اور تربیت جیسی کچھ تھی کم و بیش ہوتی چلی آئی - مگر بتدریج اُس میں زوال آتا گیا - اس زمانہ سے تیس یا چالیس برس پیشتر کی حالت اگر آپ غور کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ اُس وقت ہر ایک شہر اور ہر ایک قصبہ میں بلکہ گانوں گانوں میں اکثر پڑھے لکھے شخص ہوتے تھے - ابھی ہم یہ نہیں کہتے کہ وہ علم کس قسم کے تھے اور اُن سے کچھ فائدہ تھا یا نہیں مگر یہ بات ہر کوئی جانتا ہے کہ ذی علم اور باعمل شخص ہر قصبہ اور قریہ میں کثرت سے تھے لیکن اب آپ دیکھتے ہیں کہ مسلمانوں میں علم کا کیا حال ہے - مسلمانوں کے تمام اُن خاندانوں پر نظر ڈالو جن میں پہلے علم تھا تو اکثر یہ دیکھو گے کہ اُن خاندانوں کے لوگ یا تو کچھ شُد بُود جانتے ہیں یا بالکل جاہل محض ہیں - ان سب باتوں کا خیال کر کے ایک جماعت نے

جس کا نام خزینۃ البضاعۃ لتاسیس مدرسۃ العلوم المسلمین ہے، یہ ارادہ کیا ہے کہ
ایک ایسا کالج قائم کیا جاوے جس میں مسلمانوں کی عام بہتری ہو۔ بعض صاحب یہ خیال فرماتے
ہوں گے کہ گورنمنٹ کالج اور مشنری اسکول جو جا بجا موجود ہیں وہ ہماری
ضرورتوں کے لئے کافی ہوں گے لیکن صحیح نہیں ہے اس میں شک نہیں ہے کہ گورنمنٹ نے
جہاں تک ممکن تھا اس نے ہماری تعلیم کا انتظام کیا بلکہ اس سے بھی کسی قدر زیادہ اور اس میں بھی
شک نہیں کہ مشنری اسکولوں کی تعلیم بھی نہایت عمدہ ہے مگر بحث اس میں ہے کہ آیا یہ اسکول
مسلمانوں کی حالت کے مناسب ہیں یا نہیں اور جو جو اغراض اور مطالب ہماری قوم کے
ہیں آیا وہ ان دونوں قسم کے اسکولوں سے حاصل ہو سکتے ہیں یا نہیں۔ ایک مدت ہوئی جب
میں لندن میں تھا تو میں نے ایک پمفلٹ لکھا اور اپنی دانست میں اس میں یہ ثابت کیا
گورنمنٹ اسکول ہندوستان کے لوگوں کی تمام اغراض کے واسطے کافی نہیں ہیں جو لوگ
موجودہ سررشتہ تعلیم کے طرفدار تھے انھوں نے میرے پمفلٹ سے بہت برا مانا اور غل مچایا
اور شاید سر ولیم میور صاحب بہادر ہمارے لفٹنٹ گورنر سابق بھی اس کو پسند نہیں کرتے
تھے اور صاحب ڈائرکٹر پبلک انسٹرکشن بھی اس کے برخلاف تھے لیکن ہم کو نہایت
احسان ماننا چاہیے ڈاکٹر ہنٹر کا کہ گو اس نے یہ کتاب مسلمانوں کے برخلاف لکھی مگر نہایت
انصاف اور ایمانداری سے مسلمانوں کی ابتری تعلیم اور ان کی ابتر حالت کو بیان کیا ہے
ایک غریب آدمی تھا میرے پمفلٹ کی طرف کسی نے التفات نہ کیا اور لیرہ لیرہ کر کے ڈالدیا
ڈاکٹر ہنٹر ایک بہت مشہور آدمی تھا اس کی تجویز کی طرف سب نے آنکھیں کھولیں ولایت میں
ایسی غل مچی کہ ہر ایک شخص کا خیال مسلمانوں کی حالت کی طرف مائل ہوا۔ لارڈ نیپر نے بھی اس کو
دیکھا اور ان کے دل میں بھی اس کا اثر ہوا اور تمام ہندوستان کے افسروں سے لارڈ ممدوح نے
اس بات میں رائے طلب کی تاکہ معلوم کریں کہ جیسا ڈاکٹر ہنٹر نے لکھا ہے اس کا حال کیا ہے
مدراس و بمبئی و بنگال و پنجاب و اودھ و ممالک مغربی و شمالی غرضیکہ ہر حصہ ملک سے جو پوٹیں
روانہ ہوئیں ان کا یہی مضمون تھا کہ گورنمنٹ ایجوکیشنل کمیشن اس قابل ہے کہ اس میں مسلمانوں
کے مناسب حال کرنے کے لئے کچھ تدبیر کیجاوے اور سپرسکرٹری آف اسٹیٹ کے حکم سے

تاکید ہوئی کہ ایسا سلسلہ درست کیا جاوے جو مسلمانوں کی حالت کے خاصکر مناسب ہو نہایت
شکر ہے لارڈ نارتھ بروک کا جنھوں نے اس سلسلہ کی درستی میں بڑی توجہ فرمائی
اور میں پھر صاف کہوں گا کہ گورنمنٹ کے اصول کے اعتبار سے جس قدر گورنمنٹ کو کرنا
چاہئے تھا اُس سے بہت کچھ زیادہ کیا اور ایک نیا طریقہ تعلیم کا خاص مسلمانوں کے واسطے جاری
کیا گورنمنٹ بنگال اور بمبئی و مدراس نے اس میں بہت توجہ کی اور ہمارے نواب لفٹنٹ گورنر سابق
نے بھی ایک سرکلر جاری کیا جس میں سلسلہ تعلیم کو ایسا کرنا چاہا جو مسلمانوں کے اغراض
کے لئے کافی ہو۔ مگر میرے عرض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ گورنمنٹ کی مہربانی میں جو اُس نے
ہمارے حال پر کی کچھ شک نہیں ہے مگر جو کام ہماری گورنمنٹ کی قدرت سے خارج ہے
اُس کو وہ اگر کرنا بھی چاہے تو کیونکر کر سکتی ہے۔ گورنمنٹ اگر چاہے کہ وہ ہمارے رسم و رواج
میں کچھ اصلاح کرے تو گو وہ کیسی ہی نیک نیتی سے کچھ کرنا چاہے مگر ممکن نہیں کہ کچھ کر سکے
پس جو کچھ گورنمنٹ نے ہمارے حق میں کیا اُس کا ہم کو بہت ضرور شکر کرنا چاہئے۔ لیکن
اُس کے ساتھ میں صرف یہی نہیں کہتا کہ وہ انتظام ہماری اغراض کے لئے پورا نہیں بلکہ
میں نہایت استحکام اور یقین سے کہتا ہوں کہ جو تدبیر گورنمنٹ اختیار کرے گی وہ کبھی کامل نہ ہوگی
اور ہیئت ہاف میجر رہے گی۔ پس جب تک ہم لوگ اپنی تعلیم و تربیت کا خود بندوبست
نکریں اُس وقت تک اپنے مقاصد میں کامیابی حاصل نہیں کر سکتے۔ گورنمنٹ کا ہاتھ ہمارے
سر پر رہنا چاہئے۔ میری ہمیشہ سے یہ رائے ہے کہ گورنمنٹ نے بڑی غلطی کی ہے جو سلسلۂ
تعلیم کو اپنے ہاتھ میں لیا ہے۔ اگر وہ اُس کے عوض میں کرتی کہ جن اسکولوں اور مدرسوں
اور خانقاہوں میں بطور خود تعلیم ہوتی تھی اُنھیں کی مدد کرتی تو جو مقصود اب تک حاصل
نہیں ہوا وہ کبھی کا حاصل ہو گیا ہوتا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ہمارے ان اضلاع کیطرف
تعلیم ابھی اچھی طرح شائع نہیں ہوئی لیکن نیچے کے ملک یعنے بنگالہ میں جہاں سو برس سے
گورنمنٹ کی عملداری ہے تعلیم بخوبی شائع ہو گئی ہے مگر اب دیکھو کہ اُس نے کیا اثر پیدا
کیا ہے۔ یہ کیا کہ ایجوکیشن نے اُس بندش کو توڑ دیا جس میں بنگالی بندھے ہوئے تھے
اُن کو اَور کسی بندش سے نہ باندھ سکے۔ اگر ایجوکیشن کا مقصد صرف یہ ہو کہ جن بندشوں میں

ہم بندھے ہوئے ہیں صرف وہ بندشیں ہی ٹوٹ جاویں تو اُس سے کچھ فائدہ نہیں ہے مذہبی تعلیم ایک ضروری تعلیم ہے لیکن کوئی شخص اس سے انکار نہیں کرسکتا کہ گورنمنٹ جو مختلف مذہب کے لوگوں پر حکومت کرتی ہے وہ کسی طرح اس میں دست اندازی نہیں کرسکتی بلکہ بڑی تعریف ہے گورنمنٹ کی کہ جس طرح اُس نے اُور مذہبوں کو تعلیم میں داخل نہیں کیا اسی طرح اپنے مذہب کو بھی تعلیم سے علٰحدہ رکھا۔ یہ ایسا نمونہ ہے جو شاید سوائے ہماری گورنمنٹ عملداری ہندوستان کے اُور کسی گورنمنٹ اور کسی ملک میں نہیں ہے۔ جہاں تک مجھ سے اُن بڑے بڑے افسروں سے گفتگو ہوئی جو ہمارے ملک کے انتظام میں بڑی مداخلت رکھتے ہیں تو اُن کی رائے بھی یہ ہے کہ اگر ہندوستان کے لوگ خود اپنی تعلیم کا اہتمام کرسکیں تو نہایت اُن کو خوشی ہے اور ہر طرح سے وہ مدد کا وعدہ کرتے ہیں ؛

ایسی حالت کے لحاظ سے ہم نے ایک مدرسہ کی تجویز کی ہے جس کا نام ہے **مدرسۃ العلوم للمسلمین یا محمڈن اینگلو اورینٹل کالج** - اگرچہ اُس میں ہندوؤں اور اُور قوموں کی پڑھائی کے لئے بھی موقوف رکھا گیا ہے مگر بنیاد مدرسہ خاص مسلمانوں کے واسطے ہے اور اسلئے اس میں زیادہ تر یہ تھا کہ گورنمنٹ مدد دیگی یا نہیں - اگر کل قوموں کے لئے ہوتا جیسے مشنری اسکول جس میں دنیوی تعلیم بلالحاظ قوم و مذہب کے دیجاتی ہے تو گورنمنٹ کی امداد کا قاعدہ صاف تھا لیکن ہمارے کالج کا نام ایسا تھا جس سے معلوم ہو کہ وہ صرف مسلمانوں کے لئے قائم کیا جاتا ہے یا یا نہیں گورنمنٹ نے نہایت نیک دلی سے یہ وعدہ کیا ہے کہ جس قدر روپیہ اور آمدنی تم جمع کرلوگے اُسی قدر گورنمنٹ سے ملے گا۔ آنریبل **سر ولیم میور** صاحب بہادر لفٹنٹ گورنر سابق نے اُس کی رپورٹ گورنمنٹ ہند کی خدمت میں بھیجی اور وہاں سے باجلاس **کونسل** اس امداد کی منظوری صادر ہوئی جس کے لئے تمام مسلمانوں کو شکریہ ادا کرنا چاہیئے +

اس کالج میں مسلمانوں کو علوم دینی اور علوم دنیاوی دونوں قسم کی تعلیم دینی منظور ہے آپ سب صاحب یقینی اس بات کو تسلیم کرتے ہوں گے کہ دنیاوی تعلیم ایسی ہونی چاہیئے جس سے کچھ دنیا کا کام چلے۔ پس ضرور ہوا کہ ہم اس کالج میں وہ دنیاوی علوم تعلیم میں داخل کریں جو درحقیقت دنیا کے کام کے ہیں۔ اگر ہم اپنے اس کالج سے صرف یہی مقصود

رکھیں کہ اس میں وہی پُرانا فلسفہ اور انسٹرانمی اور لاجک یعنی ہیئت اور منطق پڑھاویں اور اُن علموں سے کچھ سروکار نہ رکھیں جو آج ترقی یافتہ قوموں میں رائج ہیں تو ہم نے درحقیقت اپنی قوم کے ساتھ کچھ بھلائی نہیں کی۔ جو علوم ہماری قوم میں سات سو برس پہلے تعلیم میں داخل ہوئے تھے اگر آج پھر ہم اُنھیں علوم پر قناعت کریں تو گویا ہم اپنی قوم کو حال کی ترقی سے سات سو برس پیچھے بناتے ہیں۔ پس ہم نے بڑی مضبوطی سے یہ ارادہ کیا ہے کہ جس قدر علوم دنیاوی تعلیم سے متعلق ہیں مثلاً الجبرا دیوکلڈ (اقلیدس) زوالوجی۔ جیالوجی لاجک اور مارل وسینٹل۔ فلاسفی و کمسٹری اور اور تمام علوم جو ترقی یافتہ قوموں میں رائج ہیں بڑے اہتمام سے اور کامل طور سے تعلیم دیں۔ دوسری قسم مذہبی تعلیم کی ہے اُس کے متعلق کمیٹی نے کوئی قانون کوئی قاعدہ ایسا نہیں بنایا ہے جس سے مذہبی تعلیم میں مداخلت جائز ہو۔ اور یہ ارادہ کیا گیا ہے کہ مذہبی تعلیم میں دینی کتابیں داخل ہوں جو ہمیشہ سے مسلمانوں کی تعلیم مذہبی میں داخل رہی ہیں اور جن کو دیندار مسلمان پسند کرتے ہیں۔ کمیٹی **خزینۃ البضاعت** کو ان کتابوں کی تجویز سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ اس وقت حاجی مولوی **علی بخش خاں** صاحب بہادر جو یہاں تشریف رکھتے ہیں اُن کو یہ خیال تھا کہ شاید کمیٹی خزینۃ البضاعت سے ہماری مذہبی تعلیم میں کچھ مداخلت ہو۔ اتفاق سے میرا اُن مقاموں میں آنا ہوا اور جناب مولوی صاحب ممدوح سے اس باب میں گفتگو ہوئی اور اچھی طرح سے اُن کا اطمینان کیا گیا کہ کمیٹی خزینۃ البضاعۃ کبھی مذہبی تعلیم میں مداخلت نہ کرے گی۔ چنانچہ مولوی صاحب کے ارشاد کے بموجب اور جیسا ممبران کمیٹی خزینۃ البضاعۃ کا پہلے سے یہی ارادہ تھا یہ تجویز ہوئی کہ قواعد تعلیم میں ایک **بائی لاز** یعنے قاعدہ ایسا داخل کیا جاوے جس سے ضابطہ کے طور پر یہ بات طے ہو جاوے کہ اُس کمیٹی کو مذہبی تعلیم میں مداخلت نہ ہوگی بلکہ تعلیم مذہبی کے لئے جُداگانہ کمیٹی اشخاص دیندار کی مقرر ہوگی۔ میں نے نہایت خوشی سے اس امر کو منظور کیا اور جو خط جناب مولوی صاحب ممدوح نے اس باب میں مجھ کو لکھا تھا میں نے اُس کی نقل فی الفور تمام ممبران کمیٹی خزینۃ البضاعۃ کی خدمت میں بھیجدی اس وقت تک جس قدر جواب ممبروں کے میرے پاس آچکے ہیں اُن سب نے اس پر اپنی منظوری لکھی ہے اور گمان غالب

ہے کہ باقی ممبر بھی بخوشی تمام اس امر کو ہی منظور کریں گے اور میری دانست میں اب کوئی شبہ کسی کو مدرسۃ العلوم کی تعلیم مذہبی کی طرف سے باقی نہیں رہا ÷

اب کالج میں تعلیم کے متعلق تین قسم کی کمیٹیاں ہوں گی۔ ایک کمیٹی السنۂ مختلفہ اور علوم دنیویہ کی اس تعلیم کے متعلق یقینی اکثر پروفیسر انگریز ہوں گے۔ اور چونکہ ہمارے کالج میں عربی و فارسی گریک۔ عبری۔ سنسکرت۔ انگریزی۔ لیٹن سب قسم کی زبانیں پڑھائی جاویں گی اس لئے اس کمیٹی میں مسلمانوں کے علاوہ انگریز اور یہودی اور پنڈت بھی ممبر اور ڈائرکٹر ہو سکیں گے دوسری مذہبی کمیٹی اُس کی دو شاخیں ہوں گی۔ ایک تعلیم مذہب اہل سنت وجماعت کی دوسری تعلیم مذہب شیعہ اثنائے عشریہ۔ یہ تجویز ہوئی ہے کہ تینوں کی مذہبی کمیٹی میں وہی لوگ ممبر کئے جاویں جن کو عموماً مسلمان نہایت نیک اور دیندار اور عابد و زاہد سمجھتے ہوں۔ اور یہ بات بھی میں نے جناب مولوی حاجی **علی بخش خاں** صاحب بہادر سے ظاہر کر دی ہے۔ کہ میں کبھی اُس کمیٹی کا ممبر نہ ہوں گا اور نہ کبھی اُس میں مداخلت کروں گا۔ شیعہ صاحبوں کی مذہبی تعلیم کی کمیٹی میں بھی وہی لوگ ممبر ہوں گے جن کو شیعہ مذہب کے مسلمان نہایت نیک اور زیرک اور اچھا خیال کرتے ہیں۔ یہاں تک احتیاط کی گئی ہے کہ ان دونوں مذہبوں کی تعلیم کے واسطے جو مدرس درکار ہوں اُن کا انتخاب اور تقرر اور جو جو کتابیں اُن مذہبوں کی پڑھائی جاویں اُن کا معین کرنا یہ سب کچھ انھیں مذہبی کمیٹیوں سے متعلق ہوگا اور سوائے اُن مذہبی کمیٹیوں کے کسی کمیٹی کو یا کسی اَور کو ان امور میں مداخلت کرنے کا منصب نہ ہوگا۔ اور میں نہایت خوشی سے بیان کرتا ہوں کہ یہ قابل اطمینان تصفیہ جناب حاجی مولوی علی بخش خاں صاحب بہادر سے ملنے اور اُن سے گفتگو کرنے سے حاصل ہوا ہے ÷

میری تعیناتی جس وقت ان اضلاع میں ہوئی تو مجھ کو اس گرمی اور برسات میں گھر سے نکلنے اور گورکھپور اور بستی کا سفر اختیار کرنے سے بہت تکلیف معلوم ہوتی تھی لیکن میں نہایت خوش ہوں کہ جناب صدر اعلیٰ صاحب جو کچھ شبہ میری نسبت اور کالج کی نسبت نہیں نہیں معاف کیجیے جو کچھ شبہے کالج کی نسبت تھے وہ میرے اس سفر ہی کی وجہ سے مٹ گئے اور مسلمانوں کو اس بات سے بہت بڑی خوشی ہوئی ہے۔ جناب حاجی صاحب ممدوح کی شرکت اور امداد سے

مدرسۃ العلوم میں یقیناً بڑی برکت ہوگی اور سب لوگ جناب حاجی صاحب کی پیروی کرینگے ۔

کالج میں ایک یہ بات بھی ضروری قرار دی گئی ہے کہ جو لڑکے کالج میں تعلیم پاویں گے وہ کالج میں رہیں گے ۔ یہ خیال نہ کیجئے کہ امیروں کے لڑکوں کو مدرسہ میں رہنا ضرور نہیں ہے یا وہ اس کو پسند نہ کریں گے ۔ آپ صاحبوں نے ولایت انگلستان کا حال شاید معلوم نہیں کیا ہے ۔ وہاں جاکر دیکھئے کہ لارڈ اور ڈیوک اور نہایت اعلےٰ درجے کے جنٹلین اور ذوی المقدور لوگوں کے لڑکے بھی کالج میں جاکر پڑھتے ہیں اور وہ ضرور بورڈر ہوکر رہتے ہیں ۔ اس وقت یہاں بہت سے شریف اور رئیس خاندانوں کے لوگ جمع ہیں مگر میں پوچھتا ہوں کہ آپ صاحبوں نے اپنی اولاد کے اخلاق درست کرنے کی کیا تدبیر کی ہے ۔ کیا آپ کے لڑکوں کے ساتھ آپ کے سائیس کے لونڈے نہیں کھیلتے یا ماماؤں اور اُن کے لڑکوں میں آپکے لڑکے نہیں کھیلتے ۔ کیا اپنے لڑکوں کو بازاری لونڈوں کی صحبت سے بچانے کے لئے آپ کچھ فکر فرماتے ہیں ۔ ان سب باتوں کا جواب یہ ہے کہ کچھ نہیں ۔ وہی بداخلاقی بدزبانی کمینہ عادت جو اُن کمینہ لونڈوں سے آپ کے لڑکے سنتے اور دیکھتے ہیں وہی وہ بھی سیکھتے ہیں اور وہی بداخلاقی اُن میں اثر کرجاتی ہے ۔ جھوٹ بولتے بولتے اور جھوٹ سنتے سنتے جھوٹ کی برائی دلوں سے جاتی رہتی ہے اور ان سب باتوں کا نتیجہ کیا ہوتا ہے یہ ہوتا ہے کہ اپنی ہم قوموں میں سے اُن کا وقار جاتا رہتا ہے ۔ جب وہ ایک جج کے سامنے جاتے ہیں اور کچھ بیان کرتے ہیں تو وہ اس بات پر یقین نہیں کرسکتا کہ جو کچھ یہ کہتے ہیں وہ سچ ہے یا جھوٹ ہے اور یہ اُس کا شبہ بالکل بجا اور درست ہوتا ہے ۔ ہمارے اخلاق ہماری طبیعت سے جو نتیجہ وہ جج نکال سکتا ہے وہ اس مشتبہ حالت سے کچھ زیادہ نہیں نکال سکتا ۔ ہماری قوم میں تعلیم اور تربیت سے بجز ایک ذات اور قوم کے خیال کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا جسکو ہندوستانی اپنے نزدیک بہت کچھ فخر کا موجب سمجھتے ہیں لیکن ایک اہل علم جنٹلمین اُس کی کچھ زیادہ پروا نہیں کرتا ۔

میں نے مانا کہ ایک دو یا دس بیس ایسے مسلمان بھی پائے جاوینگے جن کی عادتیں اچھی

اور برائیوں سے پاک ہیں لیکن اُن سے کیا ہو سکتا ہے۔ اگر ایسے چند آدمی ملے تو کیا اور نہ ملے تو کیا۔ کیا ایسے چند شخصوں سے قوم کی عزت ہو سکتی ہے اور اُس قوم کے آگے جو چیئرمین کے آس پاس بیٹھی ہے اور جو بالکل سویلئزڈ اور جنٹلمین ہے کیا ہماری قوم کچھ وقار اور عزت حاصل کر سکتی ہے۔ صاحبو اگر ہم کو اس بات کا خیال اور رنج ہے کہ انگریز کی یہ قوم کیوں ہماری بات کا اعتبار نہیں کرتی۔ کیوں ہماری حقارت اُس کے دل میں سما گئی ہے تو ہمارا فرض ہے کہ ہم خود اپنے آپ کو معزز کر لیں اور آپ اپنی عزت کا لحاظ رکھا کریں۔ جیسا ایک تربیت یافتہ قوم کو کرنا چاہیئے۔ اُس کے بعد بھی اگر یہ قوم ہمارے ساتھ اسی طرح پیش آوے جس طرح اب پیش آتی ہے تو بے شک نہایت رنج اور شکایت کا مقام ہوگا لیکن انصاف کرو اور دیکھو کہ جب ہماری اولاد کی طبیعت ابتدا سے خراب ہو جاوے تو کیونکر پھر اس میں اصلاح ہو سکتی ہے اور جو عادتیں بچپن میں اُن کی طبیعت میں اثر کر جاتی ہیں وہ جوانی میں اُن سے کیونکر چھوٹ سکتی ہیں پس اسی لئے یہ تجویز کی گئی ہے کہ لڑکے کالج میں رہیں اور اُن کی خوشی خاطر کے سب سامان وہاں مہیا رہیں جس سے اُن کی طبیعت پژمردہ نہ ہووے باغوں میں اپنے پروفیسروں کے ساتھ سیر کریں اور ہر وقت اپنی طبیعت کو خوش رکھیں اور عمدہ عادتیں اختیار کریں مگر یہ کبھی ممکن نہیں ہے جب تک تمام شریف اور امیر اپنے لڑکوں کا کالج میں رہنا گوارا نہ کریں گے۔ اسی لئے کالج میں یہ قاعدہ مقرر کیا گیا ہے کہ جو لڑکے کالج میں پڑھیں ضرور ہے کہ وہ کالج میں رہیں ٭

جس زمانہ میں اس کالج کی تدبیریں شروع ہوئیں تو ہر جگہ کے لوگوں نے اس کو پسند کیا اور ہر حصہ ملک سے اُس کی تائید ہونی اور ہوتی چلی جاتی ہے۔ مگر بعض مذہبی مسائل جو میں نے بیان کئے اُن کے لحاظ سے البتہ لوگوں کو کچھ کچھ شبہ ہوا اور فتور پڑا لیکن اب سب لوگوں کو اطمینان ہو گیا ہے اور سب نے جان لیا ہے اور جانتے جاتے ہیں کہ کالج دوسری چیز ہے اور اگر میرے ذاتی عقائد بُرے ہیں تو وہ دوسری چیز ہیں لیکن اسی خیال کے ساتھ ایک اور نہایت بُرا خیال لوگوں میں پیدا ہوا ہے اور اُس کو بُرا اس لئے کہتا ہوں کہ ابھی اُس کا وقت نہیں آیا۔ نہیں تو وہ کچھ بُرا نہیں ہے۔ اور غالباً یہ خیال

ہر جگہ پیدا ہوا ہوگا - گورکھپور میں - اعظم گڈھ میں - دیوبند میں - سہارنپور میں - بلکہ
قریباً تمام ہندوستان میں یہی خیال لوگ کرتے ہوں گے کہ جو کالج علیگڈھ میں قائم
ہوگا اُس کے چندہ میں شریک ہونے سے ہمارے ضلع کے لوگوں کو کیا فائدہ ہوگا -
لیکن میں آپ کے سامنے ایک مثال بیان کرتا ہوں جو کسی انگریزی کتاب میں ہے -
انسان کے اعضاء میں تکرار ہوئی اور ہر ایک عضو نے خود غرضی اختیار کی - تھوڑی دیر بعد
معدہ بھوک کے مارے بے چین ہوا - پاؤں نے کہا کہ میں کیوں چل کر غذا بہم پہونچاؤں -
ہاتھوں نے کہا کہ ہم کیوں غذا کو مُنہ تک پہونچاویں - آنکھوں نے کہا کہ ہم اُس میں کے
بال مکھی کیوں دیکھیں - ناک نے کہا کہ غذا کا سڑا بسا بساندا ہونا میں کیوں سونگھوں -
مُنہ نے کہا کہ میں کیوں چبا کر حلق میں نگلوں - سب آپ اپنے چُپکے ہو رہے - دو ایک دن
توجوں توں گذر گئے - پھر تو پاؤں لڑکھڑانے لگے - ہاتھ کانپنے لگے - مُنہ ہلانے کی طاقت
نہ رہی - آنکھوں میں اندھیرا آنے لگا - تب تو سب گھبرائے کہ یہ کیا ہوا - اُس وقت عقل کے
پاس گئے - اُس نے کہا - کہ خود غرضی نے تمہارا یہ حال کیا ہے - تم نے جانا کہ دوسرے
کے کام سے ہم کو کیا مطلب ہے حالانکہ وہ حقیقت میں تمہارا ہی کام تھا اور اُس کا نقصان
تمہارا ہی نقصان تھا +

اسی طرح سمجھو کہ اگر ہر ایک ضلع کے مسلمان یہ خیال کریں کہ دوسرے ضلع کے کالج
میں مدد کرنے سے ہمکو کیا فائدہ ہے تو نہایت بڑی غلطی اور حقیقت میں اپنا ہی نقصان ہے
اور یہ ممکن نہیں ہے کہ ہر ایک ضلع کے بلکہ کسی ایک ضلع یا دو تین ضلعوں کے مسلمان بھی
مل کر ایسا کالج بنالیں جیسا تجویز کیا جاتا ہے - کیونکہ جتنا روپیہ و اہتمام ایسے کالج کے
لئے درکار ہے جس سے مسلمانوں کی اولاد کو اعلیٰ درجہ کی تعلیم اور اعلےٰ درجہ کی تربیت ہوسکے
کیا ہر ایک ضلع کے لوگ جمع کر سکتے ہیں - علاوہ اس کے اس پر بھی غور کرو کہ ہمارا کام صرف
یہی نہیں ہے کہ اسکول یا کالج کو قائم کردیں بلکہ بڑا کام یہ ہے کہ اُس اسکول یا کالج کے
واسطے بہت بڑی تعداد مختلف قسم کی علوم و فنون کی کتابوں کی موجود کردیں اور آپ
بتلائیے کہ وہ کتابیں کہاں کہاں ہیں اور کون شخص اُن کو موجود کر سکتا ہے - میں جب لندن میں

تھا تو میں نے کیمبرج اور ایکسفورڈ کے بڑے بڑے پروفیسروں سے یہ درخواست
کی کہ وہ مجھ کو ہر ایک علم کی اُن کتابوں کی فہرست مرتب کر دیں جو ہمارے کالج کے لائق
ہوں اور جن کا ترجمہ ہم اپنی زبان میں کریں۔ چنانچہ اُنھوں نے نہایت محبت اور مہربانی سے
مجھ کو یہ فہرست مرتب کر دی۔ ہندوستان میں پہونچکر میں نے اُس فہرست کو چھاپا اُسوقت
گورنمنٹ انڈیا میں اُس پر بحث ہوئی اور ڈائرکٹر پبلک انسٹرکشن اور تینوں یونیورسٹیوں
نے اُس پر غور کی اور انجام کو سب نے اُس فہرست کو پسند کیا اور بجنسہ وہ فہرست
گورنمنٹ کی طرف سے گزٹ آف انڈیا میں مشتہر ہوگئی کہ ان کتابوں کا ترجمہ ضروری ہے
ان کتابوں میں سے قریب بیس یا تیئیس کتابوں کے مجھ غریب کی کوشش سے اُردو میں
ترجمہ ہوکر چھپ گئی ہیں اور بیس ہزار روپیہ کے قریب اُن کے چھاپنے میں صرف ہوا ہے
مگر ابھی حقیقت میں کچھ بھی نہیں ہوا۔ ابھی اور بہت علوم کی بہت سی کتابوں میں سے
کچھ بھی ترجمہ نہیں ہوا ہے۔ پھر کیا گورکھپور کا ضلع صرف اپنے روپیہ سے اپنے واسطے
کوئی ایسا کالج قائم کر سکتا ہے جس میں یہ سب کتابیں بھی ترجمہ ہوکر مہیا ہو جاویں
ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ اگر آپ صاحبوں کا یہ مطلب ہے کہ گورکھپور میں ایک مدرسہ قائم
ہو جس میں لڑکے قرآن مجید و مذہبی کتابیں پڑھا کریں اور اُس کا ثواب آپ صاحبوں کو ملا
کرے تو بہت مبارک۔ لیکن اگر آپ کا یہ مطلب ہے کہ اُس کالج میں سے قوم کو فائدہ پہنچے
اور قومی ترقی ہو تو اُس وقت ضرور یہ سوال ہوگا کہ آپ ایسی ایک ایک کتاب بھی درستی
سے ترجمہ کر کے مشتہر کر سکتے ہیں جس کا میں نے ابھی ذکر کیا۔ چہ جائے کہ وہ پورا سلسلہ
موجود کیا جاوے +

علاوہ اس کے ایک اور بات بھی خیال کرنے کے قابل ہے ضرور ہر ایک انسان
کے دل کو یہ خیال تو بہت اچھا معلوم ہوتا ہوگا کہ ہمارے ضلع میں کالج قائم ہو لیکن
اس بات پر غور کرنی چاہیئے۔ اس وقت کہ شہر ضلعوں میں دو قسم کے اسکول ہیں۔ ایک
گورنمنٹ کے دوسرے مشنریوں کے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ آیا گورنمنٹ اسکول سے آپ
اپنے کالج کو عمدہ قائم کرنا چاہتے ہیں یا گھٹل جس میں ایک بنگالی بیس روپیہ کا جو لڑکوں کو

اے - بی - سی - ڈی پڑھا سکے اور ایک مُلّاں جو عربی فارسی کی چھ کتابیں یاد کرا دے۔
اگر آپ اپنا اسکول گورنمنٹ اسکول سے عمدہ یا اُس کے برابر بھی قائم نہ کر سکیں تو حقیقت
میں یہ آپ اپنی قوم کے حق میں کوئی اچھی بات نہیں کرتے کیونکہ ایک عمدہ چیز کو آپ
اُن سے چھوڑاتے ہیں اور بعوض اُس کے ان کو ایک ناقص چیز دیتے ہیں۔ ہاں اگر یہ دعوے
ہو کہ ہم گورنمنٹ مشنریوں کے اسکولوں سے بہتر اسکول قائم کریں گے تو ہم نہایت خوشی
سے کہتے ہیں کہ مبارک لیکن ہر شخص غور کرے اور ہمکو بتلاؤ کہ کون شخص ہے جو اس ضلع
میں اُن اسکولوں کے برابر بھی اسکول قائم کر سکے گا جن کا خرچ ہزار بارہ سو روپیہ یا ادنے درجہ
چھ سات سو روپیہ ہے۔ کہاں سے اس قدر چندہ جمع ہوگا۔ پروفیسر کہاں سے آویں گے
کتابیں کہاں سے آویں گی۔ مگر ہاں ایک اَور بات ہے کہ اگر گورنمنٹ اسکول میں یا
مشنری اسکول میں اب ایک اچھے عربی داں مولوی کی تنخواہ دیں اور کہیں کہ انگریزی وغیرہ
کے ساتھ ساتھ اس روپیہ سے عربی کی تعلیم ہو اور گورنمنٹ یا پادری صاحب منظور کر لیں تو
بہت خوب بات ہے اور ہم بالکل اُس کو پسند کریں گے لیکن ہر جگہ اپنی ڈیڑھ اینٹ کی
مسجد جُدا بنا لینا کچھ بھی مفید نہیں بلکہ نہایت نقصان کی بات ہے۔ اور بالفرض اگر آپ نے
ایک اسکول اپنے ضلع میں گورنمنٹ اور مشنریوں کے اسکول کے برابر قائم بھی کر لیا حالانکہ
یہ کبھی ممکن نہیں اور انٹرنس کی پڑھائی کے اُس میں علوم بھی پڑھائے گئے تو آپ بتلایئے کہ
اُس کے پیچھے کیا چیز ہے وُہی میور کالج اور وُہی گورنمنٹ کی تعلیم۔ پھر آج ہی اُس کو
کیوں نہیں اختیار کرتے جو کل کو کرو گے +

میری رائے ناقص میں جو لوگ اس بات کو عزیز رکھتے ہوں کہ اُن کی قوم پورے مذہب
اور تعلیم یافتہ ہو جاوے تو اُن کو اوّل ایک جڑ قائم کرنی چاہئے اور جس قدر ضرورتیں ہر ایک
قسم کی ہیں۔ لائق لائق پروفیسروں کا جمع کرنا۔ اُردو میں کتابوں کا ترجمہ یہ سب کام باہم
مُتفق ہو کر پورے کر لئے جاویں جب ایک بڑا خزانہ منتہی پانیکا ایک جگہ جمع ہو جاوے
تب اُس کے بعد اُس کی شاخیں نکالنی چاہتے ہیں مگر تم تو سوکھے تالاب میں چاہتے ہو کہ
نہریں کھود دو +

میں نے جو جو اس وقت مدرسۃ العلوم کی یہ مختصر سی کیفیت اور صورت آپ کے سامنے
بیان کی اگر آپ سب صاحبوں کی رائے میں بھی یہ بات ضرور ہو اور آپ چاہتے ہوں۔ کہ
آپ کی اولاد عمدہ تعلیم پاوے اور بد خصلتوں سے بچے تو میں سب صاحبوں سے اب سند
کی امید کرتا ہوں۔ کل ہمارے پاس ایک اخبار آیا اُس سے معلوم ہوا کہ ہندوؤں نے جو
اپنے ایک مدرسہ کا چندہ ہمارے بعد شروع کیا تھا اُس کے لئے مستقل آمدنی اس قدر
ہوگئی ہے جس کی قیمت سات لاکھ روپیہ ہے اور علاوہ اس کے قریب اسّی ہزار روپیہ
کے باہمی چندہ بھی ہوا ہے۔ اس بات کی نہایت خوشی ہے کہ اُس چندہ میں مسلمان
بھی شریک ہوئے ہیں۔ ہمارے اس چندہ مانگنے کا اصول یہ ہے کہ ہم مسلمانوں سے
چندہ طلب کرتے ہیں اور چونکہ انگریز ہمارے حاکم ہیں اور رعایا کا حق ہے کہ اپنے حاکموں
سے مدد چاہے اس لئے ہم انگریزوں سے بھی اپنے کام میں مدد کی درخواست کرتے ہیں
لیکن ہندو ہمارے بھائی ہیں اگر وہ ہماری مدد کریں تو ہم نہایت احسانمندی اور شکرگذاری
سے وہ چندہ لیتے ہیں چنانچہ اکثر ہمارے ہندو دوستوں نے ہمارے مدرسہ میں چندہ
دیا ہے اور یہ بہت بڑی خوشی کی بات ہے کہ دونوں قومیں ایک دوسرے کی باہم مددگار
ہوں لیکن اُس اخبار میں جو ایک طعنہ مسلمانوں کو دیا گیا ہے اُس میں گفتگو ہے۔ وہ
ہندو اخبار نویس لکھتا ہے کہ "دو برس سے مسلمان گانوں گانوں اور ملک ملک سے چندہ
مانگ رہے ہیں مگر آج تک صرف ایک، لاکھ چونسٹھ ہزار روپیہ کا چندہ ہوا ہے۔ اور ہم نے
اُس کے بعد چندہ شروع کیا اور سات لاکھ تک نوبت پہونچ گئی"۔ البتہ یہ شرم کی بات ہے
کہ ہندوؤں نے ہمارے دیکھا دیکھی ایک کام شروع کیا اور ہم سے نصف عرصہ
میں سات لاکھ کا چندہ کرلیا اور ہم ابھی ایک ایک کے سامنے ہاتھ پھیلا پھیلا کر
بھیک مانگ رہے ہیں اور جو کوئی کچھ دیتا ہے بڑی شکرگزاری کے ساتھ لیتے ہیں
اگر کوئی ہماری فہرست چندہ کی دیکھے تو ایک ایک پیسہ بلکہ ایک ایک پائی تک اُس میں
چندہ مندرج ہے اور اُسی فہرست میں پچاس ہزار کا بھی چندہ ہے اور دس ہزار بھی
چندہ ہے۔ پس کوئی شخص چندہ دیتے وقت چندہ کی رقم خیال نہ کرے اور جس قدر

جس سے ممکن ہو اُس سے مدد کرے +

مدرسۃ العلوم سے جس قدر مذہبی تعلق لوگوں کو ہے اُس کے لحاظ سے جسقدر خیالات برخلاف مدرسۃ العلوم کے مسلمانوں میں پیدا ہوئے تھے وہ فضل آلہی سے سب رفع ہوگئے ہیں۔ لیکن اگر اب بھی کسی صاحب کو کوئی اور شبہ مدرسۃ العلوم کی نسبت باقی رہ گیا ہو تو وہ اُس کو ارشاد فرماویں۔ میں اُن کے جواب دینے کیواسطے موجود ہوں +

لکچر بمقام پٹنہ جو ۷ ۔ جنوری ۱۸۸۳ء کو دیا گیا +

اے صاحبو!

آج میں آپ کے سامنے کسی دقیق یا خیالی مضمون پر لکچر دینے نہیں کھڑا ہوا ہوں بلکہ ایسی باتیں بیان کرنا چاہتا ہوں جو روزمرہ ہم سب کے برتاؤ میں ہیں۔ ایک حکیم کا قول ہے کہ "انسان آپ اپنے لئے سب سے بڑا استاد ہے۔ دنیا کے تمام واقعات اُس پر گذرتے ہیں اور اُن کے اثروں سے جیسا وہ واقف ہوتا ہے دوسرا کوئی واقف نہیں ہوتا اور اُن سے اُس کو عبرت پکڑنے کا سب سے زیادہ موقعہ ہوتا ہے" +

یہ ایک غلطی ہوگی اگر کوئی سمجھے کہ انسان کا اطلاق صرف شخص واحد ہی پر ہوتا ہے یہ ایک اصطلاح ہے اور جس طرح شخص واحد پر صادق آتی ہے اُسی طرح مجموعہ افراد پر بھی صادق آتی ہے۔ پس جو لوگ کہ اپنے ملک میں تمام باشندگان ایک حصہ دنیا کی بھلائی پر نظر رکھتے ہیں وہ اُس ملک کے کُل باشندوں پر انسان کا لفظ اطلاق کر سکتے ہیں اور مجازاً اُس ملک پر اور جو کسی قوم کی بھلائی چاہتے ہیں وہ کل قوم پر اور جو کسی خاندان کی بھلائی چاہتے ہیں وہ کُل خاندانوں کے لوگوں پر۔ نتیجہ اس کا یہ ہے کہ ملک کی بھلائی کے لئے خود ہمارا ملک اور قوم کی بھلائی کے لئے خود ہماری قوم اور خاندان کی بھلائی کے لئے خود ہمارا خاندان ہمارے لئے اُستاد ہے۔ جو حالتیں اُس پر گذری ہیں یا گذر رہی ہیں اُنھیں پر غور کرنا ہماری نصیحت اور عبرت کے لئے کافی ہے۔ میرا ارادہ آج کے لکچر سے صرف یہی ہے کہ ہم ان تینوں بھایوں کی موجودہ حالت پر نظر ڈالیں اور اس سے آیندہ کے لئے نصیحت حاصل کریں +

ملک پر جب ہم انسان کا لفظ اطلاق کریں تو ہم کو معلوم ہوگا کہ جس طرح انسان میں مختلف قوا اور مختلف اعضا ہیں جن پر انسان کی زندگی کا مدار ہے اسی طرح ملک میں بھی

مختلف قومیں اور مختلف اشخاص ہیں جن پر ملک کی سرسبزی اور ترقی اور بھلائی کا بلکہ مختصر طور پر کہوں کہ ملک کی زندگی کا مدار ہے۔ پس جو لوگ کہ ملک کی بھلائی چاہتے ہیں اُن کا پہلا فرض یہ ہے کہ بلالحاظ قوم و مذہب کے کُل باشندگان مُلک کی بھلائی پر کوشش کریں۔ کیونکہ جس طرح ایک انسان کی اُس کے تمام قوا، اور تمام اعضا کے صحیح و سالم رہنے بغیر زندگی یا پوری تندرستی محال ہے اُسی طرح ملک کے تمام باشندوں کی خوشحالی اور بہبودی بغیر ملک کی زندگی یا پوری ترقی ناممکن ہے +

اے میرے دوستو! تمہارے ملک ہندوستان میں دو مشہور قومیں آباد ہیں۔ جو ہندو اور مسلمان کے نام سے مشہور ہیں۔ جس طرح کہ انسان میں بعض اعضائے رئیسہ ہیں اسی طرح ہندوستان کے لئے وُہی دونوں قومیں بمنزلہ اعضائے رئیسہ کے ہیں۔ ہندو ہونا یا مسلمان ہونا انسان کا اندرونی خیال یا عقیدہ ہے۔ جس کو بیرونی معاملات اور آپس کے برتاؤ سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ کیا خوب کہا ہے جس نے کہا ہے کہ انسان کے دو حصہ ہیں۔ اُس کے دل کا خیال یا عقیدہ خدا کا حصہ ہے اور اُس کا اخلاق اور میل جول اور ایک دوسرے کی ہمدردی اُس کے ابنائے جنس کا حصہ ہے۔ پس خدا کے حصہ کو خدا پر چھوڑ دو اور جو تمہارا حصہ ہے اُس سے مطلب رکھو +

اے عزیزو۔ جس طرح ہندوؤں کی شریف قومیں اس ملک میں آئیں اُسی طرح ہم بھی اس ملک میں آئے۔ ہندو اپنا ملک بھول گئے۔ اپنے دیس سے پردیس ہونے کا زمانہ اُن کو یاد نہیں رہا اور ہندوستان ہی کو انھوں نے اپنا وطن سمجھا۔ اور یہ جانا کہ ہمالیہ اور بندھیاچل کے درمیان ہمارا ہی وطن ہے۔ ہم کو بھی اپنا ملک چھوڑے سینکڑوں برس ہو گئے۔ نہ وہاں کی آب و ہوا ہم کو یاد ہے نہ اُس ملک کی فضا کی خوبصورتی۔ نہ وہاں کے پھلوں کی تر و تازگی اور نہ میووں کی لذت اور نہ اپنے مقدس ریتیلے و کنکریلے ملک کی برکت۔ ہم نے بھی ہندوستان کو اپنا وطن سمجھا اور اپنے سے پیش قدموں کی طرح ہم بھی اس ملک میں رہ پڑے۔ پس اب ہندوستان ہی ہم دونوں کا وطن ہے۔ ہندوستان ہی کی ہوا سے ہم دونوں جیتے ہیں۔ مُقدس گنگا جمنا کا پانی ہم دونوں

پیتے ہیں - ہندوستان ہی کی زمین کی پیداوار ہم دونوں کھاتے ہیں - مرنے میں جینے میں
دونوں کا ساتھ ہے - ہندوستان میں رہتے رہتے دونوں کا خون بدل گیا - دونوں کی رنگتیں
ایک سی ہوگئیں - دونوں کی صورتیں بدل کر ایک دوسرے کے مشابہ ہوگئیں - مسلمانوں نے
ہندوؤں کی سینکڑوں رسمیں اختیار کرلیں - ہندوؤں نے مسلمانوں کی سینکڑوں عادتیں
لے لیں - یہاں تک ہم دونوں آپس میں ملے کہ ہم دونوں نے مل کر ایک نئی زبان اُردو پیدا
کرلی - جو نہ ہماری زبان تھی نہ اُن کی - پس اگر ہم اُس حصہ سے جو ہم دونوں میں خدا کا حصہ ہے
قطع نظر کریں تو درحقیقت ہندوستان میں ہم دونوں باعتبار اہل وطن ہونے کے ایک قوم
ہیں اور ہم دونوں کے اتفاق اور باہمی ہمدردی اور آپس کی محبت سے ملک کی اور ہم
دونوں کی ترقی و بہبودی ممکن ہے - اور آپس کے نفاق اور ضد و عداوت ایک دوسرے
کی بدخواہی سے ہم دونوں برباد ہونے والے ہیں - افسوس ہے اُن لوگوں پر جو اس نکتہ
کو نہیں سمجھتے اور آپس میں ان دونوں قوموں کے تفرقہ ڈالنے کے خیالات پیدا کرتے
ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ اُس مضرت اور نقصان میں وہ خود بھی شامل ہیں - اور آپ اپنے پاؤں پر
کلھاڑی مارتے ہیں - اے میرے دوستو میں نے بارہا کہا ہے اور پھر کہتا ہوں کہ ہندوستان
ایک دُلہن کی مانند ہے - جس کی خوبصورت اور رسیلی دو آنکھیں ہندو و مسلمان ہیں - اگر
وہ دونوں آپس میں نفاق رکھیں گے تو وہ پیاری دُلہن بھینگی ہوجاوے گی - اور اگر ایک
دوسرے کو برباد کردیں گے تو وہ کانڑی بن جاوے گی - پس اے ہندوستان کے رہنے
والے ہندو مسلمانوں - اب تم کو اختیار ہے - کہ چاہو اُس دُلہن کو بھینگا بناؤ
چاہو کانڑا ؛

بے شک انسانوں میں باہم کبھی کبھی رنج ہوجانا ایک قدرتی بات ہے - ہندو اور
مسلمانوں پر موقوف نہیں ہے - آپس میں ہندو ہندوؤں میں مسلمان مسلمانوں میں - بھائی
بھائیوں میں - باپ بیٹوں میں - ماں بیٹیوں میں رنج ہوجاتا ہے - مگر اُس رنج کو قائم رکھنا
اور بڑھائے جانا اور بڑھائے جانا انسان کی - ملک کی - قوم کی - خاندان کی پوری بدبختی ہے
کیا مبارک ہیں وہ لوگ جو معافی چاہتے ہیں اور اُس گرہ کے کھولنے میں جو محبت میں اتفاق ہے

پڑگئی ہے پیش قدمی کرتے ہیں۔ اور اپنے بھائی یا ہموطن یا ہمقوم سے بے قصور ہونے پر بھی معافی چاہتے ہیں۔ اور محبت کو ٹوٹنے نہیں دیتے۔ او مقلب القلوب، تو ہندوستان کے لوگوں کے دلوں کو اسی طرف پھیر دے ٭

اے صاحبو۔ اب میں دوسرے برادر عزیز کی حالت پر یعنی قوم کی حالت پر نظر ڈالونگا بہتر ہوگا کہ اس کام کے لئے میں اپنی ہی قوم کو منتخب کروں تاکہ جو کچھ میں اُس کی نسبت کہوں اچھا یا بُرا میں خود بھی اُس سے خارج نہ رہوں۔ اے مسلمانوں میں اپنی قوم کی اس بات سے خوش ہوں کہ اُن کے باپ دادا کیا خداپرستی کے متقدس اور قابل ادب طریقہ میں اور کیا علم و فضل کے میدان میں، اور کیا جاہ و حشمت کے عروج میں اور کیا بہادری اور جرأت اور سپاہ گری کے فن میں ایسے گذرے ہیں جن پر اُن کو فخر کرنا زیبا ہے۔ اُسی کے ساتھ میری خوشی اور زیادہ ہوجاتی ہے جب میں دیکھتا ہوں کہ ہماری قوم اپنے باپ دادا کی باتوں پر فخر بھی کرتی ہے اور اُن کو یاد بھی رکھتی ہے کیونکہ جس قوم کے باپ دادا ایسے گذرے ہوں جیسے تمہارے تھے اور وہ اُن کے افتخار کو یاد بھی رکھے تو اُس قوم سے پھر ترقی کرنے کی اُمید ہوسکتی ہے اور جس قوم میں باپ دادا کے افتخار نسیاً منسیاً ہوجاتے ہیں یا بطور دیو پری کے کہانیوں کے باقی رہ جاتے ہیں اُس قوم سے ترقی کی اُمید باقی نہیں رہتی۔ الحمدللہ کہ ہماری قوم کی حالت ابھی ایسی نہیں ہوئی ہے سکتی ہے پر کچھ جان باقی ہے۔ اگر خدا مدد کرے تو شاید صحت پا جاوے ٭

مگر اے عزیزو، اس بات سے مایوسی ہوتی ہے کہ ہماری قوم اپنے باپ دادا کے گیت تو گاتی ہے پر خود کچھ نہیں کرتی۔ کوئی بے عزتی اور بے غیرتی اس سے زیادہ نہیں ہوسکتی کہ ہم اپنے سلف کے ایسے خلف ہوں جن سے ہمارے اسلاف کی نام آوری کو بھی بٹہ لگے دیکھو تمام ہندوستان میں تمہاری قوم کا کیا حال ہے سب قوموں سے زیادہ جاہل۔ سب قوموں سے زیادہ ذلیل۔ سب قوموں سے زیادہ نظروں سے گری ہوئی۔ سب قوموں سے زیادہ مفلس۔ ہاں جو چیز کہ سب قوموں سے زیادہ اُن کے پاس ہے وہ کیا ہے۔ خود اپنی قوم سے بغض و عداوت کینہ و حسد۔ خود اپنی قوم کی بدخواہی اور بداندیشی۔ قومی عزت۔ قومی ہمدردی

قومی افتخار کا ہم میں نام بھی نہیں۔ ہماری قوم میں اگر کوئی شخص ترقی یا عزت کے کسی درجہ پر پہونچتا ہے تو قوم کو اس بات کا فخر نہیں ہوتا کہ ہم میں بھی کوئی نامور ہے۔ بلکہ یہ حسد پیدا ہوتا ہے کہ یہ کیوں ایسا ہوا۔ آپس کا میل جول۔ آپس کی دوستی۔ باہمی محبت۔ صرف ظاہر کے دکھاؤ کی رہ گئی ہے۔ دل میں اس کا ذرا بھی اثر پایا نہیں جاتا۔ بہت لوگ ہیں جو ذاتی عزت کے پیچھے دوڑتے ہیں۔ لاکھوں روپئے خرچ کر دیتے ہیں۔ اور اپنی دانست میں اُس کو حاصل بھی کرتے ہیں۔ مگر وہ بھول جاتے ہیں کہ وہ اُسی قوم کے افراد میں سے ایک ہیں۔ جو سب کی نظروں میں ذلیل ہے اور وہ ظاہری عزت جو اُنہوں نے پائی ہے پیتل کے برتن پر صرف ملمع کیسی چمک ہے۔ جس کی خود ملمع کرنے والا یا عزت دینے والا کچھ قدر نہیں کرتا۔ قوم میں سے کسی ایک شخص کو حقیقی افتخار اُسی وقت ہوتا ہے جبکہ وہ اُس قوم میں سے جو عزت کے لائق ہے نتیجہ اس کا یہ ہے کہ جو شخص اپنی ذاتی عزت کا خواہاں ہو اُس کا پہلا فرض یہ ہے کہ قوم کے معزز کرنے میں سب سے زیادہ کوشش کرے۔ مگر افسوس یہ ہے کہ ہماری قوم کو اپنی قوم کی بھلائی و بہتری کا مطلق خیال نہیں۔ ذرہ برابر بھی توجہ نہیں۔ جن لوگوں نے کچھ کیا ہے وہ کرنا ذاتی غرض سے خالی نہیں۔ عام بھلائی کے کام میں ذاتی غرض اُس کی برکت اُس کے ثمرے دونوں کو نٹا دیتی ہے ؛

اے میرے دوستو۔ میں اپنی قوم کی بہت بڑی بڑی فیاضیوں سے جو اُنھوں نے کی ہیں اور جو اب بھی کرتے ہیں اور امور خیر میں جو زیادہ تر مذہب سے علاقہ رکھتے ہیں نہایت فیاضی سے روپیہ خرچ کرتے ہیں ناواقف نہیں ہوں۔ ہمارے ہی ضلع کے ایک رئیس اعظم نے ایک مسجد کی مرمت کے لئے اسّی ہزار روپئے تک خرچ کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ مگر اے صاحبو مذہبی اُمور میں خرچ کرنا خاص اپنے ذاتی فائدہ سے علاقہ رکھتا ہے۔ جس کا عقبےٰ میں کافی فائدہ اپنی ذات خاص کو توقع ہے اور اس لئے وہ قومی بھلائی اور قومی ہمدردی میں شمار نہیں ہو سکتا وہ تو بمنزلہ تجارت کے ہے۔ دنیاوی تجارت میں اور اُس میں صرف اس قدر فرق ہے کہ دنیاوی تجارت میں اس دنیا میں نفع حاصل کرنے کی توقع ہے اور مذہبی کام میں دوسری زندگی میں نفع اُٹھانے کی توقع ہے۔ قومی ہمدردی اور قومی رفاہ

کا کام وہ ہے جو نہ اپنے لئے کیا جاوے نہ خدا کے لئے بلکہ خاص قوم کے لئے اور جس چیز کی قوم کو حاجت ہے اُس کو پورا کرے اور میری رائے میں یہی اصلی ثواب کا کام ہے ۔

ہماری قوم میں قومی ہمدردی کے نہ ہونے کے خیال کا ثبوت اس سے ظاہر ہے کہ ہمارے ملک میں بہت سی عالی شان مسجدیں۔ بہت سے امام باڑے۔ بہت سی خانقاہیں۔ بہت سی درگاہیں موجود ہیں جن کی تعمیر میں لگوکھا روپیہ صرف ہوا ہے۔ سینکڑوں۔ ہزاروں روپے سالانہ آمدنی کے اوقاف مسجدوں و درگاہوں اور امام باڑوں اور خانقاہوں کے لئے یا شاذ و نادر خاص مذہبی تعلیم کے لئے موجود ہیں مگر کوئی ایک چیز بھی قوم کی بھلائی اور قومی ضرورت کے لئے موجود نہیں ہے۔ میں نے آجتک سوائے ہمارے دوست اور آپ کے شہر کے رئیس سید رضا حسین صاحب کے وقف نامہ کے جنھوں نے اپنی حیثیت سے بڑھ کر کام کیا ہے کوئی وقف نامہ ایسا نہیں دیکھا جو خالص قومی بھلائی کے لئے کیا گیا ہو ۔

اے دوستو۔ یہی بڑا نقص ہماری قوم میں ہے اور یہی اصلی وجہ ہے کہ ہماری قوم نے ترقی نہیں کی اور روز بروز تنزل کرتی جاتی ہے۔ قومی ترقی صرف تعلیم پر منحصر ہے۔ مذہبی تعلیم عقبیٰ کی تعلیم کے لئے ہے دُنیوی تعلیم دنیوی ترقی کے لئے۔ مگر مشکل یہ ہے کہ تعلیم بغیر روپیہ کے نہیں ہوتی اور روپیہ بغیر تعلیم کے حاصل نہیں ہوتا۔ گو کہ بہت سی صورتوں میں جاہلوں کے پاس بھی آجاتا ہے مگر حاصل کرنے اور آجانے میں بڑا فرق ہے۔ آجانے سے قومی عزت نہیں ہوتی بلکہ حاصل کرنے سے قومی عزت ہوتی ہے ۔

میں مذہبی تعلیم کا اس وقت کچھ ذکر نہ کروں گا بلکہ دنیاوی تعلیم سے جو دنیاوی ترقی کا اور قوم کو لائق اور ذی عزت بنانے کا ذریعہ ہے غرض رکھوں گا۔ میں آپ صاحبوں سے کسی ایسے شخص کا نام سُننا چاہتا ہوں جس نے نہ تو اپنی ذاتی ناموری کے خیال سے اور نہ کسی حاکم کی خوشنودی خرید کرنے کی نظر سے اور نہ کسی عزت خریدنے کے بیعانہ دینے کی غرض سے بلکہ خاص اپنی قوم کی دنیاوی عزت کی نیت سے قوم کی تعلیم میں کچھ کیا ہو۔ بلاشبہ چند بزرگ ایسے پائے جاویں گے جنھوں نے مدرسۃ العلوم واقع علیگڈھ میں مدد کی ہے۔ مگر وہ کہے ہیں معدودے چند ہیں اور بیچارے غریب آدمی ہیں جنھوں نے اپنا بھوکا رہنا پسند کر کے

ایک ایک مہینہ اور دو دو مہینے بلکہ بعض نے اُس سے بھی زیادہ کا اپنا اوقہ مدرسہ کو دیدیا ہے مگر جو امیر ہیں اُنہوں نے کچھ بھی توجہ نہیں کی ہے۔ ؎

کریماں را بدست اندر درم نیست
خُداوندانِ نعمت را کرم نیست

اے دوستو یہ ایک بڑی غلطی ہے کہ دنیاوی عزّت کو دینی عزّت سے علٰحدہ سمجھا ہے فقیری ہو یا بادشاہی اُس میں خدا کو بھول جانا اور جو مقتضی بندہ ہونے کا ہے اُس کو یاد نہ رکھنا ہر حالت میں بُرا ہے۔ اور اگر میں غلطی میں نہ ہوں تو ایسی ہی دنیا کی بزرگوں نے مذمت کی ہے اور اگر یہ نہ ہو تو دنیا دین کا ایک جزو ہو جاتی ہے۔ یہودیوں نے خدا کے احکام کی نافرمانی کی تھی۔ اُس کے فرائض کو ادا نہیں کیا تھا۔ عقبیٰ کے عذاب کے سوا خدا نے اُن کو دنیا میں بھی ذلّت کا عذاب دیا۔ ضربت علیھم الذلت والمسکنۃ وباؤ بغضب من اللہ پس صاف ثابت ہے کہ دنیاوی عزت بھی ایک حصّہ دینی عزّت کا ہے۔ اسلام کوئی مجسّم خوبصورت پُتلی بنی ہوئی نہیں ہے بلکہ وہ ہمارے تمہارے ذریعہ سے دکھائی دیتا ہے۔ پس اگر وہ قوم جو اس دنیا میں مسلمان کے نام سے مشہور ہے ذلیل و بے عزت و مفلس و بے قدر ہو جاوے تو از خود اسلام بھی ذلیل ہو جاوے گا۔ پس ہماری کوشش دنیاوی ترقی اور دنیاوی عزّت میں اسلام کی شان و شوکت کی نیت سے ہونی چاہیئے۔ جس کو میں اصلی محبت اسلام و اصلی ثواب کے کام سے تعبیر کرتا ہوں۔ دنیا کے لئے دنیا میں عزّت حاصل کرنے کی کوشش ایک بیوقوفی کا کام ہے جس کا قیام ہر لحہ مشتبہ و ناپائیدار ہے۔ اسی خیال سے چند قوم کے ہمدردوں نے علیگڈھ میں مدرسۃ العلوم قائم کیا ہے تمام لوگ یا دوست یا غیار غالباً قبول کرتے ہیں کہ بالتخصیص قوم کی بھلائی اور قوم کی بہبودی کے لئے قائم کیا گیا ہے۔ اور ہر دوست و دشمن بھی قبول کرتا ہے کہ تمام حصۂ ہندوستان میں فرد ہے جس کا نظیر موجود نہیں ہے۔ اب ہماری قوم کو خیال کرو اور اُس کی تعداد اور اُس کی مقدرت کو بھی دیکھو اگر قوم قومی ہمدردی پر متوجہ ہو تو ایسے ایسے سو مدرسے قائم کر سکتی ہے۔ مگر آٹھ دس برس کا عرصہ کوشش کرتے گذر گیا۔ قوم کی عدم توجہی کے سبب وہ بھی اب تک

پورا نہیں ہوا۔ اُس کی گھڑی ہوئی بُنیادیں قوم کا مُنہ تکتی ہیں کہ کب ہمارا پیٹ بھرا جاویگا
اُس کی نا تمام عمارتیں خدا سے دعا کرتی ہیں کہ کب ہم کو پورا کرنے کی قوم کو توفیق دے گا
اُس کے طالب علم چھپّر میں اور درختوں کے سایہ کے تلے نماز پڑھتے ہیں اور پوچھتے ہیں
کہ ہماری قوم دنیا میں زندہ ہے یا خدا کے ہاں چل بسی۔ وضو کے حوض کے مُنہ میں خاک
بھری ہوئی ہے۔ قوم کا کوئی شخص اُس کو پانی چوانے والا نہیں ؛

اے عزیزو۔ شاید یہ نتیجہ میری شامت اعمال کا ہو مگر اس کام میں مجھ کو ایک قلی کا سا
درجہ ہے۔ میں ملحد سہی۔ کافر سہی۔ مگر کیا تمہارے لئے مسجد و خانقاہ و امام باڑہ بنانے
میں چمار و چوہڑے چھپّری نہیں ڈھوتے اور اُس مقدس عمارت کو تعمیر نہیں کرتے۔ تم
مجھ کو بھی ایسا ہی سمجھو اور اپنی قومی بھلائی کے کام میں مدد دو ؛

چند بزرگ اس جلسہ میں ایسے ہوں گے جنھوں نے اس قومی کام کو اور جو کچھ وہاں ہوتا
ہے اُس کو دیکھا ہے۔ چند ایسے لوگ بھی یہاں موجود ہوں گے جنھوں نے اس مدرسہ
میں پڑھا ہے۔ میں کچھ ہی ہوں اور میرا طریقہ کچھ ہی ہو مگر دیکھو کس طرح وہاں پنجگانہ نماز
ہوتی ہے۔ کس طرح سُنّی و شیعہ طالب علم آپس میں محبت و الفت سے رہتے ہیں۔ کس طرح
دونوں فریق کی دنیاوی تعلیم ہوتی ہے۔ کس طرح دونوں فریق کو اُنھیں کے مذہب کے
مولویوں اور مجتہدوں سے مذہبی تعلیم دی جاتی ہے۔ کس طرح سُنّی و شیعہ طالب علموں کو
مذہبی امتحان کے نتیجہ پر انعام اور سکالرشپین ملتی ہیں۔ پس تم مجھ سے غرض مت رکھو۔
قومی کام سے غرض رکھو۔ اگر اُس میں کچھ نقص دیکھو تو بے شک مجھ پر لعنت کرو ؛

اے عزیزان "۔ من از شما نجات خود را طلبگار نیستم۔ مارا با خدائے ما بگذارید۔ بہ جہتِ
نجاتِ من خدائے من و جدِّ من کافی است۔ غیرت قومی و حمیّتِ اسلامی را بجوش آرید
و کاریکہ بجہتِ فلاح و صلاح قوم شما اساس یافتہ بہرِ تکمیل آں اعانت و امداد فرمائید
واجرکم علی اللہ "؛

اے صاحبو۔ میں نے آپ کا بہت سا وقت ضائع کیا ہے۔ اب میں تیسری برادر عزیز
یعنے خاندانوں کی حالت بہت مختصر سی طور سے بیان کروں گا۔ یہ امر نہایت روشن ہے

کہ ہمارے قدیم خاندان بالکل برباد ہو گئے ہیں اور جو موجود ہیں اُن کی بربادی کی بھی علامتیں ظاہر ہیں۔ ایک بڑے سیاح کا قول ہے کہ قوم کی خوشحالی یا بربادی کا ثبوت اُس قوم کی عمارتوں سے ظاہر ہوتا ہے۔۔ پس اب تم تمام ہندوستان میں پھرو اور قدیم شہروں اور قدیم قصبوں میں جاؤ اور دیکھو جو معبد کہ ویران و شکستہ حال پاؤ گے وہ مسلمانوں کی مسجدیں ہوں گی جو کسی زمانہ میں نہایت عالی شان اور بے نظیر تھیں۔ جو چھت بوسیدہ اور خم در خم رسیدہ دیکھو گے وہ سقف خانۂ مسلم ہو گی۔ جو دیوار نبیدہ اور از سر تا پا افتادہ پاؤ گے وہ دیوار کسی مسلمان کے محل سرائے کی ہو گی۔ اے رئیسان پٹنہ میں خدا کا شکر کرتا ہوں اور تم کو مبارکباد دیتا ہوں کہ تمہارے پاس بہت سے عالی شان محل ہیں اور دعا دیتا ہوں کہ خدا اُن کو قائم رکھے مگر تم اُن کے سبب اپنی قوم کے حال سے غافل نہ ہو اور دیکھو کہ تمہاری قوم کے قدیم خاندان جن کا ادب اور وقار اب تک تمہارے دل سے نہیں گیا کس حال میں ہیں خاندانوں کی ترقی زمانہ کی چال کی مناسبت سے ہوتی ہے۔ جس طریقہ سے تمہارے بزرگوں کے خاندان بنے تھے اور نام آور ہوئے تھے۔ ترقی پائی تھی۔ اب وہ زمانہ نہیں رہا افسوس ہے کہ زمانہ نے اپنی چال بدل دی۔ مگر تم اُسی چال پر قائم ہو۔ اس زمانہ میں منزل رساں نہیں ہے۔ اس زمانہ میں فتح یابی اُسکو ہے جو تعلیم و تربیت میں حسب مقتضائے اس زمانہ کے فتحیابی حاصل کرے۔ مگر جب ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے خاندان کے بچے۔ ہمارے خاندان کے نوجوان لڑکے تعلیم اور تربیت سے عاری ہیں۔ اُن کے بزرگوں کو۔ اُن کے مربیوں کو اُن کی تعلیم سے عار ہے تو پھر کیا ہم کو موجودہ خاندانوں کے قائم رہنے یا نئے خاندانوں کے قائم ہونے کی توقع ہو سکتی ہے ؟

ہم لوگوں میں ایک جوہر شرافت کا شمار کیا جاتا تھا جس طرح وہ نسب پر بولا جاتا تھا اُسی طرح عادت اور اخلاق پر بھی اطلاق ہوتا تھا۔ ہمارے بزرگ بلاشبہ ایک خاص قسم کی متانت ایک خاص قسم کی وقار ایک خاص قسم کے ادب سے مالا مال تھے۔ اُنکی سچائی اُن کی صاف دلی۔ اُن کی آپس میں سچی محبت۔ اُن کی آپس میں نہایت مستحکم دوستی ایسی تھی جس کا ہم کو ہمیشہ فخر رہے گا۔ اُن کی عادتوں اور خصلتوں کو اُن کی اولاد اُن کے ہمسائے

اُن کی قوم کے بچے دیکھتے تھے وُہی سیکھتے تھے اور ویسا ہی بننا چاہتے تھے - وہ سب مر گئے اور اپنی خوبیاں اور اپنی خصلتیں اپنے ساتھ لے گئے - اب ہمارے خاندانوں کے بچّوں کو نہ کوئی نمونہ ہے جس کو دیکھکر وہ کچھ سیکھیں اور نہ کوئی نیک صحبت ہے جسکا اثر اُن کے دل پر ہو - زمانہ حال کی تہذیب و شائستگی و ادب نے دوسری رنگت پکڑی ہے مگر اُس کو بھی تعلیم و تربیت و صحبت چاہئے کہ یہ بھی ہمارے خاندان کے لڑکوں کو نصیب نہیں - پس اُن کا حال اس مثل کے [illegible] ہو گیا ہے کہ "ازاں سُو راندہ وازیں سُو درماندہ" نہ اِدھر کے ہوئے نہ اُدھر کے ہوئے - جو امیر ہیں اُن کے لڑکے ماماؤں اور اناؤں کے لڑکوں خدمتگاروں اور خدمتگاروں کے لڑکوں کی صحبت پاتے ہیں جب اور کچھ بڑے ہوتے ہیں اور اُن کا دل کسی قسم کے ولولوں کے پیدا کرنے کے لائق ہوتا ہے تو اَور قسم کے بدرویہ اور بداطوار لوگ اُن کے گرد ہوتے ہیں وہی اُن کے مصاحب اور وہی اُن کے دلی دوست شمار کئے جاتے ہیں - رفتہ رفتہ وہ نوبت پہونچ جاتی ہے جس کو آپ صاحب بخوبی جانتے ہیں - جن کو اس قدر مقدور نہیں ہے اُن کے بچے بازاروں اور گلیوں میں خاک چھانتے پھرتے ہیں اور کوئی شُہدپن کی ایسی بات نہیں جو وہ نہ سیکھتے ہوں - قوم کے چند بدنصیب خیرخواہوں نے جن کی قسمت میں آپ لوگوں سے بلکہ اپنی تمام قوم سے دشنام دہی و سخت کلامی سننی تھی - قوم کی زبان سے کافر و ملحد بننا تھا - ان مصیبتوں کے دُور کرنے کی فکر کی اور چاہا کہ ایک ایسا گھر بنایا جاوے جس میں ہماری قوم کے بچے باامن و امان رہیں اور اُن بلاؤں اور آسیبوں سے جن کا میں نے ابھی ذکر کیا بچے رہیں - مگر جب قوم کی بدنصیبی ہو تو کوئی کل کیونکر سیدھی پڑے - یہ ایک قومی کام تھا اور بغیر قومی مدد کے پورا نہیں ہو سکتا یہ کام دو چار آدمیوں کے کرنے کا نہیں ہے بلکہ قوم کی قوم کے کرنے کا ہے - خدا ہماری قوم کو توفیق دے کہ اس بات کو سمجھیں اور اُس گھر کے پورا کرنے پر آمادہ ہوں ٭

اے رئیسو - تم خوب یاد رکھو کہ جب تک تم اپنی اولاد کو صغیر السنی میں اپنے گھروں سے علیحدہ نہ کرو گے تاکہ صحبت بد سے الگ رہیں اور اُن کی زندگی تعلیم یافتہ زندگی ہو جاوے اُس وقت تک خاندانوں کا سنبھلنا اور قوم کا عزت پانا محال ہے - ایسے بورڈنگ ہوس میں

جو گورنمنٹ کالجوں سے علاقہ رکھتے ہیں یا بڑے بڑے وارڈ انسٹی ٹیوشنوں ہیں
جو ہندوستان میں چند جا امیروں کے لڑکوں کے لئے مقرر ہیں میری رائے میں تربیت
نہیں ہوسکتی - ہماری قوم کے لئے ایسے بورڈنگ ہوس درکار ہیں جن کا اہتمام اور نگرانی
خود ہمارے ہاتھ میں ہو - ہماری قوم کے معزز اور باوجاہت لوگ اُس کا انتظام
کرتے ہوں - وہ لوگ بورڈروں کو مثل اپنے بچّوں کے سمجھتے ہوں اور بورڈر اُن کو اپنے
بزرگ باپ کی مانند جانتے ہوں - اگر اُس کا نمونہ تم کو دیکھنا ہو تو آؤ ہمارے ساتھ
علیگڈھ چلو اور ہمارے کالج کے اُن پیارے عزیز بچّوں کو دیکھو جو بطور
بورڈر کے وہاں رہتے ہیں جن کی صورت دیکھکر ہمارے دل میں پیار آتا ہے جن کے
خیال سے ہماری روح خوش ہوتی ہے - اُن کو جو محبت ہمارے ساتھ ہے اُس کا تماشہ
دیکھو - باپ سے زیادہ ہم سے محبت رکھتے ہیں - ہماری خفگی سے کوئی چیز اُن کو زیادہ
رنج دینے والی نہیں ہوتی - ہماری جھڑکی - ہمارا طمانچہ - ہمارے ہاتھ کی سُستی سے
اُن کو عبرت اور نصیحت ہوتی ہے - مگر وہ اُس کو ایسی ہی عزت سے قبول کرتے ہیں
جیسے بیٹا اپنے باپ کی تادیب و تنبیہہ کو - چلو ہمارے عزیز مگر ہمارے باعث افتخار
مولوی سمیع اللہ خاں کا حال دیکھو کہ بورڈروں کے پیچھے کس طرح اپنی جان
لگائے ہوئے ہے - کسی بورڈر کی بیماری میں اُن کی بے قراری کو دیکھو اور اندازہ
کرو کہ آیا باپ کو اُس سے زیادہ ہوسکتی ہے - خود اپنی آنکھ سے چل کر دیکھو کہ جو
محبت اور سرپرستی مولوی سمیع اللہ خاں بورڈروں کی کرتے ہیں آیا کوئی باپ اپنے
بیٹے کی بھی کرتا ہے - یا دش بخیر مولوی مشتاق حسین کا جو حال بورڈروں سے
تھا وہ تو عجائبات دنیا سے کچھ کم نہ تھا - گو اُن کو دنیاوی ترقی اور دنیاوی عزت
بہت کچھ ہے خُدا اور زیادہ کرے - مگر میری آنکھ میں جو عزت دین و دنیا میں اُن کو
بورڈروں کی خدمت سے نصیب تھی اُس کے مقابلہ میں حیدرآباد کی عزت کچھ
بھی حقیقت نہیں رکھتی - چلو اور مولوی محمد کریم صاحب اور مولوی خواجہ محمد یوسف
صاحب اور مولوی محمد اکبر صاحب کا حال دیکھو - کہ وہ بورڈوں کے ساتھ

کس طرح پیش آتے ہیں - ایسا بورڈنگ ہاؤس البتہ ہماری قوم کے بچّوں کو تربیت دینے کے قابل ہو سکتا ہے - مگر افسوس اے ہماری قوم کے بزرگو - کہ تم کو اُن کی قدر نہیں - خدا تم کو ایسا دل دے کہ اُس کی قدر کرو اور ایسی بصیرت دے - کہ تم اُس کو پہچانو وما علینا الا البلاغ +

۱۲

جواب ایڈریس

انجمن اسلامیہ بریلی

جناب پریسیڈنٹ و دیگر صاحبان ۔!

سب سے اوّل میں آپ صاحبوں کا شکر اُس ایڈریس کے لئے کرتا ہوں جو انجمن اسلامیہ رائے بریلی کی جانب سے اس وقت مجھ کو دی گئی ہے ۔ اے صاحبو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اُس ایڈریس میں جو کچھ کہا گیا ہے وہ میری حیثیت سے بہت زیادہ ہے ۔ میں قوم کی خدمت کو اپنا فرض سمجھتا ہوں ۔ اگر میں نے قوم کی کوئی خدمت ایسی کی ہے جسکو قوم پسند کرتی ہے ۔ تو میری نسبت صرف اسی قدر کہا جا سکتا تھا جتنا کہ ایک آقا اپنے خادم کی خدمت سے خوش ہو کر اُس کو کچھ کہتا ہے +

میں اپنی تمام قوم کا جسپر اسلام کا اطلاق ہو سکتا ہے خواہ وہ سُنّی ہو یا شیعہ دل سے خادم اور خیر خواہ ہوں ۔ خدا سے ہمیشہ میری یہ دُعا ہے کہ میری زندگی قوم کی خدمت ۔ قومی ہمدردی اور قومی خیر خواہی میں آخر ہو ۔ میرے دادا فخر موجودات عالم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخیر وقت پر جو کلمہ زبان مبارک پر جاری تھا وہ اُمّتی اُمّتی تھا ۔ گو میں آں حضرت کے ذریات میں ہوں جس کا بلا شُبہ مجھ کو بڑا فخر ہے مگر اُنہیں کی اُمّت میں بھی ہوں ۔ میری آرزُو یہ ہے کہ میرے اخیر وقت پر میری زبان سے جو کلمہ جاری ہو وہ قومی قومی ہو +

اے ممبران انجمن اسلامیہ رائے بریلی ۔ میں جس کو انجمن مُسلمانان رائے بریلی کہنا پسند کرتا ہوں میں نے انجمن کے قواعد کو دیکھا اور نہایت خوش ہوا ۔ اُن قواعد کو جہاں تک تعلیم سے تعلق ہے وہ عام تعلیم ہے جس کی حد سے زیادہ ضرورت عام لوگوں کے لئے

ہے - میں نہایت خوش ہوں کہ آپ نے اُس تعلیم کے لئے وہی قدیم اور پُرانا طریقہ تعلیم کا از سر نو زندہ کرنا چاہا ہے جو انقلاب زمانہ سے بالکل مٹ گیا تھا - مجھ کو پورا یقین ہے کہ ہماری قوم کی عام تعلیم کے لئے اُس سے بہتر کوئی طریقہ نہیں ہے - مجھ کو نہایت خوشی ہوگی اگر میں اپنی زندگی میں اُس مرے ہوئے طریقہ کو پھر زندہ پاؤں اور ہر اشراف اور رئیس کے دروازہ پر میاں جی کو بیٹھا ہوا دیکھوں جو محلہ کے عام لڑکوں کو وہی کتابیں پڑھاتا ہو جو ہمارے بزرگ پڑھاتے تھے ٭

اے صاحبو - لوگ خیال کرتے ہیں کہ تحصیلی اور دیہاتی حلقہ بندی کے مکتبوں کے جاری ہونے سے تعلیم کو بہت وسعت ہوگئی ہے - مگر میں اس امر کو صحیح نہیں سمجھتا افسوس ہے کہ اس وقت کسی تحریری رجسٹر کا دکھانا ہماری قدرت سے باہر ہے مگر میں اپنے یقین کامل سے کہتا ہوں کہ ہر ضلع و قصبہ میں مجموع تعداد اُن لڑکوں کی جو میاں جیون کے مکتبوں میں پڑھتے تھے اُس تعداد سے بہت زیادہ تھی جو اب تحصیلی و حلقہ بندی کے مکتبوں میں ہے - علاوہ اس کے سب لوگ اس بات کو قبول کریں گے کہ اُن مکتبوں کی تعلیم حال کے تحصیلی و حلقہ بندی مکتبوں کی تعلیم سے بہت زیادہ عمدہ تھے - گو اُس تعلیم کا درجہ ادنےٰ درجہ کی تعلیم یا عام تعلیم سے زیادہ نہ تھا مگر اُس تعلیم سے تحریر و تقریر کی بہت زیادہ لیاقت حاصل ہوتی تھی - چھوٹے چھوٹے انشاؤں کے پڑھنے سے تاریخ میں بھی کسی قدر واقفیت پیدا ہوتی تھی - فارسی زبان کا کسی قدر مزاق پیدا ہوتا تھا - شعر اشعار کا بھی کچھ لطف دل میں سماتا تھا - گو ارتھ متک حال کے قاعدہ پر نہ آتی ہو مگر سیاق کے طریقہ پر روزمرہ کے کام آنے کا حساب جانتے تھے - لیلاوتی کے گرُ یاد کر لیتے تھے - تحصیلی و حلقہ بندی کے مکتبوں میں جن میں اُردو یا ہندی پڑھائی جاتی ہے کسی قسم کی لیاقت پیدا نہیں ہوتی - نہ املا درست ہوتا ہے نہ انشاء - اگر ہماری قوم اُس پُرانے طریقہ کو پھر زندہ کرے تو قومی غیرت و افتخار جو ہم کو تھا وہ باقی نہیں رہے گا - کسی قوم کے لئے اس سے زیادہ بے عزتی نہیں ہے کہ وہ اپنی قومی تاریخ کو بھول جائے اور اپنے بزرگوں کی کمائی کو کھو دے ٭

قدیم طریقہ عام تعلیم کا نہایت کم خرچ ہے۔ بہت تھوڑے سے خرچ میں ہر قصبہ و شہر میں متعدد جگہ میاں جیون کے مکتب قائم ہو سکتے ہیں۔ لڑکوں کو بھی گھر سے نکل کر محلہ کے مکتب میں جانا نہایت سہل اور آسان ہوتا ہے۔ اُن کے مربیوں کو بھی ہر طرح پر طمانیت رہتی ہے اور اس طرح پر مکتب جاری ہونے سے نہایت وسعت سے عام تعلیم پھیل سکتی ہے ÷

پرانے قصبوں اور شہروں میں بہت سی مسجدیں ویران پڑی ہیں۔ جن میں نہ کوئی نماز پڑھنے والا ہوتا ہے نہ اذان دینے والا۔ کیا آپ کہہ سکتے ہیں کہ اس طرح مسجدوں کے ویران ڈال رکھنے کا عذاب اُس شہر و قصبہ کے رہنے والوں پر نہ ہوگا۔ آپ غور کریں اگر ہر ایک مسجد کے متعلق ایک معلم ہو جو لڑکوں کو تعلیم بھی دے اور مسجد کو بھی آباد رکھے تو کس قدر وسعت عام تعلیم کو ہو سکتی ہے۔ میں نہایت مضبوطی سے کہہ سکتا ہوں کہ ہمارے ملک میں اس طرح پر نہایت آسانی ہے۔ اسّی نوّے ہزار بلکہ ایک لاکھ مکتب قائم ہو سکتے ہیں۔ کسی قصبہ پر اس طرح مسجدوں اور محلوں میں مکتب قائم کرنے میں دس پندرہ روپیہ ماہواری سے زیادہ خرچ نہیں پڑ سکتا۔ ہر قصبہ میں اس قدر روپیہ جمع ہونا کچھ دشوار امر نہیں ہے۔ صرف اُس قصبہ کے شہ فار کو دل سے اُس پر متوجہ ہونا اور اُس کو انجام دیتے رہنا شرط ہے +

آپ نے شاید سنا ہوگا کہ میں اس قصبہ کے لئے ایک کانگریس قائم کرنے والا ہوں۔ مگر نہایت خوشی سے رائے بریلی کے بزرگوں کو مُبارکباد دیتا ہوں کہ اُنھوں نے اس معاملہ میں سبقت کی اور جو امر میرے خیال میں تھا قبل اُس کے کہ میں اُس کو ظاہر کروں اُنھوں نے اُس کو کر دکھایا۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ آپ کا یہ مدرسہ پہلا مدرسہ ہے جو پُرانے طریقہ تعلیم کو پھر زندہ کرنے کے لئے سب سے پہلے قائم ہوا ہے۔ مجھ کو اُمید ہے کہ آپ سب صاحب جو رائے بریلی سے علاقہ رکھتے ہیں اس امر کا نہایت خیال رکھیں گے کہ یہ مدرسہ اب ہرگز ضائع نہ ہونے پاوے اور نہایت استحکام سے قائم رہے +

آپ نے اپنے ایڈریس میں ذکر کیا ہے کہ ہم کو دوسری قوم کے علوم پڑھانے میں

بھی عذر نہیں ہے - شاید اس فقرہ سے انگریزی پڑھانے کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے
مگر میں کہتا ہوں کہ ایسے مدرسہ میں جیسا کہ آپ کا مدرسہ ہے انگریزی پڑھانے کا خیال
ایک بہت بڑی غلطی ہے - اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ ہماری قوم میں انگریزی زبان
اور انگریزی علوم کی تعلیم کی شدید ضرورت ہے - ہماری قوم کے سرداروں اور شریفوں کو
لازم ہے کہ اپنی اولاد کو انگریزی علوم کی اعلےٰ درجہ تک تعلیم دیں - مجھ سے زیادہ کوئی شخص نہ
نکلے گا - جو مسلمانوں میں انگریزی زبان اور انگریزی علوم کی ترقی دینے کا حامی اور خواہشمند
ہو - مگر ہر امر کے لئے موقع اور محل ہے - اسوقت میں نے دیکھا کہ آپ کے اس مدرسہ میں
مسجد کے صحن میں جس کے قریب آپ مدرسہ بنانا چاہتے ہیں - بچہتر لڑکے پڑھ رہے ہیں
جس حیثیت و درجہ کے یہ لڑکے ہیں اُن کو انگریزی پڑھانے سے کوئی فائدہ مترتب نہیں
ہونے کا - اُن کو اُسی قدیم طریقہ عام تعلیم میں مشغول رکھنا اُن کے حق میں اور ملک
کے حق میں اور قوم کے حق میں زیادہ تر مفید ہے - اگر بالفرض آپ نے اُن کو انگریزی کے
دو چار حرف پڑھائے اور وہ اے - بی - سی - ڈی پڑھنے لگے تو اُس سے کیا فائدہ
ہے بلکہ ایسے مدرسہ میں انگریزی کو داخل کرنے کا یہ نتیجہ ہے کہ انگریزی کا تو ایک حرف بھی
اُن کو نہ آوے گا اور اُس عام تعلیم سے بھی جو اُن کے اور ملک کے حق میں نہایت مفید
ہے محروم رہ جاویں گے ٭

علوم انگریزی میں ترقی کرنے کو ہماری قوم کے لئے دوسرا طریقہ ہے - اگر آپ اپنی
انگریزی تعلیم کے لئے کوئی مدرسہ بنانا چاہیں تو آپ کو سب سے اوّل اس قدر سرمایہ پیدا
کرنا چاہئے کہ کم سے کم ایسا اسکول قائم ہو سکے جو ضلع اسکول کے برابر ہو - حالانکہ میری نزدیک
ضلع اسکولوں میں بھی تعلیم نہایت ناقص ہوتی ہے - اگر آپ ایسا کر سکیں تو انگریزی تعلیم کا شروع
کرنا کچھ مضائقہ نہیں - مگر جب تک آپ ایسا نہیں کر سکتے اور کوئی ادنےٰ طریقہ سے انگریزی
تعلیم دینا چاہتے ہیں تو اپنی اولاد کی عمر ضائع کرتے ہیں - اس کرنے سے نہ کرنا اُس کے حق
میں بہتر ہے - عام تعلیم میں کوشش کرنا بھی قوم کے لئے نہایت مفید ہے - جو امر کہ آپنے
اختیار کیا ہے اُس کے مناسب حال یہ ہے کہ آپ ایسی کوشش کریں کہ ان لڑکوں کو کچھ

لکھنا پڑھنا اور ضروری کارروائی کے موافق حساب کتاب آجاوے اور ایسے چھوٹے چھوٹے رسالے اُن کو پڑھائے جاویں جن سے نماز روزہ کے ضروری ضروری مسائل جو روزمرہ پیش آتے ہیں اور مسلمانی مذہب کے سیدھے سیدھے عقاید اُن کو معلوم ہو جائیں +

اس وقت میں نہایت شرمندہ ہوں کہ ہمارے پریسیڈنٹ صاحب نے نہایت بڑا کام جس کے لایق میں نہیں ہوں میرے سپُرد کیا ہے۔ یعنی یہ کہ میں اُس مدرسہ کی عمارت کی جو انجمن اسلامیہ رائے بریلی بنانی چاہتی ہے پہلی اینٹ اپنے ہاتھ سے رکھوں۔ اے صاحبو میں ایک گنہگار آدمی ہوں۔ درحقیقت ایسے کام کا ایسے شخص کو سپُرد کرنا جیسا کہ میں ہوں بے محل ہوں۔ اس کام کے لئے کسی بزرگ و مقدس شخص کو منتخب کرنا زیبا تھا۔ میں نے اس خیال سے کہ آپ صاحبوں کی دلشکنی نہ ہو اُس کو اس بھروسہ پر قبول کیا ہے کہ خدائے رحیم جس طرح نیک آدمیوں کا خدا ہے اُسی طرح ہم گنہگاروں کا بھی خدا ہے۔ وہ اپنی عفو پر نظر رکھے گا اور ایک گنہگار کے ہاتھ سے اینٹ رکھے جانے کو بھی قبول کرے گا۔ اور آپ کی انجمن اور اس عمارت کو قائم و برقرار کرے گا۔ آمین + [1]

[1] اس کے بعد مقام بنیاد پر گئے اور اینٹ اپنے ہاتھ میں لی۔ اور یہ کہکر کہ "بسم اللہ علی ملت الاسلام" اُس اینٹ کو رکھدیا +

لکچر جو ۲۳- جنوری ۱۸۸۳ء کو مقام لودھیانہ میں "قومی تعلیم قومی ہمدردی اور باہمی اتفاق" کے مضمون پر دیا +

جناب صدر انجمن اور دیگر احباب!-

آپ صاحبوں نے جو مُسافر نوازی کی اور مجھ سے ایک ناچیز شخص سے ملنے کے لئے تکلیف فرمائی میں اُس کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں- اپنی قوم کے اس قدر بزرگوں کو اپنے اردگرد دیکھنے سے میرے دل میں ایک قومی مجمع کی خوشی اور قومی ہمدردی کا جوش پیدا ہوتا ہے ایک مشہور مقدس مقولہ ہے کہ ید اللہ فوق الجماعۃ یہ مقولہ میرے دل کو تسلی دیتا ہے کہ خدا ہماری قوم کو جس کا آفتاب اقبال اُفق زوال کے قریب پہونچ گیا ہے- بلکہ اُس میں غروب ہوگیا ہے اور کچھ کچھ شعائیں اُس کی دکھائی دیتی ہیں برکت دیگا اور از سر نو ہماری قوم کو سرسبز و شاداب کرے گا- او خدا تُو ایسا ہی کر- آمین +

اے دوستو مگر قوم کا لفظ ایک ایسا لفظ ہے جس کے معنوں پر کسی قدر غور کرنی لازم ہے- زمانہ دراز سے جس کی ابتدا تاریخی زمانہ سے بھی بالاتر ہے قوموں کا شمار کسی بزرگ کی نسل میں ہونے یا کسی ملک کے باشندہ ہونے سے ہوتا تھا- محمد رسول اللہ صلعم نے (بابی انت وامی یا رسول اللہ) اس تفرقہ قومی کو جو صرف دنیاوی اعتبار سے تھا مٹا دیا- اور ایک روحانی رشتہ قومی قائم کیا جو ایک حبل المتین لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ سے مضبوط ہے- تمام قومی سلسلے تمام قومی رشتے سب کے سب اُس روحانی رشتہ کے سامنے نیست و نابود ہوگئے اور ایک نیا روحانی بلکہ خدائی قومی رشتہ قائم ہوگیا اسلام کسی سے نہیں پوچھتا کہ وہ ترک ہے یا تاجیک وہ افریقہ کا رہنے والا ہے یا عرب کا وہ چین کا باشندہ ہے یا ماچین کا وہ پنجاب میں پیدا ہوا ہے یا ہندوستان میں وہ کالے رنگ کا ہے یا گورے کا بلکہ جس نے اس عروۃ الوثقیٰ کلمہ توحید کو مستحکم پکڑا وہ ایک

قوم ہوگیا بلکہ ایک روحانی باپ کا بیٹا کیونکہ خدا نے فرمایا ہے" انما المومنون اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم واتقوا اللہ لعلکم ترحمون" کون شخص ہے جو دو بھائیوں کو ایک باپ کا بیٹا نہیں جانتا۔ پھر جبکہ خود خدا نے تمام مسلمانوں کو ایک دوسرے کا بھائی فرمایا ہے تو ہم سب کا ایک روحانی باپ کی اولاد ہونے میں کیا شک رہا ہے +

اے بھائیو مگر مجھے اس بات کے دیکھنے سے افسوس ہے کہ ہم سب آپس میں بھائی تو ہیں مگر مثل برادران یوسف علیہ السلام کے ہیں۔ آپس میں دوستی و محبت یکدلی و یکجہتی بہت ہی کم ہے۔ حسد و بغض و عداوت کا ہر جگہ بداثر پایا جاتا ہے۔ جس کا نتیجہ آپس کی نااتفاقی ہے۔ شیطان جس نے خدا سے وعدہ کیا کہ "لاقعدن لھم صراطک المستقیم" ایک مقدس اور بظاہر نہایت نورانی حیلے سے آپس میں بھائیوں کے جن کو خدا نے بھائی بنایا ہے نفاق ڈالنے میں کامیاب ہوتا ہے اور جس طرح کہ ہمارے باپ آدمؑ اسکے دھوکہ کو خالص دوستی سمجھکر دھوکہ میں آگئے اسی طرح ہم بھی اس کے دھوکہ میں آتے ہیں اور اس نفاق کو جو ہر حالت میں مردود ہے ایک مقدس لباس پہناتے ہیں یعنی مذہبی مقدس لباس کا خلعت اسے عنایت کرتے ہیں +

اے بھائیو کون شخص ہے کہ جو اس بات کو نہیں جانتا کہ من قال لا الہ الا اللہ فھو مسلم۔ من استقبل قبلتنا فھو مسلم۔ ومن ھو مسلم فھو اخ لہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب منصور ہے کہ لانکفر اھل القبلۃ باینہمہ فروع مسائل میں اختلاف ہونے کے سبب کس طرح ہماری قوم نے اس حبل المتین کی بندش کو توڑا ہے اور اس رشتہ اخوت کو جسے خدا نے قائم کیا تھا چھوڑا ہے۔ جس قصبہ و شہر میں جاؤ جس مسجد و امام باڑہ میں گذر ہو باہم مسلمانوں کے شیعہ و سنی۔ وہابی و بدعتی۔ لامذہب و مقلد ہونے کی بنا پر آپس میں نفاق و عداوت پاؤ گے۔ ان نااتفاقیوں نے ہماری قوم کو نہایت ضعیف اور ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے۔ جمعیت کی برکت ہماری قوم سے جاتی رہی ہے۔ قومی ہمدردی اور قومی ترقی اور قومی امور کے انجام میں اس نالائق نااتفاقی نے بہت کچھ بداثر پہونچایا ہے۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی تعداد کچھ زیادہ نہیں ہے

وہ تعداد میں کم ہیں - دولت میں کم ہیں - تجارت میں کم ہیں - اور اس باہمی نفاق و عداوت سے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر اصغر التصغیر کا صیغہ یعنے کم از کم ہو گئے ہیں - پس ہماری قوم کی ترقی کا سب سے اوّل مرحلہ یہ ہے کہ ہم آپس کی محبت سے اُس عداوت و نفاق کو یکتائی اور یکجہتی سے مبدّل کریں ؛

برادران من یکتائی اور یکجہتی سے میرا مقصد یہ نہیں ہے کہ سب لوگ اپنے اپنے عقاید کو چھوڑ کر ایک عقیدہ پر ہو جاویں - یہ امر تو قانون قدرت کے برخلاف ہے جو ہو نہیں سکتا نہ پہلے کبھی ہوا اور نہ آیندہ کبھی ہو گا - مگر اس اتفاق کے قائم رکھنے کی جس کی ہم کو ضرورت ہے ایک اور عقلی و نقلی راہ ہے جس کی پیروی قومی اتحاد کا ذریعہ ہو سکتی ہے انسان جب اپنی ہستی پر نظر کرے گا تو اپنے میں دو حصّے پاوے گا - ایک حصّہ خدا کا اور ایک حصّہ اپنے ابنائے جنس کا - انسان کا دل اور اُس کا اعتقاد یا مختصر طور سے یوں کہو کہ اُس کا مذہب خدا کا حصّہ ہے جس میں دوسرا کوئی شریک نہیں اُس کے عقاید کی جو کچھ بھلائی یا بُرائی ہو اُس کا معاملہ اُس کے خدا کے ساتھ ہے نہ بھائی اُس میں شریک ہے نہ بیٹا نہ دوست نہ آشنا نہ قوم پس ہم کو اُس بات سے جس کا اثر ہر ایک کی ذات تک محدود ہے اور ہم سے کچھ تعلق نہیں ہے کچھ تعلق رکھنا نہیں چاہیئے - ہم کو کسی شخص سے اس خیال پر کہ وہ شیعہ ہے یا سنّی - وہابی ہے یا بدعتی - لامذہب ہے یا مقلد یا نیچری یا اُس سے بھی کسی بدتر لقب کے ساتھ ملقب ہے جبکہ وہ خدا و خدا کے رسُول کو برحق جانتا ہے کسی قسم کی عداوت و مخالفت نہیں رکھنی چاہیئے بلکہ اُسکو بھائی اور کلمہ کا شریک سمجھنا اور اُس اخوت کو جس کو خدا نے قائم کیا ہے قائم رکھنا چاہیئے - نہایت افسوس اور نادانی کی بات ہے کہ ہم کسی سے ایسے امر میں عداوت رکھیں جس کا اثر خود اُسی تک محدود ہے اور ہم کو اُس سے کچھ ضرر و نقصان نہیں - جو حصہ کہ انسان میں اُس کے ابناء جنس کا ہے اُس سے ہمکو غرض رکھنی چاہیئے اور وہ حصّہ آپس کی محبت باہمی دوستی ایک دوسرے کی اعانت ایک دوسرے کی ہمدردی ہے جس کے مجموع کا نام قومی ہمدردی ہے - یہی ایک طریقہ ہے جس سے خدا کے حکم کی بھی اطاعت اور آپس میں برادرانہ برتاؤ - قومی اتفاق قومی ہمدردی

قائم ہو سکتی ہے جو قومی ترقی کے لئے پہلی منزل ہے ٭

مگر ہم کو یہ بات بھی بھولنی نہیں چاہیئے کہ ان روحانی بھائیوں کے سوا اور بھی ہمارے وطنی بھائی ہیں گو وہ ہمارے ساتھ اُس کلمہ میں جس نے ہم مختلف قوموں اور مختلف فرقوں کو ایک قوم اور آپس میں روحانی بھائی بنایا ہے شریک نہیں ہیں۔ مگر بہت سے تمدنی امور ہیں جن میں ہم اور وہ مثل بھائیوں کے شریک ہیں۔ اسی زمین پر ہندوستان کی ہو یا پنجاب کی۔ دکن کی ہو یا ہمالیہ کی ہم دونوں رہتے ہیں۔ اُسی مُلک کی ہوا سے۔ اُسی ملک کے پانی سے۔ اُسی ملک کی پیداوار سے دونوں کی زندگی ہے۔ ہزاروں امور تمدن ایسے ہیں کہ بغیر ہمارے اُن کو اور بغیر اُن کے ہم کو چارہ نہیں۔ ہمسایہ کا ادب ہمارے مذہب کا ایک جزو ہے اور یہی ہمسائگی وسعت پاتے پاتے ہم مُلکی و ہموطنی کی وسعت تک پہونچ گئی ہے اُن ہموطن بھائیوں میں بھی دو حصے ہیں۔ ایک خدا کا اور ایک ابنائے جنس کا۔ خدا کا حصہ خدا کے لئے چھوڑو اور جو حصہ اُن میں ابنائے جنس کا ہے اُس سے غرض رکھو تمام امور انسانیت میں جو تمدن و معاشرت سے تعلق رکھتے ہیں ایک دوسرے کے مددگار ہو آپس میں سچی محبت۔ سچی دوستی۔ دوستانہ بردباری رکھو کہ دونوں قوموں کو ترقی کرنے کا یہی رستہ ہے ٭

اتفاق کی خوبیاں لوگوں نے بہت کچھ بیان کی ہیں اور وہ ایسی ظاہر ہیں کہ کوئی شخص اتفاق سے بھی اُن کو بھول نہیں سکتا بہت بڑے بڑے واقعات جو دنیا میں گذرے ہیں اور جن کو پرانی تاریخیں یاد دلاتی ہیں اور جن کی یاد سے ایک عجیب اثر ہمارے دلوں میں ہوتا ہے وہ سب باہمی اتفاق کا نتیجہ ہے۔ ایک ناچیز ریشہ گیاہ جو تنہا نہایت کمزور ہوتا ہے باہمی اتفاق سے ایسا قوی و زبردست ہو جاتا ہے کہ بڑی سے بڑی قوت کا مقابلہ کرتا ہے اس وقت تعلیم یافتہ دنیا میں جو کچھ ترقی ہے یا نامہذب ملکوں میں جو کچھ طاقت ہے وہ سب اتفاق کی بدولت ہے۔ بعض قابل ادب بزرگوں کا قول ہے کہ جس طرح اصلی دوستی دنیا میں ناپید ہے اسی طرح آپس کا اتفاق بھی ناممکن ہے اُن کی دلیل یہ ہے کہ تمام انسانوں کی طبایع اور اُن کے امراض مختلف ہیں اور جبکہ اغراض مختلف ہیں تو ضرور ہے کہ وہ

ایک دوسرے کے مخالف ہوں۔ کوئی قوم مہذب یا نا مہذب ایسی نہیں پائی جاویگی جس میں باہم حسد و نفاق عداوت اور باہمی حقارت نہ پائی جاتی ہو۔ ہاں یہ بات سچ ہے مگر جس اتفاق پر ہم بحث کرتے ہیں وہ شخصی اتفاق نہیں ہے بلکہ قومی اتفاق ہے۔ آپس میں ہمارے بمقتضائے بشریت کیسا ہی نفاق ہو جو خدا کے نزدیک ایک سخت گناہ ہے مگر وہ قومی اتحاد اور قومی اتفاق کا مانع نہیں ہے۔ اس دعوے کو میں ایک تاریخی واقعہ سے ثابت کروں گا۔ جس زمانہ میں کہ حضرت علی مرتضیٰ اور معاویہ ابن ابی سفیان میں محاربات ہو رہے تھے اور روم کبیر کا شاہنشاہ ہمارے اس باہمی جنگ و جدال کو نہایت غور سے تک رہا تھا روم کے شاہنشاہ نے اُس وقت کو غنیمت سمجھا اور مسلمانوں کے مفتوحہ ملکوں پر فوج کشی کا ارادہ کیا۔ حضرت معاویہ نے باوجود اُس شکر رنجی کے جو حضرت علی مرتضےٰ سے تھی قیصر روم کو خط لکھا کہ "اگر تو نے مسلمانوں کے ملک کے کسی حصہ پر فوج کشی کی تو یقین جاننا کہ علی مرتضی کی طرف سے جو پہلا شخص فوج لیکر تیرے مقابلہ کو آوے گا وہ میں ہوں گا"۔ یہ خط اب تک تاریخ کی کتابوں میں بجنسہ موجود ہے۔ دیکھو باہمی نزاع نے قومی اتفاق میں کچھ خلل نہیں ڈالا تھا۔ اسی زمانہ کی تازہ نظیر پر خیال کرو کہ جن لوگوں نے البرٹ بل کی مخالفت کی وہ سب نہ آپس میں دوست تھے اور نہ سب کے اغراض متحد تھے بلکہ صرف قومی اتفاق تھا جس پر سب متفق تھے۔ قومی بھلائی یا قومی برائی کا اثر تمام قوم کے لوگوں پر پہونچتا ہے اور اسی لئے جلب منفعت یا دفع مضرت میں سب لوگ متفق ہوتے ہیں اور شخصی تنازعات کو اُس وقت کچھ اثر باقی نہیں رہتا۔ اس زمانہ میں جو سب سے بڑا سبب ہماری قوم کے تنزل کا ہے وہ یہی ہے کہ اُس میں قومی اتفاق کا خیال نسیاً منسیاً ہو گیا ہے۔ کسی کو بجز اپنی ذاتی منفعت کے قومی بھلائی اور قومی منفعت کا کبھی خیال بھی نہیں آتا۔ اگر کوئی کچھ کرتا بھی ہے تو اُسکو پہلے اپنی غرض مدنظر ہوتی ہے اور قومی بھلائی کے پردہ سے اُس کی پردہ پوشی کرنی چاہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے کاموں میں برکت نہیں ہوتی +

بھائیو۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ہماری قوم میں نیکی کا خیال نہیں ہے۔ نہیں اُن میں

بہت کچھ نیکی ہے اور بہت سے نیک کام اُن سے ہوتے ہیں۔ کیسی کیسی عالیشان مسجدیں
کیسے کیسے عالیشان امام باڑے کیسی کیسی نفیس خانقاہیں اُن کی نیکی کی یادگاریں موجود ہیں۔
اب بھی ہر شہر و قصبہ میں دیکھو گے کہ لوگ کس قدر خیر و خیرات کرتے ہیں۔ بھوکو کھلاتے
ہیں حج و زیارت میں روپیہ خرچ کرتے ہیں۔ مسجدیں بنواتے ہیں۔ کوئی ایسا کام جس میں
اُن کی دانست میں مذہبی نیکی ہو دل و جان سے اُس میں مصروف ہوتے ہیں۔ مگر اے دوستو
میں تمام لوگوں سے جو اس مجمع میں موجود ہیں نہایت ادب و عاجزی سے سوال کرتا ہوں
کہ ہر ایک شخص اپنے دل پر ہاتھ رکھکر سچے دل سے سوچے کہ وہ یہ سب نیکی کے کام کس لئے
کرتا ہے۔ سب لوگ قبول کریں گے کہ اس نیت سے یہ کام کئے جاتے ہیں کہ قیامت میں
اُن کو اُس کا بدلا ملے گا اور روز حشر میں اُن کو ثواب حاصل ہوگا۔ اگر یہ میرا خیال صحیح ہے
تو اے بھائیو درحقیقت یہ سب کام خودغرضی اور ذاتی منفعت کے ہیں نہ ابنائے جنس کی
بھلائی اور قومی ہمدردی کے۔ جب تک کہ ہمارے دل میں یہ جوش نہ پیدا ہو کہ جو کام ہم
کریں وہ قوم کے لئے کریں نہ اپنے ثواب آخرت کے لئے اُس وقت تک قومی ہمدردی کا
جوش پیدا نہیں ہو سکتا۔ اگر ابھی ایک مسجد بنانے یا قرآن مجید کی تلاوت کے لئے ایک
مکتب قائم کیا جاوے تو ہر شخص کی خواہش ہوگی کہ بقدر اپنی استطاعت کے اُس میں اعانت
کرے۔ ایک غریب آدمی جس سے کچھ نہ ہو سکتا ہو وہ بھی کسی نہ کسی دن اُس مکتب کے کسی
طالب علم کو دو روٹی اور دال کے پیالہ دینے پر ہمت کرے گا ایسا کرنے سے اُس کے دل کا
اصلی خیال یہ ہے کہ اُس کو ثواب ہوگا جو عین خودغرضی اور ذاتی منفعت کا نشان ہے برخلاف
اس کے اگر کوئی ایسا کام کیا جاوے جو قوم کے لئے نہایت ضروری ہو اور کیسی ہی کچھ قوم
کو اُس کی ضرورت ہو اور اُس کے نہ ہونے سے کتنا ہی کچھ قوم کا نقصان ہوتا ہو اور کیسی ہی
کچھ وہ ذلیل ہوتی جاتی ہو مگر لوگوں کے خیال میں اُس سے ثواب آخرت کی کچھ توقع نہ ہو
تو بہت کم لوگ ایسے ہوں گے جو اُن کی طرف متوجہ ہوں۔ برادران من اس تقریر سے میرا
مطلب یہ نہیں ہے کہ میں اُن ثواب کے کاموں کو بُرا جانتا ہوں یا اُن کی کچھ حقارت
کرتا ہوں بلکہ میرا مقصد اس تقریر سے اور ان مثالوں سے یہ ہے کہ میں اصلی قومی ہمدردی کو

پک صاحبوں کے ذہن نشین کرنے میں کوشش کروں اور قومی ہمدردی کے کاموں میں دوسرے کاموں سے جو امتیاز ہے اُسکو تمثیلوں سے بتلاؤں ٭

برادران من کوئی قوم اور کوئی ملک اس سے خالی نہیں ہے جو اپنے ذاتی ثواب حاصل کرنے کی نیت سے متعدد قسم کے کاموں میں نہایت سرگرمی سے کوشش نہ کرتا ہو اور بے انتہا روپیہ اُس میں نہ صرف کرتا ہو۔ بلکہ اس زمانہ میں جو ملک مہذب و تربیت یافتہ کہلاتے ہیں وہ ان کاموں میں سب سے بڑھے ہوئے ہیں۔ مگر اُسی کے ساتھ وہ لوگ خالص قومی ہمدردی اور خالص قومی بھلائی کے کاموں میں بھی پیچھے نہیں رہے ہیں اگر وہ دائیں ہاتھ سے آخرت کے کاموں میں کوشش کرتے ہیں تو بائیں ہاتھ سے خالص قومی بھلائی کے کاموں میں بھی بلا خیال ثواب آخرت کوشش کرتے ہیں۔ ہماری قوم میں یہی بات نہیں ہے اگر وہ بھی اپنا داہاں ہاتھ خدا کے کاموں میں اور باہاں ہاتھ خالص قومی ہمدردی کے کاموں میں لگاوے تو جو ادبار ہماری قوم پر ہے بہت جلد دُور ہو جاوے اور خدا ہماری قوم کے دونوں ہاتھوں میں قوت دے۔ آمین ٭

اے دوستو۔ اگرچہ میں نے اپنی پریشان تقریر سے آپ کا وقت ضائع کیا مگر مجھ کو اجازت دیجئے کہ قومی ترقی کی نسبت جو میرے خیالات ہیں اُن کو بھی کسی قدر بیان کروں نہایت خوشی کی بات ہے کہ ہماری قوم میں اب تک اپنے باپ دادا کا فخر باقی ہے۔ اگلے بزرگوں کی عظمت کو یاد رکھنا قوم کی آیندہ ترقی کی یک گونہ بشارت ہے۔ ایک مدت دراز سے ہماری قوم کی ترقی مثل ایک ایسی بند جھیل کے ہو گئی تھی جس کا نہ پانی بہتا ہو نہ اُسمیں کچھ حرکت ہو اور نہ اُس میں کسی اَور طرف سے پانی آتا ہو۔ تُند ہوا کے جھوکوں اور آفتاب کی گرمی سے اُس کا پانی روز بروز خشک ہوتا جاتا ہو۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ چند سال سے اُس بند پانی میں کچھ حرکت آتی ہے۔ تمام ملک میں کیا بنگالہ کیا ہندوستان کیا پنجاب اور کیا دکن سب کی زبان پر سب کے قلم پر یہ بات جاری ہے کہ مسلمانوں کی حالت خراب ہے۔ وہ روز بروز تنزل کرتے جاتے ہیں اُن کو کچھ کرنا چاہئے۔ وہ لوگ صرف کہنے ہی پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ کچھ کچھ کرتے بھی جاتے ہیں۔ جا بجا انجمنیں قائم ہوتی ہیں۔ اخباروں میں

آرٹیکل پر آرٹیکل لکھے جاتے ہیں - مدرسے اور اسکول بناتے ہیں - یہ نہایت عمدہ نشانیاں ہیں - جس قوم کو یہ خیال ہوا کہ ہم تنزل کی حالت میں ہیں اور اُس کے ساتھ اُس میں کچھ تحریک بھی پیدا ہوئی تو یہ پہلی سیڑھی ترقی کی ہے - ایسی حالت میں یہ امر بھی لازمی ہے کہ ترقی کرنے والوں کے خیالات مختلف ہوتے ہیں - کوئی کچھ کرنے لگتا ہے - کوئی کچھ اپنی قوتوں کو بعوض اس کے کہ ایک جگہ جمع کریں پریشان کر دیتے ہیں جو کام اصلی ہے اُس کو چھوڑتے ہیں اور جو اُس کی فرع ہے اُس کو اختیار کرتے ہیں جس کے سبب سے کسی میں بھی کامیابی نہیں ہوتی - اس زمانہ میں یہی حال ہماری قوم کا ہے مگر پانی کا خاصہ ہے کہ جب وہ بہتا ہے تو چاروں طرف پھیلتا ہے پھر رفتہ رفتہ جو ٹھیک رستہ ہے اُسکو اختیار کر لیتا ہے اس لئے ہم کو اپنی قوم سے اُمید ہے کہ رفتہ رفتہ وہ بھی ٹھیک رستہ قومی ترقی کا پالینگی اور تمام مختلف خیالات ایک اصلی مرکز کی طرف جمع ہو جاوینگے +

اے بھائیو تعلیم کا اور خصوصاً قومی تعلیم کا معاملہ جیسا نازک ہے ویسا ہی مشکل بھی ہے ہماری قوم نے نہ کبھی اُس پر غور کی ہے اور نہ اُن ملکوں کو جہاں قومی تعلیم کو ترقی ہے دیکھا ہے اور اگر دیکھا ہے تو اُس کی ترقی کے اسباب پر بہت کم غور کی ہے - میرے بال اسی فکر میں سفید ہو گئے ہیں - قومی تعلیم پر غور کرتے کرتے پچیس برس سے زیادہ کا زمانہ گذر گیا ہے - وہ زمانہ اب نہیں رہا کہ ہم لوگوں کو مسجدوں اور خانقاہوں میں بٹھا کر اور اُن کو خیرات کی روٹی دیکر یا چھوٹے موٹے اسکول و مکتب قائم کر کے قومی تعلیم کو ترقی دے لینگے - یہ کام اُس وقت مفید ہوتے ہیں جبکہ قوم نے اعلےٰ سے اعلےٰ سامان قومی تعلیم کا مہیا کر لیا ہو مگر ہم نے اُس اعلےٰ تعلیم کا جو درحقیقت قومی ترقی اور قومی افتخار کا باعث ہے کچھ سامان نہیں کیا تو اس پانی کی پھوہار سے کھیتی سرسبز نہیں ہوتی - ہماری وہی مثل ہے کہ مرجھائے ہوئے درخت کی جڑ میں پانی دینے کے عوض اُس کے پتوں پر پانی چھڑکتے ہیں اور سوکھے ہوئے چشموں میں سے نہریں کھود کر پانی لانے کی توقع کرتے ہیں - مجھ کو اُمید ہے کہ ہماری قوم اس باریک مگر نہایت روشن نکتہ پر کبھی کبھی غور کرے گی اور اُس وقت میری ان باتوں کی جو اس وقت [illegible] یہ کہ یا شیخ چلی کے خیالات معلوم ہوتے ہیں قدر کرے گی - مگر مجھ کو یہ ڈر ہے کہ وقت

جاتا نہ رہے اور ایسے وقت پر ہم کرنا چاہیں۔ جب کچھ کرنے کے قابل نہ رہیں۔ اے خدا ایسا وقت ہماری قوم پر نہ آنے دے اور اس سے پہلے کہ ہم کچھ کرنے کے قابل نہ رہیں ہمکو سنبھال لے۔ آمین +

انہی تمام خیالات کا باعث ہے جو میں نے علیگڈھ میں ایک قومی مدرسہ قائم کرنے کی کوشش کی ہے اور میرے دوستوں نے جو درحقیقت بانی مدرسہ کے لقب پانے کے وہی مستحق ہیں اُس میں مدد دی ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ علیگڈھ میرا وطن نہیں ہے نہ میری وہاں کوئی جاگیر ہے نہ زمینداری صرف قومی تعلیم کے لئے مناسب مقام خیال کرکے اُس جگہ مدرسہ کی بُنیاد ڈالی ہے۔ قومی بھلائی کے خیال پر اپنا وطن چھوڑکر وہاں کی سکونت اختیار کی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ مدرسۃ العلوم ایسے طور پر قائم ہوا ہے جو ایسی تعلیم و تربیت کے لئے جو اس زمانہ میں قومی ترقی کے لئے درکار ہے مناسب و مفید ہے۔ جب تک کوئی خود جاکر اُس کو نہ دیکھے طالب علموں کی طرز معاشرت اُن کے پنجوقتی صوم و صلوٰۃ کو ملاحظہ نہ کرے۔ اُس کے بورڈنگ ہوسوں کو اور اُن میں طالب علموں کے رہنے کی کیفیت کو اُنکی دینیات کی تعلیم کو اُن کی دنیوی تعلیم کو بچشم خود نہ دیکھے اُس کی حالت بخوبی بیان نہیں ہوسکتی میں نہایت خوش ہوں کہ اِس مجمع میں بعض بزرگ ایسے موجود ہیں جنھوں نے بچشم خود ان سب باتوں کا معائنہ کیا ہے۔ وہ مدرسہ ہماری قوم کے بچّوں کے لئے اُن کی تعلیم کا گھر ہے کہ تمام ہندوستان میں اُس کے سوا دوسرا گھر نہیں ہے۔ اُس نے بہت کچھ ترقی کی ہے جو اُمید سے بہت زیادہ ہے۔ بی اے کلاس تک اُس میں پڑھائی ہوتی ہے۔ اور طالب علم کلکتہ یونیورسٹی کے امتحانوں میں کامیاب ہوتے ہیں۔ اس قدر کثرت سے مسلمان طالب علم اُس میں ہیں کہ میں بظن غالب بلکہ بطور یقین کے کہہ سکتا ہوں کہ اُس قدر مسلمان کسی کالج و اسکول میں نہیں ہیں حال میں وہ کالج انٹرنس و ایف اے امتحانوں کے لئے سنٹر ہوگیا ہے پس قومی گھر یا قومی تعلیم گاہ ایسے درجہ تک پہونچ گئی ہے کہ اگر قوم دلی کوشش اور بے نظیر فیاضی سے مدد کرکے اُسکو تکمیل تک نہ پہونچا دے تو نہایت افسوس کا مقام ہوگا۔ اے دوستو میں نہایت صداقت سے تم کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر یہ تدبیر قومی بھلائی کی قومی مدد سے

پوری نہ ہوئی تو آیندہ کوئی تدبیر قومی ترقی کی کبھی کامیاب نہ ہوگی اور مجھ کو اور قوم کے تمام خیر خواہوں اور ترقی میں کوشش کرنے والوں کو یقین ہو جاوے گا کہ ہماری قوم کی جاں کندنی ایسی حالت پر پہونچ گئی ہے جس سے جانبری ممکن نہیں ہے - او خدا تو ایسا مت ہونے دے - امین +

برادرانِ من - ہماری گورنمنٹ نے اپنی مہربانی سے اپنی رعایا کی تعلیم میں بہت کچھ کیا ہے - تمام رعایا ملکہ معظمہ قیصر ہند کو شکر گذار ہونا واجب ہے مگر میں تم سے سچی بات کہتا ہوں کہ قومی تعلیم اور قومی عزت ہم کو اُس وقت تک حاصل نہیں ہونے کی جب تک کہ ہم اپنی تعلیم کا کام خود اپنے ہاتھ میں نہ لیں گے - گورنمنٹ کی قدرت سے خارج ہے کہ وہ ہمارے تمام مقاصد کی تکمیل کر سکے - قومی کاموں میں صرف گورنمنٹ پر بوجھ ڈالنا اور اُسی کے ہاتھ کو تکتے رہنا نہایت بُزدلی اور بے عزتی کا کام ہے - ہمارا فرض ہونا چاہیئے کہ ہم اپنے قومی کام کو خود اپنی مستعدی سے انجام دیں اور گورنمنٹ سے صرف اُس کی امداد کے متوقع رہیں - اگر یہ ہوگا تو قوم اور گورنمنٹ دونوں اپنا اپنا فرض ادا کریں گی +

ہماری قوم کا جو حال ہے وہ غیر قوموں کی نظروں میں نہایت حقارت سے دیکھا جاتا ہے - میں ایک واقعہ بیان کروں گا - اگر مسلمانوں میں کچھ غیرت ہے تو اُسکو سن کر بجز مر جانے کے اور کوئی علاج نہیں - کیمبرج یونی ورسٹی لنڈن کے ایک کالج میں بہت سا روپیہ تو فیر میں جمع ہو گیا تھا اور اُس کے خرچ کرنے کو جگہ نہ تھی وہاں کے منتظموں نے تجویز کی کہ اُس کالج میں جو گرجا ہے بہت عمدہ نہیں ہے - اُس کو توڑ کر عمدہ گرجا بنایا جاوے اور دس لاکھ روپیہ اُس میں خرچ کرنا تجویز ہوا - اتفاقاً ایک مسلمان بھی وہاں موجود تھا اُس نے کہا کہ اگر یہ روپیہ ہم کو مل جاتا تو ہماری قوم کے لئے ایک عمدہ کالج جس کی ضرورت ہے بن جاتا اور گرجا کی تعمیر سے بھی زیادہ مفید و ضروری کام میں کام آتا - یہ سنا ایک شخص نے جو اُس کالج سے تعلق رکھتا تھا جواب دیا کہ اگر تمھاری قوم ایسی ہے کہ وہ اپنی تعلیم کا انتظام بھی نہیں کر سکتی تو اُس کا جیتے رہنے سے مر جانا بہتر ہے

وہ اس لائق نہیں ہے کہ اُس کی کچھ بھی مدد کیجاوے - ہماری قوم کا اب یہ حال ہو گیا ہے
کہ وہ قومی کام کی طرف کچھ بھی توجّہ نہیں کرتی - بڑے افسوس کی بات ہے کہ لودھیانہ
سے شہر میں جو ایک بڑا شہر ہے اور جہاں بہت سے مسلمان آباد ہیں مشنری اسکول
بہت کثرت سے ہیں اور مسلمانوں کو یہ شرم نہیں آتی کہ مشنری تعلیم گاہوں میں وہ اپنے
لڑکوں کو بھیجتے ہیں - اُن کو کچھ جوش پیدا نہیں ہوتا - اُن کو کچھ غیرت نہیں آتی کہ وہ اپنے
لڑکوں کا خود کچھ بندوبست کریں وہ کتے کی طرح اپنے لڑکوں کو خیراتی روٹی پر جلاتے ہیں
اور ایسے خیراتی اسکول میں اپنی اولاد کو تعلیم کے واسطے بھیجتے ہیں اور خود کوئی بندوبست
اپنے بچّوں کی تعلیم کا نہیں کرتے - مگر اے بھائیو اس بات کو سمجھو کہ خود تعلیم دینے کا خیال
کر کے ایک چھوٹا مدرسہ قائم کرنا اور ایک ہندوستانی سو ڈیڑھ سو روپیہ ماہواری کا ہیڈ ماسٹر
مقرر کر کے ایک قومی تعلیم کا بندوبست کرنا بالکل ناممکن ہے - تعلیم اُس وقت تک نہیں ہو سکتی
جب تک تعلیم کا پورا سامان اور عمدہ عمدہ مدرس اور ایک عمدہ تعلیم گاہ موجود نہو - اے بھائیو
اپنے بچّوں کی عمدہ تعلیم کا خیال کرو اور اُن کی زندگی کو خراب مت کرو - اس مجمع میں امیر اور
غریب سب لوگ جمع ہیں خیال کرو کہ ان سب کے لڑکے کس قسم کی صحبت میں رہتے ہیں
اور کن لوگوں کے ساتھ اپنی ابتدائی عمر کا زمانہ بسر کرتے ہیں - اور اسی سبب سے وہ
کیسے خراب ہوتے ہیں بہت سے لڑکے اپنے مربیوں کے طریقے دیکھ دیکھ کر جو جو باتیں
سیکھتے ہیں وہ اُن کی تعلیم اور تربیت پر جو کچھ خراب اثر ڈالتے ہیں اُس کو آپ لوگ خوب
سمجھ سکتے ہیں - قومی تعلیم ایک بند مکان میں ہونی چاہئے جہاں پر کہیں سے بیرونی صحبت
کا اثر نہ پہونچتا ہو - قوم کے لڑکے ایک محفوظ بورڈنگ ہوس میں مِل کر رہیں آپس میں بورڈر
ہونے ہم کالج ہونے کی وجہ سے آپس میں محبت رکھیں - آپ لوگ ہمارے محمڈن کالج
کو دیکھیں کہ آپس میں طالب علم کیسا دوستانہ اور برادرانہ برتاؤ رکھتے ہیں ایک دوسرے کی
بیماری میں کیسی مدد کرتے ہیں - ایک دوسرے کے رنج و راحت میں کیسے شریک ہوتے
ہیں - اسی ساتھ کی وجہ سے ان کے اخلاق باہمی درست ہوتے ہیں - آپ اس بات
کو خوب یاد رکھئے کہ قومی تعلیم کبھی علٰحدہ علٰحدہ نہیں ہو سکتی - اپنے اپنے طور پر تعلیم کرنا بچوں

کو سوائے غارت کرنے کے اور کچھ نتیجہ نہیں دیتا - اے میری قوم کے لوگو اپنے عزیز اور پیارے بچوں کو غارت نہ کرو - ان کی پرورش کرو - اُن کی آیندہ زندگی اچھی طرح بسر ہونے کا سامان کرو - مجھ کو تم کچھ ہی کہو - میری بات سُنو یا نہ سُنو - مگر یاد رکھو کہ اگر تم ایک قومی تعلیم کے طور پر ان کو تعلیم نہ دوگے تو وہ آوارہ اور خراب ہوں گے - تم ان کی ابتر حالت کو دیکھوگے اور بے چین ہوگے - روؤگے اور کچھ نہ کرسکوگے - تم اگر مر جاؤگے تو اپنی اولاد کی خراب زندگی دیکھکر تمہاری روحیں قبروں میں تڑپیں گی اور تم سے کچھ نہ ہوسکیگا ابھی وقت ہے اور تم سب کچھ کرسکتے ہو - مگر یاد رکھو کہ میں یہ پیشین گوئی کرتا ہوں کہ اگر اور چند روز تم اسی طرح غافل رہے تو ایک زمانہ ایسا آوے گا کہ تم چاہوگے کہ اپنے بچوں کو تعلیم دو - اُن کی تربیت کرو - مگر تم سے کچھ نہ ہوسکے گا (چیئرز) مجھ کو کچھ کہو - کافر - ملحد - نیچری میں تم سے خدا کے سامنے کچھ سفارش نہیں چاہتا - میں تم سے اپنی شفاعت کے واسطے خواستگار نہوں گا - میں جو کچھ کہتا ہوں تمہارے بچوں کی بہتری کے لئے کہتا ہوں - تم انھیں پر رحم کرو - اور ایسا کچھ کرو کہ آیندہ کو پچتانا نہ پڑے - وَماتوفیقی الّا باللہ العلی العظیم + (بڑے زور سے چیئرز) +

ناتمام لکچر جو ۲۴- جنوری ۱۸۸۴ء کو مقام جالندھر میں اسلام کی گذشتہ - موجودہ اور آیندہ حالت - قومی تعلیم اور ہندؤں مسلمانوں اور انگریزوں کے باہمی اتفاق کے مضمون پر دینا تجویز ہوا تھا +

صدر انجمن و دیگر بزرگان -

آج مجھ کو آپ صاحبوں کی خدمت میں کھڑے رہنے سے نہایت خوشی ہے میں آپ صاحبوں کی اُس عنایت و محبت کا شکر کرتا ہوں جس سے آپ نے مجھ کو یہاں بلایا ہے اور آپ صاحبوں کے ارشاد کی تعمیل سے جو افتخار مجھ کو حاصل ہوا ہے وہ ہمیشہ میرے لئے عزت کا باعث ہوگا - مسلمانوں کا مجمع میرے دل کو نہایت خوش کرنے والا اور اُن کی ترقی کے خیالات میری روح کو نہ صرف اس زندگی میں بلکہ آیندہ زندگی میں بھی تر و تازہ رکھنے والے ہیں - الحمدللہ کہ میں یہ دونوں باتیں یہاں پاتا ہوں +

بزرگان من - اکثر بزرگوں کو اسلام کی گذشتہ اور موجودہ حالت اور ترقی آیندہ کی سبیل کی تفتیش رہتی ہے - اسلام کا لفظ اور اُس کی گذشتہ اور موجودہ حالت اور ترقی آیندہ کی سبیل کی تفتیش سنکر مجھ کو تعجب ہوتا ہے - اسلام ایک لازوال نور ہے جو ہمیشہ سے روشن ہے اور ہمیشہ روشن رہے گا - اسلام خود خدا کا نور ہے جو شامل اُس کی ذات کے ازلی و ابدی ہے - یہی نور اسلام آدمؑ کے سینہ میں تھا - اسی نور اسلام نے نوحؑ اور شیثؑ اور یعقوبؑ و ابراہیمؑ - موسیٰؑ و یحییٰؑ و عیسیٰؑ تمام انبیاء علیہم السلام کے دلوں کو منوّر کیا تھا - یہی نور اسلام ہے جو فاران کے پہاڑ پر چمکا اور اسمٰعیلؑ کے دل میں اُترا اور اُس کنکریلی ریتیلی زمین کو منوّر کیا جسکو ہم عرب یا حجاز کہتے ہیں وہیں اُس نے اپنا گھر بنایا اور ابراہیمؑ نے کہا جبکہ وہ اور اسمٰعیلؑ

اُس گھر کی دیواروں کو اُٹھا رہے تھے "ربّنا تقبل منّا انك انت السّمیع العلیم"
خدا نے اُسکو قبول کیا پس وہ مقبول ہے اور ہمیشہ مقبول رہے گا - اُسی نور نے آخر کار
سینہ مبارک محمدؐ رسول اللہ صلعم سے ظہور کیا وہ نور نہ کسی خاص قوم کے لئے مخصوص تھا
نہ کسی خاص ملک کے لئے وہ تمام دنیا کے لئے روشنی تھا اور روشنی ہے اور روشنی رہیگا
ہر ایک مسلمان کے سینہ میں وہی نور ہے اُس میں نہ کبھی تغیّر ہوا ہے نہ ہوگا - اختلاف فرق
سے جو مذہب اسلام میں دکھائی دیتے ہیں اُس نور میں کچھ نقصان نہیں آتا - تھوڑی دیر کے
لئے اسلام کے تمام مختلف فرقوں کا تصوّر کرو اور تمام مختلف باتوں یا مسئلوں کو حذف کرتے جاؤ
حذف کرتے کرتے بہت کچھ رہ جاوے گا جس پر سب فرقے متحد ہوں گے - پس وہی نور اسلام ہے
جو باوصف اختلافات کے سب میں بلا نقصان کے منوّر ہے +

مختلف فرقوں کے باہمی مباحثے اور ایک کو دوسرے کی تکفیر اُس پاک نور میں کچھ
نقصان نہیں ڈالتی بلکہ اُس کو اَور زیادہ منوّر کرتی ہے - ایک مسلمان فلاسفر یا یوں کہو کہ ایک
بدبخت نیچری یہ سمجھتا ہے کہ اسلام کو اگر دلائل عقلی اور مسائل علمی سے تطبیق دیکر استحکام دیا
جاوے تو اُن کے دلوں میں جو علمی تحقیقاتوں پر وثوق رکھتے ہیں زیادہ تر موثر ہوگا - ایک
مقدس عابد و زاہد خدا پرست سیدھا سادا مولوی اُس کی تکفیر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ خدائی
باتوں تک انسان کی ناقص عقل نہیں پہونچتی مذہبی باتوں کو بغیر عقل کی مداخلت کے ماننا
چاہیئے کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کو پہلے شخص کی باتوں سے تسکین ہوتی ہے کچھ ایسے
ہوتے ہیں جو دوسرے مقدس بزرگ کی باتوں پر ایمان رکھتے ہیں - مگر باوجود اس اختلاف
کے نور اسلام کو برابر ترقی ہوتی رہتی ہے لوگ سمجھتے ہیں کہ اُن دونوں کے دو مختلف رستے
ہیں مگر درحقیقت یہ ایک غلطی ہے وہ دونوں اُسی ایک نور کے حامی ہیں اور اُن دونوں کی کوششیں
ایک ہی مقصد اور ایک ہی منزل کو پہونچتی ہیں ابوذر غفّاری رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت عمر
رضی اللہ عنہ کے سامنے پکڑا آنا اور حضرت ابوذر کا کہنا لا واللہ صاحب المال کافر اور
حضرت عمرؓ کا فرمانا لولا رجعت من هنا لاجلدنك ثم قول ابي ذر افعل ما شئت
اني سمعت عن حبيبي محمد رسول الله صاحب المال کافر وانا علیہ ما دمت

حیافاخرجه عمر رضي الله عنه عن بلد حبيبه صلعم فهذه كلها
في الظاهر متناقضة لكن من كليهما بضي نور الاسلام اعلى من ضيا الشمس
في نصف النهار۔ پس اے بھائیو تم اسلام کی گذشتہ اور موجودہ حالت کیا پوچھتے ہو
اور اُس کی آیندہ ترقی کی سبیل کیا سوچتے ہو وہ خدا کا نور ہے وہ جیسا تھا ویسا ہی ہے
اور ویسا ہی رہے گا وہ پورا ہے اور پورا ہو گا واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون ٭

ہاں اگر تمہاری مراد اسلام سے اہل اسلام ہے تو بلاشبہ اُن کی گذشتہ اور موجودہ اور آیندہ
حالت نہایت دل خراش ہے۔ اسلام مٹی کی یا چینی کی کوئی مورت نہیں ہے جو سب کو دکھائی
دے اسلام کی حالت مسلمانوں کی حالت سے دکھائی دیتی ہے اگر اُن کی حالت اچھی ہے تو
اسلام کی حالت بھی اچھی ہے اگر اُن کی حالت بُری ہے تو اسلام کی حالت بھی بُری ہے۔
انسان کی اچھی اور بُری حالت کا ہونا دوام سے متعلق ہے۔ ایک اخلاقی دوسرے تمدنی
یعنی دنیاوی ٭

اخلاقی حالت کے بھی دو حصے ہیں ایک نمونہ ہے جسپر نجات عقبیٰ منحصر ہے دوسرا وہ
ہے جو دنیا میں لوگوں پر نیک اثر ڈالنے والا اور نیکی کا نمونہ بن کر لوگوں کو نیکی کی راہ بتانے والا
ہے اور عقبےٰ میں اعلےٰ درجات پر پہونچانے والا ٭

میں یقین کرتا ہوں کہ پہلا حصہ تمام مسلمانوں کو جو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ
پر یقین کرتے ہیں حاصل ہے اس باب میں تمام اہل اسلام جو سابق میں گذرے اور جو اب
موجود ہیں اور جو آیندہ ہوں گے سب برابر ہیں۔ دوسرے حصہ میں البتہ نہایت تفاوت درجات
ہیں۔ اگلے زمانہ میں نہایت بزرگ اور مقدس باخدا ولی اللہ گذرے ہیں جن کے انفاس کی برکت
سے لوگوں نے بہت کچھ ہدایت پائی ہے اُن کی برکت سے ہزاروں انسانوں کے دلوں میں
نور خدا کی روشنی پیدا ہوئی ہے اُنھوں نے اپنے تئیں مجسم نیکی بنا کر اسلام کو اور اُسکی خوبیوں
کو مجسم کر دکھلایا ہے وہ ہمارے سرتاج تھے اُن سے ہمیشہ ہم کو اور ہماری قوم کو افتخار کا
باعث ہو گا افسوس ہے کہ بظاہر ایسے بزرگوں سے ہمارا زمانہ خالی ہے یا شاید ہماری آنکھیں
اس قابل نہیں ہیں کہ ہم ایسے بزرگوں کو دیکھیں۔ اسباب میں ہیں آیندہ کے لئے پیشین گوئی

نہیں کرسکتا کہ ہماری قوم میں ایسے مقدّس و بزرگ لوگ پیدا ہوں گے یا نہیں - مگر میں خدا کی رحمت سے نا اُمید بھی نہیں ہوں - اے دوستو جبکہ ہم کو یقین کامل ہے کہ ہم نجات پاوینگے پھر ہم کو اَور کیا چاہیئے فرض کرو کہ ہم کو اعلےٰ درجات عقبےٰ کے نہ ملیں گے لیکن ایک ذراسا ہی کونہ بہشت کا مِل جاوے گا تو وہ کیا کچھ کم ہوگا - مجھ سے تو اقرار نامہ لکھوالو کہ مجھے تو بہشت میں پھونس کی ایک جھونپڑیا کافی ہوگی +

عقبےٰ سے تو ہم کو بالکل طمانیت اور دلی تسلے ہے جو کچھ فکر و تردّد ہے وہ تمدّنی حالت کا ہے اگر ہماری دنیاوی حالت ذلیل ہوگی تو اُس کے ساتھ اسلام کی بھی ذلّت ہے - ہم کو اپنی دنیاوی حالت کے درست کرنے میں کوشش کرنی چاہیئے نہ دنیا کے لئے بلکہ دین کے لئے - نہ اپنے لئے بلکہ خدا کے لئے +

ہمارے بزرگوں نے اس دنیا میں کیا علم میں اور کیا عمل میں - کیا دولت میں اور کیا حکومت میں - کیا شان میں اور کیا شوکت میں - کیا رزم میں اور کیا بزم میں کیسا کچھ اعلےٰ درجہ حاصل کیا تھا جس کے سبب تمام قوموں میں معزز تھے اور اسلام کی شان اُن سے دکھائی دیتی تھی اب ایک ہم ہیں کہ اپنے اسلاف کو بٹہ لگاتے ہیں نہ ہمارے پاس دولت ہے نہ حکومت نہ علم ہے نہ فضیلت نہ زر ہے نہ زور ہے - سب سے ذلیل اور تمام قوموں سے بدتر ہیں ہر ایک ہم کو ٹھکراتا چلتا ہے - ہمارا سر ہر ایک کے پاؤں کے تلے اور ہر ایک کا پاؤں ہمارے سر پر ہے - اے دوستو تم یقین جان لو کہ جو شخص خدا کی خوشنودی چاہتا ہے جو شخص ثواب آخرت کا طالب ہے جو شخص بہشت میں اپنے لئے ایک موتی کا محل بنانا چاہتا ہے جو شخص قوم کے ساتھ ہمدردی کرنا چاہتا ہے اُس کا فرض ہے کہ اپنی قوم کو اس ذلیل حالت سے نکالنے میں کوشش کرے - تم مسجدیں بناتے ہو بغیر اس کوشش کے کہ اُس میں نماز پڑھنے والے بھی قائم رہیں - تم خانقاہیں بناتے ہو اور اُن میں عبادت کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں کی سلامتی کی فکر نہیں کرتے - تم خدا کا گھر اینٹ مٹی سے بنانے پر رغبت رکھتے ہو اور زندہ خانہ زندہ خدا کی زندگی کی کچھ پرواہ نہیں کرتے ہوشیار ہو خبردار ہو جان لو کوئی عبادت کوئی خیرات کوئی خیر جاری قومی ہمدردی سے بہتر نہیں ہے +

اے بھائیو قوم کی موجودہ حالت تو تمہارے سامنے ہے اُس کی آیندہ حالت تمہارے ہاتھ ہے - اگر تم فیاضی کروگے قوم کے ساتھ ہمدردی کروگے اُس کی آیندہ حالت درست ہوجاوے گی - اگر بے پرواہی کروگے نفسانفسی میں پڑوگے قوم کی حالت روز بروز ذلیل و خوار و ابتر ہوتی جاوے گی - مگر اے دوستو میری بات سن لو میں سچ کہتا ہوں سچی بات کڑوی لگتی ہے میں نہایت دل سوزی سے تم کو سخت لفظوں میں سمجھاتا ہوں کہ اگر تم قوم کی بھلائی میں کوشش نہ کروگے تو تمہاری آیندہ نسلیں اپنے اسلاف کو کوسیں گی - اور خود تمہاری روحیں اپنی اولاد کو ذلت کی حالت میں دیکھکر قبروں میں تڑپیں گی پھر وہ عذاب اُنکو دوزخ کے عذاب سے بھی زیادہ تر سخت معلوم ہوگا - برائے خدا سمجھو اپنی جان پر اپنی اولاد کی جان پر اپنی ارواح پر رحم کرو اور قوم کی بھلائی پر متوجہ ہو ٭

دوستان من - قوم کی بھلائی اور ترقی اُسی وقت ہوسکتی ہے جبکہ زمانہ کے مناسب اُن کی ترقی کے اسباب جمع کئے جاویں اس زمانہ میں قومی ترقی صرف زمانہ کی حاجتوں کے موافق تعلیم پر منحصر ہے ہمکو دینیات کی تعلیم اپنے عقاید اپنا مذہب دوست رکھنے کے لئے کافی ہے سو وہ کتنی ہے تم میری بات نہ سنو اُس کی سنو جس کی بات سننی سب پر فرض ہے رسول مقبول صلعم نے اُس اعرابی سے کیا فرمایا جس نے کہا یانبی اللہ دلنی علی عمل اذا عملتہ دخلت الجنتہ قال تعبد اللہ ولا تشرک بہ شیئًا وتقیم الصلوٰۃ المکتوبۃ وتودی الزکوٰۃ المفروضۃ وتصوم رمضان قال والذی نفسی بیدہ لا ازید علی ھذا شیئًا ولا انقص فلما ولی قال الذی صلعم من سرہ ان ینظر الی رجل من اھل الجنتہ فلینظر الی ھذا دینیات کی تعلیم تو تمام ہوئی اب آگے اسپر جتنی چاہو بحثیں بڑھاؤ اور جس قدر چاہو حاشیے لگاؤ - دنیاوی ترقی کے لئے جو تعلیم درکار ہے وہ بلاشبہ پیچ در پیچ ہے مگر میں کہے دیتا ہوں جو تم چاہو سو کرو مگر جب تک تم اعلےٰ سے اعلےٰ تعلیم کا سامان مہیا نہ کرلوگے اور اپنی اولاد کی تعلیم کے لئے ایک عالی شان گھر نہ بناؤگے جس میں بھیجکر تم اپنے بچوں کی تعلیم اُن کی صحت کی حفاظت اور اُنکے اخلاق اور عادات کی درستی اُن کے چال چلن کی نگہبانی سے بے فکر نہ ہوجاؤ اُس وقت تک

یہ مطلب حاصل نہ ہوگا - بھائیو میں نے اُنہی خیالات سے توکلاعلی اللہ علیگڈھ میں ایک ایسا ہی عالیشان گھر تمھارے بچوں کے لئے بنانے کی بنیاد ڈالی ہے بہت کچھ اُس میں ہُوچکا ہے اور بہت کچھ ہونا باقی ہے - قومی گھر قوم کی امداد بغیر نہیں ہوسکتا - میں اپنی قوم کے اُن بزرگوں کا جنھوں نے اُس میں مدد کی اور اپنی غیر قوم کے وطنی بھائیوں کا جنھوں نے فیاضی کی اور درماندہ قوم کو خیرات دی اور حق انسانیت ادا کیا دل سے شکر گذار ہوں لیکن اگر وہ اپنی پُوری مراد تک نہ پہونچے تو کیا کرایا سب اکارت ہے - اے بھائیو اگر تم کو خدا نے پلاؤ کی رکابی دی ہے تو ایک جھوٹی ہڈی اپنی قوم کے آگے بھی ڈالو اگر خدا نے تم کو سوکھی روٹی دی ہے تو ایک ٹکڑا اُس کا اپنی قوم کے بھُوکے بچوں کو بھی دو سب لوگ ملکر مدد کرو اور اُس قومی گھر کو پورا کرو اور ڈرو اُس دن سے جب خدا تم سے کہے گا کہ میں بھُوکا تھا تم نے مجھ کو کھانا نہ دیا میں پیاسا تھا تم نے مجھ کو پانی نہ دیا - میں حاجتمند تھا تم نے میری حاجت روائی نہیں کی - خدا ان سب باتوں سے پاک ہے مگر وہ اس پیرایہ میں تمکو سکھاتا ہے کہ قوم کی خبر لو - قوم کی مدد کرو - قوم کی حاجت روائی کرو - تم ان باتوں کو بخوبی سمجھتے ہو اور اگر نہیں سمجھتے تو اب سمجھ لو - آگے تم کو اختیار ہے - چاہو کرو چاہو نہ کرو وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد والہ واصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین +

تقریر جو انجمن اسلامیہ امرتسر کے ایڈریس کے جواب میں بمقام امرتسر ۲۶ - جنوری ۱۸۸۴ء کو کی *

صدر انجمن و ممبران مجلس اسلامیہ و دیگر برادران و دوستان -

آج یہ دوسری عزت ہے جو امرتسر میں میری عزیز اور پیاری قوم نے مجھ کو دی ہے گو میں اُس عزت کا مستحق نہیں ہوں مگر جو ہمدردی اور مسافر نوازی میرے ہموطن اور میری قوم کے بزرگوں نے امرتسر میں مجھ ناچیز کے ساتھ کی اُس سے مجھے اُمید ہے کہ ہماری قوم میں اب یہ بات پیدا ہو چلی ہے کہ وہ جس شخص کو اپنے خیال میں مُلک کی بھلائی یا قوم کی خیر خواہی کرنے والا سمجھتے ہیں اُس کی قدر کرتے ہیں - میں قبول کرتا ہوں کہ یہ ایڈریس جو مجھے دی گئی ہیں اُس کا مُستحق نہیں ہوں مگر اس جوش سے جو اس وقت ظاہر کیا گیا ہے میں خدا سے اُمید رکھتا ہوں کہ ہماری قوم میں ایسے لوگ پیدا کرے گا جو اس عزت کے مستحق ہوں گے (چیئرز) میں سب سے زیادہ اپنے حالات جانتا ہوں میں ایک گنہگار شخص ہوں میرے اعمال اچھے نہیں ہیں مگر میرا دل خدا کی رحمت اور اُس کی بخشش سے مایوس نہیں ہے ایسے گنہگار کو مجلس اسلامیہ سے جس کا نام ہمیشہ مقدس ہے اور ہمیشہ مقدس رہے گا ایڈریس کا دیا جانا اُس کی بڑی اُمیدوں کا باعث ہے - مجھ کو اُمید پڑتی ہے کہ جس طرح بندوں نے میرے گناہوں سے چشم پوشی کر کے مجھ کو عزت دی ہے خُدا بھی میرے ساتھ اُسی طرح پیش آئیگا اور میرے گناہوں کو معاف کرے گا - آپ نے اس ایڈریس میں کچھ قومی ہمدردی کا ذکر کیا ہے - اس کا دعوے کرنا یا اُس کا مستحق ہونا بہت مشکل اور اہم امر ہے - میں اپنے تئیں نہ اس کے لائق سمجھتا ہوں نہ اس کا مستحق نہ اپنے میں ایسا مقدور دیکھتا ہوں کہ میں ایسا کام کروں جس سے میں اُس کا مستحق ہوں لیکن بے شک میرے دل میں ایک جوش اور ایک آرزو ہے کہ میری قوم جو ذلت میں

پڑتی جاتی ہے۔ دولت سے محروم ہوتی جاتی ہے۔ شان و شوکت کو جو باپ دادا کی کمائی تھی غارت کرتی جاتی ہے اُس کو پھر حاصل کرے۔ جہاں تک مجھ سے ہو سکتا ہے میں اُس میں کوشش کرتا ہوں۔ مدرسۃ العلوم بے شک ایک ذریعہ قومی ترقی کا ہے یہاں پر قوم سے میری مراد صرف مسلمانوں ہی سے نہیں ہے بلکہ ہندو اور مسلمان دونوں سے ہے۔ مدرسۃ العلوم بلاشبہ مسلمانوں کی ابتر حالت کے درست کرنے کے لئے اور جو افسوسناک محرومی اُن کو یورپین سینز اور لٹریچر کے حاصل کرنے میں تھی اُس کے رفع کرنے کو قایم کیا گیا مگر اُس میں ہندو مسلمان دونوں پڑھتے ہیں اور تربیت جو ہندوستان میں مقصود ہے دونوں کو دی جاتی ہے۔ ہملوگ آپس میں کسی کو ہندو کسی کو مسلمان کہیں مگر غیر ملک میں ہم سب نیٹو یعنے ہندوستانی کہلائے جاتے ہیں غیر ملک والے خدا بخش اور گنگا رام دونوں کو ہندوستانی کہتے ہیں غیر ملکوں میں جب ہم لوگ جاتے ہیں تو ہندو اور مسلمان کے نام سے نہیں پکارے جاتے ہیں بلکہ نیک دل لوگوں سے نیٹو یعنے ہندوستانی کا اور تنگ دل لوگوں سے نیگرو یعنے کالے منہ یا وحشی ہندوستانی کا لقب دونوں کو برابر ملتا ہے اور یہی سبب ہے کہ ہندوؤں کی ذلت سے مسلمانوں کی اور مسلمانوں کی ذلت سے ہندوؤں کی ذلت ہے پھر ایسی حالت میں جب تک یہ دونوں بھائی ایک ساتھ پرورش نہ پاویں ساتھ ساتھ یہ دونوں دودھ نہ پئیں ایک ہی ساتھ تعلیم نہ پاویں ایک ہی طرح کے وسائل ترقی دونوں کے لئے موجود نہ کئے جاویں ہماری عزت نہیں ہو سکتی مدرسۃ العلوم کے قائم کرنے میں میرا یہی مطلب تھا مگر میرا کیا مقدور تھا کہ میں اُس کو انجام دے سکتا میں اُن لوگوں کا شکر گزار ہوں جنھوں نے اُس میں مدد کی۔ اس مدد میں میں مسلمانوں کا اس قدر مشکور نہیں ہوں جس قدر ہندوؤں کا ہوں جنھوں نے بطور خیرات کے اپنے بھائیوں کی مدد کی۔ مدرسہ کی عمارت کی دیواروں اور محرابوں پر بہت سے ہندوؤں کے نام کندہ ہیں جس سے ہمیشہ کو یہ یادگار قائم رہے گی کہ ہندوؤں نے اپنے وطن مسلمان بھائیوں کی کس فیاضی سے مدد کی تھی +

سرکاری نوکری کی بھی نسبت مجھ کو یہ کہنا چاہیے کہ کوئی وقار اور کوئی عزت کسی

قوم کو اُس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتی جب تک وہ حکمران قوم کے ساتھ درجہ حاصل نکرے
اور اپنے ملک کی حکومت میں حصہ نہ لے دوسری قومیں مسلمانوں یا ہندوؤں کو محرّری
یا ادنےٰ عہدوں پر دیکھ کر عزت نہیں کرتیں اور نہ کر سکتی ہیں بلکہ جو گورنمنٹ اپنی رعایا کو
اس قسم کے اعزاز سے محروم رکھے وہ بھی عزت کی نظر سے نہیں دیکھی جا سکتی
عزت تبھی حاصل ہوگی جب ہمارے ملکی بھائی حکمراں قوم کے ساتھ برابر کے عہدے رکھتے
ہوں گورنمنٹ نے صداقت اور نیک نیتی نیک دلی اور انصاف سے اپنے ہر ملک کی رعایا کو
اُن عہدوں کے پانے کے لئے برابر کا حق دیا ہے البتہ ہندوستانیوں کے لئے بہت سی
مشکلات اور بے انتہا موانع ہیں۔ مگر ہم کو استقلال کے ساتھ کوشش کرنی چاہئے کسی
تکلیف کے کسی شکل کے کسی مصیبت کے خوف سے پیچھے نہ رہنا چاہئے۔ ہماری ہندوستان
کے بھائی بنگالیوں نے جو اس زمانہ میں ہندوستان کی تمام قوموں کے فخر اور سرتاج ہیں
کوشش کر کے ایک درجن بنگالی سویلین بنا لئے ہیں مگر اُن کے بھائیوں کو کسی ملک کے
ہوں خواہ پنجاب کے یا ہندوستان کے۔ مسلمان ہوں یا ہندو اُن کو شرم نہیں آتی
کہ وہ پیچھے رہے جاتے ہیں اور اپنی قوم کی آنکھوں میں غیر قوم کی آنکھوں میں ذلیل ہوتے
ہیں بنگالیوں کے بعد میں اور ہندو بھائیوں کی بھی قدر کرتا ہوں کہ اُنھوں نے بہت کچھ
کیا ہے مگر میں اس کہنے سے باز نہیں رہ سکتا کہ اُنھوں نے ابھی کام پورا نہیں کیا ابھی اُنکو
بہت کچھ کرنا چاہئے۔ ہم مسلمانوں کو سب سے زیادہ غیرت کرنی چاہئے کہ وہ سب سے پیچھے
ہیں۔ اگر اُن کو یہ خیال ہے کہ اُن کے بزرگ بڑے معزز اور ممتاز تھے تو اُن کو اور بھی
زیادہ غیرت کرنی لازم ہے مسلمانوں کا فرض ہے کہ کوشش کر کے اپنے ملک میں ایسے عہدے
حاصل کریں جن کے حاصل کرنے کا حق گورنمنٹ نے اُن کو بخشا ہے۔ گو میں نے یہ جملہ خاص
مسلمانوں کی نسبت کہا لیکن اگر میں لال بہاری گنگا رام۔ خدانخواستہ میں سے کسی کو مجسٹریٹ یا
کمشنر یا اسی طرح کے کسی عہدہ کی کرسی پر بیٹھا دیکھوں تو مجھ کو برابر خوشی ہوگی کیونکہ اُسی وقت
ہمارے ملک کے لوگوں کی دوسری قوم کی نظروں میں کس قدر عزت ہوگی اس لئے میں کہتا
ہوں کہ تعلیم کے ساتھ کچھ اس طرف بھی رغبت ہو کہ ہمارے ملک کے لوگ مقابلہ کا امتحان

ڈیگر سول سروس میں داخل ہوں ۔

آپ نے براہ مہربانی میرے اُس ذریت میں سے ہونے کا جو مقدس اور پاک ہے اُس ایڈریس میں ذکر کیا ہے میں خدا کا شکر کرتا ہوں کہ میں اُس پاک شخص کی ذریت میں ہوں جس کے لب مبارک جو آخری وقت پر ہلتے تھے تو اُمتی اُمتی کہتے تھے میں اُس ذریت میں ہونے کا نہ اِس وقت بلکہ جب تک میں اس دنیا میں ہوں فخر کروں گا اور مرنے کے بعد بھی مجھ کو اس کا فخر ہوگا مگر میں ٹھیک اُس ذریت میں ہونے کا اور اپنے فخر عالم دادا کے پوتے ہونے کا حق اُس وقت ادا کروں گا جب میں بھی مرتے وقت ایسی حالت میں کہ سانس کو سینہ میں گنجائش نہ رہی ہو اور ہونٹ بھی نہایت آہستہ اور خفیف حرکت کرتے ہوں قومی قومی کہتا ہوا مروں ۔ میں دُعا کرتا ہوں کہ خدا ایسا ہی کرے ۔ "امین" (بہت زور سے چیئرز)

لکچر جو مدرسہ گورداسپور پنجاب میں ۲۷ جنوری ۱۸۸۴ء کو دیا ۔

پریسیڈنٹ و دیگر بزرگان و طالبعلمان ۔

اِس وقت میں آپ صاحبوں کی خدمت میں تعلیم اور اتفاق پر چند الفاظ بیان کروں گا جیسا کہ مجھ سے ارشاد کیا گیا ہے ۔ اے صاحبو میں اس لائق نہیں ہوں کہ اس ہال میں جو ایک تعلیمگاہ ہے جس میں لائق ہیڈ ماسٹر اور ٹیچر موجود ہیں اور اَور بھی بہت سے لائق لوگ تشریف رکھتے ہیں تعلیم و تربیت کے باب میں کچھ کہنے کی جُرأت کروں مگر میں اپنے خیال نسبت تعلیم اور اتحاد کے جو کچھ کہ ہیں اس لئے بیان کرنے کی جرأت کرتا ہوں کہ جو کچھ اُس میں غلطیاں ہوں گی اُس کی اصلاح ہو جائے گی ۔ اے صاحبو ہماری ملک ہندوستان میں جو کہ غالباً صدیوں سے ان دو قوموں سے جو ہندو اور مسلمان کے لفظ میں تقسیم کی گئی ہیں آباد ہیں اُن کے بزرگوں کی عظمت اور فضیلت اور ناموری ایسی نہ تھی جو بھولی جاوے ہندوؤں کے بزرگ جسقدر کہ اُنھوں نے تمام علوم ریاضیات ہندسہ حساب ۔ لاجک ۔ فلاسفی ۔ مارل سنس میں ترقی کی آجتک اُن کی یادگار نشانیاں ہیں جس سے اُن کی اولاد کو فخر ہے ۔ مسلمان بعد کو اس ملک میں آکر آباد ہوئے وہ بھی اپنے بزرگوں کی عمدہ تحریرات عمدہ تالیفات اور تصنیفات پر فخر کرتے ہیں ۔ اُنھوں نے علم کی ہر شاخ میں ترقی دی گو یہ علم یونانیوں سے حاصل ہوئے مگر اُنھوں نے اُس کو ایسے درجہ تک ترقی پر پہونچایا کہ یونان اور انگلستان دونوں کو اُن کی شاگردی سے فخر حاصل ہوا ۔ یہ باتیں یقیناً بہت سے لڑکے اور جوان یاد کر کے فخر کرتے ہوں گے مگر اے دوستو بزرگوں کی بات یاد کر کے فخر کرنا اور خود کچھ نہ ہونا حمیت کے خلاف ہے ۔ بلکہ اپنی جہالت اور کم علمی سے اُن بزرگوں کے نام کو بھی بٹہ لگانا ہے نہایت افسوس ہے ان دونوں قوموں پر جن کے بزرگ ایسے گذرے اور یہ جہالت میں پڑ کر بزرگوں کو بھی بدنام

کریں اس زمانہ میں علم کا بہت چرچا ہو رہا ہے لیکن ہم کو تعلیم کے معاملہ میں اوّل غور کرنا چاہیئے
کہ کیا چیز ہے جسکو ہم سیکھیں اور کیا چیز ہے جس کا سیکھنا ہم کو مفید نہوگا - میں اُس
بزرگ زبان کو جو سنسکرت ہے جسکو ہمارے ملک کے باشندوں کا ایک حصہ عزیز
رکھتا ہے اور واقعی وہ اپنا ثانی بھی نہیں رکھتی ہے یا اُس مقدّس زبان کو جو عربی کہلاتی
ہے جسکو میں دل سے مقدّس سمجھتا ہوں اور جو اِس قابل بھی ہے کہ تمام علوم اور سینس
اُس میں لائے جا سکتے ہیں دل سے پسند کرتا ہوں - مگر باوجود ان سب خوبیوں کے جو
اُن زبانوں میں ہیں سوال یہ ہے کہ ہم کو کیا کرنا چاہیئے اگر ہم بغیر غور اور خیال ضرورت
کے تعصب یا نیچرل خواہش سے اپنی اُن دونوں زبانوں کو تعلیم کا ذریعہ قرار دیں تو یقین کرنا
چاہیئے کہ جس چیز کے حاصل کرنے کی ہم کو ضرورت ہے اُس کو چھوڑ بیٹھیں گے (چیئرز)
میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان مقدّس اور پُرانی زبانوں کو بالکل چھوڑ بیٹھیں سمجھنے کی یہ بات
ہے کہ بالفعل ہم کو ضرورت کس چیز کی ہے اور کون زبان ہم کو علوم کے اعلےٰ مطالب کی طرف
لی جا سکتی ہے اُس کے جواب میں میں یہ کہوں گا کہ انگلش لینگوج - ایک زمانہ تھا کہ
ہمارے ہاں کی کتابیں علوم اور فنون سے بھری ہوئی تھیں مگر اب دیکھنا چاہیئے کہ
علوم اور فنون نے کہاں تک ترقی کی میں سمجھتا ہوں کہ جن علوم کے بیج ہمارے بزرگوں نے
بوئے تھے وہ اب برومند اور تناور درخت ہو گئے ہیں اور اُن میں ایسے پھل پھول لگے
ہیں اور ایسی خوشنما شاخیں نکلی ہیں اور ایسے لذیذ میوے لگے ہیں کہ وہ ایک نئے درخت
معلوم ہوتے ہیں - علوم جدیدہ جو بالکل نئے ہوں اور جن کا وجود مطلقاً ہمارے بزرگوں کے
زمانہ میں نہ پایا جاتا ہو واقعی تھوڑے ہیں اور زیادہ وُہی ہیں جو اگلے بزرگوں کے پاس تھے
مگر حقیقت میں اُس وقت وہ بیج تھے اور اب وہ پھلدار درخت ہو گئے ہیں - پس اب ہمارا
اُن بیجوں پر ہی فخر کرنا اور اُن بارآور درختوں کے سایہ سے فائدہ نہ اٹھانا اور اُن
لذیذ میووں کے ذائقہ سے محروم رہنا ہمکو نہ کچھ فائدہ دینے والا ہے نہ کچھ عزّت
بخشنے والا اگر ہم ہی علوم میں ترقی کرتے جاویں تو اُن بیجوں کا جو ہمارے باپ دادا نے
بوئے تھے ہمکو فائدہ حاصل ہوگا نہیں تو ہم اُن پُرانے کُہنہ گلے ہوئے بیجوں کو جن میں

بسبب کُنگی کے نمو کی بھی طاقت نہیں رہی ہے ہاتھ میں لئے بیٹھے رہیں گے۔ ہم کو
اب ہری ہری شاخیں اور میوے دار ٹہنیاں لینی چاہئیں جو میووں کے گچھے اُسمیں
لٹک رہے ہیں اُن سے تمتع حاصل کرنا چاہئے۔ پس اب یہ بات قابل دیکھنے کے ہے
کہ وہ علوم کن کن زبانوں میں ہیں اور اُن میں سے ہم کو کس زبان کو اختیار کرنا چاہئے
تمام یُورپ میں فرنچ زبان سب سے اعلےٰ اور سب سے زیادہ شیریں اور سب سے
زیادہ پولیٹ ہے۔ علوم جدیدہ بھی فرنچ زبان میں بہت زیادہ ہیں اور قریب زمانہ آنیوالا
ہے کہ جرمن زبان بھی اُس سے زیادہ علوم کے لئے مخزن ہو جاوے گی مگر وہ دونوں
زبانیں ہمارے اختیار سے باہر ہیں یہ علوم انگلش لینگوج میں بھی ہیں اور ہم جو کچھ
ترقی کر سکتے ہیں اسی زبان کے ذریعہ سے کر سکتے ہیں۔ ہم انگلش گورنمنٹ کے زیر سایہ
بستے ہیں جس میں ہم کو ہر طرح کا امن و امان حاصل ہے۔ ہم کو اپنی گورنمنٹ کا بہت شکر گزار
ہونا چاہئے کہ اُس نے ہمکو امن و امان کے سوا تعلیم میں بھی ایسی مدد دی ہے کہ کوئی سلطنت
کوئی بادشاہت ایسی ہم کو نظر نہیں آتی جس نے اپنی رعایا کی تعلیم میں ایسی مدد کی ہو اور
عمدہ سامان تعلیم کا مہیا کر دیا ہو۔ ہندو اور مسلمان دونوں مجھ کو معاف کریں گے اگر میں یہ
کہوں کہ بنارس کے گھاٹوں کی سیڑھیوں پر دریوزہ گری کر کے یا مسجد یا خانقاہوں
میں بھیک کے ٹکڑے کھا کر پڑھنے اور ان عمدہ تعلیم گاہوں میں تعلیم پانے میں کس قدر
فرق ہے۔ گورداسپور کوئی بڑا مقام نہیں ہے مگر دیکھئے کہ گورنمنٹ کیطرف سے تعلیم گاہ
موجود ہے پس کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہم شکر گذاری کے ساتھ تعلیم کا فائدہ نہ اُٹھاویں (چیئرز)
مگر اے دوستو میری رائے اور میرا خیال یہ ہے کہ کوئی گورنمنٹ ہر ایک قوم کی تعلیم کا ذمہ
اپنے اوپر نہیں لے سکتی ہے بلکہ میں مضبوطی سے اُس رائے پر ہوں کہ ممکن نہیں کہ گورنمنٹ
اپنی تمام رعایا کی تعلیم کر سکے۔ اس سے بھی سخت میری رائے یہ ہے کہ کوئی قوم جس کو اپنے
بچوں اور قوم کی تعلیم کی خواہش ہو جب تک وہ تعلیم کو اپنے ہاتھ میں نہ لیوے اُس کی
خواہش کا پورا ہونا غیر ممکن ہے۔ جو کچھ مجھے افسوس ہے یہی ہے کہ ہماری قوم کو ہر جگہ یہی
خواہش ہے کہ گورنمنٹ اسکول قائم ہو مگر یہ خواہش کسی طرح پوری نہیں ہو سکنے کی کیونکہ گورنمنٹ

کی آمدنی بلحاظ اُس کے اور مصارف کے کسی قوم کی تعلیم کے واسطے کافی نہیں ہو سکتی
ہندوستانیوں کو ترقی اُسی وقت ہو گی جب وہ اپنے باہمی چندہ۔ اپنے انتظام۔ اپنی
قوت سے بلا مداخلت گورنمنٹ اور اُس کے افسروں کے اپنی خودسری اور اپنی مرضی کے
موافق اپنے بچّوں کی تعلیم کریں (چیئرز) اے دوستو تم اس بات کو خیال کرو کہ گورنمنٹ
جو ایسی وسیع مملکت ہندوستان میں حکومت کرتی ہے جس میں مختلف قومیں مختلف
اغراض کے لوگ بستے ہیں۔ وہ کسی ایک قوم کی طرفداری یا بہتری کی کوشش نہیں
کر سکتی اُس کو لازم ہے کہ اُس کے قواعد تعلیم ایسے ہوں جو یکساں سب سے متعلق ہو سکتے
ہوں اور جیسا کہ میں نے بیان کیا کہ قوم کی ضرورتیں مختلف ہیں پس گورنمنٹ اپنی دُور اندیشی
کے قاعدہ سے کسی خاص فرقہ کی خاص ضرورتوں کو پُورا نہیں کر سکتی اور ہرگز نہیں کر سکتی
ایک بات اَور خیال کرنے کی ہے کہ انگریزی گورنمنٹ کی کچھ ہی تعریف کی کچھ ہی تعریف
کیجاتی ہو کچھ ہی عُمدگی اُس میں ہو مگر سب سے زیادہ عُمدگی جو اُس میں ہے وہ یہی ہے کہ
وہ تعلیم مذہبی سے بالکل علیحدہ ہے اگر گورنمنٹ کسی مذہبی تعلیم میں دخل دے گو کہ وہ نیک
نیتی اور نیک دلی ہی سے کیوں نہ ہو ہم کو شُبہ میں ڈالے گا اور بہت بڑا خیال ہماری دل
میں پیدا ہو گا اس سبب سے بچّوں کی تعلیم مذہبی گورنمنٹ کی مصلحت اُس کی پالیسی اور اُس کے
انتظام حکومت کے بالکل خلاف ہے۔ پس اگر گورنمنٹ کے اسکول ہماری دنیوی تعلیم کے
واسطے کافی ہوں تب بھی ایک ضروری جزو مذہبی تعلیم کا رہا جاتا ہے پس ہمارے ہموطن اور
ہمقوم لوگوں کو گورنمنٹ پر بوجھ تعلیم کا نہ ڈالنا چاہیئے اور تعلیم کو اپنے ہاتھ میں لینا چاہیئے
گورنمنٹ کا یہ فرض ہے کہ وہ ہم کو مدد دے اس سے زیادہ گورنمنٹ سے مانگنا بے غیرتی
ہے۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے گورنمنٹ ہر اسکول میں مدد دینے کو تیار ہے۔ ہم کیوں
کہیں کہ فلاں قسم کی تعلیم ہم کو چاہیئے اور فلاں قسم کے مدرسے یا کالج ہماری تعلیم کے لئے
ضرور ہیں۔ کیوں نہیں تعلیم کو ہم لوگ اپنے ہاتھ میں لیں اور جس طرح کی تعلیم کی ضرورت سمجھیں
اُس طرح کی تعلیم دیں۔ کیمبرج یونیورسٹی میں ابھی ایک لیڈی نے ایک نیا کالج
قائم کیا ہے۔ اُس فیاض لیڈی نے اُس کالج کے لئے اپنے پاس سے اٹھارہ لاکھ روپیہ

دیئے ہیں جو یہاں کے حساب سے بیس لاکھ ہوتے ہیں۔ میرے خیال میں ہمارے
ملک کے ہر ضلع اور ہر قصبہ کے لوگ مدرسہ قائم کرسکتے ہیں۔ یہاں کی مردم شماری کچھ ہی
ہو مگر دو دو روپیہ اوسط فی کس دینے سے یہاں کے لوگ لاہور کالج سے زیادہ عمدہ ایک کالج
گورداسپور میں تیار کرسکتے ہیں لیکن ہمت اور ارادہ کی کمی ہے۔ تعلیم کے متعلق میں اس وقت
یہ بحث کرنا نہیں چاہتا کہ کون کون علوم اور فنون عمدہ ہیں اور کون کون تعلیم میں شامل
ہونے چاہیئے یہ بہت بڑا وسیع میدان ہے اور بہت لوگوں نے اس پر رائے دی ہے
اس وقت میں اس تعلیم کا ذکر کروں گا جس کو میں اونچے درجہ کی تعلیم کہتا ہوں اور جس کی عموماً
ملک کے لوگوں کو ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ انگریزی زبان عمدہ طور پر جاننا عمدہ گفتگو کرنا
انگریزی اخباروں کا بخوبی پڑھنا۔ قانون انگریزی کو خوب سمجھنا اپنے خیالات کو انگریزی
تحریر میں اچھی طرح ظاہر کرسکنا اسی تعلیم کی اشد ضرورت ہے مگر اسی کے ساتھ
یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ تعلیم سے تربیت جدا نہیں ہوسکتی ہے (چیئرز) اگر ہمارے ملک کے
لڑکے اس قدر تعلیم پاجائیں اور ایسی تحریر کرسکیں جس سے وہ لارڈ میکالی کا خطاب پاسکیں
اور تربیت اُن میں نہ ہو تو وہ کسی کام کے نہیں۔ لارڈ میکالی میرے خیال میں وہ شخص ہے
جس نے ہندوستان میں بھلائی کے درخت کا یا یوں کہو کہ علم کے درخت کا بیج بویا کوئی
گورنر جنرل اور کوئی وائسرائے ہندوستان میں ایسا نہیں گذرا جس نے لارڈ میکالی سے زیادہ
ہندوستان کو بھلائی پہونچائی ہو گو یقیناً اُس نے جو کچھ کیا اپنی گورنمنٹ کی خیر خواہی
اور بھلائی کے لئے کیا مگر اُسی کے ساتھ اصلی خیر خواہی اور بھلائی کی اصلی جان اُسی نے
ہمارے مُلک میں بھی ڈال دی۔ اے دوستو تربیت اور تعلیم دو چیزیں ہیں۔ صرف تعلیم سے آدمی
انسان نہیں بنتا بلکہ تربیت سے بنتا ہے بولنے میں تو یوں آتا ہے کہ تعلیم اور تربیت
مگر تربیت میری سمجھ میں تعلیم پر مقدم ہے ہماری قوم کے لوگوں کو اس پر خیال کرنا
چاہیئے کہ اگر لوگوں کی تعلیم کا گورنمنٹ کے اسکولوں پر بھروسہ کرتے ہیں تو کیا وہ سمجھتے ہیں
کہ وہ تربیت بھی پاسکتے ہیں۔ ہرگز نہیں تعلیم کا اصلی مقصد مارل کی درستی ہے۔ بہت سے
تعلیم یافتہ ہیں جن کا طرز اخلاق ایسا خراب ہے جسکو دیکھکر افسوس ہوتا ہے

اور کہا جاتا ہے کہ کاش وہ بے تعلیم ہی رہتے تو اچھا ہوتا۔ میں تمام ہندوستان میں جہاں تک خیال کر سکتا ہوں اور جن بڑے بڑے شہروں میں میں پھرا ہوں اور وہاں کے حالات سے واقف ہوا ہوں نہایت زور سے کہہ سکتا ہوں کہ کسی کو اولاد کی تربیت کا خیال نہیں ہے۔ اے عزیزو۔ سمجھو کہ اگر لڑکے کسی گورنمنٹ اسکول میں پانچ گھنٹہ تعلیم پاکر آتے ہیں تو اُن کا باقی حصّہ زندگی کا جو بالکل سادہ اور مثل ایک پودہ کی نرم شاخ کے ہوتا ہے کہ جس طرح پر چاہو ٹیڑھی یا سیدھی کر سکو کس طرح بسر ہوتا ہے۔ گھر کے نوکروں کی صحبت گلیوں میں بازاری لونڈوں کے ساتھ کھیلنا اُن کی صحبت میں بد اخلاقی کی باتیں سیکھنا اور فحش اور بد اخلاقی کے الفاظ جو وہ لونڈے بولتے ہیں اور بکتے ہیں اُن کو سُننا۔ اسی قسم کے غارت کن رذائل میں اُن کی زندگی کا پاک حصّہ بسر ہوتا ہے اور بجائے اسکے کہ وہ فرشتہ سیرت ہوتے شیطان سے بدتر اُن کے اخلاق ہو جاتے ہیں جبکہ لڑکوں کا چہارم حصّہ ماسٹر کے پاس اور اُس سے زیادہ حصّہ خراب حالت میں گذرتا ہے تو کیا اُس سے اُن کی تربیت اخلاق کی توقع ہو سکتی ہے۔ ہرگز نہیں۔ جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ ہماری قوم اور ہمارے بچے تربیت یافتہ اور مہذب ہوں۔ دوسری فیشن میں عزت پاویں تو اُن کا پہلا فرض یہ ہے کہ تربیت کی فکر کریں (چیئرز) میں یہ نہیں کہتا کہ وہ سب کچھ میری ہی خیال کے موافق کریں تم لوگ مجھ کو جانے دو۔ میرے خیال کی پیروی نہ کرو تم خود سوچکر کوئی تدبیر نکالو۔ دیکھو یہ یورپین بچہ (ایک کم عمر لڑکا جو اُس وقت موجود تھا اُس کی طرف اشارہ کیا) جو اس وقت موجود ہے کیا تم کوئی ایسا بچہ اپنی قوم میں نکال سکتے ہو۔ گو یہ بچہ ابتک سوسائٹی میں نہیں ملا مگر یہ اپنے ماں باپ کی تربیت سے کیسا نیک عادتوں کا نمونہ ہوا ہے۔ اگلے زمانہ میں ہماری اولاد بھی اپنے باپ اور اُس کے دوستوں کی صحبت سے فائدہ اُٹھاتی تھی اُن کے اخلاق حسنہ سیکھتی تھی واقعی وہ بہت اچھا طریقہ تھا مگر وہ تیلیاں جس ڈورے سے بندھی تھیں ٹوٹ گیا اب دوسرا ڈورا اُن کے باندھنے کو ہونا چاہیئے۔ اب جو نسلیں موجود ہیں آپ مجھ کو معاف کیجیئے گا وہ اس لائق نہیں کہ بچے اُن سے تربیت پاسکیں پس مناسب ہے کہ اولاد کی تربیت کی فکر اور تدبیر کیجاوے۔ گورنمنٹ پر بوجھ نہ ڈالیئے

اُس سے صرف مدد لیجیئے جو اُس کا فرض ہے اور جس کے ادا کرنے پر وہ موجود ہے اسوقت ہندوستان میں خدا کے فضل سے دو قومیں آباد ہیں اور اس طرح سے ہیں کہ ایک کا گھر دوسرے سے ملا ہے - ایک کی دیوار کا سایہ دوسرے کے گھر میں پڑتا ہے ایک آب و ہوا کی شریک ہیں - ایک دریا یا کنوئیں کا پانی پیتے ہیں - مرنے جینے میں ایک دوسرے کے رنج و راحت کا شریک ہوتا ہے ایک کو دوسرے سے بغیر ملے چارہ نہیں پس کسی چیز کو جو معاشرت سے علاقہ رکھتی ہے ان دونوں کا علٰحدہ علٰحدہ رکھنا دونوں کو برباد کر دیتی ہے - ہمکو ایک دل ہو کر مجموعی حالت میں کوشش کرنی چاہیئے اگر ایسا ہوگا تو سنبھل جائیں گے نہیں تو ایک دوسرے کے اثر سے دونوں قومیں تباہ اور بگڑ جاویں گی (چیئرز) پُرانی تاریخوں میں پُرانی کتابوں میں دیکھا اور سُنا ہوگا اور اب بھی دیکھتے ہیں کہ قوم کا اطلاق ایک ملک کے رہنے والوں پر ہوتا ہے - افغانستان کے مختلف لوگ ایک قوم کہے جاتے ہیں - ایران کے مختلف لوگ ایرانی کہلاتے ہیں - یوروپین مختلف خیالات اور مختلف مذاہب کے ہیں مگر سب ایک قوم میں شمار ہوتے ہیں گو اُن میں دوسرے مُلک کے بھی لوگ آکر بس جاتے ہیں مگر وہ آپس میں مِل جُلکر ایک ہی قوم کہلائے جاتے ہیں - غرض کہ قدیم سے قوم کا لفظ ملک کے باشندوں پر بولا جاتا ہے گو اُن میں بعض بعض خصوصیتیں بھی ہوتی ہیں - اے ہندو اور مسلمانوں - کیا تم ہندوستان کے سوا اَور مُلک کے رہنے والے ہو - کیا اسی زمین پر تُم دونوں نہیں بستے - کیا اسی زمین میں تم دفن نہیں ہوتے ہو یا اسی زمین کے گھاٹ پر جلائے نہیں جاتے - اسی پر مرتے ہو اور اسی پر جیتے ہو تو یاد رکھو کہ ہندو اور مسلمان ایک مذہبی لفظ ہے ورنہ ہندو مسلمان اور عیسائی بھی جو اسی مُلک میں رہتے ہیں اس اعتبار سے سب ایک ہی قوم ہیں (چیئرز) جب یہ سب گروہ ایک قوم کہے جاتے ہیں تو ان سب کو ملکی فائدہ میں جو اِن سب کا ملک کہلاتا ہے ایک ہونا چاہیئے - اتفاق کی خوبیاں مجھ کو زیادہ بیان کرنے کی کچھ ضرورت نہیں ہے جو شخص اتفاق نہیں رکھتا وہ بھی سمجھتا ہے کہ وہ بُرا کرتا ہے جو لوگ کہ باہم برخلاف اور ایک دوسرے کے دشمن ہیں وہ بھی جب دل میں سوچتے ہیں تو یہ سمجھتے ہیں کہ یہ ایک بُری بات ہے جو چیز نہایت عمدہ اور خوب ہے وہ

اتفاق ہی ہے اتفاق کر کے جو کچھ کیا جائے گا وُہی عمدہ ہو گا پس اس امر پر خیال کر کے باہم اتفاق کرنا چاہیئے اور اُس اتفاق کے ذریعہ سے قومی تعلیم اور تربیت حاصل کرنا چاہیئے ۔ میں کچھ اَور زیادہ بیان کرتا مگر آپ مجھے معاف رکھیں کہ میں آج ہی ابھی آیا ہوں اور سفر کی تکان سے خستہ ہو رہا ہوں ۔ (بہت زور سے چیئرز) ۔

۱۷

تقریر جو خاتونان پنجاب کے ایڈریس کے جواب میں ۲۸۔ جنوری ۱۸۸۴ء کو لکھکر دی +

اے میری بہنوں!۔

آج کی رات میرے لئے شب قدر سے کچھ کم قدر کی نہیں۔ جو ایڈریس تمہاری طرف سے مجھ کو دی گئی وہ میرے لئے ایک ایسی عزت ہے جو آج تک ہندوستان میں کسی کو نصیب نہیں ہوئی۔ میں تمہاری اس شفقت کا دل سے شکر گذار ہوں +

اے میری بہنوں۔ میں اپنی قوم کی مستورات کی بہت زیادہ قدر کرتا ہوں۔ ہماری قوم کے مردوں نے اپنے باپ دادا کی بزرگی کو خاک میں ملا دیا ہے مگر خدا کے فضل سے تم میں ہمارے باپ دادا کے بزرگ نشان بدستور موجود ہیں۔ یہ سچ ہے کہ ہم مردوں میں شبلی اور جنید موجود نہیں مگر خدا کا شکر ہے کہ تم میں ہزاروں لاکھوں رابعہ بصری موجود ہیں +

تمہاری نیکی۔ تمہاری بردباری۔ تمہاری محبت۔ ہر قسم کی مشکلات کے برداشت اور اُسپر صبر۔ بچوں کی پرورش۔ گھر بار کا انتظام ہمارے فخر کا باعث ہے۔ اگر کوئی قوم تمام دنیا میں اپنے تئیں کسی قسم کا فخر دے سکتی ہے تو ہم اپنی قوم کی مستورات کو دنیا کی قوموں پر فخر دے سکتے ہیں۔ یہ ہمارا فخر تمہارے ہی سبب سے ہے +

اے میری بہنوں۔ میں اپنی قوم کی خاتون کی تعلیم سے بے پرواہ نہیں ہوں۔ میں دل سے اُن کی ترقی تعلیم کا خواہاں ہوں۔ مجھ کو جہاں تک مخالفت ہے اُس طریقہ تعلیم سے ہے جس کے اختیار کرنے پر اس زمانہ کے کوتاہ اندیش مایل ہیں۔ میں تمھیں نصیحت کرتا ہوں کہ تم اپنا پرانا طریقہ تعلیم اختیار کرنے پر کوشش کرو۔ وہی طریقہ تمہارے لئے دین و دنیا میں بھلائی کا پھل دیگا۔ اور کانٹوں میں پڑنے سے محفوظ رکھیگا +

اے میری بہنوں! جس قدر کہ تم اس وقت موجود ہو شاید میں تم سب سے بلکہ اُن سے بھی جو ایڈریس میں شامل ہیں اور اس وقت میں موجود نہیں ہیں اُن سے بھی عُمر میں بہت بڑا ہوں۔ میں نے تم سب سے بہت زیادہ زمانہ دیکھا ہے۔ تمہاری دادیوں تمہاری نانیوں کے حالات تم سے زیادہ مجھ کو معلوم ہیں۔ تم غور کرو کہ تمہارے خاندانوں میں مستورات کی تعلیم کا کیا قاعدہ تھا۔ یہ قاعدہ تھا کہ ہماری قوم میں۔ ہماری رشتہ داری میں۔ ہمارے محلوں میں جو معزز اور باوقار گھر ہوتا تھا۔ جس گھر کی مستورات عمدہ فضیلت عمدہ اخلاق میں فائق ہوتی تھیں اپنی قوم کی اپنے رشتہ داروں کی اپنے محلہ والوں کی لڑکیوں کی تعلیم کا انتظام اُس کے سپرد ہوتا تھا۔ اُن کا گھر اُن لڑکیوں کا گھر بھی ہوتا تھا اور تعلیم کا مکتب بھی ہوتا تھا اُسی گھر میں قوم کی بزرگ مستورات اُن پر نگاہ شفقت رکھنے والی ہوتی تھیں۔ کوئی شریف خاندان کی معلمہ اُن کی تعلیم پر نوکر ہوتی تھی۔ اور اُس گھر کی بزرگ مستورات درحقیقت اُن کی تعلیم دینے والی اور اپنے اخلاق و نیکی کے مجسم نمونہ سے اُن کو نیکی و اخلاق سکھانے والی ہوتی تھیں۔ شامت اعمال سے وہ سلسلہ برہم ہو گیا۔ خاندان تباہ ہو گئے۔ ہمارے بزرگ جو اس تعلیم کی قدر کرتے تھے دنیا سے جاتے رہے۔ وہ بزرگ مستورات جو اس کام کو انجام دیتی تھیں دنیا سے اُٹھ گئیں۔ تمام خاندانوں کے مرد جاہل و نادان رہ گئے جو ذلت کہ تمہارے خاندانوں کے مردوں پر خدا کی مرضی سے آئی ضرور تھا کہ اُس کا حصہ تم کو بھی ملے۔ پس وہی بدبختی تمہارے خاندانوں کے مردوں کی ہے جس کا حصہ تم کو بھی ملا ہے اور جس کا ذکر تم نے پردہ سے اس ایڈریس میں کیا ہے ؛

اے میری بہنوں! تم یقین جانو کہ دنیا میں کوئی قوم ایسی نہیں ہے جس میں مردوں کی حالت درست ہونے سے پہلے عورتوں کی حالت میں درستی ہو گئی ہو۔ اور کوئی قوم دنیا میں ایسی نہیں ہے جس میں مردوں کی حالت درست ہو گئی ہو اور عورتوں کی حالت درست نہ ہوئی ہو۔ ان سچے واقعات نے میرے دل میں بہت کچھ اثر کیا ہے۔ میں نے تمہارے لڑکوں کی تعلیم پر جو کوشش کی ہے اُسے تم یہ نہ سمجھو کہ میں اپنی پیاری بیٹیوں کو بھول گیا ہوں۔ بلکہ میرا یقین ہے کہ لڑکوں کی تعلیم پر کوشش کرنا لڑکیوں کی تعلیم کی جڑ ہے۔ پس جو خدمت میں تمہارے

لڑکوں کے لئے کرتا ہوں درحقیقت وہ لڑکوں لڑکیوں دونوں کے لئے ہے ۔

میری یہ خواہش نہیں ہے کہ تم اُن مقدس کتابوں کے بدلے جو تمہاری دادیاں اور نانیاں پڑھتی آئی ہیں اس زمانہ کی مروجہ نامبارک کتابوں کا پڑھنا اختیار کرو جو اس زمانہ میں پھیلتی جاتی ہیں ۔

مردوں کو جو تمہارے لئے روٹی کما کر لانیوالے ہیں زمانہ کی ضرورت کے موافق کچھ ہی علم یا کوئی سی زبان سیکھنے اور کیسی نئی چال چلنے کی ضرورت پیش آئی ہو مگر ان تبدیلیوں سے جو ضرورت تعلیم کے متعلق تم کو پہلے تھی اُس میں کچھ تبدیلی نہیں ہوئی ۔

تمہارا فرض تھا کہ تم اپنے ایمان اور اسلام سے واقف ہو اُس کی نیکی اور خدا کی عبادت کی خوبی کو تم جانو ۔ اخلاق میں نیکی اور نیک دلی ۔ رحم و محبت کی قدر سمجھو اور ان سب باتوں کو اپنے برتاؤ میں لاؤ ۔ گھر کا انتظام اپنے ہاتھوں میں رکھو ۔ اپنے گھر کی مالک رہو اُس پر مثل شہزادی کے حکومت کرو ۔ اور مثل ایک لائق وزیرزادی کے منتظم رہو ۔ اپنی اولاد کی پرورش کرو ۔ اپنی لڑکیوں کو تعلیم دیکر اپنا سا بناؤ ۔ خدا پرستی ۔ خدا ترسی ۔ اپنے ہمسایوں کے ساتھ ہمدردی اپنا طریقہ رکھو ۔ یہ تمام سچی تعلیم نہایت عمدگی سے اُن کتابوں سے حاصل ہوتی ہے جو تمہاری دادیاں نانیاں پڑھتی تھیں جیسی وہ اُس زمانہ میں مفید تھیں ویسی ہی اس زمانہ میں بھی مفید ہیں ۔ پس اس زمانہ کی نامفید اور نامبارک کتابوں کی تمکو کیا ضرورت ہے ۔ ہاں یہ بات سچ ہے کہ تمہارے خاندان کے مردوں کی نالائقی اور جہالت سے تمہارے متعدد حقوق جو خدا کے حکم سے تم کو ملے ہیں اور جن کا انسانیت کی رُو سے تمہارا حق ہے برباد ہو گئے ہیں ۔ وہ حق پھر تمہیں واپس دلانے کی یہی تدبیر ہے کہ تمہارے لڑکوں کی تعلیم میں کوشش کیجائے جبکہ وہ تعلیم یافتہ ہو جاویں گے ۔ وہ مغصوبہ حقوق از خود بے مانگے تمکو واپس ملیں گے ۔ اب میں تم کو دوبارہ یقین دلاتا ہوں کہ جو خدمت میں اس وقت کر رہا ہوں نہ صرف تمہارے لڑکوں کی ہی ہے بلکہ تمہاری لڑکیوں کی بھی ہے اگر خدا نے چاہا تو اُس سے دونوں برابر فائدہ اُٹھائیں گے ۔ اور لڑکے اور لڑکیاں دونوں علم کی روشنی سے روشن ضمیر ہوں گے ۔ اس وقت تمہارا اُن غریب بچوں کی پرورش کے لئے جو مدرسۃ العلوم میں

پڑھتے ہیں امداد دینا تمہاری اُس ذاتی خصلت اور مادرانہ محبت کا نمونہ ہے جو خدا نے تم میں رکھی ہے - یہ تمہاری امداد اُن غریب بچّوں کے لئے مثل شیرِ مادر اثر رکھے گی - اور اُن کو اور مجھ کو اور مدرسۃ العلوم کو اُس امداد سے جس طریقہ پر دیگئی ہے قومی عزت اور قومی افتخار حاصل ہُوا ہے - میں سب کی طرف سے اُس کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ خدا تم کو دین و دنیا میں بہ برکت سیدالنسا فاطمہ زہرا علیہا السّلام کے خوش و خوّرم رکھے اور جیسی کہ تم اس وقت باعث افتخار قومی ہو اُس وقت بھی جبکہ ہماری قوم کامل عروج پر ترقی کرے ہماری قوم کی باعث افتخار رہو - اٰمین +

اے میری ہندو اور عیسائی بہنوں ! تم نے جو اپنی محبت اور وطنی یگانگت سے اپنی مُسلمان بہنوں کے ساتھ اس ایڈریس میں اور اس امداد میں جو مدرسۃ العلوم کے غریب طالب علموں کو دی گئی ہے شرکت کی وہ ایک نمونہ تمہاری محبت و یگانگت کا ہے - میں دِل سے اُس کے لئے تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں اور دعا دیتا ہوں کہ تم پر بھی خدا تعالیٰ کی برکت ہو - اور ہر طرح کی ترقی اور خوشی تم کو نصیب رہے - اٰمین +

۱۸

لکچر جوٹون ہال امرت سر میں "اتحاد باہمی اور تعلیم" کے مضمون پر ۲۹ - جنوری ۱۸۸۴ء کو دیا ۔

جناب صدر انجمن و دیگر صاحبان -

اس وقت میرا ارادہ ہے کہ آپ لوگوں کی خدمت میں جیسا کہ صاحب صدر انجمن نے فرمایا ہے اتحاد باہمی اور تعلیم کے باب میں اپنے خیالات ظاہر کروں - صاحبان یہ ملک ہندوستان ایسا ملک نہیں ہے جس میں لوگ تعلیم اور علم کو نہ جانتے ہوں یہ نہایت قدیم اور پرانا مقدس ملک ہے جس میں ایک قوم جو اس میں رہتی تھی اُن میں بہت بڑے عالم بہت ذی رتبہ لوگ گذرے تھے جن کی زبان سنسکرت تھی جس کی خوبی اور عمدگی فوائد علوم کے لئے بالتخصیص مشہور ہے (چیئرز) سب کو معلوم ہے کہ اسمیں نہایت عمدہ اور نفیس کتابیں فلسفہ اور لاجک کی موجود ہیں جو ایسی نہیں ہیں کہ جن پر ملک کو کچھ کم فخر نہ ہو - اس کے بعد ایک زمانہ آیا جب ہم لوگ یہاں آئے ہمارے باپ دادا علم میں کچھ کم مشہور نہ تھے شاید ہندوستان میں اُنھوں نے بہت کچھ نہ کیا ہو مگر ہمارے اسلاف وہ لوگ تھے جنھوں نے علم کو بہت ترقی دی - بغداد - قرطبہ - غرناطہ کے دارالعلوم کسی کو بھول نہ گئے ہوں گے ہمارے اسلاف ہی تھے جنھوں نے پرانے یونانی علوم کو ایسی ترقی دی کہ اگر مقابلہ کیا جاوے تو اُنھوں نے اُن پرانے علوم کو گویا ذرہ سے آفتاب بنا دیا تھا - یورپ اگرچہ اس زمانہ میں علوم اور فنون میں مشہور ہے مگر پرانی تاریخ سے معلوم ہوگا کہ اسپین کے دارالعلوم نے اُس کو یہ نعمت بخشی ہے (چیئرز) اور یورپ ہی پر کیا ہے دنیا بھر کو اُنھیں سے یہ فیض پہونچا ہے اگر ہمارے اسلاف یونانی علوم کو زندہ نہ رکھتے تو آج تمام دنیا میں کوئی بھی فلسفہ اور یونانی لاجک کا ایک حرف نہ جانتا ہوتا ایسے ملک میں جہاں دونوں قوم کے اسلاف ایسے مشہور ہوں اور جن کے سبب سے دنیا میں اب تک علوم قائم رہے ہوں علم کے فوائد

یا تعلیم کے متعلق کچھ بیان کرنا فضول ہوگا - مگر میں دونوں قوموں کے فضائل تسلیم کرکے
یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ اب ہماری حالت کیا ہے اور یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اس زمانہ میں جسمیں
ہم ہیں ہماری اولاد کو کیا کرنا چاہیئے - اے صاحبو کسی انسان کی یہ خوبی نہیں ہے - کہ
بزرگوں کے نام پر فخر کریں اور خود کچھ نہ ہوں - ہمارے ملک اور ہماری دونوں قوموں
کی یہ حالت ہے کہ اسلاف کے نام پر شیخی کرتے ہیں اور خود کچھ نہیں کرتے - اُن لوگوں کو
یہ غلط خیال کہ ہمارے اسلاف سب کچھ کر گئے اب ہم کو کچھ کرنا نہیں ہے دل سے نکال
ڈالنا چاہیئے - زمانہ روز بروز ترقی کرتا جاتا ہے اگر زمانہ کسی حد تک منتہی ہو جاتا تو یہ خیال
صحیح تھا کہ علوم منتہی ہو گئے - مگر ہر کوئی جانتا ہے کہ زمانہ رُکا نہیں وہ چلتا جاتا ہے - ایسے
حال میں یہ خیال کہ بزرگوں کے حاصل کئے علوم کافی ہیں بالکل غلط ہے - گو یورپ ہمارے
علوم سے روشن ہوا مگر دیکھو کہ اُنھوں نے کیا کیا - علم کو جانچا اور پڑھا ذرہ برابر علم کو
ایسی ترقی دی جیسے ایک بیج سے عالی شان درخت پیدا ہو جاتا ہے جو علوم پہلے ایجاد
ہوئے تھے اُس وقت اُن کے ایجاد کرنے والوں کو زیادہ تحقیقات کا موقع نہ ملا تھا جو علوم
اُس وقت نکالے گئے تھے اور اُن میں جو غلطیاں رہ گئی تھیں اُن سے وہ لوگ بخوبی آگاہ
نہیں ہونے پائے تھے یورپ نے یہ احسان اُن پر اور تمام دنیا پر کیا کہ اُن غلطیوں کو نکالا
اور صحیح مسایل اور صحیح علوم لوگوں کو بتائے اور جو علوم نہ تکمیل کو پہونچے تھے اور نہ کارآمد
تھے اُن کو کارآمد کیا اور تکمیل پر پہونچایا - ایک احسان اور کیا کہ جدید علوم ایجاد کئے جو روزمرّہ
کی زندگی کے واسطے کارآمد ہیں - اب یہ حال ہے کہ اگر کسی ملک میں یا کسی حصّہ پنجاب میں
تار برقی یا ریل نہ ہو تو لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ اندھیرے میں بے زبان اور دست پا شکستہ پڑے
ہوئے ہیں دیکھئے یہ تمام چیزیں یورپ کی ایجاد کی ہوئیں علوم کی برکت سے ہمکو ملی ہیں -
جب زمانہ ایسی ترقی کر گیا ہے اور علوم نے یہ ترقی پائی ہے تو کیا ہمارا یہ کام ہے کہ ہم ان
علوم پر نظر نہ ڈالیں یا جس قدر ہمارے اسلاف نے کیا ہے اُسیقدر ہم بھی کریں - اگر ہم اوسی
پُرانے علم کو رٹتے جائیں اور ہم اُتنا ہی کریں جتنا کہ ہمارے باپ دادا نے کیا تھا تو ہم مثل
ایک جانور کے ہوں گے جو وہی کام کرتا ہے جو اُس کا دادا پردادا کرتا تھا (چیئرز) ہمارا کام

دنیا میں یہ ہے کہ جن لوگوں نے ہم سے علم لئے ہیں اور اُن کو ترقی دی ہے اب ہم اُن سے
وہی علوم لیں اور اُن کے سیکھنے میں کوشش کریں۔ ہماری آیندہ نسلوں کو اور ہمارے واسطے
بھی باعث فخر ہو سکتا ہے اور ایسا ہی کرنا ہمپر لازم ہے تاکہ ہم جدید علوم سیکھیں جس میں کہ
روز بروز ترقیاں اور کارآمد چیزیں موجود ہیں۔ یہ علوم جب تلاش کیئے جاتے ہیں تو مختلف
زبانوں میں یورپ کے ہمکو ملتے ہیں مگر یورپ کی بہت سی زبانیں ہماری دسترس سے
باہر ہیں اور اگر ہم کسی طرح سے اُن کو حاصل بھی کریں تو ضرور ہم اُس میں ادھورے رہیں گے
ہم کو دیکھنا چاہیئے کہ خدا کی کیا مرضی ہے۔ خدا کا حکم کوئی تحریری نہیں آتا مگر زمانہ کے
حالات سے پایا جاتا ہے۔ اس زمانہ میں ہمکو خدا کی یہ مرضی معلوم ہوتی ہے کہ انگلش نشین ہندوستان
میں حکومت کرے اور ہم اُن کے زیر سایہ بسیں اور جو کچھ فائدہ ممکن ہو اُن سے حاصل کریں
خدا کی مرضی سے اُسپر ہمکو دسترس بھی ہے اس زمانہ میں جو کچھ ہم کر سکتے ہیں وہ یہ ہے کہ
ہم انگریزی زبان سیکھیں اور جو علوم اور فنون اُسمیں ہوں اُن کو حاصل کریں۔ میرا مطلب
یہ نہیں ہے کہ ہندو سنسکرت کو یا مسلمان عربی زبان کو چھوڑ دیں۔ ہندوؤں کو چاہیئے کہ
اُسکو اعتدال کے ساتھ نہ افراط و تفریط کے ساتھ سیکھیں۔ مسلمانوں کو بھی یہ لازم ہے
کہ عربی زبان کی تحصیل نہ چھوڑیں۔ یہ ہمارے باپ دادا کی مقدس زبان اور ہماری قدیم ملک
کی زبان ہے جو فصاحت و بلاغت میں سمتک زبانوں میں لاثانی ہے مگر افراط و تفریط نہو
اس زبان میں ہمارے مذہب کی ہدائتیں ہیں لیکن جبکہ ہماری معاش ہماری بہتری ہماری زندگی
باآرام بسر ہونے کے ذریعے بلکہ ہمارے اس زمانہ کے موافق انسان بنانے کے وسائل
انگریزی زبان سیکھنے میں ہیں تو ہمکو اُس طرف بہت توجہ کرنی چاہیئے۔ یہ اغراض دنیوی ہم ہندو
اور مسلمان سب کے ساتھ لگے ہوئے ہیں اور وہ کسی طرح چھوٹ نہیں سکتے۔ جو شخص
ہماری انگریزی گورنمنٹ کے انصاف پر نظر ڈالیگا وہ خوش ہوگا اور شکر کرے گا کہ اس
گورنمنٹ نے تعلیم کے متعلق بہت کچھ کوشش کی ہے۔ کوئی سلطنت خاصکر ہندوستان
کی جسپر ہمکو بہت فخر ہے ایسی نہیں گذری جس نے تعلیم میں اس قدر کوشش کی ہو۔ مذہبی
فیلنگ کو دخل نہ دینا چاہیئے میں سچ کہتا ہوں کہ مشنریوں نے بھی اپنے خیال کے موافق

نیک دلی سے تعلیم کا بڑا فائدہ پہونچایا ہے۔ گورنمنٹ کا شکریہ تو ہم سے ادا ہی نہیں ہوسکتا
جو کچھ اُس نے کیا ہے بے مثل اور بے نظیر ہے لیکن ایک سوال ہے جو حل نہیں ہوتا بلکہ
ایک نہیں دو سوال ہیں۔ پہلا سوال یہ ہے کہ کیا گورنمنٹ ایک ملک کو جس میں چوبیس پچیس
کروڑ آدمی بستے ہوں تعلیم دے سکتی ہے؟ دوسرا یہ کہ کیا گورنمنٹ ایسی پوری تعلیم کر سکتی ہے
جس سے ہمارے پورے اغراض حاصل ہوسکیں؟ ان سوالوں کا جواب بجز نفی کے اَور کچھ
میری سمجھ میں نہیں آتا۔ اب مجھے معاف رکھئے گا اگر کوئی لفظ نامناسب میری زبان سے نکل
جاوے۔ کیا ہندوؤں اور مسلمانوں کو کچھ بھی غیرت ہے جبکہ اپنی تعلیم کا بوجھ گورنمنٹ پر ڈال کر
اُسی پر بھروسہ کریں کوئی بے غیرتی اس سے زیادہ نہیں ہے کہ اپنے بچّوں کی تعلیم کے واسطے
دوسرے کے سامنے ہاتھ پھیلائیں۔ گورنمنٹ کی حکومت مختلف فرقے اور مختلف مذہب کے
لوگوں پر ہے اور کوئی اس سے بھی انکار نہیں کر سکتا کہ اُن لوگوں کے اغراض بھی مختلف
ہیں۔ پس ایسی حالت میں گورنمنٹ ہر خالص فرقہ کے واسطے کچھ بندوبست نہیں کر سکتی (چیئرز)
اُس کا اصول تو یہی ہوگا کہ کُل کے ساتھ برابر برتاؤ ہو اس کا نتیجہ ضروری یہ ہے کہ ان مختلف
فرقوں کے کچھ اغراض پورے ہوں اور کچھ نہ ہوں۔ یہ حال ہندوستان میں عام ہے۔ ہندوستان
میں جس فرقہ کے اغراض زیادہ پورے ہوسکتے تھے اُنھوں نے تعلیم کا زیادہ فائدہ اُٹھایا جن کا
نام میں بتاؤں گا یعنے ہندو مسلمانوں کو گورنمنٹ کے سررشتہ تعلیم سے کم فائدہ پہونچا کیونکہ
اُن کے اغراض کم حاصل ہوئے تھے۔ یہ بات ہندوستان کے ہر حصہ کے سررشتہ تعلیم پر
نظر ڈالنے سے بخوبی معلوم ہوتی ہے جہاں سو برس عملداری کو گذرے وہاں یہی کالج اور
مدرسوں میں مسلمان کم ہیں اور مسلمانوں کو تعلیم کم ہوئی ہے۔ یہ گورنمنٹ کا قصور نہیں ہے یہ
ہمارا ہی قصور ہے اگر ہم تعلیم کو اپنے ہاتھ میں لیتے تو سب کچھ اچھی طرح سے کر سکتے تھے مجھ کو
شُبہ ہے کہ ہندوؤں میں کون لوگ ایسے تھے جن کو مذہبی اغراض زیادہ مدنظر تھے۔ مگر
کوئی مسلمان باپ ایسا نہیں ہے کہ اپنے بچّہ کو مذہبی تعلیم نہ دینا چاہتا ہو۔ میں کہتا ہوں کہ
جب تک تم جان رکھتے ہو جب تک تمہارے جسم میں جان ہے جب تک تمہاری آنکھ
کھلی ہے تم مذہب کو ہرگز نہ چھوڑو۔ مگر دونوں پہلوؤں کو دیکھکر چلنا چاہیئے۔ گورنمنٹ کی

تو یہ نہایت عمدہ پالسی ہے کہ وہ مذہبی تعلیم سے علیحدہ رہے پس جب تک تم خود اپنی تعلیم اپنے بچوں کی تعلیم اپنے ہاتھ میں نہ لو تم دونوں قسم کی تعلیم اُن کو نہیں دے سکتے۔ گورنمنٹ نہایت خوشی سے ہماری قوم کے لئے جو تعلیم گاہ ہماری کوشش سے قایم ہو اُس میں مدد دینے کو موجود ہے تو ایسی صورت میں جبکہ گورنمنٹ مدد دینے کو موجود ہے اور ہماری غرض بغیر متوجہ ہوئے پوری نہیں ہو سکتی تو اگر ہم ایسا بندوبست نہ کریں تو کیسے افسوس کی بات ہے اور بچوں کے لئے کیسے سخت افسوس کا معاملہ ہے (چیرز) تعلیم کے باب میں چھوٹے چھوٹے اسکولوں سے خواہ وہ گورنمنٹ کے ہوں یا پرائیوٹ ہوں کچھ نہیں ہو سکتا ادنےٰ درجہ کی تعلیم کی نسبت میں صاف کہتا ہوں کہ آپ نے پرانی مثل سنی ہو گی "نیم ملا خطرہ ایمان و نیم حکیم خطرہ جان" یہی حال ادھوری تعلیم کا ہو گا۔ آدمی بنانے کے واسطے جب تک ہماری قوم میں ہائی ایجوکیشن نہ پھیلے گی ہماری قوم آدمی نہیں بن سکتی۔ ابھی چند روز کا زمانہ گذرا ہے جب ایجوکیشن کمیشن کا اجلاس کلکتہ میں ہو رہا تھا اور میں بھی وہاں موجود تھا۔ سب یہی کہتے تھے کہ ہائی ایجوکیشن اُٹھنے نہ پاوے۔ مگر یہ بات بہت کم کسی مُنہ سے سُننے میں آئی تھی کہ اگر گورنمنٹ اپنا ہاتھ ہائی ایجوکیشن سے اُٹھالے گی تو ہم خود اُس کو کریں گے۔ اس کا مجھے بہت افسوس ہے اس میں شک نہیں کہ اس تعلیم کے واسطے زر خطیر چاہیئے جسکو گورنمنٹ برداشت نہیں کر سکتی لیکن تم آپس میں ملکر وہ سب کچھ کر سکتے ہو جو گورنمنٹ نہیں کر سکتی۔ گورنمنٹ جب تعلیم کی طرف توجہ کرتی ہے تو سب سے پہلے ہمارے دوست فنانشل ممبر یہ دیکھتے ہیں کہ روپیہ بجٹ میں ہے یا نہیں تم لوگ اگر تھوڑا تھوڑا کر کے بھی روپیہ جمع کرو تو تمہارا بجٹ کبھی خالی نہ ہو گا۔ تم چاہو تو امرت سر میں لاہور سے بڑا کالج قائم کر دو گورنمنٹ کے بہت اخراجات ہیں۔ فوج کا خرچ مُلک کے انتظام کے اخراجات۔ پھر اگر گورنمنٹ کچھ کرے گی تو وہ اُسی روپیہ میں سے کریگی جو ہم سے لیا جاوے گا۔ اگر تم اس بات کو سوچکر خود ہی تعلیم کا انتظام کرو تو گورنمنٹ کو دکھا سکتے ہو اور فخر کر سکتے ہو کہ جو کام گورنمنٹ سے نہ ہو سکا وہ ہم نے کر دکھایا۔ اکثر لوگ ہیں جن کے خیال میں یہ گذرتا ہے اور میں نے بہتوں کو کہتے بھی سُنا ہے کہ تعلیم یا ہائی ایجوکیشن سے کیا نتیجہ ہو گا۔ نوکری تو بہت کم ہے اگر بہت لوگ بی اے اور ایم اے ہو جائیں گے تو دس روپیہ

ں نوکری بھی اُن کو نہ ملے گی مگر آپ غور کریں اور جن لوگوں کا ایسا خیال ہو وہ مجھے معاف
ریں کہ یہ خیال غلطی سے بھرا ہوا ہے۔ بے شک ہم ہندوستانی جو برٹش گورنمنٹ کی رعایا
ہیں ان کا حق ہے اور اُن کا دعوےٰ ہے کہ جس طرح اَور لوگ اَور قومیں اعلیٰ عہدہ پانے کے
ستحق ہیں ہم بھی اُس کو حاصل کریں اور وہ عہدہ لیں۔ میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم اپنا حق
چھوڑ دیں اور گورنمنٹ سے اپنے حقوق نہ مانگیں مگر یہ سچ ہے کہ گورنمنٹ سب کو اعلیٰ عہدے
نہیں دے سکتی۔ بلکہ کل تعلیم یافتہ کو ادنےٰ عہدے بھی نہیں دے سکتی۔ مگر تم یہ دیکھو کہ کوئی
اَور نتیجہ بھی تعلیم کا ہے یا نہیں۔ آپ خیال کیجئے کہ ہندوستان جس میں ہزاروں قسم کی چیزیں
تجارت کے فائدہ کے واسطے موجود ہیں اور پیدا ہوتی ہیں ہمارا ملک ہے اور وہ چیزیں ہمارے
ہاتھ میں ہیں مگر اُس کے نفع کا کیا حصہ ہمارے ہاتھ میں ہے؟ ہندوستان میں تجارت کی
بہت کچھ ترقی ہوئی مگر آپ خیال کیجئے کہ ملک کی تجارت اور دولتمندی کا اصول کیا ہے وہ
ملک دولتمند نہیں ہوتا جس میں دوسرے ملک کی چیزوں کی تجارت ہوتی ہے بلکہ وہ ملک دولتمند
ہوتا ہے جس کی چیزوں کی تجارت کو دوسرے ملکوں میں ترقی ہوتی ہے آجکل وہی ملک دولتمند
ہو رہا ہے جس کی چیزوں کی تجارت دوسرے ملکوں میں ہوتی ہے۔ ہندوستان کی چیزیں
اگرچہ دوسرے ملک میں جاتی ہیں مگر محنت کی قیمت بڑھا کر پھر اسی ہندوستان میں آجاتی ہیں
ہمارے ملک کی چیزوں کی نسبت بھی ہم لوگوں کی تجارت ایک بندرگاہ سے دوسرے بندرگاہ
تک یا ایک شہر سے دوسرے شہر تک محدود ہے۔ ایک بھائی دوسرے بھائی کی گرہ کاٹتا ہے
ہم لوگ اپنی چیز دوسرے ملک میں نہیں لے جاتے نہ دوسرے ملک کی چیز اپنے ملک میں
لاتے ہیں۔ ہم دریا کے کنارہ پر بلکہ اس زمانہ میں اپنی دوکان سے چند قدم فاصلہ سے ریل کے
اسٹیشن پر چار آنہ کی چیز سوا چار آنے پر بیچ ڈالتے ہیں یا وہیں پر اس طرح سے خرید کر اپنے
ملک میں بھیجتے ہیں۔ سمندر کے اندر ہمارا کچھ حصہ نہیں ہے غیر ملکوں سے ہمارا کچھ رشتہ نہیں ہے
ہم کو چاہئے کہ دوسرے ملک میں آڑھت اور کمپنیاں قائم کریں جس سے اعلےٰ درجہ کے تاجر ہوں
ملک کی پیداوار قدرتی چیزیں جو زمین میں گڑی پڑی ہیں اُن سے فائدہ اُٹھاویں۔ اس

طریقہ سے کہ اپنے ملک میں اپنے ہی ایک بھائی کا روپیہ لیکر فائدہ اُٹھاویں ملک میں ترقی
نہیں ہوسکتی۔ روپیہ کو کبھی اس تھیلی میں اور کبھی اُس تھیلی میں ڈالنے سے روپیہ بڑھ نہیں جاتا
جب تک کہ باہر سے لاکر اُس میں روپیہ نہ ڈالا جاوے جب تم ایسا کروگے اُس وقت بیشک
جس طرح ہمارے ملک کا روپیہ دوسرے ملک میں جاتا ہے ہم بھی دوسرے ملک کا روپیہ
اپنے ملک میں کھینچ لاویں گے۔ یہ سب باتیں ہم کو صرف ہائی ایجوکیشن کے نہ ہونے سے حاصل
نہیں ہوتیں (چیرز) امرت سر جو مشہور تجارتی شہروں میں ہے اس میں ایک وقت کیسی
دھوم کی تجارت تھی مگر اب ہم بڑے بڑے تاجروں کو ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے دیکھتے ہیں کیا
ہماری قسمت میں صرف پسینے ہی کی تجارت لکھی ہوئی ہے اور اُسی کے زوال پر ہمارا زوال مقدر
میں لکھا تھا اگر علم ہوتا تو ہم زوال رسیدہ تجارت کے عوض دوسری تجارت اختیار کرتے اور
ہم لوگ امریکہ۔ لندن۔ جرمن۔ فرانس میں جاتے اور وہاں اپنی نئی تجارت کی دوکانیں کھولتے
اور ہم اپنے ملک کی چیزوں سے پورا وہ فائدہ اُٹھاتے جو دوسری قومیں ہمارے ہاں کی چیزوں
سے اُٹھاتی ہیں اگر علم ہوجاوے تو یہ سب کچھ ہو اور ملک دولت سے مالا مال ہوجاوے۔ ایک بات
اُور کہوں گا کہ انسان کو خدا نے تمام مخلوقات سے برتر بنایا ہے مگر ظاہر میں کوئی بات برتری
کی اُس میں نہیں ہے۔ کھانا۔ پینا۔ سونا اور بہت سے کام انسان جانوروں سے اچھے نہیں کرتا
شہد کی مکھی جیسا اپنا چھتا بناتی ہے اور وہ ایک زرد جانور جس کو لوگ بیا کہتے ہیں جیسا
گھوسلا بناتا ہے بڑی صنعت کا کام ہے یہ سب باتیں اُن میں قدرتی رکھی گئی ہیں جو انسان میں
نہیں ہیں۔ انسان کی خوبی و برتری یہی ہے کہ وہ جہاں تک چاہے ترقی کرسکتا ہے۔ حیوان
حد معین سے زیادہ ترقی کچھ نہیں کرسکتا مگر انسان میں جوہر ترقی کرنے کا موجود ہے خواہ اُس کو
اُس کے دل کی بناوٹ کہو یا دماغ کی ساخت یا روح جو چاہو اُس کا نام رکھو۔ بہرحال اُس میں
ایک ترقی کرنے والا مادہ ہے پھر انسان اگر اُسکو ترقی نہ دے تو حیوان میں اور اُس میں تفاوت
نہیں رہتا (چیرز) علم ایسی چیز ہے جو صداقت کے سکھانے اخلاق درست کرنے زندگی
کی راہ بتانے اپنائے جنس کے ساتھ بسر کرنے اپنے اور دوسرے کے حق پہچاننے میں کارآمد
ہے یہ تمام باتیں انسانیت کی ہیں مگر بغیر علم کے نہیں آتیں۔ بہ حیثیت انسان ہونے کے

ہمارا فرض ہے کہ اپنے تئیں انسان بنائیں نہ کہ مثل حیوان کے اپنی زندگی بسر کریں - اے
قصا جو ایک اور بات بھی میں تعلیم کے متعلق کہنا چاہتا ہوں - کوئی شخص - کوئی متنفس اس سے انکار
نہ کر سکیگا کہ رعایا پر وہ کسی حاکم کی رعایا ہو کچھ فرائض ہوتے ہیں جن میں سے بڑا فرض یہ ہے کہ
رعایا اپنے حاکم کی وفادار اور خیر خواہ ہو یہ حیثیت مسلمان ہونے کے میں یہ کہوں گا کہ یہ فرض
صرف عقلی اور انسانیت ہی کا نہیں ہے بلکہ ہمارا مذہب ہمارے خدا کا حکم ہے رسولؐ کا حکم
ہے کہ حاکم کی اطاعت کرو گو وہ غلام حبشی ہی کیوں نہو میں یقین دلاتا ہوں کہ جو اصول ہماری
برٹش گورنمنٹ کی حکومت کرنے کے ہیں اُن کے سمجھنے میں غلطی کرنا تعلیم نہ ہونے کا نتیجہ ہے
میری رائے ہے کہ ہائی اسکول مڈل اسکول نہیں ہائی ایجوکیشن جس قدر زیادہ ہوگی اُسی قدر ہم
اپنی گورنمنٹ کے اصول حکومت کو سمجھیں گے اور اُس کی قدر کریں گے - (چیرز) اگر گورنمنٹ
نے ہمارے کچھ حقوق ابتک ہم کو نہیں دیئے ہیں جن کی ہم کو شکایت ہو تو بھی ہائی ایجوکیشن
وہ چیز ہے کہ خواہ نخواہ طوعاً و کرہاً ہمکو دلاوے گی - (چیرز) غرض کہ تعلیم ایک ایسی چیز ہے
کہ اُس کے ذریعہ سے ہم اپنی قوم کو ایسا بنا سکتے ہیں جو قابل عزت ہو - ہاں ایک مشکل اور
بھی تعلیم کے متعلق پیش آئی ہے اور وہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں دو قسم کے لوگ موجود ہیں ایک
اولڈ فیشن یا کہو زیادہ عمر کے جن میں سے ایک میں بھی ہوں لیکن اُن میں بہت ایسے ہیں جن کے
کان میں بچپن سے ایک بات پڑتے پڑتے دل پر نقش ہو گئی ہے اور وہ دل سے نکل نہیں
سکتی اور وہ اُسی پر جمے ہیں - ایسے لوگوں کو خاص کر اس زمانہ کے نوجوان اولڈ فیشن کے لوگ
کہتے ہیں ایک وہ ہیں جو کسی قدر تعلیم کے رستہ میں پڑ گئے ہیں یا ایسے ہیں کہ پوری تعلیم تو
نہیں پائی مگر باتیں سننے سے ایسے ہو گئے ہیں کہ زمانہ کے حالات کو دیکھتے ہیں - ایسے
لوگوں کو میں روشن ضمیر کہوں گا جن کو اور لوگ نئی روشنی والا کہتے ہیں یا نئی فیشن والا اب دونوں
گروہوں میں اختلاف پڑ گیا ہے پرانے فیشن کے لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ نئی فیشن والے بغیر
کسی دھکے کے دینے کے سیدھے جہنم میں جائیں گے، اور دنیا میں بھی اُن سے زیادہ کوئی
بدچلن نہیں ہے میں اس بات کو قبول کرتا ہوں کہ ان نوجوانوں کا فرض ہے کہ بزرگوں اور
اولڈ فیشن والوں کا ادب الحاظ کریں اور ترقی کے ساتھ اپنے اخلاق اور عادات کا بھی خیال

رکھیں مگر بزرگوں کو بھی یاد رکھنا چاہئے کہ وہ ٹوٹا یکہ جس میں سینکڑوں ہچکولے لگتے تھے اور جس میں وہ سفر کرتے تھے اب بیکار ہو گیا ہے۔ ریل جاری ہو گئی ہے اب ریل کو چھوڑ کر یکہ پر لوگ سفر نہیں کریں گے کوئی بُرائی اور کوئی دشمنی ان نوجوانوں کے ساتھ اس سے زیادہ نہیں ہے کہ اُن کے ہارج ہوں اور نئے علوم کے سیکھنے میں اُن کی مزاحمت کیجاوے۔ بزرگوں کو چاہئے کہ اُن کو نہ روکیں اور اُن کے حالات پر صبر کریں۔ اگر اُن کو صبر نہ آوے گا تو بھی اُن کے صبر نہ کرنے سے کچھ نہ ہو سکیگا۔ زمانہ چل نکلا ہے ریل چھوٹ گئی ہے اب وہ نہیں رُک سکتی صرف اس قدر دیکھنا چاہئے کہ نوجوان جو ترقی کی ٹرین پر سوار ہیں اُن میں وہ نقص بھی ہیں یا نہیں جن کو اس زمانہ کے لحاظ سے نقص کہنا چاہئے۔ اگر وہ نقص ہے تو اُسکی اصلاح کی فکر کرنی چاہئے لیکن اور مراسم کی نئی باتیں۔ معاشرت کے طرز کی تبدیلی۔ لباس کا تبادلہ۔ ایسا نہیں ہے جس پر سختی سے مخالفت کی جاوے۔ کیا پانچ پشت کے اُس طرف تمام یہی مراسم اور یہی طریقے تھے جو اب ہم میں رائج ہیں۔ ہرگز نہیں ہم نے خود اپنے باپ دادا کی رسموں کو توڑا ہے تو اگر اب ہماری اولاد ہماری رسموں کو توڑے تو ہم کیوں ناراض ہوں۔ میں مذہبی لوگوں اور مذہب میں ڈوبے ہوئے مُقدس لوگوں کی بڑی قدر کرتا ہوں مگر کیا جو طریقے عرب میں مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں اب رائج ہیں اور عرب جو وہاں سے آتے ہیں اُن کے حالات سے ظاہر ہوتے ہیں وہ وہی طریقے ہیں جو رسول خدا صلعم صحابہ تابعین تبع تابعین یا اُن کے بعد کے مقدس لوگوں میں تھے۔ ایمان سے تو ہر شخص یہی کہے گا کہ نہیں۔ پس جس طرح زمانہ ترقی کرتا جاتا ہے اُسی طرح عادات اور اخلاق اور طرز معاشرت میں تبدیلی ہوتی جاتی ہے۔ ہندوستان میں ترقی کا زمانہ آگیا ہے خدا کرے کہ ایسا ہی ہو اور ہمارے نوجوان ترقی کریں اور ٹرین زیادہ تیز چلے اور جدید علوم اُن میں خوب پھیل جائیں۔ تعلیم علوم جدیدہ پر ہماری پُرانے بزرگ ایک اور بھی شُبہ ڈالتے ہیں اور اُس شُبہ میں ہمارے اکثر ہندوستانی دوست شریک ہیں۔ وہ شُبہ یہ ہے کہ انگریزی تعلیم اور علوم جدیدہ کے سیکھنے سے مذہب جاتا رہتا ہے ابھی دس روز سے زیادہ کا عرصہ نہیں گذرا کہ میں ایک قابل اور عالم کے لکچر میں موجود تھا

وہ مشہور عالم اور عمدہ جنٹلین ہیں۔ اُنھوں نے عام طور پر اور مسلمانوں کو خاص طور پر مخاطب کرکے یہ بیان کیا تھا کہ انگریزی۔ فلسفہ اور لاجک نہ پڑھو کہ مسلمانی مذہب میں خلل ڈالتا ہے اور بدعقیدہ کردیتا ہے کہ یہ کچھ نئی بات نہیں ہے کتابوں کے دیکھنے سے پایا جاتا ہے کہ جب ہماری حکومت آفتاب نیمروز سے زیادہ روشن تھی اور تمام دنیا میں اُس کی شہرت تھی بنی اُمیہ اور بنی عباس کے وقت میں جب یونانی فلسفہ رائج ہوا تھا اُس وقت بھی بعض غیر دور اندیش عالموں کی ایسی ہی رائے تھی۔ مگر انجام میں اُنہی علما نے وہی اختیار کیا جس کو وہ منع کرتے تھے کہ فلسفہ لاجک علوم طبعی وہ علوم تھے کہ جن عالموں کو سب سے بڑا عالم جانتے ہوا اُنھوں نے بھی اسکو پڑھا اور اُنہی سے اُن کو فخر ہوا اور اُنھیں لوگوں کی اولاد نے جو اُس کو منع کرتے تھے مقدس علم جانا اس کو پڑھا اور پڑھایا اس وقت اس مجمع میں شیعہ اور سُنّی دونوں موجود ہیں۔ کوئی بتا دے کہ کون مشہور عالم اُن کے ہاں کا ایسا تھا جو فلسفہ اور لاجک کو خوب نہ جانتا تھا۔ اب بھی وُہی پُرانا مسئلہ پیش کیا جاتا ہے مگر سچی بات ہمیشہ غالب آجاتی ہے وہ روکنے سے کبھی نہیں رُکتی اگر کوئی اپنی آنکھیں بند کرلے اور آفتاب کی روشنی نہ دیکھے تو آفتاب پر کچھ اثر نہ ہوگا اور شاید ایسے کرنے والے بھی دو ایک سے زیادہ نہ ملیں گے اس کے سوا میں پکّے اعتقاد اور سچّے دل سے کہتا ہوں کہ کوئی علم ہو لاجک۔ فلسفہ نیچرل فلاسفی یا کسی علم کا نام لو مذہب کے خلاف نہیں ہیں اس حیثیت سے کہ میں خود مسلمان ہوں اپنے بھائیوں سے کہتا ہوں کہ میری دانست میں اسلام ایسا مذہب نہیں ہے کہ کسی طرح وہ جانچا جاوے اور جھونٹا نکلے اُسکو لاجک کے سامنے نیچرل فلاسفی کے آگے ڈال دو وہ سچا نکلیگا۔ اگر کسی کے دل میں یہ خیال ہو کہ ان علوم کے پڑھنے سے مذہب جاتا رہتا ہے تو ایسے مذہب اور ایسے خیال کرنے والوں پر افسوس ہے۔ اگر واقعی مذہب اسلام (میں اپنے ہی مذہب کو کہتا ہوں) ایسا ہی ہو کہ علوم جدیدہ کی صداقت کے سامنے زائل ہوتا ہے تو ایسے مذہب اختیار کرنے سے کچھ فائدہ نہیں۔ مگر جن لوگوں کا یقین ایسا ہے اور جو ایسا خیال کرتے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ اُن کو مذہب اسلام پر یقین نہیں وہ زبان سے تو کہتے ہیں مگر دل میں اُس کی صداقت نہیں۔ ہمارا فرض ہے کہ خدا کو ایک اور رسُول کو برحق

جانیں - قرآن مجید کی خوبیوں پر یقین رکھیں - اُسی کے ساتھ نئے علوم کو سیکھیں - اُس سے دین بنتا ہے اور اس سے دنیا - دائیں ہاتھ سے ہم دین کو پکڑیں اور بائیں سے دنیا کو - اور ایک جوان مرد کی طرح دنیا کے میدان میں آئیں نہ ایسے ڈرپوک ہوں کہ پٹاخے کی آواز سنکر گھر میں گھس رہیں - اے صاحبو جو کچھ میں نے بیان کیا علم اور تعلیم کی نسبت بیان کیا ہے لیکن درحقیقت میں نے اس کے بیان سے قومی ترقی کی ایک نصف صورت دکھائی ہے بلکہ کہنا چاہیئے کہ نصف سے بھی کم اکیلے تعلیم آدمی کو انسان نہیں بناتی ہے - دوسرا حصہ اُسکا تربیت بھی ہے اور اگر وہ نہیں ہے تو تعلیم بھی اکارت ہے - مجھ کو افسوس ہے کہ تعلیم خواہ عربی - سنسکرت - انگریزی کی ہو مگر میں اُن تعلیم دینے والوں سے پوچھتا ہوں کہ اسوقت ہندوستان میں خواہ گورنمنٹ کالج یا اسکول یا مشنریوں کی تعلیم گاہیں یا پرائیویٹ انسٹیٹیوشن ان سب میں اولاد کی تربیت کا کیا بندوبست ہے - ایک لڑکا جو چند گھنٹہ ماسٹر کے سامنے پڑھکر آتا ہے تمام دن اپنا کس صحبت میں بسر کرتا وہی خراب صحبت بازاری لونڈوں اور حد درجہ کے لوگوں کی اُس کو نصیب رہتی ہے - وہی خراب اور بد الفاظ جو اُن بازاری لڑکوں کی زبان پر جاری ہوتے ہیں - وہی نکمی عادتیں جو اُن لڑکوں میں ہوتی ہیں یہ بھی سیکھتا ہے - اُسی سبب سے جب تک تعلیم کے ساتھ تربیت کا خیال نہ ہو امکان نہیں کہ لڑکا انسان بن سکے - آپ دیکھتے ہوں گے کہ انگریزوں کے چھوٹے چھوٹے بچے باوجودیکہ ہمارے بچوں سے علم کی میزان میں کم ہوں مگر جو تربیت اور شائستگی اُن میں ہوتی ہے وہ ہمارے بچوں میں نہ پاؤ گے - آپ لوگوں نے ہندوستان کے انگریزوں کے لڑکوں کو دیکھا ہی جو صرف ماں باپ سے تربیت پاتے ہیں مگر جن لوگوں نے ولایت کے لڑکوں اور نوجوانوں کو اکسفورڈ اور کیمبرج میں دیکھا ہے وہ سمجھ سکتے ہیں کہ کیسی تربیت وہاں دی جاتی ہے - تربیت تعلیم پر بھی مقدم ہے بلکہ انسان کا یہی زیور ہے - جب تک یہ دونوں شامل نہ ہوں اولاد میں انسانیت نہ آسکے گی - اے صاحبو ہماری زندگی قریب اختتام ہے - چند سال ہماری تمہاری عمر میں اور باقی ہیں - یہ سفید سفید ہڈیاں پوپلے پوپلے مونھ نہیں میں گڑھ کر یا مرگھٹ پر جل کر خاک ہو جائیں گے - مگر یاد رکھو کہ یہ بچے جن کو تم نوجوان چھوڑ جاؤ گے

اُن کا یہ حال ہوگا کہ روز بروز مفلس اور ذلیل و خوار ہوں گے۔ جیل خانے اُن سے بھرا کرینگے
اے ہندوؤ اور مسلمانوں۔ اگر مرنے کے بعد روح قائم رہتی ہے تو مرنے کے بعد یہ حالت
دیکھکر تمہاری پاک روحیں گھاٹوں اور قبروں پر تڑپیں گی۔ تربیت کے ساتھ ادب کا ذکر
بھی بیجا نہو گا۔ میں مسلمان ہوں کُل مسلمانوں کو یہی خیال ہوگا جو میں ابھی بیان کروں گا۔ ہندو
صاحبوں سے بھی مجھ سے بہت دوستی ہے اُن کے بہت سے عمدہ خاندانوں کو میں جانتا
ہوں۔ یہ سب ادب کو بڑی چیز سمجھتے ہیں۔ کوئی شخص اس سے اختلاف نہیں کرسکتا۔ کہ
ادب عزت کا باعث ہے۔ ایک پُرانے شاعر کا قول ہے +

ادب تاجیست از لُطفِ الٰہی + بنہ بر سر بروھر جا کہ خواہی

لیکن میں تفتیش کرنا چاہتا ہوں اور بقدر اپنے خیال کے اُس کو بیان کروں گا کہ ادب
کیا چیز ہے۔ ہمارے یہاں ادب کے معنی یہ ہیں کہ لڑکا اپنے بزرگوں کے ڈر کے مارے
سچی بات زبان سے نہ نکال سکے۔ جھک جھک کے بلا ضرورت سلام پر سلام کرے۔ یہ ویسا
ادب ہے جیسا ایک بندر والا بندر کو سکھاتا ہے کہ ٹانگ اُٹھا کر کھڑا رہے۔ ہاتھ جوڑ کر
گردن نیچی جھکا کر سامنے آوے۔ اشارہ کے ساتھ ڈگڈگی پر چڑھ بیٹھے۔ ہمارے ملک میں
جن بزرگوں کے ہاں کے لڑکے گھٹنے جوڑ کر بیٹھتے ہیں اور نہایت جُھک کے سلام کرتے
ہیں اور اشاروں پر کام دیتے ہیں اُن کی نسبت کہا جاتا ہے کہ بہت ادب سکھایا گیا ہے
مگر میں سچ کہتا ہوں کہ یہ ادب نہیں ہے ایسے ادب دینے والوں کو اس بات کا خیال
نہیں آتا کہ اولاد کے ایسے ادب سکھانے سے دِلی جوش مرجاتا ہے اُن کی عادت ذلیل
ہونے کی ہوجاتی ہے۔ اُن کی جرأت دلیری اور شرافت کو کھو دیتی ہے۔ تربیت بُری
باتوں سے بچنے کی ہونی چاہیئے۔ اندرونی قواء کے مارنے کی ضرورت نہیں۔ اگر لڑکے
اپنے باپوں کے سامنے اپنے جوشوں کو کام میں لاویں گے تو وے آیندہ کو باعث فخر
ہوں گے۔ ہمارے ہاں بعوض اس کے کہ اُن کو صداقت اور آزادی رائے کی تعلیم ہو ہمکو جھوٹ
بولنے کی عادت پڑتی ہے۔ زبان کھلنے کے ساتھ ہی جبکہ اُن کی زبانیں لکنت کرتی ہیں گالیاں
سکھائی جاتی ہیں۔ اُن کی توتلی زبان کی گالیاں پیاری لگتی ہیں۔ جب بڑے ہوجاتے ہیں تو

دل کی سچائی ظاہر کرنے سے روکے جاتے ہیں - کیا کوئی انصاف سے یہ بات کہے گا کہ یہ سچی تعلیم اور سچی تربیت ہے - صداقت آزادی سے سچی بات کہنے کی عادت اس سے پیدا ہو سکتی ہے - ہرگز نہیں - البتہ آزادی اور بے ادبی میں تمیز کرنا چاہیئے کہ یہ دو چیزیں ہیں اصلی ادب کے ساتھ آزادی کا کام میں لانا باعث فخر ہے - آپ لوگ یاد رکھیں کہ جو خیالات چھوٹی عمر سے دل میں بیٹھتے ہیں اُن کا نکلنا بہت مشکل ہے بلکہ نہیں نکلتے اور اسی سبب سے ہمارے ہاں کے لوگ جوان ہو کر بھی اکثر باتیں اپنے دلی خیال کے خلاف کہتے ہیں - یہ اُسی خراب تربیت کا نتیجہ ہے (چیئرز) میں یہاں کی میونسپل کمیٹی کے ذی رتبہ اور عالی درجہ ممبروں کا حال نہیں جانتا مگر اکثر جگہ یہی دیکھا ہے کہ بجز حضور اور ہاں میں ہاں ملانے کے ممبر اور کچھ بھی نہیں کہتے پھر ہر جا کر یہ کہتے ہیں کہ یہ تجویز بہت خراب تھی مگر کیا کرتے کلکٹر صاحب کی بھی مرضی یہی تھی یہ اُسی بُری تربیت کا اثر ہے - اگر سچی آزادی کی تعلیم ہوتی تو کلکٹر کیا

ڈیسائے کے سامنے بھی یہ کہتے - مائی لارڈ آئی ایم ویری ساری آئی کانٹ اگری وِد یُور اکسلنسیز پروپوزل (چیئرز) +

آپ لوگ مجھ کو معاف کیجئے آزادی روکنے سے لوگ اولاد کے قویٰ کو مضمحل کر دیتے ہیں - خیر جو گذر گیا وہ گذر گیا - اب آیندہ نسلوں کا خیال کرنا چاہیئے - شاید یہ سچی باتیں بری لگتی ہوں - مگر دلوں میں سوچیئے کہ یہ باتیں آپ کی بھلائی اور آپ کی اولاد کی بھلائی کے لئے کہی جاتی ہیں یا اور کسی غرض سے +

اے صاحبو - یہاں تک جو کچھ میں نے بیان کیا وہ حقیقت میں تعلیم اور تربیت ہی کے متعلق تھا مگر مجھ کو ایک امر میں اور بھی کہنا ہے آپ خیال کریں گے کہ دنیا میں جو امور ہوتے ہیں وہ ایسے پیچ در پیچ ہیں کہ بٹے ہوئے رسّوں کے پیچ کی طرح آپس میں لپٹے ہیں - اگر اُن کو کھولو گے تو تمام لڑیں ٹوٹ جائیں گی - تمام تربیت اور تعلیم کے ساتھ ایک اور بڑا مسئلہ ہے جس کے بغیر ہم کچھ نہیں کر سکتے اور اُس کی ہندوستان میں سب سے زیادہ ضرورت ہے وہ باہمی اتحاد ہے (چیئرز) اے صاحبو عقلمند شخص جو خدا پر یقین رکھتا ہے اُس کی یہی خواہش ہو گی کہ اُسی طریقہ پر چلیں جو خدا کی مرضی ہے - اب ہندوستان میں دیکھنا چاہیئے کہ خدا

کی مرضی باہم کس طرح بسر کرنے کی ہے - صدیاں گذر گئی ہیں کہ ہندو اور مسلمان یہاں
آباد تھے چند سال سے خدا کی یہ مرضی ہوئی کہ ایک تیسری قوم بھی یہاں آباد ہو یہ تینوں
قومیں اب یہاں آباد ہیں اور اب انہیں تینوں کا یہ ملک ہے - ان سب کو آپس میں
اتفاق اور دوستی پیدا کرنا چاہیئے - مذہبی خیالات کا جداگانہ ہونا خدا کی مرضی کے خلاف
نہیں ہو سکتا یہ کسی کا کام نہیں کہ سب کو ایک مذہب پر لے آوے - یہ تو وہ لوگ بھی نہیں
کر سکے جو انبیاء علیہ السلام کے نام سے گذرے ہیں - مختلف مذاہب کے لوگ ہونے سے یہ
خیال نہ کرنا چاہیئے کہ باہمی اتفاق نہیں ہو سکتا ایک باریک بات غور کرنے سے معلوم ہوتی ہے
اور وہ یہ ہے کہ ہر انسان کی خلقت میں دو حصے ہیں ایک عقیدہ جو دل سے متعلق ہے اس میں
دوسرے کی شرکت نہیں ہے - باپ کا عقیدہ بیٹے کے لئے اور بیٹے کا باپ کے لئے مفید
یا مضر نہیں ہے - دوسرا حصہ انسانیت کا جو تمدنی حالتوں سے متعلق ہے جس کے سبب سے
آپس میں ملنے ہمجنس سے دوستی کرنے باہم یگانگت اور اخلاص کا برتاؤ کرنے کی ضرورت ہے
ان دو حصوں میں خدا کا حصہ خدا کے لئے مخصوص ہے اس کے حصہ کو اسی کے واسطے چھوڑ دو
مگر جو حصہ انسانیت کا ہے اور جس کی وجہ سے ایک کا دوسرے کے ساتھ دوستی اور اخلاص کرنا
ضروری ہے ایک کو دوسرے سے مانگنا چاہیئے اگر تم اس باریک مسئلہ کو نہ سمجھو یا سمجھ سے زیادہ
سمجھو تو میں تم کو ایک موٹی بات سے اس کو سمجھاؤں - جو لوگ اس وقت اس مجلس میں جمع ہیں وہ سب
ملکر ایک کام کو کریں تو اچھی طرح سے ہوگا یا علیحدہ علیحدہ کرنے سے تعلیم کا بھی یہی حال ہے اور تجارت کا
بھی یہی حال ہے - میں اپنے تمام ہندو اور مسلمان بھائیوں سے یہ کہتا ہوں کہ اس میں شک
نہیں یہ امر ناممکن ہے کہ رایوں کا اختلاف دور کر دیا جاوے آپس میں ایک دوسرے سے رشک و حسد
نہ رکھے باہم رنج و آزردگی نہ ہو یہ بھی خدا کا قانون ہے اسکو کوئی نہیں توڑ سکتا مگر جس چیز میں کہ سب کے
اغراض متحد ہیں اُن میں سب کا ایک دل ہو جانا یہ کوئی انوکھی بات نہیں اس کی مثالیں اور ملکوں میں
موجود ہیں اس ملک کے بھی کل باشندوں کو ملک کی بہتری کے لئے ایک جان ہو کر کوشش کرنا
چاہیئے اگر یہ نہ کرو گے تو ہندو بھی ڈوبیں گے اور مسلمان بھی ان دونوں کی حکومت کے وقت
گذر گئے جو کچھ اُن وقتوں میں ہوا ہو - پنجاب میں ابھی سکھوں کی عملداری تھی وہ بڑے بہادر اور دلیر

تھے تمام انسان اُن کی تعریف کریں گے مگر کیا اُس میں ایسا امن تھا جیسا انگریزی عملداری میں ہے۔ یہ ملکہ معظمہ کوئین وکٹوریا امپریس آف انڈیا کے امن کا زمانہ ہے اس میں متفق ہو کر جس طرح چاہو ترقی کر سکتے ہو جہاں تک ہم چاہیں اپنے تئیں پہونچا سکتے ہیں۔ اگر ایسے زمانہ میں بھی ہم کوشش نہ کریں تو بڑے افسوس کی بات ہے۔ میں کئی جگہ کہہ چکا ہوں کہ ہندوستان کے لئے ناممکن ہے کہ ہندو یا مسلمانوں میں سے کوئی حاکم ہو اور امن قائم رکھ سکے۔ پھر یہی ہونا ہے کہ کوئی دوسری قوم ہم پر حکمراں ہو جو قومیں اس وقت دنیا میں حکومت کر رہی ہیں اُن میں یورپ کی سلطنتیں بہت قوی اور اعلےٰ درجہ کی سمجھی جاتی ہیں ایشیا کی سلطنت کا حال مسلمان خوب جانتے ہیں کہ اُس عملداری میں مسلمانوں کو کس قدر آزادی مل سکیگی۔ جرمن اور فرانس جو اُس سے اعلیٰ گنی جاتی ہیں کیا وہ حکومتیں ہمکو اس سے زیادہ امن اور آزادی دے سکتی ہیں۔ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ کیا ہندوستان کے لوگ رشیا سے کچھ بھلائی کی توقع رکھ سکتے ہیں ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ پس ہملوگوں کو چاہئے کہ ایسے امن کے وقت کو ہاتھ سے نہ دیں اور جو کچھ کرنا ہے کریں۔ جب یہ امکان میں نہیں ہے کہ ان دو قوموں میں سے کسی کی حکومت ہو اور کوئی ایسی حکومت نظر نہیں آتی جس میں امن و آزادی اس سے زیادہ ہم کو مل سکے تو ہم کو اس زمانہ کو ہاتھ سے نہ دینا چاہئے۔ اور پیچھے نہ رہنا چاہئے +

تقریر جو انڈین ایسوسی ایشن لاہور کے ایڈریس کے جواب میں ۳- فروری ۱۸۸۴ء کو کی ۔

جناب پریزیڈنٹ و ممبران انڈین ایسوسی ایشن - جو مہربانی اور عزت آج آپ نے میری نسبت اس ہال میں اس ایڈریس کے پیش کرنے سے ظاہر فرمائی ہے اُس کے لئے میں دل سے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں - مجھ کو اس بات کے معلوم ہونے سے نہایت خوشی ہوئی کہ آپ کی ایسوسی ایشن میں تمام فرقوں اور قوموں کے لوگ شامل ہیں - یہ امر صرف خوشی کا ہی باعث نہیں ہے بلکہ اس اتفاق سے اُس میں ایک روشنی کی جڑ پائی جاتی ہے جس سے یہ اُمید ہوتی ہے کہ ہمارا پیارا ہندوستان اب بھی ترقی کرنے کے لائق ہے - میرے دوستو میں اس فخر کے ظاہر کرنے سے باز نہیں رہ سکتا ہوں جو مجھ کو انڈین ایسوسی ایشن کی جانب سے اس ایڈریس کے پیش کئے جانے پر حاصل ہوا ہے - اگر میری یاد صحیح ہے تو میں خیال کرتا ہوں کہ اس ایسوسی ایشن کو ایک ایسے شخص نے قایم کیا تھا جس کے نام کی عزت ہندوستان کے تمام فرقوں کو بلالحاظ قوم اور ذات یا جائے سکونت کے کرنی چاہئے یعنی سورندر ناتھ بانرجی نے - میں خیال کرتا ہوں کہ اس ایڈریس نے جو اُس ایسوسی ایشن نے مجھ سے ناچیز شخص کو دی ہے جس کا بانی ایسا بڑا شخص تھا آج مجھ کو اس قسم کی عزت بخشی ہے جس کو میں جب تک زندہ ہوں گز نہیں بھولنے کا ۔

میرے دوستو - آپ مجھ کو معاف فرماویں گے اگر میرا یہ خیال غلط ہو کہ اس ایسوسی ایشن میں جو تمام فرقوں اور مذہبوں کے لوگوں سے مرکب ہے بیشتر بنگالی شامل ہیں (اس مقام پر ایسوسی ایشن کے ایک ممبر نے یہ اشارہ کیا کہ اس ایسوسی ایشن میں بیشتر پنجاب کے باشندے شریک ہیں تو اسپیکر نے کہا کہ مجھ کو افسوس ہے کہ یہاں مجھ سے غلطی ہوئی اور پھر اپنی گفتگو کو اس طرح پر جاری رکھا) اچھا اگر اس ایسوسی ایشن میں بیشتر پنجاب کے باشندے شریک ہیں تو بھی میں یہ

بات کہتا ہوں کہ یہ روشنی اُنہی شخصوں نے پھیلائی ہے جن کو میں نے بنگالیوں کے نام سے تعبیر کیا ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ ہمارے ملک میں صرف بنگالی ہی ایسی قوم ہیں جن پر ہم واجبی طور پر فخر کر سکتے ہیں اور یہ صرف اُنھی کی بدولت ہے کہ علم اور آزادی اور حب وطنی کو ہمارے ملک میں ترقی ہوئی ہے۔ میں صحیح طور پر کہہ سکتا ہوں کہ وہ بالیقین ہندوستان کے تمام قوموں کے سرتاج ہیں +

میرے دوستو۔ آپ نے اپنے ایڈریس میں محمدن اینگلو اورینٹل کالج علیگڈھ کا ذکر کیا ہے۔ مجھ کو افسوس ہوگا اگر کوئی شخص یہ خیال کرے کہ یہ کالج ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان امتیاز ظاہر کرنے کی غرض سے قایم کیا گیا ہے۔ خاص سبب جو اس کالج کے قایم کرنے کا ہوا یہ تھا جیسا کہ میں یقین کرتا ہوں آپ بھی واقف ہیں کہ مسلمان روز بروز زیادہ تر ذلیل اور محتاج ہوتے جاتے تھے۔ اُن کے مذہبی تعصبات نے اُن کو تعلیم سے فائدہ اُٹھانے سے باز رکھا تھا جو سرکاری کالجوں اور مدرسوں میں مہیا کی گئی تھی اور اسی وجہ سے یہ امر ضروری خیال کیا گیا کہ اُن کے واسطے کوئی خاص انتظام کیا جاوے۔ اُس کی مثال اس طرح پر دی جا سکتی ہے۔ فرض کرو کہ دو بھائی ایسے ہیں جن میں سے ایک بالکل طاقتور اور تندرست ہے اور دوسرا بیمار ہے اور اُس کی تندرستی زوال پر ہے۔ پس اُس کے تمام بھائیوں کا یہ فرض ہوگا کہ اُس بیمار بھائی کی صحت کی تدبیر کریں اور اُس کو مدد دیں۔ یہی خیال تھا جس نے مجھ کو محمدن اینگلو اورینٹل کالج کے قایم کرنے پر آمادہ کیا۔ مگر میں اس بات کے بیان کرنے سے خوش ہوں کہ اس کالج میں دونوں بھائی ایک ہی سی تعلیم پاتے ہیں کالج کے تمام حقوق جو اُس شخص سے متعلق ہیں جو اپنے تئیں مسلمان کہتا ہے بلا کسی قید کے اُس شخص سے بھی متعلق ہیں جو اپنے تئیں ہندو بیان کرتا ہے۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان ذرا بھی امتیاز نہیں ہے صرف وہی شخص انعام کا دعوے کر سکتا ہے جو اپنی سعی و کوشش سے اُس کو حاصل کرے۔ اس کالج میں ہندو اور مسلمان دونوں برابر وظیفوں کے مستحق ہیں اور دونوں کی نسبت بطور بورڈر کے یکساں طور پر سلوک کیا جاتا ہے۔ میں ہندوؤں اور مسلمانوں کو مثل اپنی دو آنکھوں کے سمجھتا ہوں۔ اس کہنے کو بھی میں پسند نہیں کرتا کیونکہ لوگ علی العموم یہ فرق قرار دیں گے کہ ایک کو دائیں آنکھ اور دوسری کو بائیں آنکھ کہیں گے مگر میں

ہندو اور مسلمان دونوں کو بطور ایک آنکھ کے سمجھتا ہوں - اے کاش میری صرف ایک ہی آنکھ ہوتی کہ اُس حالت میں میں عمدگی کے ساتھ اُن کو اُس ایک آنکھ کے ساتھ تشبیہ دے سکتا +

آپ نے اپنے ایڈریس میں میری اُن خدمتوں کا بھی ذکر کیا ہے جو میں نے اُس زمانہ میں انجام دی تھیں جبکہ مجھ کو قانونی کونسل کے ممبر ہونے کی عزت حاصل تھی - میں اس بات کے کہنے سے باز نہیں رہ سکتا ہوں کہ مجھ کو پورا یقین ہے کہ مجھ سا شخص ہندوستان کی قانونی کونسل کی ممبری اور جو بڑی جوابدہی اُس ممبری سے متعلق ہے اُسکو اپنے ذمہ لینے کے لائق نہ تھا میں خود ان مشکلات سے واقف تھا جو میرے راستہ میں حائل تھیں مگر باوجود اس کے میری یہ دلی تمنا تھی کہ میں اپنے ملک اور اپنی قوم کی وفاداری کے ساتھ خدمت کروں - لفظ قوم سے میری مراد ہندو اور مسلمان دونوں سے ہے یہی وہ معنے ہیں جن میں میں لفظ نیشن (قوم) کی تعبیر کرتا ہوں - میرے نزدیک یہ امر چنداں لحاظ کے لائق نہیں ہے کہ اُن کا مذہبی عقیدہ کیا ہے کیونکہ ہم اُس کی کوئی بات نہیں دیکھ سکتے ہیں لیکن جو بات کہ ہم دیکھتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہم سب خواہ ہندو ہوں یا مسلمان ایک ہی سرزمین پر رہتے ہیں - ایک ہی حاکم کے زیر حکومت ہیں - ہم سب کے فائدہ کے مخرج ایک ہی ہیں - ہم سب قحط کی مصیبتوں کو برابر برداشت کرتے ہیں - یہی مختلف وجوہات ہیں جن کی بنا پر میں اُن دونوں قوموں کو جو ہندوستان میں آباد ہیں ایک لفظ سے تعبیر کرتا ہوں کہ "ہندو" یعنی ہندوستان کے رہنے والی قوم - جس زمانہ میں میں قانونی کونسل کا ممبر تھا تو مجھ کو خاص اسی قوم کی بہبودی کی دل سے فکر تھی - مجھ کو اس بات سے نہایت مسرت ہوتی ہے کہ آپ میری ناچیز خدمتوں کی اس قدر وقعت کرتے ہیں اور اب میں خیر پیدا تعالےٰ سے یہ دُعا مانگتا ہوں کہ وہ ہماری قوم کو جس کی تعریف میں نے ابھی بیان کی ہے علمی ترقی عطا فرمائے جس کے ذریعہ سے ہماری قوم اور ہمارے ملک میں روشنی پھیلے اور آپ کی ایسوسی ایشن کی کوششوں کو کامیاب کرے اور نیز آپ کی تمام کوششوں اور کاموں میں آپ کا معاون ہو (چیئرز بڑے زور سے) +

تقریر جو انجمن اسلامیہ پنجاب کے ایڈریس کے جواب میں ۳ جنوری سنہ ۱۸۸۴ء کو بمقام لاہور کی۔

جناب صدر انجمن اور ممبران مجلس اسلامیہ لاہور۔

مجھ کو اس حیثیت سے کہ میں بھی ایک مسلمان ہوں اپنے بھائی مسلمانوں کی انجمن کی طرف سے آج اس ایڈریس کے پیش ہونے سے جو عزت اور افتخار حاصل ہوا اُس کو بیان نہیں کر سکتا بجز اس کے کہ میں آپ سب ممبروں اور پریسیڈنٹ کا شکریہ ادا کروں اَور کچھ نہیں کر سکتا۔ مگر افسوس ہے کہ میری زبان اُس شکریہ کے ادا کرنے میں بھی قاصر ہے آپنے اپنے ایڈریس میں میری پچھلی تصنیفات کا کچھ ذکر کیا ہے وہ میری تصنیفات اس سے زیادہ کچھ رتبہ نہیں رکھتی تھیں جو ایک طالب علم اپنے زمانہ طالب علمی میں اپنے کچے علم اور کچی زبان میں کچھ لکھتا ہے لیکن آپ نے اُس کی بھی قدر کی میں اُس کا بہت شکر گذار ہوں ہاں ان تصانیف میں ایک ایسی کتاب کا ذکر ہوا ہے جس کی نسبت بالتخصیص کچھ کہنا چاہتا ہوں وہ کتاب **آثار الصنادید** ہے جس میں دلی کی پرانی عمارات کا عالیشان مکانات کا اور اُن کے کتبوں کا ذکر ہے۔ یہ وہ یادگاریں ہیں جو ہمارے بزرگوں نے بنائی تھیں جن سے اُن کی شان و شوکت ظاہر ہوتی تھی مگر اس زمانہ میں وہ سب افسوس اور حسرت کی نگاہوں سے دیکھنے کے لائق ہیں کہ ہم لوگ ایسے ناخلف ہوئے کہ اُن کو قائم نہ رکھ سکے اور ان کو مٹا دیا مجھے اُمید ہے کہ مسلمان اپنے بزرگوں کے اُن ٹوٹے پھوٹے کھنڈروں کو دیکھیں گے اور روئیں گے کہ اُس دارالسلطنت میں جہاں سالہا سال مسلمانوں نے شاہنشاہی کی وہاں مسلمانوں کے پاس حسرت اور افسوس کے سوا اَور کچھ باقی نہیں۔ تمام خانوادے برباد ہو گئے اب وہاں بجز کہنہ دیوارہائے لمیدہ و استخوان ہائے بر زمین بوسیدہ اَور کچھ نہیں ہے۔ یہ سچ ہے کہ زمانہ کے انقلاب سے یہ سب چیزیں ہو جاتی ہیں۔ مگر ہماری قوم کے لوگ اگر اُسکو توجہ سے پڑھیں گے تو اُن سے عبرت پکڑیں گے

اگر اس قدر بھی ہوگا تو میں سمجھوں گا کہ میری محنت وصول ہوئی آپ نے اُس رسالہ کا بھی ذکر کیا ہے جو غدر کے حالات پر میں نے لکھا تھا اس سبب سے کہ میں بھی ہندوستان کا باشندہ ہوں میں نے خیال کیا تھا کہ جو غلط خیال ہمارے حاکموں کے دلوں میں اُس خراب زمانہ کی نسبت جم گئے تھے اُن کو مٹاؤں اور سچے واقعات ظاہر کروں - گورنمنٹ کی خیر خواہی اسی میں ہے کہ سچے واقعات ظاہر کئے جاویں - جہاد کا مسئلہ جو میں نے لکھا اُس کو بھی میں نے اپنے خدا کا فرض ادا کرنا اپنے پر فرض سمجھکر لکھا تھا - میرے عقیدہ میں مذہب اسلام دغابازی اور فریب کا وسیلہ یا لوٹیرے پن کا حیلہ نہیں ہے - اُس کا سچّا مسئلہ یہ ہے کہ اپنے حاکم کے جسکی امن میں رہتے ہیں اور امن میں زندگی بسر کرتے ہیں اُس کے سچے خیر خواہ رہیں - میری رائے میں یہ اصول مذہب اسلام کا ہے گو کہ میرے کسی نااہل ہندوستانی یا میرے کسی ناواقف یوروپین دوست کو اُس سے مخالفت ہو (چیرز) میرے سفر انگلستان کا جو کچھ آپ نے ذکر کیا اُس کے متعلق میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ مُلکوں کا دیکھنا خاصکر ایسے مُلکوں کا جہاں سے روشنی پھیلتی ہے جو تہذیب کے گھر ہیں انسان کے واسطے خود اور جس ملک میں وہ رہتا ہو اُس ملک کے واسطے بھی مفید ہے (چیرز) ہملوگ جو گورنمنٹ انگلشیہ کے سایہ میں آباد ہیں اُن کو اُس وقت تک ترقی نہیں ہو سکتی - جب تک ہم انگلش نیشن کے عادات اور حالات سے خوب واقف نہ ہوں اسی خیال سے میں نے ولایت کا سفر اختیار کیا تھا اور اس غرض سے کہ اَور مربیوں کو اپنی اولاد کے بھیجنے کی ترغیب ہو اپنے لڑکوں کو بھی ساتھ لے گیا تھا - خدا کا شکر ہے کہ جو کچھ میں نے خیال کیا تھا اُس کا نتیجہ اچھا ہوا - اس وقت لندن میں ستائیس اٹھائیس مسلمان تعلیم پاتے ہیں اور اُمید ہے کہ یہ جماعت روز بروز بڑھتی جائے گی مسلمانوں میں انگلستان جانے کی نسبت جو تعصبات مذہبی تھے وہ اب نہیں رہے ہیں یا بہت کم ہو گئے ہیں - جو لوگ لڑکوں کو بلحاظ اُن کے چال چلن کے یُورپ بھیجنے سے ڈرتے ہیں یا جو لوگ ہندوستانیوں کو ڈراتے ہیں میں اُن کی رائے سے متفق نہیں ہوں بلکہ میں اُن کو ہندوستانیوں کا خیر خواہ یا دوست نہیں سمجھتا ہوں - مدرسۃ العلوم جن ضرورتوں سے قائم ہوا اُس کو آپ خوب جانتے ہیں اور ابھی ایک ایڈریس کے جواب میں میں اُس کا بیان کر چکا ہوں - اب دوبارہ

اُس کے اسباب بیان کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتا مگر ایک بات اپنی قوم اور ہموطن بھائیوں
بلکہ سب سے کہتا ہوں کہ جس قدر آپ نے اُس کی قدر کی ہے اور جیسے نیک خیال اُس کی
نسبت ظاہر کئے ہیں وہ بڑی قدر کے قابل ہیں مگر باوجود ان خوبیوں کے وہ ابھی تک ناتمام
ہے جب تک وہ پورا نہ ہو لے اور اس قدر سرمایہ نہو جاوے جو تمام مصارف کو کافی ہو اور تمام
ترقی کے وہ سامان اُس میں موجود نہو جائیں جس کے لئے وہ بنایا گیا ہے تب تک وہ ادھورا
ہے جب وہ پورا تیار ہو جاوے گا تب وہ اُس قدر مفید ہو گا جیسا کہ آپ نے خیال کیا ہے
پس ہم سب کو لازم ہے کہ اُس کے پورا ہونے کی خدا سے التجا اور اپنی جانب سے اُس کی تکمیل
کے لیئے کوشش کریں۔ سول سروس فنڈ کا بھی آپ نے ذکر کیا ہے یہ ایک ایسا امر
ہے جس پر مسلمانوں کو زیادہ توجہ کرنی چاہیئے۔ ہم کو بہت خوشی اور بڑا افتخار ہے کہ ہمارے
ہندو بھائیوں نے اُس میں بہت کچھ کوشش کی ہے اُن میں بہت سے لوگ اپنا روپیہ
صرف کر کے سول سروس میں شامل ہونے کو ولایت گئے ہیں اور بہت اپنے دوستوں کی
مدد سے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس وقت ایک درجن ہمارے ہموطن ہندو بھائی سول سروس کے
ممبر ہیں اور ضلع کے افسر اعلےٰ اور اُس سے بڑھ کر سشن جج کے منصب اعلےٰ پر ممتاز ہیں
کوئی شک نہیں ہے جب تک کوئی قوم اپنے ملک کی حکومت میں شریک نہو تب تک وہ
پوری عزت نہیں حاصل کر سکتی۔ ہندوؤں کی یہ کوشش بہت تعریف کے قابل ہے مگر اُن کو
یہ نہ خیال کرنا چاہیئے کہ اُنھوں نے پورا کام کر لیا اُن کو بھی ابھی اَور کوشش کرنی چاہیئے جس سے
بہت سے لوگ ہمارے ملک کے ملکی انتظامی کاموں کے ممبر ہو جائیں چند دھوکے یا
سوانگ کے سویلین جو ہندوستان میں مقرر کئے گئے ہیں اُن سے ملک کو عزت یا ترقی
نہیں حاصل ہو سکتی میں قبول کرتا ہوں کہ ہمارے ملک کی ایسی حالت ہے کہ اگر گورنمنٹ کسی
قسم کے عہدے ہندوستانیوں کے لئے تجویز کرے اور وہ کیسے ہی مناسب یا نامناسب
ہوں اُن کے اختیار کرنے کو بہت لوگ مل جاویں گے کیونکہ اُن کو ضرورت اور حاجت نے
مجبور کر رکھا ہے لیکن اگر ہمارے ملک کے لوگ ایسے جوان مرد اور صابر ہوتے کہ وہ کیسی ہی
ہی مشکلوں میں پھنسے ہوئے ہوتے اور بھوکوں کے مارے مرتے ہی ہوتے اُس وقت بھی اگر

انڈین سول سروس جو ہندوستان میں مقرر ہوئی ہے اُس کے قبول کرنے سے انکار کرتے تو البتہ میں سمجھتا کہ قوم عالی حوصلہ ہے یہ بھی میں جانتا ہوں کہ یہ بات کہنی آسان ہے مگر کرنی بہت مشکل ہے - اے دوستو کوئی عہدہ گو کہ وہ کیسا ہی ذلیل ہو اختیار کرنا کچھ زیادہ ذلت کی بات نہیں ہے - بڑی ذلت ایسے عہدہ کے اختیار کرنے میں ہے جس میں اُس عہدہ کے مناسب یا اپنے ہمسر عہدہ داروں کی مانند اُس میں عزت نہو - اور یہ بات اُس وقت تک حاصل نہیں ہونے کی جب تک ہم خود ولایت جاکر اور عزت سے امتحان پاس کر کر سول سروس کے عہدے نہ حاصل کرینگے (چیئرز) میری کونسل کی خدمتوں کا جو آپ نے ذکر کیا اُس سے میں بہت خوش ہوں کہ آپ نے میری خدمتوں کی قدر کی - آپ کی اس ایڈریس میں کسیقدر اُس اختلاف کا بھی ذکر ہے جو ہمارے مسلمان بھائیوں نے نہ کہ ہندوؤں نے ان نیک کوششوں میں کی - آپ کو خیال کرنا چاہیئے کہ اگر ہماری قوم کی ایسی حالت نہ ہوتی تو ہمکو ایسی کوشش کرنے کی کیا ضرورت ہوتی مجھ کو عیسائی - ہندو - جولاہا - چمار - سبکے سامنے اپنی ذلیل قوم کی بھلائی کے واسطے کیوں ہاتھ پھیلانا پڑتا - مجھ کو اُس مخالفت کی کچھ پرواہ نہیں ہے جس کا اندازہ میں نے پہلے ہی کر لیا تھا اور نہ اُس کی پرواہ کرنی چاہیئے - مجھ کو اُس مخالفت سے کچھ افسوس نہیں ہے بلکہ میں اُس مخالفت سے بہت خوش ہوں - یہ خوشی اس لیئے ہے کہ میں نے یہ کوشش دین میں یا دنیا میں کسی صلہ پانے کی اُمید پر نہیں کی ہے - میرا قدرتی جوش اس کا مقتضی تھا کہ میں اپنی قوم کی بھلائی کے لیئے کوشش کروں - جوں جوں لوگ گالیاں دیتے ہیں جوں جوں تکلیف دیتے ہیں جوں جوں بُرا کہتے ہیں میرا جوش بڑھتا جاتا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ وہ نہیں سمجھتے (بہت زور سے چیئرز)

لکچر "اسلام" جو یکم فروری ۱۸۸۴ء کو بمقام لاہور دیا گیا +

اے برادران دینی -

آپ جو اس وقت اس غرض سے تشریف لائے ہیں کہ مذہب اسلام کے متعلق جو میرے خیالات ہیں وہ میں آپ کے سامنے بیان کروں - اُس کے لئے میں آپ کا شکر کرتا ہوں - جو احباب میرے خیالات کے سننے کے مشتاق ہیں مجھے اُن کے سامنے اپنے خیالات کے بیان کرنے میں کچھ عذر نہیں - مگر قبل اس کے کہ میں اُن کو بیان کروں میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ میں ایک جاہل آدمی ہوں نہ مولوی ہوں نہ مفتی اور نہ قاضی اور نہ واعظ - نہ میری یہ خواہش ہے کہ کوئی شخص گو وہ میرا کیسا ہی دوست سے دوست ہو میرے خیالات کی پیروی کرے - میں رسولوں کے سوا کسی شخص کا ایسا منصب نہیں سمجھتا کہ (اُن باتوں میں جو خدا اور بندوں کے درمیان دلی اور روحانی امور سے متعلق ہیں اور جس کو مذہب کہتے ہیں) وہ یہ خواہش کرے کہ لوگ اُس کی پیروی کریں - یہ منصب رسولوں کا تھا اور آخر کو جناب رسول خدا محمد مصطفےٰ صلعم پر جن کا ازلی مذہب خدا ابدالاباد تک قائم رکھے اور ضرور قایم رکھے گا کیونکہ جیسا وہ ازلی ہے ابدی بھی ہے ختم ہو گیا (چیئرز) لیکن میں اپنے خیالات جو کچھ بیان کروں گا پہلے اُن کا منشاء ظاہر کرنا چاہتا ہوں - میرے خیال میں یہ بات ہے کہ دنیا میں جب سے کہ وہ آباد ہوئی اور جب سے کہ خدا نے انبیاء و رُسل کے مبعوث کرنے کا سلسلہ قائم کیا اُس وقت سے آج تک دنیا میں دو قسم کے لوگ ہوتے رہے ہیں اور اس زمانہ میں بھی موجود ہیں - ایک وہ جن کی نسبت خدا نے فرمایا کہ جسکو میں چاہتا ہوں ہدایت کرتا ہوں - دوسرے وہ جن کی نسبت اُس نے اپنے

وَاللّٰہ یَھْدِی من یشاء الیٰ صراط مستقیم - انک لا تھدي من احببت ولکن اللّٰہ یھدی من یشاء لعلك باخع نفسك ان لا یکونوا مؤمنین

اپنے رسول سے کہا کہ تو جن کو ہدایت کرنی چاہتا ہے ہدایت نہیں کر سکتا ۔ تو کتنی ہی کوشش کر اپنی جان تک کیوں نہ کھو دے وہ ایمان نہیں لانے کے ۔ یہی دو قسم کے لوگ ہیں جن کی تصریح قرآن مجید سے پائی جاتی ہے ۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جو لوگ ایمان لائے یا ایمان لاتے ہیں خدا نے اُن کی خلقت ۔ طبیعت ۔ فطرت یا اُن کا نیچر ایسا بنایا ہے جس میں ایمان لانے کا یا کافر ہونے کا مادہ موجود تھا یا موجود ہے ۔ کیونکہ جو چیز انسان کی فطرت میں ہے اُس میں تبدیل نہیں ہو سکتی اُس کا بدل دینا خود اُس انسان کی یا دوسرے انسان کی طاقت سے گو کہ وہ نبی ہی کیوں نہو خارج ہے ۔

یہ امر روزمرہ ہماری زندگی کے تمام کاموں میں پیش آتا ہے ۔ دنیا میں بہت سے ایسے امر پیش آتے ہیں جن کی صداقت کی دلیلیں ہم نہیں جانتے مگر دل میں از خود لا معلوم اسباب سے ایک ایسی بات پیدا ہوتی ہے جس سے اُس کی صداقت پر پورا یقین ہوتا ہے ۔ اسی طرح اسلام کی کیفیت ہے ۔ ہزاروں لاکھوں بلکہ کروڑوں آدمی جو گذر گئے یا جو اَب موجود ہیں اور وہ بھی جو رسول خدا صلعم کے زمانہ میں موجود تھے ایسے تھے کہ اُن کا دل ہدایت اور ارشاد کو قبول کرتا تھا اور وہ اُس کی سچائی پر یقین کامل کرتے تھے گو کہ اُس کی صداقت کی دلیلوں سے اُن کو کچھ واقفیت نہ تھی ۔ اس کا سبب یہی تھا کہ خدا نے اُن کے دل اس طرح کے بنائے تھے کہ وہ ذرا سی ہدایت سے صراط مستقیم کو مان لیتے تھے اُن کا دل اُس ہدایت کو قبول کر لیتا تھا اور وہ ایمان لے آتے تھے ۔ (چیئرز) خدا کا شکر ادا کرنا چاہیئے کہ اُس کی یہ رحمت اس زمانہ میں بھی ہزاروں ۔ لاکھوں ۔ کروڑوں مسلمانوں پر مبذول ہے کہ وہ لوگ دل سے اسلام پر یقین رکھتے ہیں گو وہ اُس کی صداقت کی دلایل منطق و فلسفہ کے اصول پر نہیں جانتے ۔ میرا اعتقاد یہ ہے کہ جو لوگ بلا فلسفی دلیل و حجت کے اسلام پر یقین کرتے ہیں یا یقین رکھتے ہیں اُن کا ایمان اور اُن کا یقین بہ نسبت اُن لوگوں کے جو دلیل و حجت فلسفہ سے اپنے عقیدہ کو مستحکم کرتے ہیں بہت زیادہ مستحکم ہے کیونکہ اُن کے دل میں کسی قسم کے شک و شبہ نے راہ نہیں پائی اور نہ راہ پانے کی اُس میں گنجایش ہے ۔ یہی لوگ اہل جنت ہیں جو سیدھے بہشت میں جاویں گے (چیئرز) ✦

مجھ کو اپنے ملک کا ایک قصہ یاد ہے - ہماری طرف رانگھڑ ایک قوم ہے جو کسی زمانہ میں مسلمان ہوگئی تھی - اُن کے ہاں شاید جناب مولوی اسمٰعیل صاحب کے زمانہ سے پیشتر تک ہندوؤں کی تمام رسمیں جاری تھیں - دھوتی باندھتے تھے اُلٹے پردہ کا انگرکھا پہنتے تھے قاضی نکاح باندھتا تھا اور برہمن پھیرے پھراتا تھا - اَور بھی بہت سی ہندوؤں کی رسمیں اُن میں مروّج تھیں - اتفاق سے ایک مُسلمان اُن کے ایک گانوں میں گذرا وہ پیاسا تھا پانی پینا چاہتا تھا - اُس نے دیکھا کہ پانی بھرا ہوا ایک مٹکا رکھا ہے - مگر اُس کو شبہ ہوا کہ یہ لوگ مسلمان ہیں یا ہندو اور وہ پانی ہندوؤں کا ہے یا مسلمانوں کا - اس لئے اس نے پوچھا کہ یہ پانی مسلمان کا ہے یا ہندو کا - جس شخص سے اُس نے پوچھا اُس نے نہایت درشتی سے جواب دیا کہ تو اندھا ہے یہ نہیں دیکھتا کہ پانی کے مٹکے پر کلہڑا (یعنے مٹی کا آبخورہ پانی پینے کو) رکھا ہے - گویا یہ مسلمان کی ایک علامت تھی کہ سب لوگ ایک آبخورہ سے پانی پیتے ہیں - اُس نے درشتی اس لئے کی کہ باوجود مسلمانی کی علامت موجود ہونے کے اُس نے اُن کے مُسلمان ہونے میں شبہ کیا +

اے بھائیو جبکہ وہ قوم ایسی جاہل تھی تو وہ مسائل اسلام اور فلسفی دلایل صداقت اسلام کو کیا جانتے ہوں گے - بجز خدا اور رسول پر یقین ہونے کے اَور کوئی بات جس سے وہ اپنے تئیں مسلمان کہتے تھے اُن میں نہ تھی - مگر میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میں اُن کے ایمان کو (میں اَور کسی کو کیوں کہوں) اپنے ایمان سے تو بہت زیادہ مستحکم جانتا ہوں (چیئرز) اے بھائیو ایسے شخصوں کا ایمان نہایت مستحکم اور اعلےٰ درجہ کا ہوتا ہے جن کو کسی طرح کا نہ کچھ شک ہے نہ دل میں کسی طرح کا کچھ شبہ ہے - خدا و رسول پر وہ دل سے یقین رکھتے ہیں اور جو کوئی اپنے تئیں مسلمان کہتا ہے اُسکو مُسلمان جانتے ہیں - خدا کے جاننے اور رسول پر یقین کرنے کے لئے اُن کو کسی منطقی دلیل اور فلسفی برہان کی حاجت نہیں - کیسی ہی کوئی بات خارج از عقل و ناقابل یقین اُن کے سامنے صحیح یا غلط بیان کیجاوے یہ کہہ کر کہ خدا اور رسُول نے فرمایا ہے وہ اُسپر یقین کریں گے پس ایسے لوگ ہماری بحث سے بالکل خارج ہیں - میں اُن کو یقین کا ستارا اور اسلام پر یقین رکھنے کا نمونہ سمجھتا ہوں

اور ٹھیک مسلمان جانتا ہوں +

مگر دوسرا فرقہ بھی ہے جو ہر چیز کی صداقت کے لئے دلیل چاہتا ہے وہ اس بات کا خواہشمند ہے کہ اسلام کے عقاید فلسفی دلائل سے اُس کو بتائے جاویں۔ اُس کے دل کے شبہے مٹائے جاویں تاکہ اُس کے دِل کو تشفی حاصل ہو۔ وہ یہ نہیں چاہتا کہ دل میں تو دھوکہ پڑا ہو اور زبان سے لوگوں کے ڈر سے سوسائٹی کے دباؤ سے ہاں ہاں کہا کرے۔ یہی لوگ وہ ہیں جو ہمارے مخاطب ہیں اور جن سے ہم کو بحث ہے +

جس زمانہ میں خلفائے عباسیہ کی سلطنت رونق پر تھی اور مسلمانوں کا ستارہ نہایت عروج پر تھا اُس وقت مُسلمانوں میں یونانی فلسفہ۔ علم طبعی نے کثرت سے رواج پایا تھا اُسکا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے مسائل میں جو اسلام سے تعلق تھے لوگوں کو شبہ پیدا ہوا کیونکہ جو لوگ اُن مسائل فلسفہ اور علم طبعی کو سچ جانتے تھے اور اُن میں اور اسلام کے اُس وقت کے موجودہ یا مجتہدہ مسائل میں اختلاف پاتے تھے تو اُن کو اسلام کی نسبت شُبہ پیدا ہوتا تھا اگر تاریخ پر اعتماد کیا جا سکتا ہے تو ثابت ہوتا ہے کہ وہ زمانہ اسلام پر ایسے سخت حملہ کا تھا کہ اسلام کے سخت سے سخت دشمن کے سخت سے سخت حملہ کرنے سے بھی اُس سے زیادہ اسلام کو نقصان پہونچنے کا اندیشہ نہ ہوتا۔ تمام علماء کو اس وقت اسلام کی حمایت کی ضرورت پڑی اور اُنھوں نے اُس کی حمایت اور اُس کی نصرت میں کوشش کی۔ خدا اُن کی کوششوں کو قبول کرے۔ اُنھوں نے اسلام کی حمایت کے تین طریقے قرار دیئے۔ اوّل یہ کہ جو مسائل یونانی حکمت و فلسفہ کے اسلام کے مسائل کے برخلاف تھے اُن کی غلطی ثابت کر دیں دوسرے یہ کہ اُن حکمی اور فلسفی مسائل پر اس قسم کے اعتراض وارد کر دیں کہ جن سے وہ مسئلے خود مشتبہ ہو جاویں۔ تیسرے یہ کہ اسلام کے مسائل اور اُن حکمی و فلسفی مسائل میں تطبیق کر دیں +

اسی مباحثہ کی غرض سے مُسلمانوں میں ایک نیا علم پیدا ہوا جس کو علم کلام کہتے ہیں اور جس کی کتابیں آج تک ہمارے مذہب کے علماء کی درس و تدریس میں داخل ہیں اور جن پر وہ بہت کچھ افتخار رکھتے ہیں۔ یہی باعث ہوا کہ بہت سے مسائل یونانی۔ فلسفہ اور علم طبعی کے جو تیسری قسم کے تھے مُسلمانوں نے اپنی مذہبی کتابوں میں شامل کر لئے اور

رفتہ رفتہ مثل مذہبی مسائل کے تسلیم ہونے لگے حالانکہ ان کو مذہب اسلام سے کچھ تعلق نہیں ہے اور اس زمانہ میں اُن کا جُدا کرنا کچھ آسان کام نہیں ہے۔ پس میرا یہ خیال ہے کہ جس زمانہ میں اسلام کی ایسی حالت ہو اور اُس پر ایسا ہی حملہ ہو جیسا کہ اُس زمانہ میں ہوا تھا تو ہمکو بقدر اپنی لیاقت کے ویسی ہی کوشش کرنی چاہئے جیسی کہ ہمارے بزرگوں نے اگلے زمانہ میں کی تھی ٭

اے دوستو! تم خوب جانتے ہو کہ اس زمانہ میں جدید فلسفہ و حکمت نے شیوع پایا ہے جس کے مسائل اُن اگلے مسائل سے بالکل مختلف ہیں اور جو ایسے ہی برخلاف مسائل اسلام کے جو اس وقت مروّج ہیں پائے جاتے ہیں جیسے کہ اُس زمانہ میں تھے۔ بلکہ سخت مشکل یہ آپڑی ہے کہ یونانی مسائل علم طبعی کے جن کی غلطی اب ثابت ہوئی ہے اور جن کو اُس زمانہ کے علماء نے مثل مذہبی مسائل کے مان لیا تھا جیسا کہ میں نے ابھی کہا اس سے اور زیادہ مشکل ہو گئی ہے ٭

اے دوستو! ایک اور بڑی مشکل یہ ہے کہ اس زمانہ کی تحقیقات اور یونانی حکمت کے زمانہ کے مسائل میں ایک بڑا فرق یہ ہے کہ اُس زمانہ میں جو حکمت کے مسائل تھے وہ زیادہ تر عقلی اور قیاسی دلیلوں پر مبنی تھے۔ تجربہ اور مشاہدہ کی بنا پر قائم نہیں ہوئے تھے۔ ہمارے بزرگوں کو نہایت آسانی تھی کہ مسجدوں اور خانقاہوں کے حجروں میں بیٹھے بیٹھے قیاسی مسائل کو قیاسی دلائل سے اور عقلی کو عقلی براہین سے توڑتے پھوڑتے رہیں اور اُن کو تسلیم نہ کریں مگر اس زمانہ میں نئی صورت پیدا ہوئی ہے جو اس زمانہ کے فلسفہ و حکمت کی تحقیقات سے بالکل علیحدہ ہے۔ اب مسائل طبعی تجربہ سے ثابت کئے جاتے ہیں اور وہ ہم کو دکھلا دیئے جاتے ہیں۔ یہ مسائل ایسے نہیں ہیں جو قیاسی دلائل سے اُٹھا دیئے جاویں۔ یا اُن تقریروں اور اصولوں سے جو اگلے زمانہ کے عالموں نے قرار دیئے ہیں ہم اُن کا مقابلہ کر سکیں۔ مثلاً آسمانوں کے خرق و التیام کا مسئلہ جو ہمارے ہاں کے علوم طبعی کا بہت بڑا مسئلہ ہے اور آج تک درس و تدریس میں رہا ہے اور جو اصول علم طبعی کے مذہب اسلام میں تسلیم کر لئے گئے ہیں اُن سے بھی اُس کو بڑا تعلق ہے۔ اب وہ مسئلہ کس کام کا ہے اور اُس کے پڑھنے پڑھانے سے

کیا فائدہ ہے جبکہ یہ ثابت ہو گیا ہے کہ جس طرح اگلے حکمٰا یا علمٰا نے آسمانوں کا وجود قرار دیا تھا وہی غلط تھا۔ اب تو اس بات پر غور کرنی لازم ہے کہ آسمان سے کیا مراد ہے اور اُس کے لئے جدید اصول و مسائل ایجاد کرنے کی ضرورت ہے نہ اُن بوسیدہ و از کار رفتہ مسائل کے یاد کرنے کی (چیئرز)

ایک بہت بڑی بحث ہمارے ہاں ہیولا و صورت کی تھی اگر یونانی فلسفہ کے مطابق ہیولا تسلیم کیا جاتا تھا تو معاد کا وجود جو ایک اہم مسئلہ مذہب اسلام کا ہے باطل ہوتا تھا۔ اُس پر علمائے اسلام نے بہت بڑی بحث کی جو کسی قدر بے سود اور کسی قدر ناکافی تھی +

بہر حال اس زمانہ کی حکمت طبعی میں ہیولا کی کچھ بحث نہیں ہے بلکہ تمام اجسام کی ترکیب اجزاء صغار سے تسلیم کی جاتی ہے۔ پس اب ہیولا و صورت کی بحث سے جو ہمارے ہاں تعلیم دینی اور دنیاوی دونوں میں داخل ہے کیا فائدہ ہے۔ ایسے اور بہت سے مسائل ہیں جو اسی طرح مثالاً بیان ہو سکتے ہیں +

اے دوستو! مجھ کو معاف کرو گے اگر میں یہ کہوں کہ ایک بہت بڑا ضروری امر جو اُن علمائے کے خیال سے رہ گیا وہ یہ تھا کہ اُنھوں نے یونانی حکمت و فلسفہ کے مقابلہ میں تو بہت کچھ کیا مگر اس بات میں کچھ نہیں کیا یا بہت ہی کم کیا کہ جو کچھ وہ خود مذہب اسلام کو بیان کرتے تھے اُس پر منکر اسلام یا مشکک فی الاسلام کے دل کو کیونکر تشفی ہو۔ یہ کہدینا کہ اسلام میں یونہی آیا ہے اُسکو ماننا چاہیئے یہ تو نہ یقین کو اور نہ اُن لوگوں کی تشفی کو کافی ہے (چیئرز) +

ایسے ہی اور بہت سے وجوہات ہیں جن کی وجہ سے اس زمانہ میں نئے طریقے بحث کے اختیار کرنے کی مسلمانوں کو ضرورت ہے۔ کیونکہ جو شخص اسلام کو برحق سمجھتا ہے اور اُس پر پورا یقین رکھتا ہے اُس کا دل گواہی دے گا کہ گو منطق و فلسفہ اور علم طبعی میں کتنی کچھ تبدیل ہو جاوے اور مسائل حقہ اسلام کے وہ کیسے ہی مخالف معلوم ہوتے ہوں مگر اسلام ہی سچا ہے۔ یہ بات سچے اور سادہ دل سے اسلام پر یقین رکھنے والوں کے لئے تو کافی ہے مگر منکرین یا مشککین کے لئے کافی نہیں علاوہ اس کے یہ کچھ حمیت کا کام نہیں ہے کہ مُنہ سے تو کہیں کہ اسلام سچا ہے مگر اُن جدید مسائل حکمت و فلسفہ کے مقابلہ میں اُس کی تائید نہ کریں۔ اس لئے

اس زمانہ میں مثل زمانہ گذشتہ کے ایک جدید علم کلام کی حاجت ہے۔ جس سے یا تو ہم علوم جدیدہ کے مسائل کو باطل کر دیں یا اُن کو مشتبہ کر دیں یا اسلامی مسائل کو اُن سے مطابق کر دکھلائیں۔ اس وقت جو بزرگ اس جلسہ میں موجود ہیں میں اُن سب سے بخوبی واقف نہیں ہوں۔ مگر میں یقین کرتا ہوں کہ اس جلسہ میں بہت سے ذی علم لوگ بھی موجود ہیں میں نہایت صدق دل سے اُن کو مخاطب کر کے کہتا ہوں کہ جو لوگ ایسا کرنے کے لائق ہیں اور وہ پوری کوشش حال کے علم طبعی و فلسفہ کے مسائل کے اسلامی مسائل سے تطبیق دینے یا اُنکا بطلان ثابت کرنے میں نہ کریں گے وہ سب گنہگار ہیں اور یقیناً گنہگار ہیں۔ اگر اُن میں سے ایک دو بھی اس کام کو انجام دیں گے تو بے شک فرض کفایہ ادا ہو جاوے گا (چیئرز)

میں ایک شخص ہوں جس کا یہ یقین ہے کہ کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو جدید فلسفہ اور جدید علوم طبعی سے جو انگریزی زبان میں ہیں بخوبی واقف ہو اور اُن تمام اسلامی مسائل پر جو اس زمانہ میں اسلامی مسائل کہلاتے ہیں یقین رکھتا ہو۔ انگریزی خواں نوجوان اور بچے مجھے معاف کریں گے میں نے کوئی انگریزی خواں جس کو انگریزی علوم کا مذاق بھی حاصل ہو گیا ہو ایسا نہیں دیکھا جسکو پورا پورا یقین ہمارے زمانہ کے مروجہ مسائل اسلام پر ہو۔ میں یقین کرتا ہوں کہ جس قدر وہ علوم پھیلتے جاویں گے اور جن کا پھیلنا ضروری ہے اور میں خود بھی اُن کے پھیلانے میں معین و مددگار ہوں اُسی قدر لوگوں کے دلوں میں اسلام کی جانب سے جیسا کہ اُس کو اس زمانہ میں بنا دیا ہے بدظنی اور بے پرواہی بلکہ رُوگردانی ہوتی جاوے گی۔ میرا یہ بھی یقین ہے کہ اصلی مذہب کا یہ نقصان نہیں ہے بلکہ یہ اُن غلطیوں کا سبب ہے جو اسلام کے نورانی چہرہ پر لگ گئی ہیں یا ناواقفی لگا دی ہیں +

میں ہرگز اس لائق نہیں ہوں کہ اسلام کے نورانی چہرہ پر سے اُن غلطیوں کے سیاہ دھبوں کے چھوڑ لینے کا دعوے کروں یا حمایت اسلام کا کام اپنے ذمہ لوں۔ یہ فرض اور یہ منصب دوسرے مقدس و با علم لوگوں کا ہے۔ مگر جبکہ میں مسلمانوں میں اُن علوم کے پھیلانے کا ساعی ہوں جن کی نسبت میں نے ابھی بیان کیا کہ وہ موجودہ اسلام کے کس قدر مخالف ہیں تو میرا فرض تھا کہ جہاں تک مجھ سے ہو سکے صحیح یا غلط جو کچھ میسر امکان میں ہو اُس طرح

اسلام کی حمایت کروں اور اسلام کے اصلی نورانی چہرہ کو لوگوں کو دکھلاؤں۔ میرا کانشنس (ایمان) مجھ سے کہتا تھا کہ اگر میں ایسا نہ کروں گا تو خدا کے سامنے گنہگار ہونگا (چیئرز) +

اے میرے دوستو! میں یہ نہیں کہتا کہ جو کچھ میری تحقیقات ہے وہی صحیح ہے مگر جب مجھ کو بجز اس کے کہ جو کچھ مجھ سے ہو سکے وہ کروں اور کچھ چارہ نہ تھا تو مجھ کو ضرور وہی کرنا تھا جو میں نے کیا یا کرتا ہوں۔ میری نیت خالص خدا کے ساتھ ہے۔ اگر میں نے بُرا کیا ہے وہ چاہے گا معاف کرے گا چاہے گا نہ کرے گا۔ اگر میں نے اچھا کیا ہے تو میں اُس کا صلہ کسی بندہ سے نہیں چاہتا۔ اور یہی وجہ ہے کہ نہ میں لوگوں کے کافر کہنے سے یا نیچری کہنے سے ڈرتا ہوں نہ بُرا مانتا ہوں۔ جو لوگ مجھ کو میری ان کوششوں کے سبب بُرا کہتے ہیں کافر بتلاتے ہیں میں اُن سے اپنی شفاعت کا خواستگار نہیں ہوں اور نہ ہوں گا جو بھلا یا بُرا میرا معاملہ ہے وہ خدا کے ساتھ ہے۔ اگر مجھ سے کچھ غلطی ہوئی ہے یا آئندہ ہوگی خدا سے مجھے اُمید ہے کہ وہ مجھ پر رحم کرے گا (چیئرز)

اے دوستو! اس لمبی تمہید کے بیان کرنے کے بعد اب میں اپنے کچھ خیالات جو اسلام کے متعلق ہیں بیان کروں گا۔ اس وقت جو کچھ میں بیان کروں گا ضرور ہے کہ محض آزادانہ طریقہ سے بیان کروں گا اُن کو اس خیال پر نہیں بیان کرنے کا کہ میں مسلمان ہوں کیونکہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے جو مسئلہ بیان کیا جاتا ہے اُس میں آزادانہ دلیل کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اس وقت میں اپنی گفتگو کا طرز ایسا اختیار کروں گا جیسے ایک غیر شخص اسلام کے اصول و مسائل کو ایسے لوگوں کے سامنے بیان کرتا ہے جن کو اسلام یا اصول اسلام پر شبہ ہے یا انگریزی خواں نوجوان طلبہ میرے مخاطب ہیں جن کو جدید فلسفہ اور جدید علوم طبعی نے اسلام کے اصول کے صحیح ہونے پر شبہ ڈال دیا ہے یا اُس کے غلط ہونے کا اُنھوں نے یقین کر لیا ہے +

جو شخص یہ بیان کرتا ہے کہ اسلام سچا ہے تو اُس کو یہ بھی کہنا چاہئے کہ وہ اسلام کی سچائی کیونکر ثابت کر سکتا ہے۔ کوئی مذہب ہو اسلام یا عیسائی یا ہندو جس وقت اُن میں کا کوئی اپنے مذہب کی تائید یا تصدیق کرنی چاہتا ہے تو ضرور ہے کہ اوّل وہ اُس کی صداقت ثابت کرے

یہ کہنا کہ فلاں شخص کے مقدّس ہونے میں کچھ شبہ نہیں ہے اور ہم اُس مقدس کے قول پر ایمان رکھتے ہیں اس مذہب کی صداقت ثابت کرنے کو کافی نہیں۔ یہ تو صرف ایک اعتقادی بات ہے۔ جو لوگ جس کسی کی پیروی کرتے ہیں خواہ وہ اوتار ہو یا پیغمبر یا عیسائیوں کا خدا ہر ایک کا پیرو اُس کو جس کی وہ پیروی کرتا ہے ایسا ہی مقدّس اعتقاد کرتا ہے۔ ہر ایک مذہب والے کو اپنے مذہب پر ایسا ہی یقین ہے جیسے دوسرے مذہب والے کو اپنے مذہب پر۔ پھر کیونکر ہم ایک کو سچّا اور دوسرے کو غلط کہہ سکتے ہیں +

جب ہم یہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس خدا کی بھیجی ہوئی کتاب ہے جس میں غلطی کا احتمال بھی نہیں ہے تو دوسرا شخص بھی کہتا ہے کہ اُس کے پاس بھی خدا کی کتاب ہے جس کی صحت میں اُس کو ذرا بھی شک نہیں ہے۔ پس اس صورت میں ایک کے یقین کی دوسری کے یقین پر ترجیح کی وجہ بتانی چاہئے اور قابل تسکین دلیل پیش کرنی چاہئے جس کی بنا کسی اعتقاد پر نہو کہ کیوں ہمارے پاس کی کتاب تو خدا کی بھیجی ہوئی ہے اور دوسرے کے پاس کی خدا کی بھیجی ہوئی نہیں ہے +

اگر ہم اپنے پیغمبروں کے معجزات کو اپنے مذہب کی صداقت کے لئے پیش کرتے ہیں تو قطع نظر اُن مشکلات کے جو اُن کے امکان وقوع میں اور پھر اُن کے ثبوت وقوع میں پیش آتی ہیں دوسرے مذہب والا بھی اُسی قسم کے معجزات اپنے پیشواؤں کے بیان کرتا ہے تو اب کیا وجہ ہے کہ جو معجزات ہم بیان کرتے ہیں اُن کو صحیح مانیں اور دوسرا جو بیان کرتا ہے اُن کو غلط قرار دیں۔ یہ تمام امور ایسے ہیں جو اعتقادات پر مبنی ہیں۔ کوئی شخص اُن کو مٹا نہیں سکتا اور کوئی شخص نہیں کہہ سکتا کہ فلاں اعتقاد صحیح ہے اور فلاں اعتقاد غلط اگر کسی ایک شخص کا ایسا عقیدہ ہو بھی جاوے تو کیا اُمید ہے کہ اور بھی ایسا ہی اعتقاد کرلیں گے۔ اس لئے ضرور ہے کہ ہم صداقت کے پہچاننے کے لئے ایک ایسی معیار پیدا کریں اور ایسی کسوٹی قائم کریں جو سب مذہبوں سے یکساں نسبت رکھتی ہو اور جس سے ہم اپنے مذہب یا اعتقاد کو سچّا ثابت کرسکیں۔ (چیمبرز) +

اَب میں اُس معیار کو بیان کروں گا جو تمام دنیا کے مذہبوں سے یکساں نسبت رکھتی ہے

اور جو کہ میں اصلی مذہب اسلام کو جسے خدا و رسول نے بتایا ہے سچ جانتا ہوں نہ اوسکو جسے علماء نے اور مقدس مولویوں اور واعظوں نے گھڑا ہے بغیر کسی دھوکڑ پکڑ کے اُس معیار سے جانچوں گا اور اُسکا سچ ہونا ثابت کروں گا اور یہی فیصلہ ہمارے اور دوسرے مذہب والوں کے درمیان ہوگا +

کوئی شخص لامذہب یا کسی مذہب کا معتقد اس بات سے انکار نہیں کرسکتا کہ انسان کی بناوٹ اس قسم کی ہے یا خدا نے اُس کو ایسے قوائے مرکبہ سے پیدا کیا ہے جن سے وہ کسی کام کے کرنے کے لائق ہے اور کسی کے نہ کرنے کے لائق ہے اور اس لیئے حالت زندگی میں اُسکو ایک ایسی روش اختیار کرنی چاہیئے جس سے اُس کے قوا بیرونی و اندرونی وہ کام دیں جس کے لیئے اُن کا ہونا یا پیدا کرنا پایا جاتا ہو۔ پس جو مذہب کہ ہمارے سامنے پیش کیئے جاتے ہیں اُن کی صداقت کی یہی معیار ہوسکتی ہے کہ اگر وہ مذہب فطرت انسانی یا نیچر کے مطابق ہے تو سچا ہے اور اس بات کی صاف دلیل ہے کہ وہ مذہب اُس شخص کا بھیجا ہے جس نے انسان کو بنایا ہے اور اگر وہ مذہب انسانی فطرت اور اس کی خلقت اور اُن قوا کے جو انسان میں ہیں اور اُن حقوق کے جو اُن قوا سے انسان کے لئے پائے جاتے ہیں اُس کے برخلاف ہے اور اُن کو فائدہ مندی سے کام میں لانے سے باز رکھتا ہے تو اس بات میں شُبہ ہوتا ہے کہ وہ مذہب اُس شخص کا بھیجا ہوا ہے جس نے انسان کو بنایا ہے کیونکہ ہر شخص اس بات کو غالباً قبول کرے گا کہ مذہب انسان کے لئے بنایا گیا ہے اور اگر اُسکو اُلٹ دو اور یوں کہو کہ انسان مذہب کے لئے بنایا گیا تو بھی متحد نتیجہ پیدا ہوتا ہے +

پس میں نے مذاہب کی صداقت دریافت کرنے کے لئے اور مذہب اسلام کی صداقت کی جانچ کے لئے بھی یہ اصول قرار دیا ہے کہ وہ فطرت انسانی کے مطابق ہے یا نہیں جو انسان میں بنائی گئی ہے یا انسان میں موجود ہے۔ اور مجھ کو یقین ہوا ہے کہ اسلام اُس فطرت کے مطابق ہے (چیئرز)

بے شک یہ کام بہت بڑے عقلا و علماء کا تھا مجھ کو اس کام کے انجام دینے کی لیاقت نہ تھی ہے مگر جیسا کہ میں نے چند لمحہ پہلے اُس کے اختیار کرنے کی وجہ کو بیان کیا تھا

اُس سبب سے میں نے بقدر اپنی طاقت کے اُس کو کرنا شروع کیا ہے۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ خدا نے جو ہمکو پیدا کیا ہے اور ہمارے واسطے جو ہدایت بھیجی ہے وہ ہدایت بالکل ہماری خلقت - ہماری فطرت - ہمارے نیچر کے مطابق ہے اور یہی اُس کی سچائی کی دلیل ہے کیونکہ یہ کہنا بڑی بے عقلی کی بات ہوگی کہ خدا کا فعل اَور ہوگا اور اُسکا قول اَور تمام کائنات مع انسان کے خدا کا فعل ہے اور مذہب اُس کا قول وہ دونوں مختلف نہیں ہوسکتے (واضح ہو کہ سید صاحب کا یہ قول ہے کہ ورک آف گاڈ اور ورڈ آف گاڈ مختلف نہیں ہوسکتے۔ ورک سے وہ نیچر مراد لیتے ہیں اور ورڈ سے مذہب)

یہ معیار میں نے اُن لوگوں کے لئے مقرر کی ہے کہ جو خود اپنے دل میں کسی مذہب کی صداقت کا تصفیہ کرنا اور اپنے دل کو تشفی دینا چاہتے ہیں اور نیز اُن لوگوں کے لئے جو مشکک فی الاسلام ہیں یا اسلام کے مخالف ہیں۔ اور میری سمجھ میں اس سے زیادہ اَور کچھ معیار نہیں ہوسکتی +

اس معیار کے قائم کرنے کے بعد میں نے یہ تصفیہ کیا ہے کہ اسلام بالکل فطرت کے مطابق ہے اور اس لئے میں نے کہا ہے کہ "الاسلام ھوالفطرت والفطرت ھوالاسلام" بہت ٹھیک مسئلہ ہے۔ مگر افسوس ہے۔ اُن لوگوں پر کہ جنھوں نے دانستہ فطرتی یا نیچری ہونے کا دوسرے معنوں میں مجھ پر الزام لگایا ہے اُن کو خدا کے سامنے اس کا جواب دینا ہوگا۔ خدا سب چیزوں کا پیدا کرنے والا ہے جس طرح اُس نے آسمان و زمین و مافیہا اور تمام مخلوقات کو پیدا کیا اسی طرح اُس نے نیچر کو بھی پیدا کیا۔ وہ جس طرح ہمارا اور تمھارا اور سب کا خالق ہے اسی طرح نیچر کا بھی خالق ہے۔ پس مخالفین کا یہ کہنا کہ میں نیچر کو خالق یا نعوذ باللہ نیچر کو خدا کہتا ہوں کس قدر بہتان عظیم ہے جس کو میں مخلوق کہتا ہوں وہ کہتے ہیں کہ وہ اُسکو خالق کہتا ہے۔ خدا کے سامنے اُس دن جبکہ اعمالوں کی پرسش ہوگی۔ بڑی بڑی ڈاڑھی والوں۔ اور پیشانی پر رگڑ کر کٹا ڈالنے والوں۔ ٹخنے سے اونچا پاجامہ پہننے والوں۔ جو سچ کے بدلے جھوٹ کو خریدتے ہیں۔ اس کا سوال ہوگا جنھوں نے یہ جھوٹے الزام مجھ پر لگائے ہیں۔ اُسکو میں خدا پر چھوڑتا ہوں۔

نہیں۔ میں خدا پر نہیں چھوڑتا بلکہ میں اپنی طرف سے اُن کو معاف کرتا ہوں (چیئرز نہایت زور سے) میں اپنے کسی بھائی سے۔ کسی ہمجنس سے نہ دنیا میں بدلا لینا چاہتا ہوں نہ قیامت میں (چیئرز) میں نہایت ناچیز ہوں مگر اُس رسُول کی ذریت میں ہوں جو رحمۃ للعالمین ہے۔ میں اپنے دادا کی راہ پر چلوں گا۔ اور تمام لوگوں کو جنہوں نے مجھ کو بُرا کہا جنھوں نے مجھ پر اتہام کیا یا آئندہ کہیں اور کریں سب کو میں معاف کروں گا (چیئرز) ٭

جو طریقہ میں نے اوپر بیان کیا۔ کیا کوئی کہے گا کہ وہ طریقہ اسلام کی تائید کا نہیں اور کیا اُس کے ذریعہ سے بڑی بڑی فلسفی حکیموں اور علوم طبعی کے جاننے والوں اور ملحدوں کا مقابلہ نہیں ہوسکتا۔ اور کیا وہ طریقہ کسی طرح اسلام کے مخالف ہے؟ اِسپر بھی مجھے یہ دعوے نہیں کہ جو طریقہ میں نے اختیار کیا ہے اُس میں غلطی نہیں۔ میں معصوم نہیں ہوں اور نہ معصوم ہونے کا دعوے کرتا ہوں۔ میں ایک جاہل آدمی ہوں اسلام کی محبت سے میں نے یہ کام کیا ہے جس کے لائق میں نہیں ہوں۔ بلاشبہ وہ ایک نیا طریقہ ہے۔ اس میں بھی درحقیقت میں نے قدیم علماء کی پیروی کی ہے۔ جس طرح اُنھوں نے ایک نئے ڈھنگ پر علم کلام ایجاد کیا تھا اُسی کی نظیر پر میں نے یہ نیا طریقہ صداقت کے ثابت کرنے کا ایجاد کیا ہے۔ ممکن ہے کہ اُس میں غلطی ہو مگر آیندہ علماء اس کی صحت کردیں گے اور اسلام کو مدد دیں گے میرے خیال میں مخالفین اور مشکلین فی الاسلام کے مقابلہ میں اسلام کی تائید اسی طریقہ پر ہوسکتی ہے۔ اور کسی طریقہ پر نہیں ہوسکتی (چیئرز) ٭

آپ صاحبوں نے مجھ سے چاہا ہے کہ میں بیان کروں کہ اسلام کیا چیز ہے؟ اُسکے جواب میں میں کہتا ہوں کہ وہ چیز جسپر یقین کرنے سے کوئی شخص مسلم یا مسلمان کہا جاسکتا ہے وہ خدا کی توحید ہے۔ جو شخص خدا کو برحق جانتا ہے اور اُس کی توحید پر یقین رکھتا ہے وہ مسلم یا مسلمان ہے۔ یہی رکن اول اور رکن اعظم اسلام کا ہے اور باقی ارکان اُس کے تحت میں اور اُس کے ساتھ اس طرح ملے ہوئے ہیں جیسے کہ کسی خالص دوا کی

معجون ہو اور اُس کے ساتھ اَور اجزا بھی ملے ہوئے ہوں۔ خدا کو واحد مطلق اور خالق تمام چیزوں کا جاننا اور سمجھنا بلکہ نہ صرف جاننا اور سمجھنا بلکہ اُسپر یقین ہونا اسلام ہے اور جو اُسپر یقین کرے وہ مسلم ہے۔ خدا تعالےٰ نے قرآن مجید میں یہود و نصاریٰ کی تکرار کا ذکر فرما کر فرمایا "بلیٰ من اسلم وجہہ للہ وھو محسن فلہ اجرہ عند ربہ" یعنے جس نے خدا پر یقین کیا اپنا مُنہ خدا کے سامنے کیا اور نیک کام کرتا ہے تو اُس کا اجر اُس کے خدا کے پاس ہے۔ خدا نے اہل کتاب سے اَور کچھ نہیں چاہا بجز اس کے کہ خدا کی توحید مانیں اور اُسی کی عبادت کریں جہاں فرمایا "یا اھل الکتاب تعالوا الےٰ کلمۃ سواء بیننا و بینکم ان لا نعبد الا اللہ" اور ایک جگہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ میری نماز اور میری عبادت اور میری زندگی اور میری موت خدا کے لئے ہے اور اُس کے بعد فرمایا کہ "انا اول المسلمین" اسمٰعیلؑ و ابراہیمؑ نے یہ دُعا مانگی "ربنا و اجعلنا مسلمین لک و من ذریتنا امۃ مسلمۃ لک" حضرت عیسیٰؑ کے حواریوں نے بھی خدا پر ایمان لانے کے بعد کہا کہ "واشھد بانا مسلمون" حضرت ابراہیمؑ کو خدا نے کہا "اسلم" حضرت ابراہیمؑ نے کہا "اسلمت لرب العالمین" حضرت ابراہیمؑ نے اپنی اولاد کو نصیحت کی "یا بنی ان اللہ اصطفیٰ لکم الدین فلا تموتن الا و انتم مسلمون" اور ایک جگہ خدا نے فرمایا کہ "ان الدین عند اللہ الاسلام" پھر خدا نے فرمایا کہ "ما کان ابراھیم یھودیا و لا نصرانیا و لکن کان حنیفا مسلما" یعنے ابراہیمؑ نہ یہودی تھا اور نہ نصرانی بلکہ ٹھیٹ مسلمان تھا۔ پس جو حقیقت اسلام کی خدا نے بتلائی وہ خدا کو ماننا اور اُسپر یقین ہونا ہے ٭

خدا پر اور خدا کی وحدانیت پر اُس وقت یقین ہو سکتا ہے جب اُس کی ذات و صفات پر جو حقیقت میں متحد ہیں اور اُس کے استحقاق عبادت پر جو اُس کو لازم ہے پورا پورا یقین ہو۔ اُس کی ذات پر یقین۔ اُس کے موجود بالذات ازلی و ابدی وحدہٗ لاشریک لہٗ ہونے پر یقین ہوتا ہے۔ اُس کی صفات پر یقین۔ اُس کی مانند صفات کا کسی دوسرے میں نہ ہونے پر

یقین کرنا ہے۔ تمام صفتیں جو خدا سے منسوب کی جاتی ہیں عالم۔ رحیم۔ حی اور
مثل ان کے اور جو اُن کا مفہوم ہمارے ذہن میں آتا ہے اور جن میں اَوروں کا اشتراک
بھی بوجہ ما متصور ہوتا ہے اُس مفہوم سے اور اُس اشتراک سے بھی خدا کی صفات کو مبرا
و منزہ ماننا اُس کی صفات پر یقین ہونا ہے۔ اُس کے استحقاق عبادت پر یقین یہ ہے کہ
کوئی شے سوا خدا کے مستحق عبادت نہیں یعنے عبادت کے لائق نہیں۔ جو شخص کہ اس طرح
سے خدا پر یقین رکھتا ہے وہ مسلمان ہے۔ میں نہیں کہتا بلکہ خدا نے یوں ہی کہا ہے
ہاں ایسے شخص کی نسبت جو صرف خدائے واحد کو مانتا ہے میں یہ ضرور کہوں گا کہ وہ محمدی
نہیں۔ قرآن کی اصطلاح تو یہی ہے جو میں نے بیان کی مگر ہمارے زمانہ میں محمدی اور
مسلمان کے الفاظ ایک ہی معنی میں لیئے جاتے ہیں اور مترادف سمجھے جاتے ہیں اس لیئے
مجھ کو کسیقدر تفصیل کے بیان کرنے کی ضرورت معلوم ہوتی ہے۔ محمدی ہونے کے لیئے ضرور
ہے کہ ہم اُس شخص پر بھی جس نے ہم کو توحید کی نعمت دی اور جس نے ہم کو توحید کی تعلیم کی
جس کی وجہ سے ہم نے خدا کو جانا اور اُس کی صفات کو پہچانا یقین کریں خود عقل ہی ہم کو
ہدایت کرتی ہے کہ جس سے ہمکو ہدایت ہوئی کس طرح ہو سکتا ہے کہ ہم اُس کے ہادی ہونے
پر یقین نکریں۔ اسلام جس کو میں نے ایسے استحکام سے سچا بتایا اُس کی ہدایت حضرت محمد
رسول اللہ صلعم نے کی ہے پس اس کی تصدیق بالضرور دوسرا رکن اسلام کا ہے جو پہلے رکن
سے منفک ہی نہیں ہو سکتا۔ اس تمام تقریر کا نتیجہ یہ ہے کہ جو شخص خدا کو مانتا ہے اور
وحدہ لاشریک جانتا ہے اور اُس پر یقین رکھتا ہے اور کسی نبی کی تصدیق نہیں کرتا اور آنحضرت
صلعم کی بھی تصدیق نہیں کرتا اُس کی نسبت یہ کہنا کہ محمدی نہیں یا مرادف معنے لیکر یہ کہنا کہ
وہ مسلمان نہیں ہے بالکل صحیح ہے مگر اُس کو کافر بمعنی مشرک کہنا یا موحد نہ کہنا اسلام کے اصول
کی رُو سے درست نہیں ؛

بلاشبہ تصدیق نبوت دوسرا رکن اسلام کا ہے۔ موحدین محض کے مخلد فی النار ہونے
یا نہونے پر قدیم سے علماء میں بحث چلی آتی ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ مخلد فی النار ہوں گے
کوئی کہتا ہے کہ بعد عذاب نجات پاویں گے۔ اس بحث کو اُلجھی عالموں کے لیئے چھوڑ دو

اور ہم کو اپنے حبیب کے اس قول پر رہنے دو کہ "علی رغم انف ابی ذر" ٭

وحدانیت و رسالت کی تصدیق کے بعد اور چیزیں بھی اسلام کے ساتھ ہیں جن کو خدا تعالےٰ نے فرض قرار دیا ہے۔ مثلاً نماز روزہ حج زکوٰۃ وغیرہ وغیرہ ٭

ان فرائض کے نہ ادا کرنے والے کو ہم گنہگار اور اُن کے منکر کی نسبت وہی کہیں گے جو رسالت کے منکر کی نسبت کہا ہے کہ وہ محمدی نہیں یا یہ کہ مرادف مسلمان نہیں اُس کے مخلد فی النار ہونے یا نہ ہونے کی نسبت وہی بحث پیش آجاتی ہے جو ابھی موحد محض کی نسبت میں نے بیان کی ٭

اے دوستو! یہ ایک بحث بہت بڑی اور نہایت نازک ہے جس کے بیان کے لئے ایک بہت بڑا وقت درکار ہے۔ اُس کو مختصر کر دینا ہی وقت کے لحاظ سے بہتر ہے۔ اسی طرح شرک کی بحث بھی جو اسلام کا پورا پورا دشمن ہے اور جس کے ساتھ اسلام جمع ہی نہیں ہو سکتا بہت بڑی ہے مگر میں اس وقت ایک شمہ اُس کا بیان کروں گا۔ جس طرح خدا کو اپنی ذات و صفات میں وحدت ہے اسی طرح رسول کو تبلیغ احکام یا احکام شریعت کے قرار دینے میں وحدت ہے اور کسی کو اُس میں شرکت نہیں پس جو شخص رسولؐ کے سوا کسی اور شخص کے احکام کو دین کی باتوں میں اس طرح پر واجب العمل سمجھتا ہے کہ اُس کے برخلاف کرنا گناہ ہے اور اُسی کی تابعداری کو باعث نجات یا ثواب سمجھتا ہے وہ بھی ایک قسم کا شرک کرتا ہے جس کو میں شرک فی النبوۃ سے تعبیر کرتا ہوں۔ خدا نے یہود و نصارا دونوں کو اسی بات پر ملزم ٹھیرا کر فرمایا "اتخذوا احبارھم ورھبانھم ارباباً من دون اللہ" پس اس طرح کی پیروی ارباباً من دون اللہ تک پہونچا دیتی ہے ٭

میری اس تقریر سے آپ یہ تصور نہ کریں کہ میں آئمہ مجتہدین کے برخلاف رائے رکھتا ہوں۔ نہیں۔ میں اُن کو اُمت کا سرتاج اور اُن کے اجتہادوں اور اختلافوں کو باعث رحمت سمجھتا ہوں۔ یہ بھی آپ خیال نہ کریں کہ میں اُن کے پیرو مقلدین کو برا کہتا ہوں یا تقلید کو بُرا جانتا ہوں۔ مگر اس قدر میں ضرور سمجھتا ہوں کہ مقلدین کے بعض افعال

اس حد تک پہونچ گئے ہیں کہ اُنھوں نے اپنی غلطی سے نہ اُن کی تقلید سے اُن کو ارباباً من دون اللہ تک پہونچا دیا ہے۔ جو لوگ کہ اس مسئلہ تقلید کے برخلاف ہیں اور عدم تقلید کے مسئلہ کی پیروی کرتے ہیں اور اُس کے اجرا میں کوشش کرنی چاہتے ہیں اُن کی بھی میں عزت کرتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ دونوں کا مقصود ایک ہے اور دونوں خدا و رسول کی خوشنودی چاہتے ہیں (چیرز) مگر افسوس ہے کہ ان دونوں فرقوں کے سبب سے باہم رنج و عداوت پیدا ہوئی ہے یہ شیطان کے وسوسے ہیں جو گروہ اسلام کو تفرق کرنے اور قوت کو ضعیف کرنے کی فکر میں ہے۔ حقیقت میں اسلام لا الہ الا اللہ و محمد رسول اللہ کہنا اور اُسپر دل سے یقین رکھنا اور سب کلمہ گوؤں کو بھائی سمجھنا ہی باہمی اختلاف سے اسلام کے مجمع کو متفرق کرنا اصول اسلام کے برخلاف ہے۔ اور اُس برکت کی ناشکری ہے جو خدا نے دی ہے اور جس کو "فالف بین قلوبھم" کے لفظوں سے تعبیر کیا ہے (چیرز) +

اب میں اُن اُمور کی نسبت کچھ تھوڑا سا بیان کرنا چاہتا ہوں جو تصدیق نبوت اور اُن مسائل اسلام سے متعلق ہیں جو ظاہر میں عقل و علم کے برخلاف پائے جاتے ہیں۔ اگرچہ اس کی تفصیل بیان کرنے کو بہت بڑا وقت چاہئے اور شاید برسوں گذر جاویں اور یہ بیان ختم نہ ہو تو بھی کچھ عجب نہیں۔ مگر بعض نوجوان انگریزی خوانوں یا اور لوگوں کے لئے جو اپنے خیال دوسری طرح پر کرنے چاہتے ہیں اس کا بیان کرنا گو مختصر ہی ہو بے موقع نہ ہوگا +

محمدی ہونے کے لئے یا مرادف معنی کے لحاظ سے اسلام کے دائرہ میں داخل ہونے کے واسطے توحید کے ساتھ رسالت یعنے نبوت کی تصدیق بھی واجب ہے اسلام کی نسبت نوجوان انگریزی خوانوں کو یا آزاد خیال والوں کو دو چیزیں ہیں جو شک میں ڈالتی ہیں ایک تصدیق نبوت دوسرے وہ مسائل جو اس زمانہ کی حکمت و فلسفہ یا عقل کے برخلاف یا بعید از عقل معلوم ہوتے ہیں۔ نبوت کی بحث فطرت کے اصول پر ایک طولانی بحث ہے اس وقت میں اُس کو نہ چھیڑوں گا۔ محمد رسول اللہ صلعم کی نبوت کی صداقت پر چند باتیں

بطور خطابیات کے جن کو دل قبول کرسکتا ہے بیان کروں گا۔ بڑے بڑے فلاسفر جو گذر گئے ہیں اور جو اب بھی موجود ہیں جنھوں نے علوم میں بہت بڑا درجہ حاصل کیا ہے اور عمدہ عمدہ کتابیں تصنیف کی ہیں وہ بھی اصل اسلام کی ہدایتوں کو اور اُن اصولوں کو جن پر اسلام مبنی ہے لاثانی تسلیم کرتے ہیں۔ اُن کو جاننے دو اور خود جانچ لو کہ اصل اسلام کے اصول فقہا کے اجتہادات اور پیچیدہ مسائل کو چھوڑ کر جو سیدھے سادھے اصول اسلام سے مناسبت نہیں رکھتے کیسے عمدہ و پختہ لاثانی ہیں جس نے تمام عمر فلسفہ و حکمت و علوم و طبعی اور انسان کے نیچر کی حقیقت کی تحقیق میں بسر کی ہو وہ بھی ایسے اصول قائم نہیں کرسکتا۔ پس اب کیا میرا یہ کہنا بیجا ہوگا کہ ایک ایسے شخص نے جو ریتیلے کنکریلے ملک میں پیدا ہوا اور جو چھوٹی عمر میں یتیم ہوگیا اور جس نے نہ کسی دارالعلوم میں تعلیم پائی نہ سقراط و بقراط اور افلاطون کے مسائل کو سنا نہ کسی استاد کے سامنے تعلیم کو بیٹھا نہ حکماء اور فلاسفروں اور پولیٹیکل و مارل سینیر کے عالموں کی صحبت اُٹھائی بلکہ چالیس برس اپنی زندگی کے نا تربیت یافتہ اور بد اخلاق اونٹ چرانے والوں میں بسر کئے چالیس برس تک سجز ایسی قوم کے جو بت پرستی اور باہمی جنگ جدال میں مبتلا تھے چوری و زناکاری پر عورت و مرد کو فخر تھا اور کسی کو نہیں دیکھا تھا۔ وہ دفعتاً اپنی تمام قوم کے برخلاف اُٹھا۔ چاروں طرف سے وہ بت پرستی میں گھرا ہوا تھا مگر اُس نے کہا تو یہ کہا کہ "لا الہ الا اللہ" اُس نے صرف یہ کہا ہی نہیں بلکہ تمام قوم سے بھی جو سینکڑوں برس سے لات و منات و عزیٰ کو پوجتی آئی تھی یہی کھوا دیا۔ اُن تمام بداخلاقیوں و امارل عادتوں کو تمام قوم سے مٹوا دیا۔ بتوں کو زمین پر گروایا۔ اُن کو تڑوایا۔ اور خدا کے نام اور خدا کی پرستش کو تمام عرب کے جزیرہ نما میں بلند کیا۔ وہ جزیرہ جو ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ کے بعد سے ہزاروں ناپاکیوں سے ناپاک ہوگیا تھا۔ پھر اُس کو اُس کی اصلی پاکی اور دین ابراہیمؑ کی بزرگی تک پہونچایا۔ چالیس برس کے بعد کس نے یہ نور اُس کے دل میں ڈالا جس نے نہ صرف جزیرہ عرب کو بلکہ تمام دنیا کو روشن کردیا (چیئرز) اُس نے لا الہ الا اللہ کی تعلیم کے بعد جو احکام دین کے اخلاق کے لوگوں کو بتائے کیا کوئی فلاسفر اس سے زیادہ کچھ بتا سکتا تھا جو اُس امی نے بتا دیئے (چیئرز) صرف

بتائے ہی نہیں بلکہ اپنے پاک دل اپنی پاک زبان کے اثر سے لوگوں کے دلوں میں بٹھلا دیئے (چیرز) یہ کام وہ تھا جو نہ کسی فلاسفر سے ہو سکتا تھا نہ کسی سلطان مقتدر سے۔ پھر کیا چیز اُس یتیم بچے میں تھی جس نے نہ جزیرہ عرب کو بلکہ تمام دنیا کو خدائی کا کرشمہ دکھلا دیا (چیرز) اے میرے دوستو! کوئی سخت سے سخت دہریہ اور لامذہب بھی اگر ایسے شخص کو معاذاللہ نبی نہ مانے گا تو اُس کو یہ ماننا تو ضرور پڑے گا کہ بعد خدا کے کوئی دوسرا شخص بزرگ ہے تو یہی ہے (چیرز) روحي فداک یارسول اللہ۔ پس جو کوئی شخص نبوت کی حقیقت کو سمجھ لیگا تو امکان سے خارج ہے کہ محمد رسول اللہ کی نبوت کی تصدیق نہ کرے۔ (چیرز) یہ مختصر الفاظ تصدیق نبوت کے ایسے شخص کے دل کی تشفی کے لئے جو کچھ بھی سمجھ بوجھ رکھتا ہے میں سمجھتا ہوں کہ بالکل کافی ہیں ÷

اب مسائل اسلام کی نسبت مجھ کو کچھ کہنا ہے۔ آپ سب صاحب بخوبی جانتے ہیں کہ اسلام کے مسائل دو قسم کے ہیں۔ ایک منصوص دوسرے اجتہادی جو علماء نے اپنی نیک دلی اور نیک نیتی سے قائم کئے ہیں۔ دوسری قسم کے مسائل جو اجتہادیات کہلاتے ہیں اگر اُنکا کوئی مسئلہ نیچر یا فطرت انسانی کے برخلاف ہو تو اُس سے اسلام پر کوئی حرف نہیں آتا کیونکہ فی الحقیقت وہ ایک ایسے انسان یا جماعت کا اجتہاد ہے جو سہو و خطا سے معصوم نہیں ہے ÷

خود آئمہ مجتہدین نے بھی اس بات کو تسلیم کر لیا ہے کہ "المجتہد قد یخطی وقد یصیب" اس سبب سے ہمکو علماء کے اجتہادی اور قیاسی مسائل پر بحث کرنی فضول ہے ممکن ہے کہ وہ صحیح ہوں اور ممکن ہے کہ غلط ہوں۔ ہم اسلام کے طرفدار ہیں نہ فلاں و بہماں کی رائے و اجتہاد کے۔ اگر اُن میں غلطی ہے تو اُس سے اسلام کو کچھ مضرت نہیں اگر وہ صحیح ہیں تو اسلام کو اُسپر فخر کرنے کی کچھ ضرورت نہیں۔ منصوص مسائل کو نیچر انسانی فطرت کے مناسب ثابت کرنے کو ہم موجود ہیں نہ کسی نقلی دلیل سے نہ اپنے ہاں کے عالموں کے قول سے نہ مجتہدوں کی براہین اجتہادیہ سے بلکہ نیچر سے۔ ہم اُن مسائل کو اُسی علم سے ثابت کرنے کو طیار ہیں جس علم کے پڑھنے سے اُن لوگوں کے دلوں میں شبہے پیدا ہوئے ہیں ÷

ہمارا دعوے لوگوں کے خیال میں کیسا ہی ہو اور گو بعض لوگ اُس کو ناممکن سمجھتے ہوں۔ مگر جو کچھ ہمارے دل میں ہے اور جسپر ہمکو یقین ہے اُس کو بآواز بلند ہم کہہ رہے ہیں۔ ہماری سمجھ میں کوئی مسئلہ ٹھیٹ اسلام کا یا جو کچھ قرآن مجید میں بیان کیا گیا ہے کسی قدیم یا جدید علم کے برخلاف نہیں ہے۔ نہ کوئی حکمت اُس کو توڑ سکتی ہے نہ کوئی فلسفہ (چیئرز) میں یقین کرتا ہوں کہ دنیا میں سوائے اسلام کے اور کوئی ایسا مذہب نہیں ہے جس کو پرانی اور حال کی تحقیقاتوں فلسفہ اور نیچرل فلاسفی سے مقابلہ کرو اور سب طرح ٹھیک اور مضبوط پاؤ۔ بات صرف اس قدر ہے کہ حقیقت کبھی تبدیل نہیں ہوتی۔ ہاں بلاشبہ جس وقت فلسفہ کا طرز بدل جاتا ہے مباحثہ کے اصول بدل جاتے ہیں اور نئی دلیلوں کی حاجت ہوتی ہے۔ یہی سبب ہے کہ اگلے زمانہ میں جو دلائل ہمارے قدمانے قائم کئے تھے وہ اس زمانہ میں بکار آمد نہیں رہے ہیں اور اس لئے ضرور ہے کہ نیا طریقہ بحث کا اختیار کیا جاوے قرآن مجید جو تیرہ سو برس سے معجزہ یقین کیا جاتا ہے میں بھی اُس کو معجزہ مانتا ہوں۔ مگر ہمارے قدمانے صرف ایک اوپری دلیل اُس کے معجزہ ہونے کی قرار دی تھی یعنی فصاحت اور کلام کی عمدگی اور وہ بھی اس وجہ سے کہ آج تک کسی بشر سے نہ کسی فصیح و بلیغ سے اُس کی ایک یا دس آیتوں کے برابر بھی ویسا فصیح کلام نہیں کہا گیا باوجودیکہ اُن سے بطور مقابلہ کے کہا گیا کہ اگر کہہ سکتے ہو تو کہہ لاؤ۔ بلاشبہ میں بھی قرآن مجید کو ایسا ہی فصیح و بلیغ تسلیم کرتا ہوں اور کیوں نہ تسلیم کروں جبکہ میں یقین کرتا ہوں کہ وہ خدا کا کلام اور وحی متلو ہے۔ اُس کے الفاظ وہی ہیں جو خدا کیطرف سے رسول کے دل میں ڈالے گئے تھے اور رسول کی زبان سے ہم لوگوں تک پہونچے۔ اور میں یہ بھی قبول کرتا ہوں کہ آج تک کسی بشر سے مثل اُس کے نہیں کہا گیا۔ مگر میں اس دلیل کو ایک خام دلیل سمجھتا ہوں اور جو الفاظ قرآن مجید میں اس امر کی نسبت آئے ہیں اُن کا یہ مطلب قرار نہیں دیتا ہوں۔ اور اگر یہ دلیل ایک دلیل ہونے کے رتبہ میں بھی ہو تو بھی ایسی نہیں ہے جو غیر معتقد لوگوں کے مقابلہ میں پیش کی جا سکتی ہو اور اُن کے دل کو تسلی دے سکتی ہو۔ میں ایک اور دلیل رکھتا ہوں جس کو میں اُس دلیل سے زیادہ مضبوط سمجھتا ہوں۔ وہ دلیل کیا ہے۔ وہ ہدایتیں انسان کے لئے ہیں جو قرآن مجید میں

بیان کی گئی ہیں۔ کوئی اور ہدایت اُس کے مثل بے شک نہیں ہو سکتی میں اُس کو بھی معجزہ بلکہ اصلی معجزہ قرآن مجید کا سمجھتا ہوں (چیرز) قرآن مجید اُس زمانہ میں نازل ہوا جو جاہلوں اور ناواقفوں اور ناتربیت یافتہ لوگوں کا زمانہ تھا وہ اُس زمانہ کے جاہل لوگوں کی ہدایت کے لئے بھی تھا اور اُن اعلےٰ درجہ کے تعلیم یافتہ لوگوں کے لئے بھی تھا جو اُس وقت کی دنیا میں تھے اور جو آئندہ دنیا میں ہونے والے تھے ضرور تھا کہ اُس کی ہدایتیں اس طرح پر بیان کیجاویں کہ اُس سے ایک صحرائی اونٹ چرانے والا بدو اور ایک اعلےٰ درجہ کا حکیم سقراط اور بقراط دونوں برابر فائدہ اُٹھاویں دونوں برابر ہدایت پاویں۔ قرآن مجید ہی صرف ایسا کلام ہے جس میں یہ صفت موجود ہے اور جس سے مختلف درجوں بلکہ متضاد حیثیتوں کے لوگوں کو یکساں ہدایت ہوتی ہے۔ ایک جاہل بدو یا ایک مقدس مولوی اُس کے لفظی معنوں سے جیسی ہدایت پاتا ہے ویسا ہی ایک فلاسفر اُنھی الفاظ کے مقصود سے ویسی ہی ہدایت پاتا ہے اور کسی لفظ کو نیچر یا فلسفہ سے برخلاف نہیں پاتا کسی زبان میں۔ فرنچ لیٹن عربی۔ فارسی۔ سنسکرت وغیرہ میں کوئی ایسی کتاب لکھ دو یا اگلے زمانہ کی لکھی ہوئی بتا دو جس میں اعلےٰ سے اعلےٰ مضامین فلسفہ اور حکمت بھرے ہوئے ہوں اور پھر نہایت دلکش اور سہل الفاظ میں اور پھر اُس سے جاہل اور عالم عامی اور فلسفی سب کو یکساں فائدہ حاصل ہوا ہو سب کے دلوں پر یکساں اثر ڈالے نہایت ناممکن ہے۔ مگر صرف قرآن مجید ہی ایسا ہے جس میں یہ تمام خوبیاں موجود ہیں اور یہی اُس کا اصلی اور سچا اور واقعی معجزہ ہے (چیرز) اُس کے مسائل جیسے اُس زمانہ میں سچے تھے جبکہ زمین ساکن مانی جاتی تھی ویسے ہی اب بھی سچے اور قابل تسکین ہیں۔ جبکہ سورج ساکن اور زمین گھومتی مانی جاتی ہے۔ یہودیوں کے پاس عیسائیوں کے پاس چینیوں کے پاس ہندوؤں کے پاس بھی کتابیں ہیں جن کو وہ مقدس سمجھتے ہیں مگر بتاؤ کہ کس میں یہ صفت موجود ہے جو میں نے بیان کی۔ توریت میں ہے کہ یوشع کے لئے سورج ٹھہر گیا۔ اگر ایسا ہوا ہوتا تو تمام عالم کب کا برباد ہو چکا ہوتا۔ مگر قرآن مجید ایسی باتوں کے وعظ کرنے سے پرہیز کرتا ہے اور اگر وہ کچھ نصیحت کرتا ہے تو یہ کرتا ہے کہ "لاتبدیل لخلق اللہ" میرا یقین ہے اور گو کہ وہ ایک پیشین گوئی ہونے کے

لحاظ سے قابل اعتراض ہو کہ اگر یہ حکمت و فلسفہ جو اس زمانہ میں سچی مانی جاتی ہے اگر آئندہ غلط ثابت ہو جیسے یونانی حکمت اب ثابت ہوئی ہے اور حکمت و فلسفہ کے بالکل نئے اصول سچے ثابت ہوں تو بھی میں دعوے کرتا ہوں کہ قرآن مجید ویسا ہی سچا ثابت ہوگا جیسا کہ اب سچا ہے اور غور کرنے کے بعد ثابت ہوگا کہ جو کچھ غلطی تھی وہ ہمارے علم کا نقصان تھا مگر قرآن ویسا ہی سچا تھا (چیئرز) ہمارے قدیم مفسروں نے قرآن مجید پر اسکو یونانی حکمت اور علم ہیئت سے مطابق کرنے پر بہت زور ڈالا ہے۔ مگر جو لوگ خدا کی ہدایت کی روشنی سے قرآن پر غور کرتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ جو کچھ اُس میں غلطی ہو وہ اُن کی غلطی تھی نہ قرآن مجید کی *

اے بھائیو اے میری دوستو! یہ ایک ایسا مشکل رستہ ہے جس پر چلنا دشواری سے خالی نہیں۔ مگر ضرور ہے کہ جو لوگ دین اسلام پر ہونے کا دعوے کرتے ہیں اُس پر غور کریں۔ جو کچھ میں کر رہا ہوں وہ واقع میں اُور لوگوں کا کام تھا نہ ایک جاہل آدمی کا جیسا کہ میں ہوں مگر ہمارے کسی نے نہ کیا تو میرے دل میں ایک تحریک پیدا ہوئی اور میں اُس پر آمادہ ہوا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ تحریک میرے دل میں خدا نے ڈالی ہے اگر میں بقدر اپنی طاقت کے اُس میں کوشش نہ کروں تو خدا کو کیا جواب دوں گا۔ مگر افسوس اس بات کا ہے کہ لوگوں نے میرے مطلب اور میرے مقصد کو نہیں سمجھا اور چھوٹے چھوٹے اختلاف پر جو درحقیقت بالکل نئے بھی نہیں ہیں مجھ سے مخالفتیں جھوٹے جھوٹے اتہام لگا کر کیں۔ مگر آپ پرانے حالات پر غور کریں اور اگلے علمائ کی کتابوں کو جن کا سب ادب کرتے ہیں بغور دیکھیں کہ اُن میں باہم ایسے اصول ہیں جو ایک طرف کفر اور دوسری طرف اسلام تک پہونچاتا ہے کس قدر اختلاف ہے۔ ایک فرقہ خدا کی رویت کا قائل ہے اور کہتا ہے کہ وہ منصوص ہے۔ اہل سنّت وجماعت ہی کا ایک فرقہ خدا کے ہاتھ پانوں آنکھ ناک کا قائل ہے اور اُس کے عرش پر متمکن ہونے کا یقین کرتا ہے اور اُس کو منصوص جانتا ہے۔ دوسرا گروہ اُس کے برخلاف ہے اور اُس کو کفر سمجھتا ہے جبکہ قدیم سے اصولی مسائل میں قدیم علمائ نے اس قدر اختلاف کیا ہے تو میرا کیا گناہ ہے۔ اگر میں اُن قدیم علماء کے مقرر کردہ مسائل سے اختلاف کروں وہ بھی آخر انسان تھے اور معصوم

اور محفوظ عن الخطا نہ تھے ۔

ہم بلا حجت اور غیر مشتبہ منصوص مسائل میں جیسے نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ ہیں۔ جو خدا تعالےٰ نے قرآن مجید میں فرض بتائے ہیں اُن کو میں بھی اُسی طرح فرض سمجھتا ہوں جیسے ایک جاہل مسلمان یقین کرتا ہے۔ لیکن جب اُن پر مخالف کا حملہ ہوتا ہے تو اُن کی لمیت اور اصلیت بتانی ضرور پڑتی ہے اگر یہ بحث پیش آئے کہ ہاتھ مُنہ دھونے کو یعنی وضو کو عبادت سے جس کا تعلق دل سے ہے کیا تعلق ہے۔ حدث کے بعد بے محل مُنہ میں کلی کرنے سے کیا تعلق ہے۔ نماز کو جو ایک روحانی فعل ہے اُٹھنے بیٹھنے سر نیچا اور سر نیں اُونچے کرنے سے کیا علاقہ ہے تو بمجبوری ہمکو اُس کی اصلیت اور نماز کے ارکان کی لمیت پر بحث کرنی ہوگی اور سمجھانا پڑے گا کہ وضو کیوں فرض کیا گیا ہے اور نماز کے ارکان کیوں قرار پائے ہیں اور اس کے بیان کے لئے منقولی سندیں کچھ کام نہیں آنے کیں کیونکہ مشکک فی المذہب یا غیر مذہب والا اُن کو نہ مانے گا بلکہ اُن کا بیان کرنا ایسی طرز پر لازم ہوگا جو عقل یا نیچر۔ انسان کی فطرت کے مطابق ہو تاکہ دوسرے کے دل کو تسکین ہو جاوے (چیئرز) کیا غیر لوگوں کو یہ کہنا کافی ہوگا کہ یوں ہی حکم ہے یوں ہی مانو ؟

اے میرے بھائیو! یقین جس کا دوسرا نام ایمان ہے صرف کسی شخص کے کہدینے سے نہیں ہوتا اگر میں آپ سے ایسی حالت میں کہ یہ نفیس ہال بلورین جہازوں کنولوں دیوار گیریوں سے روشن ہو رہا ہے یہ کہوں کہ اس میں بالکل اندھیرا ہے اور آپ مجھ کو اور میری بات کو قابل ادب اور لایق تسلیم سمجھ کر کہہ بھی دیں کہ ہاں اندھیرا ہے تو کیا اس کہدینے سے آپ کے دل میں یقین بھی ہو جاوے گا۔ ہاں اگر آپ عقلمند ہیں اور واقعی دل سے مجھ کو قابل ادب اور میری بات کو قابل یقین سمجھتے ہیں تو آپ ضرور خیال کریں گے اور سوچیں گے کہ اندھیرے کے لفظ سے کیا مراد ہے اور جب اُس کو آپ سمجھ جاویں گے تو اُس وقت آپ کے دل میں سچا یقین ہوگا (چیئرز) میرا یہی مطلب ہے اور میں اپنے بھائی مسلمانوں سے یہی چاہتا ہوں کہ قرآن مجید کو صرف زبان سے معجزہ نہ کہو بلکہ دل سے معجزہ جانو۔ اس لئے میں نے خیال کیا کہ اُن کے سامنے ایسی چیزیں پیش کی جاویں جن سے اُن کو اُس کے معجزہ ہونے کا اور کم سے کم اُس کے سچے ہونے کا یقین ہو جو کہ مجھ کو اُس پر ایسا ہی یقین تھا اس لئے میں نے بے دھڑک اور بغیر اس خیال کے کہ وہ لوگ

کے مخالف ہے یا موافق اور بغیر علمار زمانہ کے کفر کے فتووں کے ڈر کے دنیا کو دکھانا چاہا کہ قرآن مجید اور اسلام یکساں انسان کی فطرت کے مطابق ہے (چیئرز) میں اپنے مسلمان بھائیوں سے اُمید کرتا ہوں کہ اگر اُن سے ہو سکے جو کچھ میں نے کیا ہے اُس کی اصلاح کریں اور اگر مجھ سے کچھ غلطی ہوئی ہے تو معاف فرما دیں نہ یہ کہ مجھ کو ایک فرقہ کا موجد یا ایک نئے مذہب کا قرار دینے والا قرار دیں میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ جو مسائل اسلام کے محقق ہیں جہاں تک مجھ سے ممکن ہے میں اُن کی تصدیق کرتا ہوں۔ کیا تم کہہ سکتے ہو کہ یہ کوئی جدید مذہب ہے؟ میرا عقیدہ ہے کہ مذہب اسلام ایک مکمل اور آخری مذہب ہے۔ مجھ کو خدا کے اس قول پر یقین کامل ہے کہ "الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتي ورضیت لکم الاسلام دینا" مگر جب مفسرین خدا اُن پر رحمت کرے اس تکمیل کے یہ معنی بتائیں کہ خدا نے فلاں جانور کو حلال اور فلاں جانور کو حرام بتا کر دین کو کامل کر دیا ہے تو میں اُن سے مخالفت کرتا ہوں گو کہ وہ فخر الدین رازی ہوں یا ملا علی نیشاپوری یا اُن سے بڑھ کر اور کوئی اور اُن بزرگوں کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ جناب اگر یہی معنے تکمیل دین کے ہیں تو سلام۔ میں کہتا ہوں کہ یہ تفسیر غلط ہے۔ دین اسلام خدا کی توحید کے کامل طور پر بتانے سے اُس کے ہر ایک فروع و اصول کو روشن کر دینے سے مکمل ہوا ہے اور یہی تکمیل دین کی ہے اور اسی تکمیل کے سبب وہ آخری دین ہے اور اسی تکمیل کے سبب قیامت تک بلکہ قیامت کے بعد بھی بغیر تبدیل کے قائم رہے گا (چیئرز) +

اب میں اُن بعض احکام کی نسبت کچھ کہنا چاہتا ہوں جو قرآن مجید میں مذکور ہیں۔ مثلاً "نماز" میں سمجھتا ہوں کہ انسان میں جو فطرت خدا نے رکھی ہے اُسی کے لحاظ سے نماز کو فرض کیا ہے۔ جس سے یہ مراد ہے کہ معبود کی یاد دل میں رہے اور انسان اُس کو بھول نہ جاوے اپنا دلی نیاز اور تذلل اُس کے سامنے ادا کرتا رہے۔ یہی اصلی جزو نماز کا ہے جو خدا نے فرض کیا ہے۔ مگر اس لئے کہ یہ فرض کیونکر ادا ہو اُس کے لئے ارکان مقرر کئے ہیں جو حقیقت میں اُس کے اصلی جزو نہیں ہیں بلکہ اس کے محافظ ہیں اور محافظ ہونے کی حیثیت سے اصلی جزو سے جدا نہیں ہو سکتے اور اس لئے اصلی جزو میں داخل ہو گئے ہیں اور بطور اصلی جزو کے واجب الادا ہو گئے ہیں۔ اُس کی تمیز اس صورت میں بخوبی ہو سکتی جب انسان پر سے اُن ارکان کا ادا کرنا جو بطور محافظ اصلی رکن کے تھے ساقط

ساقط ہوجاتا ہے۔ عذر کی حالت میں وضو کی فرضیت نماز میں قیام و قعود و سجدہ کی فرضیت
ہے کہ قرأت کی فرضیت بھی ساقط ہوجاتی ہے مگر توجہ الی اللہ اور اُس دلی نیاز و تذلل کا ادا
جو اصلی رکن نماز کا تھا جب تک کہ انسان کو ہوش ہے اور اُس کا سانس چلتا ہے ساقط نہیں
ہوتا۔ پس صاف روشن ہے، کہ جو رکن ساقط ہوتے گئے وہ دراصل اصلی نہ تھے وہی رکن اصلی تھا
جو کسی وقت جب تک کہ انسان انسان ہے ساقط نہیں ہوا (چیئرز) اب کون کہہ سکتا ہے کہ یہ طریقہ
نماز کا خلاف نیچر یا انسانی فطرت کے برخلاف ہے (چیئرز)

ہاں یہ بحث باقی رہتی ہے کہ نماز میں یہ ارکان کیوں مقرر کئے گئے اور ان ارکان مقررہ کو
فطرت انسانی سے کیا مناسبت ہے۔ مگر میں کہوں گا کہ ہاں فطرت انسانی سے مناسبت ہے مگر میں
اسوقت دوسرے فلسفیانہ طریقہ سے اسکا جواب دوں گا۔ اگر ہم کوئی دوسرے ارکان اس فرض کے
ادا کرنے کے لئے مقرر کریں تو جو سوال ان مقررہ ارکان کے مقرر کرنے پر وارد ہوتا ہے وہی
سوال اُن ارکان کے مقرر کرنے پر وارد ہوگا اور علے ہذا القیاس الی غیر النہایۃ پس ایسا سوال
کرنا جو عامۃ الورود ہو ذی روح عقل انسان کا کام نہیں ہے +

البتہ یہ بات پیش کرنی چاہیئے کہ اُن سے عمدہ دوسرے رکن مقرر ہوسکتے تھے مگر میں یقین کرتا
ہوں کہ کوئی شخص ان ارکان سے بہتر جس میں تمام اعضائے اندرونی و بیرونی تمام قوائے
ظاہری و باطنی تمام طریقہ ادب و تذلل جسمانی و روحانی ادا ہوتے ہیں اور جو انسان پر بمقتضائے
فطرت انسانی مؤثر ہوتے ہیں اور کوئی ارکان نہیں بتلا سکتا +

(چیئرز)

میں نے مختصر طور پر اپنے تمام خیالات جو مذہب اسلام کی نسبت ہیں آپ کے سامنے ظاہر
کئے ہیں اور یہ بات بھی بتائی ہے کہ جو جدید طرز تائید مذہب اسلام کی اور مباحثہ کی میں نے اختیار کی
ہے اُسکا کیا سبب ہے اور اس بات کو بھی جتایا ہے کہ مجھ کو علماء متقدمین سے اختلاف کرنے کی
کیا ضرورت پیش آئی ہے۔ اس بات کے بیان کرنے کو کہ خود علماء متقدمین آپس میں کن کن
باتوں میں مختلف ہیں اور میں نے کن کن امور میں علماء متقدمین سے اختلاف کیا ہے اور اُن میں سے
کتنی باتیں ایسی ہیں جن میں بعض متقدمین علماء نے بھی وہی مسلک اختیار کیا ہے جو میرا ہے اور

کتنے ایسے ہیں جن میں میں منفرد ہوں اور کل علماء متقدمین کے برخلاف ہیں۔ ایک بہت بڑی فرصت چاہیئے۔ مگر جس قدر کہ میں نے اس وقت بیان کیا اُس کے بعد اس بات کا تصفیہ کہ جو کچھ میں نے کیا ہے آیا وہ اسلام کی تائید ہے یا نہیں۔ آپ صاحبوں کے اوپر چھوڑتا ہوں +

اب میں اخیر میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جو تائید اسلام کی میں نے اپنی دانست میں اختیار کی ہے وہ اس وجہ سے نہیں کی کہ میں مسلمان ہوں اور مسلمان کے گھر میں پیدا ہوا ہوں اور خواہ نخواہ مجھ کو اسلام کی تائید کرنی چاہیئے۔ میں اس بات کو اچھا نہیں سمجھتا۔ جو شخص جس مذہب میں پیدا ہے خاموشی سے اُس میں چلے جانا دوسری بات ہے اور اُس کی تائید پر مستعد ہونا دوسری بات ہے۔ پچھلی بات اُس شخص کو زیبا نہیں ہے جس نے خود پورا یقین اسپر نہ کر لیا ہو۔ میں نے خالی الذہن ہو کر اسلام پر بہت کچھ غور کی ہے اور نہایت غور و فکر کے بعد میرے دل میں اس بات کا یقین ہوا ہے کہ دنیا میں کوئی مذہب سچا ہے تو وہ اسلام ہی ہے اور میں اس دلی یقین پر اس کی تائید کرتا ہوں نہ اس وجہ سے کہ میں مسلمان کے گھر میں پیدا ہوں اور مسلمان ہوں (چیئرز بہت زور سے) +

۲۲

لکچر جو ۴ فروری ۱۸۸۴ء کو مقام جالندہر میں دیا +

جناب سردار صاحب و دیگر بزرگان -

آج مجھ کو نہایت خوشی ہے کہ دوسری مرتبہ آپ صاحبوں کی خدمت میں حاضر ہونے کا مجھ کو اتفاق ہوا ہے - پہلی دفعہ اور نیز اس دفعہ جالندہر کے بزرگوں نے جو کچھ عنایت و شفقت میرے حال پر فرمائی ہے اُس کا میں دلی شکریہ ادا کرتا ہوں - اگلی دفعہ جب میں یہاں آیا تو ایک مضمون خاص پر بشمول دیگر مضامین کے لکچر دینا قرار پایا تھا لیکن وہ مُلتوی ہوگیا اب اُنھی مضمونوں کو پھر اختیار کرنا اور اُنھی کے بیان پر پھر متوجہ ہونا میں غیر ضروری سمجھتا ہوں - میرا ارادہ ہے کہ جو کچھ ہندوستانیوں کے لئے زیادہ ضروری اور زیادہ تر مفید اور کارآمد ہے اور جس پر ہندوستانیوں کو زیادہ غور کرنا اور دل سے متوجّہ ہونا درکار ہے اور جو درحقیقت ملک کے لئے سب سے زیادہ فائدہ مند ہے اُسی کے متعلق کچھ بیان کروں - جس چیز پر میں نے اسقدر زور دیا ہے وہ چیز تعلیم ہے اور اُسی کے ساتھ تربیت اگرچہ مجھے بہت خوشی ہے کہ دس برس کے بعد جو میں اِس مرتبہ پنجاب میں آیا اور مختلف اضلاع کے لوگوں سے ملا تو مجھ کو معلوم ہوا کہ اس خطّہ نے ہر ایک امر میں بہت کچھ ترقی کی ہے میں اس ترقی پر رُوساء پنجاب کو مُبارکباد دیتا ہوں اگر کوئی شخص اپنی آنکھ سے نہ دیکھے تو اُسکو اس بات پر مشکل سے یقین ہوگا کہ اس تھوڑے سے زمانہ میں اس ملک میں اس قدر ترقی ہوگئی ہے - تعلیم کی نسبت بھی یہاں کچھ کم ترقی نہیں ہوئی اضلاع شمال و مغرب میں جہاں اسّی برس سے گورنمنٹ کی عملداری ہے اگر پنجاب سے مقابلہ کیا جائے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اُس ملک میں ترقی کی چال کسقدر آہستہ اور پنجاب میں کس قدر تیزی پر ہے اور پنجاب کس طرح اُن اضلاع پر غالب ہوگیا ہے - لیکن میں یہ نہیں کہتا کہ پنجاب کو اب کچھ کرنا باقی نہیں ہے بلکہ ابھی اُس کو بہت کچھ کرنا ہے - پنجاب کو ایک یونیورسٹی بھی مل گئی ہے جس کے اصول پر لوگوں کی رائیں میں بہت کچھ اختلاف ہوا تھا اور اُس کے تقرر کے وقت بہت سے جھگڑے بھی پڑے تھے - یہ

مخالفت عجب طرح کی تھی - جو لوگ اُس کے مخالف تھے وہ بھی مُلک اور قوم کے خیر خواہ تھے اور جو لوگ کہ اُس کے طرفدار اور قائم کرنے والے تھے وہ بھی اپنی دانست میں ملک اور ملک کے لوگوں کی بہتری چاہتے تھے - کوئی شک نہیں ہے کہ ابتدا میں اُس کی بنا کے طریقہ نے ایک نامناسب صورت پکڑی تھی مگر حال کے جناب نواب لفٹنٹ گورنر بہادر نے اُس میں کچھ اصلاح کی اور اُس کی صورت کو سنوارا - اب پنجاب یونی ورسٹی ایک ایسے درخت کی مانند ہو گئی ہے جس میں دو قسم کے پھل لگتے ہیں ایک میٹھا اور دوسرا پھیکا - یا دو پھول کھلتے ہیں ایک خوشنما اور خوشبودار اور دوسرا بغیر خوشبو کا - اب یہ بات کہ کس پھل اور کس پھول سے عمدہ نتیجہ ملک کی ترقی کا اور ملک میں اعلےٰ درجہ کی تعلیم کے پھیلنے کا حاصل ہوگا غور طلب باقی ہے - اب پنجاب کے لوگوں کے اختیار میں ہے کہ اُس پر غور کریں اور جس کو پسند کریں اختیار کریں - اے حضرات میں بھی ہندوستان ہی کا رہنے والا ہوں میرے باپ دادا نے مشرقی ہی علوم میں تعلیم پائی تھی - اُسی سے فائدے اُٹھائے تھے میرے ہندو بھائیوں نے بھی اپنے ہی علوم میں بڑی ترقی کی تھی اُن کی مقدس زبان سنسکرت میں بہت سے علوم موجود ہیں جن پر اُن کو فخر کرنے کا مقام ہے کہ اُن کے باپ دادا نے ایسے علوم جاری کئے تھے اور اُن میں ایسی عمدہ عمدہ کتابیں لکھی تھیں اور وہ سب مشرقی ہی علوم تھے - جو مناسبت مجھ کو مشرقی علوم سے بوجہ ہندوستان کے باشندہ ہونے یا باپ دادا کے موروثی علوم ہونے کے سبب سے ہے میرے دل میں اسی بات کو آنا چاہئے تھا کہ وُہی علوم قابل ادب ہیں اور اُنھی علوم کو از سر نو زندہ کرنا یا ترقی دینا چاہئے مگر زمانہ کی چال نے مجھ کو یہ سکھایا ہے اور اُس پر مجبور اور مضبوط کر دیا ہے کہ میں یہ کہوں کہ ہمارے نوجوان طالب علم اور پیارے بچے انگلش لٹریچر اور یورپین سیئنس سیکھیں ؛

اے دوستو - ایک زمانہ تھا کہ ہمارے باپ دادا اپنے حاصل کئے ہوئے علوم پر فخر کرتے تھے - ہندو صاحبوں کے باپ دادا کا بھی ایسا ہی حال تھا - وہ فخر بے شک ہمیشہ رہیگا اور اُن بزرگوں کے نام عزت سے لئے جائیں گے مگر اس زمانہ میں یہ چیز قابل دیکھنے کے ہے کہ کون سی چیز اب ہمکو اور ہمارے ملک کو مفید ہے - کون سے علوم ہمکو مہذب بنا دینگے

اور کس زبان کا سیکھنا ہماری شائستگی کو ثابت کرے گا اور دنیا میں ہم کو بکار آمد بنا وے گا
میں اس بات کے کہنے پر مجبور ہوں کہ وہ انگلش لٹریچر اور سینس ہے۔ جس زمانہ میں مشرقی علوم
ہمارنے اور تمہارے باپ دادا نے حاصل کئے تھے اُسکو ہزاروں برس ہو گئے۔ جو علوم سابق
میں جاری اور ایجاد ہوئے تھے اُن میں بعض علوم تو بلاشبہ اب تک سچے ثابت ہوئے ہیں مگر
اُن میں بھی بہت کچھ ترقی ہو گئی ہے اور بہت سے علوم اب ایسے ایجاد ہوئے ہیں جن کو ہمارے
تمہارے باپ دادا نہ جانتے تھے اور وہ اس زمانہ کے لئے مفید اور کار آمد ہیں اگر ہم اُسی
پرانی لکیر کو پیٹے رہیں تو گویا ہم موجودہ زمانہ سے سینکڑوں برس پیچھے ہٹتے ہیں حالانکہ ہم کو آگے
بڑھنا چاہیئے (چیئرز) میں کہتا ہوں کہ پنجاب کے لوگوں کا یہ خیال ہے کہ وہ اُن جدید علوم کو
اپنی زبان کے ترجموں سے حاصل کر لیں گے اور یہی بنا مشرقی زبان کی یونیورسٹی قائم
کرنے کی ہوئی مگر میں آپ کو بتاتا ہوں کہ میں پہلا شخص ہوں جس کے خیال میں بیس بائیس برس
قبل یہی بات آئی تھی۔ میں نے صرف اُس کو خیال ہی نہیں کیا تھا بلکہ کر کے دکھایا اور آزمایا تجربہ
کیا سین ٹیفک سوسائٹی قائم کی جو اب تک زندہ ہے اُس میں یہی کام شروع کیا تھا
تاکہ علوم اور فنون کی کتابیں اپنی زبان میں ترجمہ ہو کر قوم کی تعلیم کے لئے شائع کی جائیں مگر بعد
تجربہ کے معلوم ہوا کہ ان جدید علوم کا ترجمہ کر کے اپنی قوم کو سکھلانا ناممکن ہے۔ میں اس کا
مخالف نہیں ہوں کہ بذریعہ ترجمہ کے وہ علوم ہماری زبان میں نہ لائے جاویں۔ مجھ کو جس قدر
مخالفت ہے وہ اس بات سے ہے کہ ہمارے ملک کی تعلیم اور خصوصاً اعلےٰ درجہ کی تعلیم اُنہی پر
منحصر رکھی جاوے یا وہی کافی متصور ہوں اور انگریزی زبان میں تعلیم کی ضرورت نہ ہو۔ جن لوگوں نے
ترجمہ کا کام کیا ہے وہ جان سکتے ہیں کہ غیر زبان کی اصطلاحوں کو اپنی زبان میں لانے کے واسطے
کس قدر دقتیں پیش آتی ہیں۔ پھر اس کے سوا یہ کیسی دقت ہے کہ جب تک کسی ایک عالم کی کتاب کا
ترجمہ ہو کر شائع ہونے کا وقت آئے تب تک اُس علم میں بہت سی اصلاح اور بہت کچھ ترقی
ہو جاتی ہے۔ ہاں یا اُس وقت ہو سکتا تھا کہ جب علم محدود ہو گئے ہوتے اور ہماری زبان حکمران
زبان ہوتی ہمارا یہ حال نہیں ہے ہماری حکمران زبان انگریزی ہے ہم کیسی ہی کوشش کریں
ناممکن ہے کہ ہماری زبان میں علوم پھیل سکیں۔ یورپ میں بھی غیر قوم کے علوم کی کتابوں کے

اپنی زبان میں ترجمہ کرنے کا کام ہوا ہے اور ہوتا ہے باوجودیکہ اُنھوں نے ترجموں میں اصطلاحیں قرار دینے کو مجلسیں مقرر کیں اور بڑے بڑے عالموں نے اُس پر توجہ کی پھر بھی اصطلاحات کے مقرر کرنے میں غلطیاں نکلتی ہیں اور ثابت ہوتا ہے کہ اُن سے چارہ نہیں معہذا وہ ترجمے اس لئے نہیں ہوئے اور نہ اس لئے ہوتے ہیں کہ وہ ترجمے یورپ کے لئے علوم کے سرمایہ ہوں گے بلکہ وہ صرف اس بات کے جاننے کے لئے ہوتے ہیں کہ اور قوموں کے کیا خیالات تھے ہمارے مسلمان بھائی اس بات پر زور دیتے ہیں کہ خلفاء عباسیہ کے وقت میں یونانی علوم اپنی زبان میں ترجمہ کرکے شایع کیئے گئے تھے اور ملک و قوم کے لیئے مفید ہوئے۔ مگر اس میں دو غلطیاں ہیں ایک تو میں ابھی بیان کرچکا ہوں کہ ترجموں کے ذریعہ سے علوم پھیلنے کے لئے ترجموں کی زبان وہی حکمران زبان ملک کی ہوتی چاہیئے۔ خلفاء عباسیہ کے وقت میں وہی زبان ملک کی حکمران زبان تھی لوگوں کو دوسری زبان سیکھنے کی حاجت نہ پڑتی تھی اور اُسی زبان میں علوم پھیلتے تھے۔ اس کے سوا دوسری بات یہ ہے کہ اُن کو یونان کی چند اور محدود کتابیں ملی تھیں اُس زمانہ میں یونان کے علوم ترقی کرکے رُک گئے تھے اُن میں روز روز نئی اصلاحیں نہ ہوتی تھیں اُس وقت میں اُن ترجموں سے کام نکل سکتا تھا۔ اس زمانہ میں یورپ کے جدید علوم نے ایک جگہ قرار نہیں پایا ترقی موقوف نہیں ہوئی۔ خدا کرے کہ اس کی ترقی موقوف بھی نہ ہو۔ اس زمانہ میں کوئی مہینہ کوئی ہفتہ نہیں جاتا کہ علوم میں کوئی نہ کوئی نئی بات پیدا نہ ہو طلبار کو روز بروز اُس کو دیکھنا اور اُس سے واقف ہونا چاہیئے۔ کیا یہ بات کسی طرح ممکن ہے کہ جو دریا روز بروز موج مارتا ہوا بڑھتا آتا ہو اور اُس کو ایک کوزہ میں بند کرلیں کالج کے طالب علم بخوبی جانتے ہیں کہ دس برس اُس طرف جو کتابیں ٹیکسٹ بک تھیں اب وہ ردّی ہیں اگر میری یاد میں غلطی نہ ہو تو تھوڑے دن ہوئے کہ لارڈ ڈفرن نے قاہرہ ملک مصر میں تعلیم پر ایک لکچر دیا تھا۔ مصر کی حکمران زبان عربی ہے وہاں علوم کی کتابوں کا ترجمہ عربی زبان میں کیا جاتا ہے فرانس اور جرمن میں جاکر لاکھوں روپیہ خرچ کرکے وہاں کے علوم اپنی زبان میں ترجمہ کرتے ہیں۔ اور وہی کتابیں وہاں شایع ہوتی ہیں۔ لارڈ ڈفرن نے لوگوں کو یہ بات دکھائی کہ بہت سی کتابیں جو ابھی چھاپہ خانہ سے نکلنے بھی نہیں پائی تھیں وہ ردّی ہوگئیں۔ علوم کا ایک حد تک رکھنا

اور چیز ہے اور ترقی دینا اور چیز ہے میں سمجھتا ہوں کہ ہلوگ کیا اگر گورنمنٹ بھی بہت بڑا حصہ خرچ کا دے تب بھی اُن تمام علوم کا جو شایع ہوتے جاتے ہیں ان کا ترجمہ اور ہم کو اُن سے فائدہ پہونچانا ممکن ہے ادنےٰ ترین تعلیم کے لئے وہ ترجمے مفید ہو سکتے ہیں۔ اعلےٰ درجہ کی تعلیم کے لئے جو یونی ورسٹی کی تعلیم کہلاتی ہے صرف نامفید ہی نہیں ہے بلکہ ملک و قوم کے لئے نہایت مضر ہیں۔ ہم کو یہ دیکھنا چاہئے کہ آگے بڑھیں یا پیچھے ہٹیں۔ ترجموں کے پیچھے پڑا رہنا میری دانست میں پیچھے ہٹنا ہے۔ بعض مسلمان مجھ سے کہتے ہیں کہ انگریزی پڑھنے سے اور علوم جدیدہ کے سیکھنے سے عقائد اسلام میں سستی آجاتی ہے۔ بہت سے خطوط بھی میرے پاس اس مضمون کے آئے ہیں۔ مگر میں نہیں جانتا کہ یہ گفتگو کس بنیاد پر ہے۔ میرے خیال میں تو یہ مباحثہ نئی بات نہیں ہے۔ خلفاء عباسیہ کے وقت میں بھی علمائے جو سادہ مزاج تھے اور جن میں دُور اندیشی کا مادہ نہ تھا ایسے ہی فتوے دیئے تھے کہ فلسفہ اور لاجک کا پڑھنا ممنوع ہے اور پڑھنے والا گنہگار۔ مگر مسلمانوں کے مشہور اور مقدس عالموں میں کوئی ایسا نہ نکلیگا جس نے فلسفہ اور منطق نہ پڑھا ہو۔ اگر کسی نے ایسا نہیں کیا تو وہ اُس درجہ کو نہیں حاصل کر سکتا تھا جو عالموں کا درجہ کہلاتا ہے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ کوئی وجہ نہیں ہے کہ انگریزی پڑھنے سے مذہب میں نقصان آتا ہو۔ ایک زحمت کا زمانہ ہندوستان پر اور گذرا ہے میری سمجھ میں کم لوگ موجود ہوں گے جنھوں نے اُس کو دیکھا ہوگا اور اس جلسہ میں یقیناً بہت کم ہوں گے جو اس سے واقف ہوں گے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ جب لارڈ میکالی پریسیڈنٹ ایجوکیشنل بورڈ کے تھے اُس وقت اس کی تکرار اور بحث تھی کہ ہندوستانیوں کو آیا انگریزی علوم اور فنون سکھائے جاویں یا اُن کو اُنھی مشرقی علوم میں مبتلا رکھیں جن میں وہ ابتدائے عملداری انگریزی سے ۱۸۳۰ء یا ۱۸۳۲ء تک مبتلا تھے۔ یہ تکرار علوم انگریزی کے مفید یا غیر مفید ہونے پر نہ تھی بلکہ اس بات پر تھی کہ خدا نے جن بندوں کو ہمارے قبضہ میں دیا ہے اُن کو اپنے فائدہ کی نظر سے اندھیرے میں رکھنا بہتر ہے یا خدا کا۔ ملک کا۔ انسانیت کا فرض ادا کرنے کے خیال سے اُن کو روشنی میں لانا فرض ہے۔ یہ بحث نہ صرف ہندوستان میں تھی۔ بلکہ اس بحث سے پارلیمنٹ کے کمرے انگلستان میں بھی گونج رہے تھے۔ وہ شخص جو اپنی نیک نامی

خدا کے بندوں پر نیکی کرنا چاہتا تھا۔ اس امر میں گورنمنٹ سے مخالف تھا مگر بڑی بحث کے
بعد وہ نیک بندہ خدا کے نیک بندوں پر شفقت کرنے والا یعنے لارڈ میکالی جیت گیا میری
دانست میں کوئی گورنر جنرل کوئی وایسرائے کوئی ملک کا خیر خواہ ایسا نہیں گذرا جس نے لارڈ
میکالی سے زیادہ ہندوستان پر اور ہندوستانیوں پر احسان کیا ہو جس نے اس طرح کے استقلال
اور ملک کی خیر خواہی زور قلم اور سچی رائے سے ثابت کر کے یہ طے کرا دیا کہ انگریزی زبان اور یورپین
سینر کی ہندوستانیوں کو اعلےٰ درجہ کی تعلیم ہو۔ میں پنجاب کے لوگوں سے کہتا ہوں کہ اُس کے
احسان کو یاد رکھیں اور سوچیں کہ اُس نے کیسی مفید چیز ہم کو دلا دی تھی اور لوگوں کو خود دیکھنا
چاہئے کہ اُن کو کیا چیز مفید اور کیا مضر ہے ابھی دو دن کا عرصہ ہوا کہ میں ایک ایوننگ پارٹی
میں شریک تھا جو براہ مہربانی مجھے دی گئی تھی اُس میں میں بہت سے بی اے خوانوں سے ملا
جنھوں نے یورپین سینر اور لٹریچر میں ڈگری حاصل کی ہے اور ایسے بزرگوں سے بھی مشرف ہوا
جنھوں نے مشرقی علوم اور اوریینٹل زبانوں کے ذریعہ سے ڈگری پائی ہے میں ان
پچھلے عالموں کو غور سے دیکھتا تھا کہ وہ مشرقی علوم اور مشرقی زبانوں کے عالم اس زمانہ میں
کس کام کے ہوں گے اور ملک کو اُن سے کیا فائدہ ہوگا مانا کہ وہ علم کے خزانے رکھتے ہوں
مگر وہ خزانے ہمارے کس کام آویں گے جبکہ ہماری حکمران زبان وہ زبان نہیں ہے اُن کی
مثال ایسی ہی ہے جیسے کہ ایک پتلہ کے پیٹ میں بہت سی کتابیں بھر دی جاویں۔ (چیئرز)
پنجاب یونی ورسٹی کا مسودہ قانون جب پیش ہوا تھا تب میں بھی کونسل میں تھا میرے دل پر
اس کا بہت اثر ہوتا تھا کہ اگر یہ مسودہ اُسی حیثیت پر پاس ہو گیا تو پنجاب کی قسمت ڈوب جاوے گی
مگر مبارک ہو سر چارلس ایچیسن کو جنھوں نے کسی قدر تکمیل اور اصلاح کے بعد اُس کو پاس کرایا
اب پنجاب کا ڈوبنا یا تیرنا اُس کے باشندوں کی رائے پر منحصر ہے ہمکو گورنمنٹ کی پالیسی سے آنکھ
بند کر لینی چاہئے۔ مگر ہم کو وہی طریقہ اختیار کرنا چاہئے جو ہمارے ملک اور قوم کے لئے بہتری
کا باعث ہو مگر گورنمنٹ کا مشکور ہونا چاہئے جس نے ہم کو آزادی دی ہے ہمارے واسطے
ایسا امن قائم کیا ہے جو ہم ہندو اور مسلمانوں کو کبھی پہلے حاصل نہ تھا۔ ہمکو گورنمنٹ کا خیر خواہ
رہنا چاہئے۔ وفاداری اور فرمانبرداری میں دریغ نہ کرنا چاہئے جو بحیثیت ایک لائل سبجکٹ ہونے کے

ہمارا فرض ہے۔ مگر جو چیز ہمارے ملک اور قوم کے لئے مفید ہے اور جس کے اختیار کرنے میں گورنمنٹ ہماری مزاحم بھی نہیں ہے خود سوچکر ہم کو اختیار کرنی چاہیئے۔ ہمکو گورنمنٹ کی پالیسی کا شکر گزار ہونا چاہیئے جس نے براہ مہربانی ہمارے لئے تعلیم کا بڑا بوجھ اس طرح سے اپنے اوپر اوٹھالیا ہے جس کی نظیر دنیا میں نظر نہیں آتی۔ گورنمنٹ ہمارے لئے اس سے زیادہ اور کچھ کرنہیں سکتی۔ ہندوستان جیسے ملک میں جہاں مختلف قوم مختلف حاجتوں۔ مختلف عقاید مختلف مقاصد اور اغراض کے لوگ ہوں بجز نکیساں طریقہ تعلیم جاری کرنے کے اور کچھ نہیں کر سکتی۔ اور یہی امر اُس کا بڑی تعریف کے لایق ہے مگر یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ہندوستان جیسے ملک کے لوگ گورنمنٹ کی اس پالیسی سے اپنے اپنے مقاصد اور اغراض کے لائق فائدہ نہیں اُٹھا سکتے۔ فرض کیجئے کہ گورنمنٹ کی عام پالیسی ہے کہ وہ تعلیم مذہبی سے بالکل علیحدہ رہے یہ پالیسی اُس کی تمام قوموں میں لائق تعریف اور تمام دنیا اُس کی ثنا خواں ہے (چیئرز) مگر اس ملک میں بہت لوگ ہیں جو مذہبی تعلیم بھی چاہتے ہیں۔ اس میں خواہ ہندو ہوں خواہ مسلمان۔ یہ لوگ کیونکر گورنمنٹ پر ایسی تعلیم کا بھروسا رکھ سکتے ہیں اُن کو تو ضرور اپنی تعلیم اپنے ہاتھ میں لینی چاہیئے اے دوستو۔ ہندوستان جو مدت سے علم اور سویلیزیشن میں مشہور چلا آتا ہے اور یہ شہرت اُس کی اُس وقت سے تھی جبکہ دوسری قومیں وحشی اور جانور کے موافق تھیں۔ کیا اُن کو غیرت نہیں آتی کہ اپنے بچوں کی تعلیم کے لئے جو بنیاد تہذیب کی ہے گورنمنٹ کا مُنہ دیکھے اور مشنری اسکولوں کی طرف تکے جن کے بانیوں نے اپنے خیال کے موافق انسانی ہمدردی سے جو کچھ کیا ہو اُس کو غنیمت سمجھے اور اپنی اولاد کو اُس مہربانی اور خیرات کی تعلیم پر چھوڑ دے تم کو غیرت نہیں آتی۔ کیا تمہاری مجموعی قوت۔ تمہاری ہمت۔ تمہاری دولت اس قدر بھی نہیں ہے کہ تم اپنے بچوں کو تعلیم دے سکو۔ مذہبی انگریزی دنیوی تعلیم کے تم مختار بنو اور جس طرح پر چاہو اپنی اولاد کو تعلیم دو۔ کئی روز ہوئے جبکہ میں امرت سر میں تھا مجھ کو خبر ملی کہ ایک زنانہ اسکول الگنڈر یا وہاں قائم ہوا ہے۔ ریورنڈ کلارک صاحب نے براہ مہربانی میری خواہش کے بموجب وہ اسکول مجھ کو دکھایا میں بیان نہیں کر سکتا جس قدر اُن مشنریوں کی عزت اور خوبی میرے دل میں اُس کے دیکھنے سے بیٹھی ہے۔ اس اسکول میں غیر قوم کی

لڑکیاں تعلیم پاتی ہیں جن سے اسکول کے منتظموں کا نہ کچھ رشتہ ہے نہ ہم قوم ہیں نہ برادری نہ ایک ملک کے رہنے والے ہیں۔ اُن لڑکیوں کی تعلیم جس قدر خوبی اور عمدگی اور صفائی سے ہو سکتی ہے واں ہوتی ہے اور اُس کے دیکھنے سے ریورنڈ کلارک کی بڑی قدر دلوں میں بیٹھتی ہے۔ میں نے جہاں تک دیکھا کہہ سکتا ہوں کہ جس عمدگی سے الگزنڈریا اسکول قائم ہوا ہے ہندوستان میں بے نظیر ہے۔ پچانوے ہزار روپیہ کے قریب اُس کی عمارت میں خرچ کیا گیا ہے۔ یہ اُن کی قوم اور اُن کے بچّوں کے لئے نہیں ہے بلکہ اس ملک کی ہندوستانی عیسائی لڑکیوں کے لئے ہے۔ غرضکہ جس قدر عزّت اُن مشنریوں کی میری نظر میں بیٹھی اُسی قدر بے عزتی اپنے ملک اور قوم کی دکھائی دی۔ اُن لوگوں نے بھیک مانگ کر دوسری قوم کے بچّوں کے لئے یہ بندوبست کیا ہے مگر حیف ہے ہندوستانیوں پر کہ اپنی قوم اور بچّوں کے لئے کچھ نہیں کرتے۔ اگر فرض کیا جاوے کہ اُنھوں نے گورنمنٹ کی دی ہوئی تعلیم بچّوں کے لئے کافی سمجھی ہے تو یہ خیال غلط ہے۔ اگر میری رائے غلط نہو تو نری تعلیم کسی کام کی نہیں جب تک اُس کے ساتھ تربیت نہ ہو۔ تربیت کے معنے یہ نہیں ہیں کہ بچّہ دوزانو ہو کر بیٹھے اور ہاتھ جوڑ کر ہماری ہاں میں ہاں ملائے یہ تو انسان کی تعلیم نہیں ہے یہ تو بندر کو بھی سکھا دیا جاتا ہے۔ بچّوں کی تربیت کے لئے سچائی۔ نیکی۔ لحاظ۔ سچی آزادی ہونی چاہیئے۔ اور یہ تمام باتیں گھر پر تعلیم پانے سے نہیں آسکتیں جب تک اُن کے لئے ایک ایسی تعلیم گاہ نہ ہو اور وہ اُس تعلیم گاہ کے اڑگڑے میں نہ ڈال دئے جائیں۔ جہاں بجز تعلیم اور تربیت کے اَور کوئی چیز نہ ہو جن لوگوں نے کیمبرج اور آکسفورڈ کے کالجوں کی تعلیم اور وہاں لڑکوں کا رہنا نہ دیکھا ہو اُن کے خیال میں اُس کی خوبی واقعی ذرا مشکل سے آوے گی۔ وہاں جوان جوان اور خوبصورت لڑکے نہایت صفائی اور ستھرائی سے بسر کرتے ہیں اور کالج لیف کا اُن کے اخلاق اور تربیت پر ایسا اثر ہوتا ہے جس سے وہ دنیا میں تربیت یافتہ اور شایستہ کہلاتے ہیں۔ ہندوستان میں راجہ سردار بہادر۔ خان بہادر۔ اور اَور نامی لوگوں نے اپنے بچّوں کی تربیت کا کیا بندوبست کیا ہے گو میں ایک غریب آدمی ہوں مگر میں نے بڑے بڑے امیروں کے بچے دیکھے ہیں۔ وہ نوکروں کے لونڈوں اور اگر وہ نہوں تو بازاری لونڈوں کی صحبت اُٹھاتے ہیں۔ گالی گلوچ بُرے الفاظ

بد اخلاقی کی باتیں۔ خراب عادتیں سنتے دیکھتے اور سیکھتے ہیں اس کے سوا اور کچھ نہیں۔ بھلا ایسی حالت میں بھی تربیت ہو سکتی ہے۔ ہرگز نہیں۔ مدرسہ میں جاکر چار گھنٹے ماسٹر یا زیادہ سے زیادہ انگریزی پروفیسر کے پاس بیٹھنے سے تربیت نہیں آسکتی۔ وہ مقام کچھ جادو گھر نہیں ہے کہ وہاں تین یا چار گھنٹہ کا رہنا باقی چوبیس گھنٹوں کی خراب صحبتوں کو خرابیوں کو دور کر سکے آپ کلکتہ سے پشاور تک۔ ہمالیہ سے لیکر دکن تک کوئی جگہ بتائیے جہاں لڑکے تربیت اور تعلیم پا سکتے ہوں گو میں تو یہ کہہ سکتا ہوں کہ جیسا چاہئے تعلیم بھی نہیں پا سکتے لیکن بفرض تعلیم کے تربیت تو ہرگز نہیں پا سکتے۔ کوئی رئیس کیسا ہی بڑا رئیس کیوں نہو کوئی سامان کافی اپنے گھر پر تعلیم اور تربیت کا نہیں کر سکتا۔ اس تعلیم کے واسطے یہ ضروری ہے کہ عمدہ خاندان۔ عمدہ اخلاق عمدہ تعلیم کے معلم اور پروفیسر ہوں اور لڑکے جو آپس میں ساتھ پڑھتے اور رہتے ہوں اسی طرح اچھے خاندان اور اچھی عادتوں کے خوگر ہوں۔ یہ امور ہر جگہ مہیا ہونے ناممکن ہیں اور واقعی جب ایسا نہو تو کوئی شخص اپنے لڑکے کو بلا لحاظ اس کی تیمارداری اور خرابیوں سے بچنے اور ہر طرح کی حفاظت سے محفوظ رہنے کے بھروسہ پر کہیں نہیں بھیج سکتا۔ یہ اسی وقت میں ہو سکتا ہے کہ وہاں سب عمدہ سامان موجود ہوں اور مربی اپنے لڑکوں کو اور روپیہ خرچ کا بھیجکر سب طرح پر مطمئن ہوں (چیئرز) یہی خیالات میرے دل میں تھے جبکہ میں نے علیگڈھ میں کالج کی بنیاد ڈالنے کا ارادہ کیا اور اس کو ایک ایسا وسیع تعلیم گاہ بنانا تجویز کیا جس میں کافی تعداد ہماری قوم یعنی ملک کے باشندوں ہندو اور مسلمان دونوں کی گنجایش ہو اور دونوں گروہ عمدہ طور سے وہاں تعلیم اور تربیت پاویں۔ جب یہ خیال میرے دل میں آیا تو میں لنڈن گیا وہاں کے کالجوں بورڈنگ ہوسوں کیمبرج کے طلبہ کے رہنے کا حال دیکھا اور سمجھا کہ حقیقت میں جب تک اپنے ملک کے بچوں کے لئے ایسی جگہ نہ بناویں تو تعلیم اور تربیت ناممکن ہے۔ مگر جب میں نے اپنے دوستوں سے ایسا ارادہ ظاہر کیا تو انھوں نے روپیہ کی تعداد پوچھی جو اس کے واسطے ضروری تھی۔ میں نے ایک معتدل تعداد پندرہ لاکھ روپیہ کی بیان کی جو حقیقت میں اتنے بڑے کام کے واسطے کافی نہ تھی۔ اس تعداد کو سنکر میرے وہ دوست بھی جو میری رائے کو پسند بھی کرتے تھے متعجب ہوئے اور ان کے منہ سے یہ آواز نکلی کہ پندرہ لاکھ روپیہ اور ہندوستان

کیا کچھ جنون ہو گیا ہے۔ مگر مجھے تعجب اس آواز سے نہیں ہوا گو میں سمجھتا تھا کہ قوم کو اس کام میں پندرہ ہزار روپیہ خرچ کرنے کی بھی توفیق نہیں تھی۔ اے میری دوستو میں یہ نہیں کہتا کہ ہندوستان کے لوگ روپیہ خرچ کرنے میں اور قوموں سے پیچھے رہتے ہیں۔ بیشک وہ مکانات مساجد۔ خانقاہ۔ شوالہ۔ دھرم سالہ بنانے اور شادی بیاہ میں آرائش اور آتشبازی عیش کے سامان مہیا کرنے میں بڑی فیاضی سے روپیہ صرف کرتے ہیں۔ اُن میں جو کچھ نقص ہے وہ یہ ہے کہ وہ یہ نہیں سمجھتے کہ کہاں روپیہ صرف کرنا چاہیئے اور کہاں نہیں (چیئرز) جیسا انگلستان اور شایستہ ملکوں میں بھی ہے وہ لوگ بھی فضول خرچی کرتے ہیں اپنے دل کی خوشی میں بہت کچھ صرف کر ڈالتے ہیں لیکن وہ لوگ اپنی ترقی کا سامان سب کچھ کر چکے ہیں اب وہ جو چاہیں کریں ہندوستان میں ملک کی بھلائی کی کوئی چیز ابھی تک نہیں ہے۔ اگر ہندوستان کے لوگ بھی اپنے ملک کی ترقی اور بہتری کے سامان مہیا کر لیں تو پھر خوشی سے جو چاہیں کریں اُن پر بھی اعتراض نہ ہو۔ اعتراض تو اس بات کا ہے کہ ملک اور قوم کی بھلائی کا کوئی کام نہیں کیا اور نہیں کرتے اور فضول خرچی کرنے میں آندھے ہیں تاہم میں اس بات کا ذکر ضرور کروں گا کہ اُن میں کچھ تحریک پیدا ہو گئی ہے۔ پانچ لاکھ روپیہ کا سرمایہ اس تعلیم گاہ کے واسطے ہو گیا ڈیڑھ لاکھ روپیہ اُس کی عمارت میں خرچ ہو چکا ہے۔ کوئی انگریز جو علیگڈھ سے گذرتا ہے شاید ہی ہے کہ اُن میں سے کوئی ایسا ہو کہ اس کالج کو ہندوستان میں ایک نئی چیز سمجھکر نہ دیکھتا ہو۔ ایجوکیشنل کمیشن نے اسی کالج کے ہونے کے سبب سے وہاں ایک اجلاس کیا اور اپنی رپورٹ میں اُس کمیشن کے پریسیڈنٹ مشہور عالم فاضل ڈاکٹر ہنٹر اور اُس کمیشن کے لایق ممبروں نے یہ لکھا کہ ہندوستان میں کوئی کالج اس سے عمدہ نہیں ہے۔ اور بورڈنگ ہوسون کی نسبت یہ لکھا کہ وہ کیمبرج کے بورڈنگ ہوسوں کے موافق ہیں بلکہ بعض اچھے ہیں۔ تین سو لڑکے ہندو مسلمان اُس میں تعلیم پاتے ہیں۔ سُنّی شیعہ اپنے اپنے مذہب کے طریقہ پر نماز پڑھتے ہیں۔ ہندو اپنے مذہبی طریقے بجالانے کے واسطے خود مختار ہیں۔ مسلمان اور ہندو دونوں بورڈنگ ہوسوں میں رہتے ہیں۔ ان دونوں گروہوں کے کھانے کا بندوبست جدا جدا کیا گیا ہے۔ ایک جگہ رہنے سے آپس میں محبت بڑھتی ہے۔ ایک دوسرے کا ہمدرد ہوتا ہے۔ اس کو ہندوستانیوں سے نہیں انگریزوں سے

پوچھنا چاہیے وہ اس کی قدر خوب جانتے ہیں کہ ایک کالج میں رہنے سے باہمی طلبہ کے کیسی محبت اور برادرانہ رسم ہو جاتی ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ اُس کالج میں ان سب باتوں کا برتاؤ ہوتا ہے گو مجھے اس بات کے بیان کرتے ہوئے افسوس ہوتا ہے کہ اب تک روپیہ نہ ہونے کی وجہ سے نماز پڑھنے کے واسطے مسجد تک تیار نہیں ہو سکی۔ صرف ایک بہت وسیع چبوترہ ہے جس پر ایکطرف شیعہ اور دوسری طرف سُنّی اپنی اپنی نماز پڑھتے ہیں۔ یہ تمام باتیں باہم اتفاق قائم ہونے کی ہیں جس کی ہندوستان میں اشد ضرورت ہے۔ اے صاحبو صدیاں گذر گئیں جب سے خدا کو یہ منظور ہوا کہ ہندو اور مسلمان اسی ملک کی ہوا اور پیداوار کھائیں اسی زمین پر جئیں اور اسی پر مریں۔ ان اتفاقات سے خدا کی یہ مرضی پائی جاتی ہے کہ یہ دونوں گروہ اسی ملک میں باہم دوست ہو کر بلکہ دو بھائی کی طرح ہندوستان میں رہیں۔ ہندوستان کے خوبصورت چہرہ کی یہ دونوں دو آنکھیں بنیں۔ یہ دونوں قومیں جو دال اور چاول کی طرح سے مل گئی ہیں متفق ہو کر رہیں۔ جب تک یہ اتفاق نہیں ہوتا بے شک قومی تعلیم کا بھی بندوبست نہیں ہو سکتا۔ اگر ہندو اپنی دو پتھروں کی اور مسلمان اپنی ڈیڑھ اینٹ کی جُدا جُدا عمارت بنائیں گے تو کچھ نہ ہو سکے گا۔ ان دونوں کو چاہیے کہ متفق ہو کر پہلے ایک کام کو پورا کریں اور جب وہ ختم ہو جائے تب دوسرے میں ہاتھ لگائیں۔ مجھ کو اس بات کے ظاہر کرنے میں خوشی ہے کہ ہمارے کالج میں ہمارے ہندو بھائیوں نے مدد کی ہے اور خدا ترسی کے خیال سے اپنے محتاج مسلمان بھائیوں کا حق ادا کیا ہے۔ کالج کے منتظموں نے بھی اس احسان کو بھلایا نہیں۔ اُنھوں نے ایک جگہ پر رہنا۔ ایک بینچ پر بیٹھکر تعلیم پانا ایک احاطہ میں رہنا پھرنا کھیلنا دونوں قوموں کے لئے ایک ہی طرح پر قرار دیا ہے جس سے باہمی دوستی کو ترقی ہوتی ہے۔ میرے خیال میں اس سے عمدہ کوئی اَور طریقہ نہیں ہے مگر میری یہ غرض نہیں ہے کہ ہمارے ملک کے لوگ قوم کی بھلائی کی کوئی اَور بات نہ سوچیں۔ اُن کو چاہیے کہ وہ اسپر غور کریں کہ جو کچھ میں کہتا ہوں اگر اس کے سوا کوئی اَور چیز اُن کو نظر آوے تو اُس کو وہ کریں لیکن یہ نہ ہونا چاہیے کہ ایک کام ادھورا چھوڑ کر دوسرا کام شروع کر دیا جاوے +

اے صاحبو ایک زمانہ گذرا جبکہ ہندوستان ایسی قوم کے زیر حکم تھا جن کو لوگ ہندو کہتے ہیں۔ پھر مسلمان اسپر حکمران ہوئے ابھی ایک تھوڑا زمانہ گذرا ہے کہ اسی ملک پنجاب میں ایک بہت

بڑی بہادر اور جری قوم سکھوں کی حکومت تھی۔ یہ تمام زمانے اور حکومتیں کیسے ہی کچھ رہے ہوں مگر مدتوں سے اس ملک رہنے والوں کو علم کی ترقی دینے کا کوئی موقع نہ تھا اس وقت پر فخر کرنا چاہیئے جبکہ خدا نے ہمکو ایک گورنمنٹ دی ہے جس نے امن قائم کیا ہے۔ اصلی آزادی ہم کو دی ہے آزاد قانون وضع کئے ہیں۔ ہر شخص اپنے فعل کا مختار ہے۔ گورنمنٹ کی طرف سے کسی قسم کی روک ہماری ترقی میں نہیں ہے۔ ایسی پُر امن سلطنت میں بھی اگر ہم غافل رہے تو ہماری قوم کو اور کب اُمید ہوگی اور اب وہ کون سا زمانہ آوے گا کہ دنیا میں ترقی کر کے ایک معزز قوم کہلائیں گے۔ (بہت زور سے چیئرز)

تقریر جو نوجوانان جالندھر کے ایڈریس کے جواب میں ۴ فروری ۱۸۸۴ء کو بمقام جالندھر کی۔

اے نوجوانان جالندھر۔

آپ لوگوں کا جنھوں نے یہ ایڈریس میرے سامنے پیش کی ہے میں دل سے شکرگذار ہوں مجھے اس بات کے سُننے سے کہ آپ میں خیال قومی ہمدردی کا پیدا ہوا ہے۔ قوم کو قوم سمجھنے لگے بہت خوشی ہوئی اور جیسا آپنے اپنی تحریر میں ذکر کیا ہے اگر یہ خیال میرے ہی سبب سے ہوا ہے تو میں خود اپنے اوپر فخر کرتا ہوں۔ مگر اے دوستو یہ بات اس طرح نہیں ہے خدا نے تمہارے دل اس طرح سے بنائے تھے کہ تھوڑی سی تحریک پر تم لوگ نیک کاموں کی طرف مائل ہو گئے۔ آپ لوگ اس خیال کو اپنی ہی نیک دلی کی طرف رجوع کیجیے۔ آپنے جو کچھ ذکر اُن خدمتوں کا کیا ہے جو میں نے اپنی گورنمنٹ کی کیں میں آپ کی اس قدردانی کا ممنون ہوں لیکن آپ اس بات کو یاد رکھئے کہ مجھ سے اگر کچھ اچھی خدمت یا وفاداری گورنمنٹ کی ہوئی تو وہ بالکل میں نے اپنے مذہب کی پیروی کی ہے میں اپنے خدا اور رسُول کا جن پر کہ میں یقین رکھتا ہوں یہی حکم سمجھتا ہوں کہ جس حاکم کے امن میں رہیں اُسکی اطاعت کریں۔ پس میں نے جو کچھ کیا اپنے خدا اور رسُول کی اطاعت کی۔ بیشک میں نے گورنمنٹ کی خدمت کی ہے مگر اُس کا اصلی سبب یہی تھا۔ تمام ہندو اور مسلمان اس کو یاد رکھیں کہ رعیت کا کام ہے کہ جس حاکم کی رعیت ہوں اور اُس کے امن میں ہوں اُس کی اطاعت کریں (چیئرز) تہذیب الاخلاق کا پرچہ ابتدا میں اسیواسطے جاری کیا گیا تھا کہ ہندوستانیوں کے دل جو مُردہ ہو گئے ہیں اُن میں کچھ تحریک لائی جاوے۔ ہندوستان کی حالت ایک بند پانی کی سی ہو گئی تھی جس سے طرح طرح کے نقصان اور خسارہ کا اندیشہ تھا اُس کے واسطے ایک چپو کی ضرورت تھی کہ وہ اُس کو ہلا دے اُس نے اپنا کچھ کام کیا اب تحریک پیدا ہو گئی ہے۔ ہندوستانیوں کی زبانوں اور قلموں سے قومی ترقی اور ہمدردی کے الفاظ نکلنے لگے ہیں اخباروں میں قومی بھلائی اور قومی ترقی کے الفاظ بلکہ آرٹیکل نظر آنے لگے جس سے یہ سمجھا جاتا

ہے کہ اُس پرچہ نے اپنا کام پُورا کیا جب قوم میں تحریک اور اپنے تئیں ذلت میں ہونے کا خیال پیدا ہو جاتا ہے تو یہی ذریعہ اُن کی ترقی کا ہوتا ہے میری فرصت اور کاموں کا حال وہی لوگ جانتے ہیں جو دیکھتے رہتے ہیں وقت کم اور کام بہت نہ مجھ میں یہ قوت ہے کہ سورج کو ٹھہرا کر دن کو بڑھا دوں نہ یہ طاقت کہ سورج کو نکلنے سے باز رکھکر رات کو وسعت دے دوں اگر ایک طرف ایک کام پر متوجہ ہوتا ہوں تو اور بہت سے ضروری کام ملتوی رہ جاتے ہیں اس سبب سے بمجبوری اُس پرچہ کو بند کرنا پڑا مگر مجھے اُمید ہے کہ کوئی شخص اور اُٹھ کھڑا ہوگا جو آپ کی اس خواہش کو پورا کریگا آپنے بظاہر ہمدردی اُن مخالفتوں کا بھی ذکر کیا ہے جو میرے کاموں میں ہوئیں۔ اے دوستو جب میں نے یہ خیال کیا تھا کہ قوم اچھی حالت میں نہیں ہے اُس کے واسطے کچھ کرنا چاہیئے تو میں نے یہ خیال کر لیا تھا کہ اس میں سخت مخالفتیں ہوں گی مگر میں یقین دلاتا ہوں کہ جوں جوں مجھ پر تہمتیں لگائی گئیں گالیاں دی گئیں مکّہ سے کُفر کے فتوے منگائے گئے میری محبت اپنے مخالفوں کی طرف بڑھتی گئی اور میری کوشش کو ترقی ہوتی گئی کیونکہ میں سمجھتا رہا کہ میرے مخالف جو کچھ کرتے ہیں نا سمجھی سے کرتے ہیں۔ اگر قوم کی ایسی حالت نہ ہو کہ وہ اپنے نفع و نقصان کو نہ سمجھتی ہو تو ہم کو کوشش کی کیا حاجت تھی اُن کے اُن افعال سے یہ ثابت ہوا کہ اور زیادہ کوشش کرنے کی حاجت ہے ابتدا میں جو کوشش شروع کی گئی تھی اُس کو روز بروز ترقی ہوتی گئی مگر یہ کوشش میرے نہ کسی دنیوی فائدہ کی غرض سے تھی نہ دینی ثواب کی غرض سے بلکہ اُس محبت کے سبب سے ہے جو مجھ کو قوم کے ساتھ ہے اے دوستو میں ایسے شخص کو جو ایسا کام اس غرض سے کرے کہ اُس کو کوئی نفع ہو میں اُس کو تاجر سمجھتا ہوں کہ ایک چیز بیچکر دوسرا نفع حاصل کرنے کی فکر میں ہے آخرت کے ثواب کے واسطے کوئی کام کرنے اور دنیا کی تجارت میں صرف جلد اور دیر میں نفع پانے کا فرق ہے میرا مذہب یہ ہے کہ بھائیوں کی خدمت کرنی چاہیئے نہ خدا کے لئے بلکہ بھائیوں کے لئے۔ آخر میں مَیں آپ کے شکریہ پر اپنے بیان کو ختم کرتا ہوں (چیئرز زور سے) +

۲۴

تقریر جو رؤسائے مظفر نگر کے ایڈریس کے جواب میں ۷ فروری ۱۸۸۴ء کو بمقام مظفر نگر کی۔

بزرگان و حاضرین جلسہ۔

آپ صاحبوں نے جو اپنی مہربانی سے اس وقت دو ایڈریسیں میرے پیش کیں جن میں سے ایک عربی میں تھی جو ہمارے مقدس جزیرہ اور مقدس ملک کی زبان ہے جس سے نور اسلام کا نکلا۔ اور تمام عالم کو روشن کر دیا اور دوسری ہمارے ملک کی زبان میں تھی جو مختلف ملکوں کی زبان سے پاکیزہ الفاظ چن کر بنائی گئی ہے۔ میں ان دونوں ایڈریسوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے صوبہ مغربی اور شمالی میں یہ پہلا ضلع ہے جس میں مجھ سے ناچیز کی نسبت یہ معزز کارروائی کی گئی جس سے مجھ کو بہت کچھ عزت حاصل ہوئی اور مجھے بہت فخر ہوا۔ اے دوستو مسلمانوں کی حالت اب ایسی ہو گئی ہے جس کو سب لوگ سمجھنے لگے ہیں اور اُس کے بیان کی حاجت نہیں۔ کوئی چیز جو صرف عقلی یا خیالی ہوتی ہے اور جو خیال کے ذریعہ سے ظاہر کی جاتی ہے اور صرف دلائل سے اُس کی آئندہ حالت بتائی جاتی ہے وہی حالت ایسی ہوتی ہے جو تقریر کی محتاج ہو۔ مسلمانوں کی حالت اب آنکھ سے دکھائی دیتی ہے۔ ادبار۔ ذلت۔ بدبختی۔ روزانہ تنزل جو اُن پر آتے جاتے ہیں اُن کو ہر شخص آنکھ سے دیکھتا ہے جو مسلمانوں کے حالات سے ظاہر ہوتے جاتے ہیں۔ ہر شخص اعلےٰ رتبہ کا رئیس ہو یا ادنےٰ درجہ کا آدمی ہو اگر وہ سرسری طور پر بھی اُس کو دیکھنا چاہے۔ تو وہ بہت دور نہ جائے وہ صرف اپنے باپ کی حالت اور اپنی حالت کا مقابلہ کرے تو بغیر کسی دلیل اور بیان کے یقین کر لے گا کہ اُس کی اور اُس کے خاندان کی حالت روز بروز بدتر ہوتی جاتی ہے یہ حالت کی بدتری ابھی اس درجہ کو نہیں پہونچی کہ جس کو یہ کہا جائے کہ ختم ہو گئی وہ روز بروز بدتری کی طرف چلتی جاتی ہے۔ جس حساب سے یہ تنزل شروع ہوا ہے اگر اُسی اوسط سے اُس کا اندازہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ چند ہی برس اس بات کو باقی ہیں کہ مسلمان سوسائٹی

خانسامانی - خدمتگاری - گھسکھودے ہونے کے سوا اور کسی درجہ میں نہ رہیں گے اور کوئی ایسا
گروہ جس کو دنیا میں کچھ بھی عزت حاصل ہو مسلمانوں کے نام سے نہ پکارا جائے گا - اے بھائیو
ایسی حالت میں دعویدار اسلام ہوکر خاندانی شرافت کا دعوے کرکے چپ ہو رہنا بڑی بے غیرتی
کی بات ہے - جو لوگ اس قسم کا دعوے کرتے ہوں اُن کا فرض ہے کہ غور کریں اور سمجھیں کہ
آئندہ اُن کی اولاد اور نسلوں کی کیا حالت ہونے والی ہے - انھیں تمام باتوں نے میرے دل میں
یہ خیال ڈالا کہ جہاں تک مجھ سے ہوسکے میں اس حالت کو درست کرنے کی کوشش کروں سب سے
زیادہ جو مشکل کام حالت کی درستی کے واسطے تھا وہ اس بات پر غور کرنا تھا کہ مسلمانوں کی یہ حالت
کیوں ہوتی جاتی ہے - بڑا سبب یہ معلوم ہوا کہ جو تعلیم اور تربیت اس زمانہ کے مناسب درکار تھی
جس سے قومی عزت اس زمانہ میں حاصل ہوسکتی تھی وہ اُن میں نہیں ہے (چیئرز) اس وقت
میری زبان سے قومی عزت کا لفظ نکلا ہے - میرے خیال میں وہ تو بڑا وسیع لفظ ہے - مجھ سے
کسی قدر غلطی ہوئی جو اس لفظ کا استعمال کیا - ہم لوگوں کی خاندانی عزت بھی جو تھوڑے دنوں
پہلے موجود تھی وہ بھی باقی نہیں رہی - اے مسلمانوں جو اس وقت موجود ہو جو اپنے باپ دادا کی
بزرگیوں پر فخر کرتے ہو خیال کرو کہ اُن میں کون سی چیزیں تھیں جن پر تم کو فخر ہے - بڑا فخر
اُن کی دنیوی شان و شوکت کا تھا - عباسیہ سلطنتوں کا فخر مغلیہ خاندان کے بادشاہوں کی عظمت
اور شوکت اُس وقت کے اُمرا کی ناموریاں ایسی تھیں جن پر اس وقت تک لوگ تفاخر کرتے ہیں اور صرف
اُن کی نسلوں میں ہونا اپنی عزت کا باعث جانتے ہیں - یہ سب باتیں اُن کو کیونکر حاصل ہوگئیں
تھیں اُنھوں نے زمانہ کے موافق اپنے تئیں درست کیا تھا اور اُنھیں کی وجہ سے اسلام
ایک مجسم عزت کے پیرایہ میں نظر آنے لگا تھا (چیئرز) اسلام کی کوئی مورت نہیں ہے جو سامنے
کھڑی ہووے اور نظر آوے - اس کی عزت یا ذلت اُس کے پیرؤں کی حالت سے دکھائی دیگی جو
مسلمانوں کی حالت ہوگی وہی حالت اسلام کی سمجھی جاوے گی - جس قدر مسلمان ذلیل ہوتے جائینگے
اُسیقدر غیر قوم کی نظروں میں اسلام ذلیل معلوم ہوگا - جو کوشش ہندوستان کے مسلمانوں کی بہتری
کی سوچی گئی ہے وہ ایسی ہے کہ اگر اُس میں کامیابی ہو تو اسلام کی عزت زائل نہیں ہوسکتی
اسی خیال پر ایک مدرسہ بنانے کی میں نے تجویز کی مجھ کو افسوس ہے کہ قوم اُس کی حالت پر

اُس کے اسباب پر کافی غور نہیں کیا اور اُس کو ایک نئی چیز سمجھا جو چیزیں کہ اُس میں مہیا کی گئی ہیں ضرور ہے کہ اُس کے متعلق لوگوں کو کچھ اختلاف بھی ہو کیونکہ جزوی امور کسی کام کے بہت کم ایسے ہو سکتے ہیں جن میں رائیں مختلف نہ ہوں (چیئرز) ہمارے مخدوم مولوی صاحب نے اپنی عربی ایڈریس میں اس کا کچھ اشارہ بھی کیا ہے۔ مگر پچھلی تاریخوں اور گذشتہ زمانہ کی مٹھری ہمارے لئے گواہ ہے کہ کوئی شخص دنیا میں آجتک ایسا نہیں گذرا جس کے کاموں پر لوگ اب گرویدہ ہیں اور اُس کو عمدہ سمجھتے ہیں مگر ابتدا میں اُس سے مخالفت نہ کی گئی ہو۔ ہزاروں آدمی شروع میں اُسپر لعنت کرتے تھے اور یہ لعنت کچھ دنیاوی امور پر محدود نہ تھی بلکہ مذہبی امور کے شمول میں اُن پر یہ لعنتیں کی جاتی تھیں۔ کیا کوئی شخص بھول گیا ہے امام غزالی کا حال جس کو آج لوگ نہایت بزرگ اور پیشوا اور مقتدا تمام علما کا سمجھتے ہیں اور اُن کی کتاب احیاء العلوم و کیمیاے سعادت علم دین کے خزانہ کی کنجی خیال کی جاتی ہے مگر اُن کی حیات میں اور کتابوں کے تحریر کے وقت اُن پر لعنت ہوتی تھی تکفیر کے فتوے دیئے جاتے تھے قتل کا حکم ہوتا تھا۔ کوئی ذلت کوئی خرابی اُن کے واسطے باقی نہیں رہی تھی اور اُن پر کیا ہے۔ کوئی کام بھلائی کا جس کو لوگ نہ سمجھتے ہوں ایسا نہیں ہوا جس کے کرنے والے پر لعنت و ملامت نہ ہوئی ہو پس اگر میرے ساتھ بھی ویسا ہی برتاؤ کیا گیا تو کون تعجب کی بات ہے مگر جو شخص سچے دل اور نیک نیتی سے اُس کام کو کرتا ہے اُس کو بُرا کہنے والوں سے غرض نہیں ہوتی اُس کو خدا سے غرض ہوتی ہے اور جبکہ خدا سے غرض ہے تو لوگوں کے بُرا کہنے سے اُس کے دل پر کچھ اثر نہیں ہوتا بلکہ اُن لوگوں کے ساتھ اُسکی محبت بڑھتی جاتی ہے اور وہ زیادہ کوشش کرنے لگتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ ان لوگوں کے فائدہ پہونچانے اور سمجھانے کے لئے زیادہ کوشش درکار ہے۔ اور جوں جوں مخالفت بڑھتی جاتی ہے اُس کی کوشش بھلائی کے واسطے ترقی کرتی جاتی ہے۔ مجھ کو بڑی خوشی ہے کہ عربی ایڈریس پیش کرنے والے نے جو ایک نہایت مشہور مقدس خاندان کی اولاد میں ہے مدرسہ میں رہکر وہاں کے حالات اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں اور اُن کو وہاں کے حالات پر کوئی اور موقع ایسا نہیں ملا کہ اُسکی اصلاح کی طرف توجہ دلاتے۔ اُنھوں نے طالب علموں کے لباس کی نسبت کچھ اعتراض کیا ہے اُس کی نسبت اوّل مجھ کو یہ بیان کرنا ہے کہ مدرسہ میں جو طالب علم رہتے ہیں اُن کے واسطے

کسی خاص لباس کی قید نہیں ہے نہ کوئی حکم منتظمان مدرسہ نے ایسا دیا ہے جس سے طلبار کو اس کی پابندی ہو وہاں ہر شخص کی خوشی پر منحصر ہے جس قطع کا لباس شرفا میں مروج ہو اُسکا وہ استعمال کریں۔ مدرسہ کے منتظموں کے دل میں یہ بات نہیں آئی کہ کسی پر اس بات کا جبر کرے کہ وہ لوگ کسی خاص لباس کے پابند ہوں۔ یہ جو کچھ میں نے بیان کیا مدرسہ کے قواعد کے متعلق تھا مگر میں اُس حد سے اب کچھ بڑھنا چاہتا ہوں اور کہتا ہوں کہ اگر مسلمانوں کا یہ خیال ہے کہ لباس ایک جزو مذہب کا ہے اور کسی لباس سے مذہب اسلام جاتا رہتا ہے یا اُس میں کچھ نقص آتا ہے تو وہ بالکل غلطی پر ہیں۔ جو لوگ مذہب اسلام کی سچائی پر یقین رکھتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ اسلام ایسی چیز نہیں ہے جو ایسی بیرونی باتوں سے رہے یا جائے وہ لباس سے مذہب کو کچھ بھی نقصان پہونچنا خیال میں نہیں لاتے وہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے مذہب کے ایک بڈھے مولوی نے اپنی کتاب گلستان میں خوب کہا ہے۔

حاجت بکلاہ ترکی داشتنت نیست ✦ درویش صفت باش و کلاہ تتری دار

مگر میں آپ سے کہتا ہوں کہ کیا اسلام ایسا ہے کہ ایک چیتھڑا چیر کر آگے لٹکا لینے سے تو باقی رہے اور اگر اُس میں پٹن لگا دیئے جائیں تو جاتا رہے۔ میں کہوں گا کہ ایسا یقین اسلام کی سچائی کے بالکل برخلاف ہے۔ اسلام ایک نور ہے جو دل میں ہوتا ہے اور جس سے اُس نور رکھنے والے کے عقیدے مضبوط ہوتے ہیں یہ نہیں ہے کہ مولی کھانے سے اسلام مضبوط ہو اور انڈا کھانے سے وہ کمزور ہو جاوے اُس کو لباس اور ان معمولی دنیوی طریقوں سے کچھ غرض نہیں وہ خدا کے ساتھ پکا عقیدہ رکھنے کی ہدایت کرتا ہے۔ میں سوال کرتا ہوں کہ جو مسلمان اس وقت یہاں موجود ہیں آیا جن بزرگوں کی وہ پیروی کرتے ہیں رسول خدا اصحاب کرام اہلبیت علیہ السلام کا کیا یہی لباس تھا جو اس وقت ہم پہنے بیٹھے ہیں۔ یہ تو کوئی بھی نہیں کہے گا کہ ہاں یہی تھا اور جب یہ نہ تھا اور ہم نے اُس میں کئی طرح کی تبدیلیاں کی ہیں آتش پرستوں مجوسیوں ہندوؤں کے لباس سے مل ملا کر ہمارے لباس میں ایک ترکیب دی گئی ہے تو پھر کیا ایسی تبدیلی کرنے والوں کا اسلام باقی نہیں رہا۔ یہ ایک غلط خیال ہے جو مسلمان لباس کی نسبت کرتے ہیں اسلام نے ہم کو کچھ نہیں بتایا کہ ہمارے لباس کی کیا قطع ہونی چاہیئے۔ کیا تم اُن حدیثوں کو بھول گئے ہو جن میں ذکر ہے کہ عیسائیوں اور مجوسیوں نے اُس قسم کے پہنے۔ خو

اُن کے ہاں کے قسیس و رہبان پہنتے تھے اور جن کو حدیثوں میں جبہ رومیہ ضیق الکمین یا واسع الکمین سے تعبیر کیا ہے آنحضرت صلعم پاس تحفہ میں بھیجے اور آپ نے اُن کو پہنا۔ پس لباس کے لحاظ سے طعن کرنا نعوذ باللہ اُس فعل پر بھی بے طعن کرنا ہے جو آنحضرت صلعم نے کیا ہے۔ اگر مسلمان یہ سمجھتے ہیں کہ لباس کو اسلام میں کچھ دخل ہے تو یہ ایک سخت بدعت سیئہ ہے جو اعتقاد اور عمل دونوں معنوں میں صادق آتی ہے اور اُس بدعت کا دور کرنا ہر ایک مسلمان پر لازم ہے اور اس لئے سب سے اوّل مقدس مولویوں ہی کو تبدیل لباس لازم ہے پس مدرسہ کے کسی طالب علم نے اگر بغیر کسی تحریک منتظمان مدرسہ کے کوئی تغیر اپنے لباس میں کیا یعنی ترکی لباس پہنا جو ایک معزز کثیر گروہ مسلمانوں میں رائج ہے تو کوئی وجہ مولویوں کو اُسپر اعتراض کرنے کی نہیں ہے۔ یہ وہی تاریک خیالات ہیں جنھوں نے مسلمانوں کو اس حال پر پہنچایا اور ذلت میں ڈال دیا۔ اگر ہم ایسے ہی خیالوں کی پیروی کرنی چاہیں تو یقین کرنا چاہئے کہ ترقی کی کوششوں سے پہلے ہی دست بردار ہونا چاہئے۔ (چیئرز) ایسے خیالات کے ساتھ جو ہمارا مقصد دنیاوی ترقی کا مع بقائے اسلام و یقین خدا و رسول کے بالکل ساقط ہو جائیگا (چیئرز) میں اُمید کرتا ہوں کہ قوم کی بھلائی چاہنے والے ان بے اصل باتوں اور غلط خیالات کو چھوڑ کر سچے اسلام اور سچے ایمان کی روشنی میں قائم رہیں گے اور توہمات کو اسلام یا ایمان کا یقین نہ سمجھیں گے ہمارے دوسرے شفیق منصف صاحب نے اپنی اُردو ایڈریس میں براہ مہربانی یہ بیان کیا ہے کہ مدرسۃ العلوم میری کوشش اور سعی سے قائم ہوا ہے مجھے افسوس ہے کہ میں اُن کے ان عنایت آمیز الفاظ کو تسلیم نہیں کر سکتا کیونکہ مدرسہ فی الحقیقت اُن لوگوں کی فیاضی سے قائم ہوا ہے جنھوں نے عمدہ مشورے دیئے اُس میں روپیہ دیا اُس کے کاروبار میں مدد کی اگر وہ سب لوگ ایسی مدد نہ کرتے تو ممکن نہ تھا کہ وہ مدرسہ اپنی موجودہ حالت پر تو کیا اُسی ایک چھوٹی اسکیل پر بھی نہ قائم ہو سکتا۔ پس حقیقت میں مدرسہ کا بانی انھیں لوگوں کو سمجھنا چاہئے جنھوں نے اُس میں روپیہ اور محنت سے مدد دی اُن لوگوں کے ساتھ میں خاصکر اپنے ہندو بھائیوں کا احسان نہیں بھولتا جنھوں نے قوم اور اپنے بھائیوں کو تباہ حالت میں دیکھکر اُن کی بہتری کے لئے ہزاروں روپیہ چندہ میں دیا اُن کا شکریہ سب سے زیادہ لازم اور مقدم ہے اُنھیں نے اصل نیچی انسانیت اور خیرات کا کام کیا ہے اُن کے احسانات مدرسہ کی در و دیوار سے ہمیشہ ظاہر رہیں گے اُن کے احسانات ایسے زیادہ ہوتے جاتے ہیں جن کو اب حد سے بڑھا ہوا کہنا چاہئے۔ اے مسلمانو!

ایک واقعہ حال کا میں بیان کرتا ہوں جسکو سنکر اگر مسلمانوں میں کچھ بھی غیرت باقی ہے تو یقین ہے کہ کوئی بھی اس حال سے زندہ باہر نہ جائیگا مسلمانوں کی حالت ابہاں تک پہونچ گئی ہے کہ اُن کے ہمسایہ اُن کے حال پر روتے ہیں پرسوں مدراس سے کچھ کاغذات میری پاس آئے ہیں جن سے معلوم ہوا کہ اُس ملک کے ہندوؤں نے اس بات کا خیال کرکے کہ مسلمان روز بروز تباہ ہوتے جاتے ہیں ایک کمیٹی اُن کی تعلیم میں کوشش کرنے کے واسطے قایم کی ہے اُس میں سوائے ایک کے کوئی مسلمان شریک نہیں۔ ہمارے بھائی خدا ترس ہندوؤں نے ہماری بہتری کے لئے چندہ شروع کیا ہے جس کے چندہ دینے والے میں صرف ایک مسلمان کا نام ہے جو شاید اتفاقیہ شریک ہوگیا کل ہندو شریک ہیں اب بھی مسلمانوں کو خیال نہیں آتا کہ ہندو بھائیوں نے اُن کو سسکتا دیکھکر مدد کی طرف توجہ کی اور اُن کی بہتری کیواسطے چندہ کیا اس سے زیادہ بے غیرتی مسلمانوں کے لئے اور کیا ہوگی دیکھنا چاہئے کون کون لوگ اُن کے حال پر رحم کرتے ہیں وہ بیچارے ہندو دربدر مسلمانوں کے لئے بھیک مانگتے ہیں دور دور ملکوں میں چٹھیاں بھیجتے ہیں مگر ہمارے ملک کے دولتمند آسودہ اور متوسط درجہ کے مسلمانوں کو اس سے بھی غیرت نہیں آتی اب اور کونسی باتیں ہوں گی جو اُن کی بے غیرتی کی نظر آوینگی۔ اُردو ایڈریس میں جو سب سے زیادہ سچی بات لکھی گئی ہے اور جس نے میری دل پر اثر بھی کیا ہے اور اُس سے مجھے خوشی بھی ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ جو مدرسہ اس وقت قایم ہوا ہے وہ ایک ڈھانچہ ہے اور اُس میں جان ڈال دینا قوم کا کام ہے بیشک یہ سچ ہے کہ باوجودیکہ مدرسۃ العلوم ایسی حالت کو پہونچ گیا ہے کہ اپنا نظیر ہندوستان میں نہیں رکھتا مگر میں کہتا ہوں کہ وہ اب تک بیجان ہے جب تک وہ پورا تکمیل کو نہ پہونچ جائے اور یہ کام کسی ایک شخص کے کرنے سے نہیں ہوسکتا یہ کل قوم کا کام ہے جب تک سب اتفاق نہ کریں گے اُس میں جان پڑنا مشکل ہے اُردو ایڈریس میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ قوم کچھ ہوشیار ہوچلی ہے۔ بے شک میں نے اس کا کچھ نمونہ بھی دیکھا اور اخباروں میں بھی ایسے مضامین پڑھے کہ مسلمانوں کو ذلت سے نکلنا اور اپنی حالت درست کرنا چاہئے۔ بعض بعض جگہ لوگوں کو کوشش کرتے بھی پایا حقیقت میں اگر کچھ تحریک ہوئی ہے تو اُمید ہے کہ یہ تحریک زیادہ ہوجاوے گی دنیا میں کسی قوم کی ترقی کے یہی دو نشان ہیں ایک یہ کہ وہ سمجھنے لگیں کہ وہ ذلت اور خرابی میں مبتلا ہیں۔ اور دوسرا نشان یہ ہے کہ اُس ذلت سے نکلنے کی کچھ کوشش شروع کردیں۔ اگر حقیقت میں یہ دونوں باتیں ہماری قوم میں پیدا ہوگئی ہیں تو نہایت خوشی کی بات ہے اور خداوند تعالیٰ سے جو بڑا رحیم ہے اُمید رکھنی چاہئے کہ ہماری قوم بھی ترقی کرے گی + (چیئرز زور سے) +

۲۵

سرسید نے چند سال سے محمڈن ایجوکیشنل کانگریس کے نام سے ایک مجلس قائم کی ہے جس کا مقصد مسلمانوں کے تعلیمی معاملات پر غور کرنے سے ہے۔ اس مجلس کے متعلق گذشتہ سالانہ جلسوں میں جو تقریریں اُنھوں نے بعض پیش شدہ رزولیوشن کی نسبت کی ہیں اُن میں سے بعض ہم ذیل میں درج کرتے ہیں +

اسپیچ جو سرسید نے بمقام علیگڈھ اجلاس اوّل محمڈن ایجوکیشنل کانگریس منعقدہ ۲۷۔ دسمبر ۱۸۸۶ء میں ایسی کانگریس کے قائم کرنے کی ضرورت پر رزولیوشن پیش کرتے ہوئے کی +

حضرات من۔

مجھے اس بات کی عزت دی گئی ہے کہ میں اس کانگریس میں جو قومی تعلیم پر غور کرنے کے لئے جمع ہوئی ہے پہلا رزولیوشن پیش کروں۔ اور وہ رزولیوشن یہ ہے۔

مُسلمانوں میں ہر قسم کی تعلیم کے تنزل کا لحاظ کرکے اور اس خیال سے کہ اُن کی ہر قسم کی تعلیم کی ترقی میں قومی اتفاق اور قومی امداد سے کوشش کیجاوے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہر سال ان امور پر غور کرنے کے لئے مختلف اضلاع کے لوگوں کا ایک جلسہ ہوا کرے جو محمڈن ایجوکیشنل کانگریس کے نام سے موسوم ہو۔ یہ جلسہ کسی خاص مقام پر مخصوص نہ ہوگا بلکہ ہر سال کسی ایسے مقام میں جہاں کے لوگ اُس جلسہ کے منعقد ہونے کی خواہش کریں اور اُس کا انتظام منظور فرماویں منعقد ہوا کریگا +

اے صاحبو۔ مسلمانوں کی حالت کا تنزل اب اس درجہ کو پہونچ گیا ہے کہ تمام ہندوستان میں کوئی ایک شخص بھی ایسا نہ نکلے گا جو اُسکو تسلیم اور اُسپر افسوس نہ کرتا ہو۔ ہماری حالت زار اب اس درجہ پر پہونچ گئی ہے کہ غیر قومیں بھی ہمپر آنسو بہائے ہیں اور ہمارے بچّوں کی تعلیم کے لئے خیرات سے روپیہ جمع کرنے پر کوشش کرتی ہیں۔ بلاشبہ ہمکو اپنے ہموطن ہندو بھائیوں کا جنھوں نے صوبہ دکن میں

ایسا ارادہ کیا شکر گذار ہونا لازم ہے - مگر کیا ہماری قوم میں جن کے اسلاف کے ناموں کی شہرت دنیا کے ہر ایک حصہ میں گونج رہی تھی اور جن کے سیف و قلم کی نام آوری کے نشان ہسٹری میں اور دنیا کے ایک بڑے حصہ میں اب تک پائے جاتے ہیں اتنی عزت اور ہمت بھی باقی نہیں رہی ہے کہ اپنی قوم کی تباہ حالت درستی پر توجہ کریں ؛

اے صاحبو - جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ پولیٹکل امور پر بحث کرنے سے ہماری قومی ترقی ہوگی میں اُس سے اتفاق نہیں کرتا بلکہ میں تعلیم کی ترقی کو اور صرف تعلیم ہی کو ذریعہ قومی ترقی کا سمجھتا ہوں ہماری قوم کو اس وقت بجز ترقی تعلیم کے اور کسی چیز پر کوشش کرنے کی ضرورت نہیں ہے اگر ہماری قوم میں تعلیم کی کافی ترقی ہو جاوے گی تو ہم کو وہی کافی ذریعہ تنزل کی حالت سے نکلنے کا ہوگا - پس عور طلب یہی امر ہے کہ تعلیم کی ترقی کیونکر ہو ؛

اس وقت تک ہمارا یہ حال ہے کہ گو ہم ایک قوم مسلمان کہلاتے ہیں مگر ایک جگہ کے رہنے والے دوسری جگہ کے رہنے والوں سے ایسے ہی ناواقف ہیں جیسے کوئی اجنبی قوم ایک دوسرے کے حال سے ناواقف ہو - ہم نہیں جانتے کہ پنجاب کے لوگوں کو اپنی قومی تعلیم اور قومی ترقی کی نسبت کیا خیال ہے اور اُنھوں نے کیا کیا ہے اور کیا کرنا چاہتے ہیں - پنجاب تو ایک دوسرا صوبہ ہے - ہم اپنے صوبہ کے ہی ایک ضلع کے رہنے والے دوسرے ضلع کے رہنے والوں کے حال سے محض ناواقف ہیں - کوئی ذریعہ ہمارے پاس ایسا نہیں ہے کہ مختلف اضلاع کے لوگ کسی موقع پر آپس میں ایک جگہ جمع ہوں - ایک کے حال سے دوسرے کو آگاہی ہو - ہم آپس میں مل کر اپنے خیالات جو قومی تعلیم اور قومی ترقی کی نسبت ہوں دوسروں پر ظاہر کر سکیں ایک دوسرے کے خیالات سے تبادلہ ہو جو غلطی ہمارے خیال میں ہو وہ دوسروں کے خیال سے بخوبی اصلاح پاوے مختلف اضلاع کے لوگوں کے باہم جمع ہونے سے آپس میں واقفیت - آپس میں محبت اور اخلاص باہمی - ہمدردی اور یگانگت پیدا ہو - ہم باوجود ایک قوم مسلمان ہونے کے جو بنسبت مختلف قوموں کے ہو رہے ہیں اُن میں قومی یگانگت - بلکہ مجھ کو کہنا چاہئے کہ قومیت پیدا ہو - اس اجنبیت نے ہم میں سے قومی ہمدردی کو مٹا دیا ہے اسیطرح پر باہم جمع ہونے سے اور ایک مقصد یعنے قومی بھلائی قومی تعلیم قومی ترقی کے لئے جمع ہونے سے دوبارہ قومی ہمدردی

ہم میں پیدا ہو یا جس قدر ہے اُس میں زیادہ ترقی ہو +

آپس میں ملنے سے اور مختلف امور پر جو مذہبی تعلیم اور قومی ترقی سے علاقہ رکھتے ہیں بحث مباحثہ یا تذکرہ و تذاکرہ کرنے سے ضرور ہے کہ کوئی عمدہ راہ قومی ترقی اور قومی تعلیم کی ہاتھ آوے۔ ہر ایک ضلع کے لوگ جو مختلف راہیں چلتے ہیں وہ سب سمجھ بوجھکر ایک ایسا سیدھا رستہ قومی تعلیم کے لئے اختیار کریں جو منزل مقصود کو پہونچانے والا ہو +

اس وقت قومی تعلیم یا قومی ترقی کی نسبت ہمارے خیالات ایسے پراگندہ ہیں کہ ایک کو دوسرے سے مدد نہیں پہونچتی اور گویا ہماری قومیں متفرق ہو کر کمزور ہو جاتی ہیں ہم سب کو اگر ایک سیدھا رستہ قومی تعلیم اور قومی ترقی کا ہاتھ آجاوے تو تمام متفرق قومیں ایک رستہ پر جمع ہو جاوینگی اور قومی تعلیم کی ترقی پر زیادہ تر آسانی حاصل ہوگی +

گورنمنٹ ملکہ معظمہ قیصر ہند ہماری بہبودی اور تعلیم کی ترقی کے لئے ہر وقت آمادہ ہے۔ اور ہم بھی اپنی گورنمنٹ سے ہر طرح مدد و امداد چاہتے ہیں۔ مگر ہم خود ایسی مختلف درخواستیں گورنمنٹ سے کرتے ہیں اور ایسی متضاد رائیں پیش کرتے ہیں جو ایک دوسری سے متناقض ہوتی ہیں اس کا سبب یہ ہے کہ ہم نے خود ابھی تک تنقیح نہیں کیا کہ ہماری تعلیم اور ہماری ترقی کے لئے درحقیقت کونسا طریقہ ہے۔ اس قسم کے مجمع سے اور آپس میں کلمہ اور کلام کرنے سے ضرور ہے کہ ہمکو ایک ایسا مستحکم طریقہ اپنی تعلیم اور ترقی کا ہاتھ آوے گا۔ جو بلا کسی شک و شبہ کے ہماری قوم کے لئے مفید ہوگا +

میں یقین کرتا ہوں کہ اس زمانہ میں جس قدر فیاضی صوبہ پنجاب نے تعلیم کے باب میں کی ہے اور جس قدر روپیہ وہاں کے رئیسوں نے تعلیم کے لئے دیا ہے وہ ایک بے مثل اور بے نظیر فیاضی ہوئی ہے۔ مگر جو کہ اُن فیاضی کرنے والوں نے اس بات کی پورے طور پر تنقیح نہیں کی تھی کہ درحقیقت ہمارے ملک کی بھلائی کے لئے کونسا طریقہ اختیار کرنے کے قابل ہے اُس فیاضی نے ملک کو کچھ فائدہ نہیں پہونچایا۔ بلکہ اگر میں جرأت کروں تو کہہ سکتا ہوں کہ بعوض فائدہ کے کسی قدر نقصان پہونچا۔

انھیں خیالات سے یہ تجویز پیش کی گئی ہے کہ ہر سال مسلمانوں کی تعلیم اور ترقی پر غور کرنے کیلئے

مختلف مقامات اور مختلف صوبجات کے لوگ ایک جگہ جمع ہوا کریں اور ایک صوبہ اُس ضلع کے لوگوں کے ذریعہ سے دوسرے صوبہ اور ضلع کے مسلمانوں کو حالات معلوم ہوتے رہیں۔ اور جو تدابیر اُن کی بھلائی اور ترقی کی نسبت سوچی جاویں اُن پر بحث اور مباحثہ ہو کر جو تدبیر عمدہ قرار پاوے وہ اختیار کیجاوے +

یہ سالانہ جلسہ جیسے کہ آپ نے رزولیوشن پیش شدہ سے معلوم کیا ہوگا کسی ایک مقام کے لئے مخصوص نہیں کیا گیا ہے بلکہ ہر ایک صوبہ اور شہر میں جہاں کے لوگ اُس کی خواہش کریں گے منعقد ہو سکے گا۔ اور اس سے یہ فائدہ ہے کہ جو لوگ کسی سبب سے ایک مقام کے جلسہ میں شامل نہیں ہو سکتے وہ دوسرے مقام کے جلسہ میں شامل ہو سکیں گے اور اس تدبیر سے اس جلسہ کے فوائد زیادہ تر عام ہو جاویں گے +

میں سمجھتا ہوں کہ جو رزولیوشن پیش ہوا ہے اُس کے مقاصد کو گو کہ مختصراً مگر کافی طور سے میں نے بیان کیا ہے اور اب میں تحریک کرتا ہوں کہ یہ جلسہ اس پر غور کرے۔ اور درصورتیکہ پسند ہو تو منظور کیا جاوے +

۲۶

اسپیچ سر سید بتائید ایک ریزولیوشن کے جس میں مسلمانوں کو اعلیٰ انگریزی تعلیم کی ضرورت کی طرف مائل کیا گیا تھا +

میں اس رزولیوشن کے پاس ہونے کی تائید کرتا ہوں۔ کیا اب بھی کسی کو اس بات میں شبہ باقی ہے کہ ہماری قوم کو جس چیز کی سب سے زیادہ ضرورت ہے وہ **ہائی انگلش ایجوکیشن** ہے۔ سوائے اُن چند پورانے خیال کے لوگوں کے جن کی تعداد کئی ہزار درجہ اُن سے بھی کم ہے جو اب تک سورج کے۔ زمین کے گرد گھومنے پر یقین کرتے ہیں اور جو دراصل انگلش تعلیم ہی کو ناجائز سمجھتے ہیں کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو ہائی انگلش ایجوکیشنل کا خواہشمند نہ ہو درحقیقت ہندوستان میں اب تک ائی ایجوکیشنل کا وجود ہی نہیں ہے۔ ہماری یونیورسٹیوں نے ہمکو اب تک صرف ہائی ایجوکیشنل کے دروازہ تک پہونچایا ہے۔ مگر اُس کے اندر جانے کا رستہ بند کر رکھا ہے۔ انسان کی تعلیم کی عُمدہ حالت ہونے کو یہ بات لازم ہے کہ وہ ہر فن میں کچھ کچھ جانتا ہو۔ اور ایک میں کامل ہو۔ مگر ہندوستان کے کالج اور ہماری یونی ورسٹیاں ہمکو کچھ کچھ سکھلاتی ہیں اور کسی ایک میں کامل نہیں کرتیں۔ ہمکو ہندوستان کے کالجوں سے خواہ وہ گورنمنٹ کے کالج ہوں یا پرائیویٹ جو مکاتب ہے وہ ہائی ایجوکیشنل کے نہ ہونے کی ہے پس اگر موجودہ ایجوکیشنل تک بھی ہماری رسائی نہ ہو جس کا نام غلطی سے ہائی ایجوکیشنل رکھا ہے تو میں نہیں خیال کر سکتا کہ ہماری تعلیم کس درجہ تک خراب حالت میں پہونچ جاویگی۔ یہ میری رائے کوئی نئی رائے نہیں ہے۔ ۱۸۶۹ء میں جبکہ میں لنڈن میں تھا میں نے ایک چھوٹا سا رسالہ ہندوستان کی تعلیم پر لکھا تھا اُس کا ایک فقرہ اس مقام پر نقل کرنا نامناسب نہ ہوگا +

میں نے لکھا تھا کہ سرکار انگریزی نے ہندوستان میں دو نہایت بڑے کام کئے ہیں۔ مگر ایک کام دوسرے کا تناقض ہے۔ اوّل تو گورنمنٹ نے نہایت فیاضی سے

اقرار کیا کہ اُس کی تمام رعایا کے حقوق خواہ وہ رعایا ہندوستانی ہو یا انگریزی ہر اعتبار سے برابر ہوں گے - دوم گورنمنٹ نے ہم کو ہماری زبان مادری اور ہمارے موروثی علوم سے محروم کردیا اور ہم کو انگریزی زبان اور یورو پین سائینس کے سیکھنے کو مجبور کردیا - اب دوسری بات کا نتیجہ تو یہ ہے کہ گورنمنٹ پر یہ فرض ہوگیا کہ ہندوستانیوں کو زبان و علوم مذکورہ سکھا دے - اور اقرار جو اس قدر ضمنیاً اور عموماً کیا گیا ہے اُس کا نتیجہ یہ ہے کہ یہ بات گورنمنٹ پر لازمی ہوگئی ہے کہ ہندوستانیوں کو اُس درجہ تک تعلیم دے کہ اُن کو اپنے حقوق حاصل کرنے کی قدرت ہوجاوے یا یوں کہو کہ وہ اپنے تئیں ایسا لائق کرنے کی کوشش کریں کہ جو عہدے انگریزوں کو ملتے ہیں وہ بھی پاسکیں - اگر گورنمنٹ ہندوستانیوں کو اُس درجہ تک کی تعلیم نہ دے گی تو اُس نے اپنے اقرار کو پورا نہیں کیا اور ہندوستانیوں کے حق میں ناانصافی ہوئی کیونکہ وہ بے فائدہ ایسی کشاکش میں چھوڑ دیئے گئے - کہ جہاں تک اُن کو پہونچنا ہے - وہاں تک کا رتبہ ہی نہیں *

گورنمنٹ اپنے فرض سے ہرگز بری نہیں ہوسکتی جب تک کہ وہ تعلیم کا کوئی ایسا طریقہ نہ قائم کرے جس سے کہ ہندوستانی نوجوان بیس برس کی عمر میں اور بموجب قواعد حال کے اونیس برس کی عمر میں اس قدر قابلیت حاصل کرلیں کہ وہ انگلستان میں جاکر سِول سروس کے مقابلہ کا امتحان اپنے ہم پیشہ رعایا انگریزوں کے ساتھ دیں - مگر صاحب ڈائرکٹر پبلک انسٹرکشن کی رپورٹ سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب تک حال کے طریقہ سے ہندوستان میں تعلیم جاری رہے گی ایسا ہونا ناممکن ہے - ہندوستانی لڑکے نہ تو سُست ہوتے ہیں اور نہ ایسے ہوتے ہیں کہ اُن میں قدرتی قابلیتیں نہ ہوں - فی الواقع یہ طریقہ تعلیم ہی کا قصور ہے - اگر وہ پوری قابلیت اور علم جو کہ اُن میں ہونے چاہئے بیس برس کی عمر میں نہیں حاصل کرسکے - پس نہ صرف ہم کو گورنمنٹ سے اپنے حقوق حاصل کرنے کو ہائی انگلش ایجوکیشنل کی تعلیم دینا لازمی ہے - گورنمنٹ کا مشرقی علوم کی تعلیم پر برخلاف ہماری خواہشوں کے متوجہ ہونا - جس کے ساتھ ہم کو ایک فطرتی

طور پر بہ نسبت گورنمنٹ کے زیادہ ہمدردی ہے۔ ایک حیلہ ہماری تعلیم ہائی انگلش ایجوکیشن کو گھٹانے کا یا ہم کو ہمارے حقوق تک پہونچنے کے رستہ کو بند کرنا ہے۔ پس کون شخص ہے کہ جو ضرورت ہم کو ہائی انگلش ایجوکیشن کی ہے اُس سے انکار کر سکتا ہے۔ گورنمنٹ کا مشرقی علوم میں ہم کو تعلیم دینا ناممکن ہے جس کی وجہ خود اس رزولیوشن میں جو منظوری کو پیش ہوا ہے بیان کی گئی ہے۔ ہاں ہم میں ایسے بھی لوگ ہیں جن کا مقصد بلا خیال اپنی دنیاوی ترقی کے یا دنیاوی حالت کے صرف علوم مشرقی کا جسمیں علم و مذہب دونوں شامل ہیں حاصل کرتا ہے۔ مگر کیا گورنمنٹ اپنے کالجوں میں یا اپنی یونیورسٹیوں میں اُن علوم کی اُن کو تعلیم دے سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ لارڈ میکالی کے زمانے سے پیشتر گورنمنٹ کے کالجوں میں علوم مشرقی کی تعلیم ہوتی تھی: پھر کیا گورنمنٹ بتا سکتی ہے کہ اُس کے کالجوں نے کوئی بھی ایسا شخص پیدا کیا تھا جو علوم مشرقی میں عالم کہلانے کا درجہ رکھتا تھا۔ اِن ممالک میں گورنمنٹ کی حکومت کو اسّی برس سے زیادہ کا عرصہ گذر گیا وہ نشان دے سکتی ہے کہ اُن لوگوں میں سے جو علوم مشرقی کی تحصیل میں مصروف تھے ایک نے بھی گورنمنٹ کے کالجوں سے تعلق پیدا کیا تھا۔ اب بھی وہ لوگ جو اپنے قدیم طریقہ پر علوم مشرقی کی تحصیل میں مصروف ہوں معدوم نہیں ہو گئے ہیں بلکہ ایک معقول تعداد ایسے لوگوں کی اب بھی جا بجا موجود ہے۔ گورنمنٹ کی طاقت سے یہ بات خارج ہے کہ اُن میں سے ایک کو بھی اپنے کالجوں یا اپنی یونی ورسٹیوں میں گو کہ وہ مشرقی علوم کی ترقی پر کیسی ہی سرگرمی ظاہر کرے شامل کر سکے۔ پس نہ ہم کو اسبات کی حاجت ہے کہ گورنمنٹ علوم مشرقی کی تعلیم پر توجہ کرے اور نہ گورنمنٹ کو مناسب ہے کہ ایسے امر میں جس میں کہ درحقیقت وہ کچھ نہیں کر سکتی دست اندازی کرے +

ہاں بلاشبہ مشرقی علوم ہمارے موروثی علوم ہیں۔ ہمارے بزرگوں نے اون علوم میں ایسا نام پیدا کیا تھا کہ جب تک دنیا میں سہڑی قائم ہے اُس کے ساتھ ہمارے بزرگوں کا نام بھی قائم ہے۔ یہ فخر ہے کہ ہمارے بزرگوں کے علوم کی بدولت یورپ نے تعلیم پائی ہے۔ کسی کے مٹائے سے مٹ نہیں سکتا۔ پس خود ہمارا فرض ہے

کہ ہم اُس فخر کو بھی اپنی قوم میں زندہ رکھیں +

بے شک ہم کو اس بات پر کوشش کرنی چاہیئے کہ جو لوگ بلا خیال اپنی دنیاوی ترقی یا دنیاوی حالت کے صرف علوم مشرقی کی تحصیل میں اپنے قدیم طریقہ سے مصروف ہیں اُن میں سے ایسے لوگ پیدا ہوں جو قدیم منطق اور فلسفہ میں عربی و فارسی کے علم ادب میں علم شعر و انشا میں اپنے بزرگوں کی یادگار یا اُن کے قائم مقام ہوں اور ہمارے باپ دادا کی سڑی ہم کو یاد دلاتے رہیں۔ مگر گورنمنٹ کو اِن باتوں سے تعلق رکھنا نہیں چاہیئے۔ کیونکہ وہ اس میں بجز اس کے کہ ایک بے فائدہ کام اختیار کرے اور لوگوں کے دلوں میں شبہات ڈالے اور کچھ نہیں کر سکتی۔ پس مناسب ہے کہ اس امر کو وہ ہمیشہ چھوڑ دے خواہ ہم اُس میں کچھ کریں اور اپنے بزرگوں کی یادگار قائم رکھیں۔ خواہ کچھ نکریں اور اپنے بزرگوں کی یادگار کو مٹا دیں +

۲۷

اسپیچ سر سید بتائید ایک رزولیوشن کے جس میں مسلمان طالب علموں کے واسطے اسکالرشپس قائم کرنے کی تجویز کی گئی تھی۔

(اجلاس دوسرا بمقام لکھنؤ)

میرے دوست مسٹر بک نے جو رزولیوشن پیش کیا ہے اُس کی میں تائید کرتا ہوں۔ اگرچہ وہ فصاحت مجھ میں نہیں ہے جس فصاحت سے اُنھوں نے بیان کیا ہے۔ مگر جہاں تک مجھے ممکن ہے میں اُس کے مقاصد کی تشریح کرنے میں کوشش کروں گا۔ مسٹر بک نے مسلمانوں کی زوال پذیر حالت کا اور جو مصائب اُن پر آنے والے ہیں اشارے کے بعد اُن کی عام مفلسی اور بیمقدوری کا ذکر کیا ہے۔ پھر بتایا ہے کہ اگر اُن کے پاس کچھ دولت ہے تو اُن کے ہونہار بچے ہیں وہ بچے بھی خالی ہاتھ پیدا ہوتے ہیں کچھ دولت ساتھ نہیں لاتے مگر دماغ اور عقل اور ہمت اور عمدہ جذبات کی قابلیت جو وہ اپنی ماں کے پیٹ سے لیکر آتے ہیں وہی اُن کی بے بہا دولت ہے۔ مگر اے میرے دوستو اور اے بہت سے ہونہار بچوں کے باپو جس چیز کو میرے دوست مسٹر بک نے بچوں کی دولت سے تعبیر کیا ہے میں اُس کو دولت کے بیج سے تعبیر کروں گا جس کی کسانی اور جس کی شادابی اور جس کی بارآوری خدا نے تمہارے سپرد کی ہے۔ پس اگر تم خدا کی اوس امانت کا حق ادا نہ کروگے تو بلاشبہ تم خیانت کے مرتکب ہوگے۔

اے صاحبو۔ اب زمانہ ایسا نہیں ہے کہ ہم صرف اپنے ہونہار پودھوں کی پرورش کرنے پر بس کریں بلکہ زمانہ مقابلہ کے میدان میں بہت قوی اور زبردست پہلوان لایا ہے۔ پس جب تک کہ ہم بھی اپنی قوم کے جوانوں کو میدان میں نہ لائیں ہماری کامیابی ممکن نہیں ہے۔ اس وقت ہم کو ضرورت ہے کہ جس قدر جلد ہو سکے ایک تعداد کثیر اگر کثیر نہیں تو ایک تعداد معقول اپنی قوم کے نوجوانوں کی پیدا کریں جو علم اور قابلیت میں

اور اُن علوم میں جو اس زمانہ کی حاجتوں کے لئے ضروری ہیں سربرآوردہ ہوں۔ یہ مقصد بجز اُس صورت کے جو مسٹر بک نے بیان کی ہے حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس وقت شمال مغربی اضلاع اور اودھ۔ پنجاب میں اور نیز بنگال میں اور علے الخصوص صوبہ بہار میں کالجوں کی ادنےٰ جماعتوں میں بہت سے مسلمان لڑکے پڑھ رہے ہیں۔ اور ہر سال انٹرنس کا امتحان بھی پاس کر لیتے ہیں۔ اُن انٹرنس پاس شدہ لڑکوں میں سے خواہ وہ بنگال کے ہوں یا بہار کے یا اودھ کے ہوں یا پنجاب کے یا شمال مغربی اضلاع کے ہمکو اشراف خاندان اور ذہین اور لائق تربیت ہونہار لڑکوں کو منتخب کرنا چاہیئے۔ یہی ایک طریقہ ہے جس سے ہم بہت جلد اور ایک معقول تعداد سے اپنی قوم میں قابل اور سربرآوردہ نوجوان پیدا کر سکتے ہیں ٭

اے صاحبو۔ یہ بات کیا کچھ کم افسوس کے لائق نہیں ہے کہ اس وقت ہم کو اپنی قوم میں ایک شخص بھی ایسا نہیں دکھائی دیتا جو اس زمانہ کی ضروریات میں سربرآوردہ ہو۔ کیا تم اپنی قوم میں ایک شخص بھی ایسا دکھا سکتے ہو جو اسپیچ کرنے میں نام آور ہو۔ کوئی ایسا شخص ہے جس نے انگلش لٹریچر میں نام آوری حاصل کی ہو۔ مسلمانوں میں تم کسی کو بتلا سکتے ہو کہ وہ ایک مسلمان انگریزی اخبار کی اڈیٹری کے لائق ہو۔ متعدد اضلاع کے مسلمانوں نے انگریزی اخبار جاری کئے وہ کن کے ہاتھوں میں تھے۔ یا انگریزوں کے یا ہمارے ہموطن بھائی بنگالیوں کے اور جو مسلمانوں کے ہاتھ میں تھے یا ہیں وہ پڑھنے کے قابل بھی تھے بعض اضلاع کے مسلمانوں نے انگریزی میں اخبار جاری کرنا چاہا بشرطیکہ مسلمان اڈیٹر ملے مگر تمام ہندوستان میں ایک بھی نہ ملا۔ ہم کو اپنی پرایویٹ ضرورتوں میں اپنے قومی مطالب میں جب کبھی تحریر کی ضرورت ہوتی ہے کسی مسلمان کو اس لائق نہیں پاتے۔ غیر قوم کے لوگوں سے مدد لینی پڑتی ہے۔ پس اس سے زیادہ اور کوئی قومی ذلت اور قومی ناتربیت یافتگی کا ثبوت مل سکتا ہے ٭

اے صاحبو۔ یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ جس کو ہم بی۔ اے یا ایم۔ اے تک پڑھا لیں گے وہ قابل ہی ہو جاوے گا۔ کمہار کے آوے میں سے سب برتن پکتے ہوئے

نہیں نکلتے - اس زمانہ میں ہندوستان کی قوموں میں سے جو قوم سربرآوردہ ہے اور جو سب کی سرتاج ہونے کی دعویدار ہے وہ ہمارے ہموطن بھائی بنگالی ہیں - اُن کو دیکھو اُن میں ہزاروں بی - اے اور ایم - اے ہیں - مگر باوجود اس کثرت کے اُن میں بھی معدودے چند ہیں جو قابلیت اور لیاقت وفضیلت کے ڈنکا بجانے کا دعوے کرتے ہیں - پس اگر ہم اپنی قوم کے سینکڑوں طالب علموں کو اُس طرح پر تعلیم دے کر قابل بناویں گے جس طرح کہ میرے دوست مسٹر بک نے کہا ہے - تو اُن میں سے چند ایسے نکلیں گے جو قوم کے اعزاز کے باعث ہوں - اگر ہم فی صدی دس دس بہت زیادہ ہے فی صدی پانچ بھی ایسے لائق آدمی پیدا کرلیں تو ہم سمجھیں گے کہ ہم نے آسمان کے تارے توڑ لئے +

اس موقعہ پر میں اودھ کے رئیس راجہ جنگ بہادر کا جنہوں نے ڈیڑھ سو روپیہ سالانہ اسی قسم کے اسکالرشپ کے لئے محمڈن کالج میں مقرر کیا ہے اور اپنے مخدوم دوست قاضی سید رضا حسین صاحب رئیس پٹنہ کی فیاضی کا ذکر کئے بغیر نہیں رہ سکتا - قاضی صاحب نے اپنی جائداد اس لئے وقف کردی ہے کہ اُس کی آمدنی سے اُن مسلمان طالب علموں کو اسکالرشپ دیجاویں جو انگریزی میں ایف اے اور بی اے اور ایم اے کی ڈگری حاصل کرنے کے لئے پڑھتے ہوں - اُن کی اس فیاضی سے چند مسلمان طالب علموں نے بہت کچھ فائدہ اُٹھایا ہے - ابھی کئی ہفتے ہوئے جب میں کلکتہ میں تھا تو میں نے دو مسلمان طالب علم دیکھے جو اُن کے اسکالرشپ پاتے ہیں - اور بی - اے اور ایم اے کے لئے پڑھ رہے ہیں - مگر اے دوستو - میں اپنے دل کی بات چھپانا نہیں چاہتا - اُن طالب علموں کو دیکھکر جو رنج اور صدمہ میرے دل پر ہوا بیان نہیں ہوسکتا - اے دوستو مجھ کو یہ بات کچھ زیادہ خوش کرنے والی نہیں ہے کہ کسی مسلمان نے بی اے یا ایم اے کی ڈگری حاصل کرلی ہے - میری خوشی قوم کو قوم بنانے کی ہے - افسوس اور صد ہزار افسوس کہ اسی امر پر جو قومیت کی جان ہے ہماری قوم کو مطلق خیال نہیں -

اے دوستو - تم میری بات مانو یا نہ مانو - میرا خیال صحیح ہو یا غلط - میں اپنی آواز تمہارے

کانوں تک پہونچا دیتا ہوں - جب تک تم ایسا بندوبست نہ کروگے کہ تمہاری قوم کے لڑکے ایک جگہ رہکر تعلیم پاویں اور یکساں تربیت اور یکساں خیال اُن میں پیدا ہوں اور ایک ساتھ اپنے قومی مجمع میں رہکر قومیت کی بو اُن میں سماوے اوس وقت تک ہم قوم کو قوم نہیں بنا سکتے - اور اگر ہم نے اپنی قوم کو قوم نہ بنایا تو ہم نے اس سے زیادہ کہ جنگل کے چند وحشی جانوروں کو پالا اَور کچھ نہیں کیا - مجھے اُمید ہے کہ تمام جلسہ اُس تحریک کو جو مسٹر بک نے کی ہے ایک دلی جوش سے پاس کرے گا - اور نہ صرف پاس کرے گا بلکہ اُس کے عملدرآمد پر بھی کوشش کرے گا +

۲۸

اسپیچ سر سید نسبت ایک رزولیوشن کے جو اوقاف مسلمانان ہند پر گورنمنٹ کو متوجہ کرنے کے لئے پیش ہوا تھا۔

(اجلاس تیسرا بمقام لاہور)

جناب صدر انجمن صاحب۔

میں اس رزولیوشن کی جس کو میرے معزز دوست خان بہادر محمد برکت علی خاں نے پیش کیا ہے تائید کرتا ہوں۔ اور آپ کی اجازت سے کچھ مختصر حال کہنا چاہتا ہوں سینٹرل نیشنل محمڈن ایسوسی ایشن کلکتہ نے فروری ۱۸۸۲ء میں اپنی ایک عرضداشت موسومہ گورنمنٹ میں عام طور پر موجودہ حالت مسلمانوں کے لحاظ سے بہت کچھ درخواستیں کی تھیں۔ اُس میں یہ بھی لکھا تھا کہ ایسے اوقاف جا بجا ملک میں موجود ہیں جو علاوہ مذہبی مقاصد کے مسلمانوں کی تعلیم کے لئے بھی کام آسکتے ہیں اور درخواست کی تھی کہ گورنمنٹ اُن اوقاف کی تحقیقات کے لئے ایک کمیشن مقرر کرے کہ کیا وہ مسلمانوں کی تعلیم میں لگائے نہیں جا سکتے۔ اس عرضداشت کے لحاظ پر گورنمنٹ آف انڈیا نے ۱۵۔ جولائی ۱۸۸۵ء کو ایک رزولیوشن جاری کیا۔ اُس میں یہ بات ظاہر کی کہ گورنمنٹ کے لئے یہ امر ناممکن ہے کہ مذہبی اوقاف میں مداخلت کرے۔ اُن لوگوں کو جو اس قسم کے اوقاف سے تعلق رکھتے ہیں بڑے بڑے اختیارات مداخلت کرنے کے بموجب ایکٹ نمبر ۲۰ سنہ ۱۸۶۳ء عطا کر دیئے گئے ہیں۔ باایں ہمہ گورنمنٹ نے بلحاظ مسلمانوں کی طمانیت کے اُس رزولیوشن میں مدراس بمبئی۔ بنگال۔ ممالک مغربی و شمالی و اودھ اور پنجاب کی گورنمنٹوں کو یہ ہدایت کی تھی کہ ایک چھوٹی کمیٹی مقرر کرے اور وہ اس معاملہ پر غور کرے اور رپورٹ کرے۔ کمیٹی مقرر کرنے کے لئے یہ قاعدہ قرار دیا تھا کہ ہر ایک کمیٹی میں ایک تجربہ کار مال کا افسر اور ایک یا دو سر آورد محمڈن جنٹلمین اور کم سے کم ایک لائق مسلمان قانون دان اور ایک یا ایک سے زیادہ گورنمنٹ

کے قانونی ایڈوائزر شامل کئے جاویں - بنگال گورنمنٹ نے بموجب اس رزولیوشن کے ایک کمیٹی مقرر کی جس کی رپورٹ میرے ہاتھ میں موجود ہے - مگر جہاں تک کہ مجھ کو علم ہے شمال و مغربی اضلاع اور اودھ میں اس قسم کی کوئی کمیٹی مقرر نہیں ہوئی - اور میں یقین کرتا ہوں کہ پنجاب میں بھی کوئی ایسی کمیٹی مقرر نہیں کی گئی - پس جو تحریک کہ اس وقت ہے وہ صرف اسقدر ہے کہ گورنمنٹ آف انڈیا کے اُس رزولیوشن کے ان صوبوں میں بھی مسلمانوں کی طمانیت کے لائق تعمیل ہونی چاہیئے +

جناب صدر انجمن - اس رزولیوشن کے پیش کرنے سے ہمارا یہ ارادہ نہیں ہے کہ اُن اوقاف میں کچھ دست اندازی کیجاوے - یا اُن لوگوں کے قبضہ میں اور اُن لوگوں کے حقوق میں جن کے قبضہ میں یا تولیت میں وہ اوقاف ہیں - اُن میں کچھ خلل ڈالا جاوے - یا جن کاموں کے لئے وہ اوقاف ہیں اُن میں کچھ تغیر و تبدیل کیجاوے - بلکہ ہمارا مقصد یہ ہے کہ کافی تحقیقات ہو کر یہ دریافت کیا جاوے کہ ملک میں درحقیقت مسلمانوں کے کس قدر اوقاف موجود ہیں + اور کس کس مطالب کے لئے وہ اوقاف ہیں اور کون کون لوگ اُن کے متولی اور اُن کے قابض ہیں +

جناب صدر انجمن - میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت کوئی ایسی فہرست جس سے حالات مذکورہ معلوم ہوں کسی ضلع میں تیار اور موجود نہیں ہے - اور خود گورنمنٹ بھی اوقاف کے حالات سے بخوبی واقف نہیں ہے - اگر ایک ایسی کیفیت مرتب ہو جاوے جس سے ہر ایک ضلع کے یا ہر ایک صوبہ کے کل اوقاف کا حال بتفصیل معلوم ہو تو گورنمنٹ کو بھی ایسے حالات کا معلوم ہونا غیر مفید نہ ہوگا - اور مسلمانوں کے گروہ کو بھی اس حال سے واقفیت ہوگی کہ ملک میں مسلمانوں کے اوقاف کس قدر موجود ہیں - بلاشبہ گورنمنٹ نے بموجب ایکٹ نمبر ۲۰ سنہ ۱۸۶۳ء مسلمانوں کے اوقاف کے متعلق بڑے بڑے اختیارات عطا کئے ہیں - لیکن جبکہ اوقاف کی حالت بالکل مخفی اور پوشیدہ ہے تو مسلمان اُس کی اصلاح اور درستی اور ترقی کی نسبت کچھ کر نہیں سکتے - اُن کے واقعی حالات معلوم ہونے پر ممکن ہے کہ مسلمان اُن کی اصلاح کی طرف کوشش کریں +

جبکہ اُن لوگوں کو جن کو تولیت میں اور قبضہ میں بالفعل اوقاف موجود ہیں یہ طمانیت ہو۔ کہ ہمکو اُن کی اغراض میں مداخلت کرنے کا کچھ ارادہ نہیں ہے۔ بلکہ نہ کوئی ناواجب حق حاصل ہے بلکہ صرف اوقاف کی حفاظت اور اُن کی ترقی مقصود ہے۔ اور یہ خواہش ہے کہ جس مطلب سے وہ وقف کئے گئے ہیں اُسی میں کام آویں تو ہر طرح سے ہمکو اُمید ہے کہ اُن اوقاف کے متولی اور قابض ہمارے ان کاموں کو اپنا ایک بہت بڑا مددگار تصور کریں گے اور نہایت خوشی سے ہمکو ہر طرح کی اعانت اس کام میں دیں گے +

چند اوقاف کا مجھ کو حال معلوم ہے کہ بہ سبب اتفاقیہ واقعات کے اُن پر قرضہ ہو گیا ہے۔ اگر ہم کو ٹھیک طرح اُس کا حال معلوم ہو تو مسلمان کوشش کر کے اس قرضہ سے اوقاف کو سبکدوش کریں تاکہ جس مقصد کے لئے وہ وقف ہے پوری طرح اس مقصد میں کام آوے +

میں ایک واقعہ کو جو میرے ہاتھ سے گذرا بیان کرنا چاہتا ہوں کہ ایک مسجد کی چند دکانیں ایک شخص کے قبضہ میں چلی گئی تھیں اور اُس پر اس قدر عرصہ گذر گیا تھا کہ قانون حد سماعت اُس پر عارض تھا۔ جبکہ یہ حال معلوم ہوا تو مسلمانوں نے آپس میں چندہ کر کے اُن دو کانوں کو اُس سے خرید لیا اور پھر مسجد کے متعلق کر دیا۔ اسی طرح پر اگر پوری طرح پر اوقاف کے حالات ہم کو معلوم ہوں تو مسلمان اپنے اوقاف کے بچانے کے لئے اُمید ہے کہ ہر طرح پر کوشش کرنے کو موجود ہیں۔ ایسی ایک کیفیت مرتب ہو جانے سے جس کے لئے یہ رزولیوشن پیش ہوا ہے بلاشبہ مسلمانوں کو اُن کی حفاظت کا نہایت عمدہ موقعہ ملیگا +

بلاشبہ مسلمانوں کے اوقاف جہاں تک کہ مجھ کو معلوم ہے دو قسم کے ہیں۔ ایک ایسے ہیں جو بالکل مذہبی اُمور کے لئے وقف کئے گئے ہیں اور کچھ ایسے ہیں کہ جن میں کوئی حصہ خاص مذہبی امور کے لئے ہے اور کوئی حصہ بغرض تعلیم کے وقف کیا گیا ہے۔ ایسے اوقاف جنمیں متولیوں کے قبضہ میں ہیں اُن سے ہم التجا کر سکتے ہیں کہ جس قدر اُس کا حصہ مسلمانوں کی تعلیم کے لئے مقرر ہے اُس کو ایک سلوبی اور عمدگی سے مسلمانوں کی تعلیم میں خرچ کریں مگر جب تک کہ حالات معلوم ہوں کوئی کام نہیں کر سکتے۔ کیفیت جس کے تیار ہونے کی خواہش ہے اگر تیار ہو جاوے تو مسلمانوں کی ترقی تعلیم کے لئے بہت کچھ موقع مل سکتا ہے +

جناب صدر انجمن - اوقاف سے مسلمانوں کی تعلیم کا ذکر کرتے وقت مجھ کو اس بات کا ذکر کرنا ضرور ہے کہ بنگال میں جو کمیشن بیٹھا تھا۔ اُس میں بدقسمتی سے باہم ممبروں کے اختلاف رائے ہوا تھا۔ یعنی بعض ممبروں کی یہ رائے تھی کہ اوقاف تعلیم سے انگریزی علوم کی تعلیم دیجاوے اور بعض ممبروں کی یہ رائے تھی کہ اُن اوقاف کی آمدنی انگریزی تعلیم میں خرچ نہیں ہو سکتی۔ مگر اُمید ہے کہ ہماری کانگریس میں ایسا اختلاف پیدا نہیں ہوگا کیونکہ گذشتہ سال کانگریس کے اجلاس سے ایک رزولیوشن پاس ہوگیا ہے کہ اوقاف کی متولی صاحبوں کو قدیم طریقہ کے مطابق عربی علوم کی تعلیم پر جس میں حدیث و فقہ و تفسیر کی تعلیم شامل ہو توجہ کرنی چاہیئے۔ اور اُن اوقاف کا روپیہ انگریزی علوم کی تعلیم میں صرف کرنا اُس نیت اور ارادہ کے مطابق نہیں ہے جس نیت اور مقصد سے وقف کرنے والوں نے اُس کو وقف کیا ہے ٭

جناب صدر انجمن - ہماری ایجوکیشنل کانگریس کے جو مقاصد قرار پائے ہیں اور جو اُس کے قواعد ہیں بالتفصیل مندرج ہیں۔ منجملہ اُن کے ایک مقصد اہم یہ بھی ہے۔ کہ علوم مشرقی اور دینیات کی تعلیم قدیم طریقہ پر جو ہمارے علماء کے ذریعہ سے جاری تھی اُس تعلیم کے قائم اور جاری رہنے کی مناسب تدبیریں عمل میں لائی جاویں۔ پس اگر اُن اوقاف سے جن میں مسلمانوں کی تعلیم کا بھی کوئی حصہ ہے۔ مسلمانوں کی وہی قدیم تعلیم جاری رکھی جاوے تو ہماری کانگریس کے مقاصد میں سے ایک مقصد کو بہت ہی بڑی مدد پہونچے گی ٭

محمڈن اینگلو اورینٹل کالج علیگڈھ سے جو ایڈریس ہز ایکسیلنسی مارکوئس آف ڈفرن آرل آف آوا کو دی گئی تھی اُس میں گورنمنٹ آف انڈیا کے اس رزولیوشن کا بھی شکریہ تھا اُس کے جواب میں ہز ایکسیلنسی نے فرمایا کہ یہ امر واجب ہے کہ جو خاص توجہ آپ مسلمانوں کی تعلیم کی جانب ظاہر کرتے ہیں اُس کے باعث سے آپ کو اس بات کی فکر ہو کہ مسلمانوں کے تعلیمی اوقاف کا انتظام اس طرح پر کیا جائے جس سے وہ باحسن وجوہ حاصل ہو جو آپکو دل سے منظور ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ اُن کے انتظام کے معاملہ کی نسبت لوکل گورنمنٹوں سے استفسار کیا گیا ہے اور مجھ کو اسبات پر بالکل اطمینان ہے کہ میں ان اضلاع میں اُن کا

فیصلہ ایک ایسے لفٹنٹ گورنر کی رائے پر چھوڑتا ہوں جو آپ کی ضرورتوں سے ایسی ہی واقفیت اور آپ کی خواہشوں کے ساتھ ایسی ہی ہمدردی کرنے والے ہیں جیسے کہ سر آکلینڈ کالون ہیں +

ہز ایکسیلنسی نے جو امر نسبت جناب سر آکلینڈ کالون کے فرمایا۔ میں اُس کو دل سے تسلیم کرتا ہوں۔ لیکن مجھ کو پورا یقین ہے کہ جناب سر جیمس لائل پنجاب کے صوبہ کے لفٹنٹ گورنر بھی اُسی طرح مسلمانوں کے ترقی تعلیم کے خواہاں ہیں اور مجھے کچھ شبہ نہیں ہے۔ کہ جہاں تک ضابطہ اور قانون اجازت دے گا حضور ممدوح بھی دل سے اس امر پر توجہ فرماوینگے پس ان وجوہ سے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ گورنمنٹ آف انڈیا کے رزولیوشن کے مطابق ہر ایک صوبہ میں مسلمانوں کے اوقاف کے کامل طور پر اور لائق طمانیت مسلمانوں کی تعمیل ہونے کے لئے گورنمنٹ سے درخواست کیجاوے۔ اس گفتگو کے بعد تمام ممبروں نے کہا کہ ہم سب اس تجویز سے متفق ہیں اور اُس کو دل سے پسند کرتے ہیں چنانچہ یہ رزولیوشن تمام ممبروں کے اتفاق سے پاس ہوا +

۲۹

اسپیچ سر سید نسبت ایک رزولیوشن کے جو واسطے تائید تعلیم نسوان کے پیش کیا گیا تھا +

(اجلاس تیسرا بمقام لاہور)

جناب صدر انجمن -

مجھ کو افسوس ہے کہ اس رزولیوشن کی نسبت جو ایک نہایت سادہ طور پر تھا۔ ضرورت سے زیادہ بحث ہوئی۔ نسبت عورتوں کی تعلیم کے میں کچھ زیادہ کہنا نہیں چاہتا کیونکہ جو کچھ میری رائے نسبت اس کے ہے وہ اسی پنجاب میں چند سال گذرے ظاہر ہو چکی ہے۔ اُس وقت بھی لوگوں کو تعجب ہوا تھا اور شاید اب بھی تعجب ہوگا۔ کہ باوجودیکہ بہت سی باتوں میں میری طرف نئے خیالات منسوب ہوتے ہیں لیکن عورات کی تعلیم کی نسبت میرے وہی خیالات ہیں جو ہمارے قدیم بزرگوں کے تھے +

جو جدید انتظام عورتوں کی تعلیم کا اس زمانہ میں کیا جاتا ہے۔ خواہ وہ انتظام گورنمنٹ کا ہو اور خواہ اُسی طرز کا انتظام کوئی مسلمان یا کوئی انجمن اسلامی اختیار کرے۔ اُس کو میں پسند نہیں کر سکتا۔ عورتوں کی تعلیم کے لئے مدرسوں کا قائم کرنا اور یورپ کے زنانہ مدرسوں کی تقلید کرنا ہندوستان کی موجودہ حالت کے کسی طرح مناسب نہیں ہے اور میں اُس کا سخت مخالف ہوں۔ لوگوں نے یہ بات سُنی ہے کہ انگلستان میں لڑکیوں کی تعلیم کے لئے مدرسے ہیں۔ اور وہ اسی طرح اُن میں جمع ہو کر پڑھتے ہیں جس طرح کہ لڑکے مدرسوں میں جمع ہو کر پڑھتے ہیں اور رہتے ہیں۔ میں نے بالتخصیص لندن میں بعض اپنے دوستوں کی مہربانی سے ایسے زنانہ مدرسوں کو جہاں اشراف لڑکیاں پڑھتی اور رہتی تھیں دیکھا ہے۔ آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ جو حالت عُمدگی اور طمانیت اور تعلیم اور تربیت کی اُن مدرسوں میں ہے ہندوستان کو وہاں تک پہونچنے کے لئے ابھی سینکڑوں برس درکار ہیں۔ اگر فرض کرو کہ ایسے مدرسے ہندوستان میں ہوں

تو میں ہر اشراف خاندان سے کہوں گا کہ بے شک اپنی لڑکیوں کو وہاں بھیجو۔ لیکن ای دوستو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہندوستان میں ابھی ایسا ہونا محالات سے ہے ٭

عورتوں کو جس قسم کے علوم پڑھائے جانے کا خیال پیدا ہوا ہے اُس کو بھی میں پسند نہیں کرتا۔ کیونکہ نہ وہ ہماری حالت کے مناسب ہیں اور نہ سینکڑوں برس تک ہماری عورتوں کو اُن کی ضرورت ہے۔ بغیر معنی سمجھائے قرآن مجید پڑھانا جس کو ایک حقارت سے دیکھا جاتا ہے میری دانست میں کوئی ذریعہ اُس سے زیادہ روحانی تربیت۔ روحانی نیکی اور توجہ ذات باری کے لئے نہیں ہوسکتا۔ اس وقت میں اس باب میں طول طویل گفتگو کرنا نہیں چاہتا صرف یہ بات کہتا ہوں کہ رزولیوشن میں زنانہ مدارس جاری کرنے کا ذکر نہیں ہے بلکہ زنانہ مکتب کا ذکر ہے اور اُس کے ساتھ یہ قید بھی ہے کہ جو مذہب اسلام اور طریقہ شرفائے اہل اسلام کے مطابق اور اُس کے مناسب ہوں۔ پس جب یہ قیدیں رزولیوشن میں موجود ہیں تو اُس کے منظور کرنے میں کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا ٭

مجھے اچھی طرح معلوم نہیں ہے کہ انجمن حمایت اسلام نے کس قسم کے زنانہ مکتب جاری کئے ہیں مگر میں مناسب سمجھتا ہوں کہ ہماری طرف جو طریقہ شرفا میں لڑکیوں کی تعلیم کا تھا وہ آپ سب صاحبوں کے سامنے بیان کروں تاکہ آپ سب صاحب غور کرکے نسبت رزولیوشن کے اپنی ایک فیصل رائے قائم کرسکیں۔ بہتر ہوگا کہ میں اُس طریقہ کو بیان کروں جو خود ہمارے خاندان میں جاری تھا۔ اور جس سے میں بہ خوبی واقف ہوں۔ اور بہت کچھ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے ٭

میں نے اپنے خاندان کی تین قسم کی عورتوں کو دیکھا ہے۔ ایک وہ جو کہ ہماری ماں اور خالاؤں کی ساتھی تھیں۔ میں نے اُن کو دیکھا کہ وہ سب پڑھنا جانتی تھیں۔ اور چند اُن میں سے ایسی تھیں کہ جو فارسی کتابیں بھی پڑھ سکتی تھیں۔ میں نے خود گلستان کے چند سبق اپنی والدہ سے پڑھے ہیں اور اکثر ابتدائی فارسی کی کتابوں کے سبق اُن کو سنائے ہیں ٭

دوسرا گروہ میری ہم عمر بہنوں کا تھا جو گھروں میں تعلیم پاتی تھیں۔ اُن کی تعلیم کا

طریقہ میں نے یہ دیکھا کہ رشتہ داران قریب میں سے کوئی معزز اور آسودہ گھر لڑکیوں کی تعلیم کے لئے منتخب کیا جاتا تھا اور خاندان کی لڑکیاں اُس گھر میں پڑھنے کے لئے جمع ہوتی تھیں اور اُس گھر کی بزرگ عورت جو اُن لڑکیوں میں سے کسی کی ماں اور کسی کی نانی اور کسی کی خالا اور کسی کی ممانی اور کسی کی پھوپھی ہوتی تھی اُن سب لڑکیوں کی نگراں ہوتی تھی۔ اُن کی تربیت کے لئے متعدد اُستانیاں نوکر ہوتی تھیں۔ اور خود اُس گھر کی مالکہ اور بڑی عُمر کی عورتیں جو پڑھی ہوئی ہوتی تھیں۔ مع اُن اُستانیوں کے اُن لڑکیوں کو تعلیم دیتی تھیں +

اُس مکان کا ایک ٹکڑہ جو ہمیشہ ضلع کی عمارتوں میں ایک دالان ہوتا تھا بطور مکتب کے تجویز کیا جاتا تھا۔ اُس میں تخت بچھے ہوئے ہوتے تھے اور اُن پر نہایت صاف فرش ہوتا تھا۔ اور سب لڑکیاں وہاں بیٹھکر پڑھتی تھیں۔ اور اُستانی پڑھاتی تھی۔ اُس گھر کی بزرگ عورتیں وقتاً فوقتاً اُس دالان میں جاکر ان لڑکیوں کی اور اُن کے پڑھنے کے حالات کی نگرانی کرتی تھیں۔ کبھی کبھی کوئی رشتہ دار مرد اُن لڑکیوں کا بھائی یا باپ۔ نانا۔ خالو آن کر اُن لڑکیوں کا سبق سنتا تھا۔ اور کسی کسی لڑکی کو خود پڑھاتا تھا۔ اس وقت تک اُن عورتوں میں سے ایسی عورتیں بھی زندہ موجود ہیں جو عربی زبان سے بھی کسی قدر واقف ہیں اور مشکوٰۃ شریف اور حصن حصین اور متعدد چہل حدیث کتابوں کو نہایت خوبی سے پڑھا سکتی ہیں +

تیسری قسم کی وہ لڑکیاں ہیں جو میرے سامنے بچہ تھیں اور اب بڑی ہوگئی ہیں۔ ان کی بھی تربیت اسی طرح پر میری آنکھوں کے سامنے ہوئی ہے۔ میری حقیقی بہن کا گھر اس کام کے لئے خاص کیا گیا تھا اور ایک گروہ رشتہ دار لڑکیوں کا اسی طرح پر ایک دالان میں پڑھا کرتا تھا اور میری بہن کے شوہر جو نہایت بزرگ تھے ان لڑکیوں کی تعلیم میں زیادہ کوشش کرتے تھے۔ پہلے زمانہ میں عورتوں کو لکھنے کا کچھ خیال نہ تھا۔ مگر اس تیسرے گروہ کی لڑکیوں میں سے کسی کسی کو لکھنے کا بھی شوق ہوا + میرے نانا کے حقیقی بھائی ہر روز یا ایک دن بیچ کر کے مکتب میں آتے تھے اور فارسی خط جو لڑکی لکھنا سیکھتی تھی اُس کو اصلاح دیتے تھے۔ عربی خط

جو لڑکیاں لکھتی تھیں اُن کو میرے حقیقی بہنوئی اصلاح دیتے تھے۔ صبح سے کھانے کے وقت تک پڑھنے کا وقت تھا۔ کھانے کے وقت پر سب لڑکیاں اُس گھر کی مالکہ کے ساتھ کھانا کھاتی تھیں۔ کھانے کے بعد ظہر کے وقت تک سینے پرونے یا اور کسی قسم کے خانہ داری کے کاموں کے سیکھنے میں گذرتا تھا۔ ظہر کے وقت سب لڑکیاں نماز پڑھتی تھیں اور عصر کے وقت تک پھر اپنے پڑھنے میں مصروف رہتی تھیں۔ عصر کے بعد ڈولیوں میں سوار ہوئیں اور اپنے اپنے گھر چلی گئیں۔

جمعہ کا دن نہایت دلچسپ ہوتا تھا۔ سب لڑکیاں بدستور صبح سے آتی تھیں اور سب ملکر چھوٹی چھوٹی پتیلیوں میں مختلف قسم کے کھانے پکاتی تھیں۔ جو ہماری طرف کی زبان میں منڈکلیہ کہلاتی ہے۔ ان لڑکیوں میں سے ایک لڑکی میزبان بنتی تھی اور سب لڑکیوں کو اُنھیں کا پکایا ہوا کھانا کھلاتی تھی +

کبھی کبھی اپنے ہم عمر بھائیوں کو بھی وہ لڑکیاں بلاتی تھیں اور کھلاتی تھیں۔ غرضکہ اسی طرح پر اُن کو وہ چیزیں جو عورتوں کے لئے ضروری ہیں پڑھائی جاتی تھیں۔ اور خاندان کا طریقہ اور سلیقہ سکھایا جاتا تھا۔ اُن کی تعلیم میں وہ علوم داخل نہ تھے جن کو اس زمانہ میں یورپ کی تقلید سے لڑکیوں کی تعلیم میں لوگ داخل کرنا چاہتے ہیں۔ یورپ کی اور امریکہ کی حالت معاشرت کے خیال سے شاید وہ علوم لڑکیوں کو سکھانے ضرور ہوں۔ کیونکہ ممکن ہے کہ وہاں عورتیں پوسٹ ماسٹرز اور ٹیلی گراف ماسٹرز۔ یا پارلیمنٹ کی ممبر ہوسکیں۔ لیکن ہندوستان میں نہ وہ زمانہ ہے نہ سینکڑوں برس بعد بھی آنے والا ہے۔ پس جو علوم کہ اُس زمانہ میں عورتوں کے لئے مفید تھے وہی اس زمانہ میں بھی مفید ہیں اور وہ علوم صرف دینیات اور اخلاق کے لئے تھے۔ اُس زمانہ کی لڑکیاں قرآن شریف پڑھتی تھیں۔ اُس کا ترجمہ پڑھتی تھیں۔ نماز روزہ کے مسائل کی کتابیں پڑھتی تھیں۔ جس نے زیادہ تعلیم میں ترقی کی اور فارسی سیکھ لی اوس کو قصص انبیاء اور حکایات اولیاء اور اُسی قسم کی اخلاق کی کتابیں اور بعض حکایات مثنوی مولانا رومؒ کی پڑھائی جاتی تھیں۔ جس زمانہ میں مشکوٰۃ شریف کا ترجمہ اُردو میں نہ ہوا تھا اور لڑکیوں نے حدیث پڑھنے کا شوق کیا تھا اُن کو شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا ترجمہ مشکوٰۃ شریف

پڑھایا جاتا تھا اور اخیر زمانہ میں اردو ترجمہ مشکوٰۃ کا اور اردو ترجمہ حصن حصین کا یعنے ظفر جلیل زیادہ تر درس میں داخل تھا۔ بعض لڑکیوں نے ملفوظات حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء یعنے فوائد الفوائد اپنے شوق سے پڑھے تھے۔ صرف ایک عورت سے میں واقف ہوں جس نے تونرک جہانگیری اپنے باپ سے پڑھی تھی۔ مگر اُس کی ہمجولیاں اُس کو کہتی تھیں کہ بوا اس سے کیا فائدہ ہے کوئی اَور خدا اور رسُول کی کتاب پڑھو۔ یہی عمدہ طریقہ تعلیم کا تھا جس سے لڑکیوں کے دل میں نیکی اور خدا ترسی۔ رحم اور محبت اور اخلاق پیدا ہوتا تھا۔ اور یہی تعلیم اُن کے دین اور دنیا دونوں کی بھلائی کے لئے کافی تھی اور اب بھی یہی تعلیم کافی ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ عورتوں کو افریقہ اور امریکہ کا جغرافیہ سکھانے اور الجبرا اور ٹرگنامٹری کے قواعد بتانے اور احمد شاہ اور محمد شاہ اور مرہٹوں اور دہلیوں کی لڑائیوں کے قصے پڑھانے سے کیا نتیجہ ہے +

اے صاحبو اس رزولیوشن میں جو لفظ زنانہ مکتب کا ہے اُس میں سے میں ایسے مکتب سمجھتا ہوں جس کی میں نے تصریح کی اور یہ الفاظ جو اُس رزولیوشن میں ہیں کہ وہ مکتب مذہب اسلام اور طریقہ شرفائے اہل اسلام کے مناسب ہوں اُن مکتبوں سے میری مراد ایسے ہی مکتبوں کی ہے۔ تعلیم کا لفظ جو رزولیوشن میں ہے میں سمجھتا ہوں کہ اُس سے وہی تعلیم مراد ہے جس کو میں نے مفصّل اوپر بیان کیا ہے۔ پس آپ اُس رزولیوشن پر دوبارہ غور فرماویں اور اُس کے الفاظ کے وہ معنے جو میں نے بیان کئے ہیں قرار دیکر فیصلہ کریں۔ کہ آیا اس طرح پر لڑکیوں کی تعلیم کا انتظام ضروری اور مناسب ہے یا نہیں اور اُس کے بعد جو کچھ آپ کی رائے میں آئے اس رزولیوشن کو منظور یا نامنظور کریں +

۳۰

اسپیچ نسبت ایک رزولیوشن کے جو مسلمانوں کے واسطے اعلےٰ یا عام تعلیم کے زیادہ نافع ہونے کی تحقیق کرنے کے واسطے ایک مضمون انعامی لکھوانے کی غرض سے پیش کیا گیا تھا۔

(اجلاس چہارم بمقام علیگڈھ)

جناب صدر انجمن و دیگر بزرگان۔

جو رزولیوشن کہ اس وقت پیش ہوا ہے میں اُس کی تائید کرتا ہوں۔ آپ کو اس رزولیوشن سے یہ بات ظاہر ہوئی ہوگی کہ اس رزولیوشن کا مقصد اس وقت کسی مضمون پر بحث کرنے اور اُس کے فیصلہ کرنے کا نہیں ہے۔ ایک مضمون کانگریس کے سامنے پیش کیا گیا ہے نہ اس لئے کہ اُسپر بحث کیجاوے بلکہ اس لئے اُس مضمون کو پرائس سے لکھوایا جاوے اور اُس کے لئے یہ پابندی بعض شرطوں کے انعام مقرر کیا جاوے۔ پس اس وقت یہی امر بحث طلب ہے اور اُس کے سوا اور کوئی چیز بحث طلب نہیں ہے۔ حال یہ ہے کہ اسی قسم کے مضامین یا اُس کے قریب قریب چند دفعہ پچھلے تین اجلاسوں میں پیش ہوئے اور ہر ایک صاحب نے دفعتہً بلا غور کامل یا بعد کسی قدر غور کے اُس پر گفتگو شروع کی گفتگوئیں آپس میں مختلف تھیں۔ اور ہر ایک موید کی گفتگو نہ کُل پہلو پر اور نہ اُس کے کل منافع پر جامع تھے اور مخالف گفتگو کرنے والے کی گفتگو اُس موید کی گفتگو کے نقصان اور اپنی تجویز کے منافع بیان کرنے کو کافی تھی۔ اس لئے ضرور ہے کہ لوگ بجائے خود غور و تامل کر کے اور ہر ایک صاحب کے تمام منافع و مضار پر غور کر کے اپنی رائے قائم کریں ✣ اور یہ مقصد اس صورت میں کہ اُس مضمون پر متعدد پرائسیں سے تحریر ہوں جس کی تحریک رزولیوشن میں کی گئی ہے بخوبی حاصل ہو سکتا ہے ✣

حضرات۔ ہمارے ملک اور ہماری قوم کا عجیب حال ہے۔ کسی چیز کا ادنےٰ یا اعلےٰ ہو عملی نام لو اور پوچھو کہ قوم کو اُس کی ضرورت ہے تو ہر ایک کے لئے جواب ملیگا کہ ہاں اور کسی کی

نسبت نہ کہا جاویگا کہ نہیں۔ قرآن کے مکتبوں کی ہم کو ضرورت ہے۔ عربی فارسی کے مکتبوں کی ہمکو ضرورت ہے۔ حدیث و فقہ کے مدرسوں کی ہمکو ضرورت ہے۔ انگریزی تعلیم میں پیور پریمری و اپر پریمری۔ مڈل و انٹرنس۔ ایف اے و بی اے اور ایم اے کی ہم کو ضرورت ہے۔ تجارت میں چھوٹی دوکانداری سے بڑے سے بڑے کارخانہ کی ہم کو ضرورت ہے۔ صناعت میں سوئی اور دیا سلائی بنانے سے عمدہ عمدہ جیبی گھڑیاں اور عجیب عجیب تھرمامیٹر اور نازک نازک کلیں بنانے کی ہم کو ضرورت ہے۔ سوت کاتنا۔ کاغذ بنانا۔ کپڑا بُننا غرضکہ اس زمانہ کی چیزوں میں سے کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس کی ہم کو ضرورت نہو۔ پس بلحاظ امورات متعلق تعلیم کے ہی ایک شخص کہہ سکتا ہے کہ ادنےٰ درجہ کی تعلیم پھیلانے کی قوم میں بڑی ضرورت ہے۔ دوسرا کہہ سکتا ہے کہ اعلےٰ درجہ کی تعلیم نہ ہونے سے قوم کو روز بروز تنزل ہوتا جاتا ہے۔ دونوں کا کہنا بلحاظ قوم کی حالت کے صحیح ہے اور اُن کے دلائل قابل ردوقدح نہیں ہیں۔ مگر سوال یہ ہے کہ وہ لوگ جو اُس گری ہوئی قوم کو سنبھالنا چاہتے ہیں جو ادنےٰ سی چیز سے اعلےٰ تک کی محتاج ہے۔ اُس کے سنبھالنے کا اُن کو کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیئے۔ کیا سب چیزوں کو ایک ساتھ اختیار کرنا جس کا انجام محالات سے ہے اور قوموں کے متفرق ہوجانے سے ایک چیز کا بھی ہونا ناممکن ہے۔ ہم کو مناسب ہے یا کسی ایک چیز کو جو سب خرابیوں کی جڑ ہے اختیار کرنا لازم ہے ؟

فرض کرو کہ ایک شخص بیمار ہے اور متعدد بیماریاں اُس کو لاحق ہیں۔ اُس طبیب کو جو اُس کا معالج ہے دفعتہً تمام بیماریوں کا ایک دم علاج کرنا مناسب ہے یا اول اس بیماری کا تدارک کرنا اُس کو مناسب ہے جو مہلک ہے۔ قوم من حیث المجموع ایک شخص واحد کا حکم رکھتی ہے درحقیقت اُس کو بہت سی بیماریاں لاحق ہیں۔ سوال بحث طلب صرف یہی ہے کہ کون سی بیماری سب سے زیادہ سخت اور مہلک ہے جس کے علاج میں سب سے اوّل ہم سب کو متفق ہوکر کوشش کرنی چاہیئے ؟

مجھے اُمید ہے کہ اس اصول سے جس کو بڑے بڑے حکمٰا نے تسلیم کیا ہے کوئی شخص بھی اختلاف نہیں کرے گا۔ اختلاف رائے جہاں تک ہوسکتا ہے وہ اُس بیماری کے تشخیص کرنے میں

ہوسکتا ہے جس کو سب سے زیادہ سخت مہلک قرار دیا جاوے +

ایک مدت دراز سے ہماری قوم پر مُردنی چھائی ہوئی تھی لیکن اب کچھ ہلنے لگی ہے اور کروٹیں بدلتی ہے۔ جس کی حرکتیں غیر منضبط اور بسمل کی سی حرکتیں ہیں۔ یا اُس کی مثال ایک بند پانی کی تھی۔ جو ایک مدت سے ایک جگہ ٹھہرا ہوا تھا۔ بیشک اُس میں حرکت آئی ہے۔ مختلف طرح سے اُس نے بہنا شروع کیا ہے۔ اُس کا طبعی نتیجہ یہ ہے کہ مختلف مقاموں سے بہنا شروع کرے اور چھوٹی چھوٹی شاخیں اُس سے پیدا ہوں اسکا نتیجہ بجز اس کے کہ تھوڑی دور چل کر سوکھ جاوے اور کچھ نہیں ہوسکتا۔ قوم کے سنبھالنے والوں کا یہ کام ہے جو اُس کے بہنے کے لئے ایک عمدہ موقع تجویز کریں اور اُن تمام شاخوں کو پھیر کر ایک رستہ پر ڈالیں تاکہ وہ سب مل کر ایک دریا یا رفتہ رفتہ سمندر ہو جاوے +

مجھ کو اپنی قوم کی حالت پر بہت بڑا افسوس تھا مگر نہایت خوشی ہے کہ اُس بند پانی کا بند ٹوٹ گیا ہے اور مختلف رستوں پر بہنے لگا ہے۔ خدا سے اُمید ہے کہ وہ سب دھاریں ایک ہو جاویں گی اور سب ملکر ایک دریا بن جاویگا۔ پس تمکو اس بات پر غور کرنی چاہئے کہ وہ مختلف دھاریں کیونکر ایک ہوں اور کیونکر سب مِل کر دریا بن جاویں۔ یہ بھی مقصود اس مضمون کا ہے جو پیش ہوا ہے۔ بلاشبہ یہ ایک ایسا مضمون ہے جسپر ہر ایک شخص اپنی رائے کے موافق اسے لکھے گا۔ لیکن اس وقت میرے خیال میں ایک ایسا انگریزی لفظ ہے جس کا اُردہ ترجمہ میری دانست میں نہیں ہوسکتا۔ شاید مولوی نظیر احمد صاحب اس کا ترجمہ کرسکیں وہ لفظ یوٹیلیٹی ہے۔ اُس کے مقابل کا لفظ اُردو میں تو میں نہیں جانتا۔ مگر جہاں تک ممکن ہوسکتا ہے اُس کی تشریح کرتا ہوں۔ کوئی چیز دنیا میں ایسی نہیں ہے جس میں منفعت اور مضرت دونوں موجود نہ ہوں۔ یوٹیلیٹی کے یہ معنے ہیں کہ ایک طرف اوس کی تمام منفعتوں کو بہ ترتیب رکھا جاوے اور ایک طرف اُس کی تمام مضرتوں کو۔ اور ہر ایک منفعت اور مضرت کا ویلیو (افسوس ہے کہ اِس کی اُردو بھی میں نہیں جانتا۔ جس کو شوق ہو مولوی نظیر احمد صاحب سے پونچھ لے) قرار دیں اور پھر جبر اور مقابلہ کے قاعدہ سے نکال لیں کہ اُس میں منفعت زیادہ ہے یا مضرت اور جس میں منفعت زیادہ ہو اُسکو اختیار کریں۔

جبر و مقابلہ سے حساب کرنے میں ہم کو کچھ مشکل نہ پڑے گی کیونکہ شمس العلمأ مولوی ذکاء اللہ موجود ہیں وہ ایک منٹ میں حساب کر کے نکال دیں گے جس کے زیادہ نمبر وہ بتائیں وہ اختیار کرنا چاہیئے +

بہر حال یہ مضمون میری دانست میں اس بات کا مستحق ہے کہ ہر شخص جو اسپر کچھ لکھے نہایت غور و فکر سے ہر ایک پہلو پر خیال کر کے لکھے جب وہ رسالے آویں گے اور کمیٹی کے سپرد ہوں گے اور مجھ کو اُمید ہے کہ کمیٹی خود بھی یونیورسٹی پر عمل کر کے اُن رسالوں میں سے کسی رسالہ کو پسند کرے گی - اس وقت صرف یہ امر پیش ہے کہ ایسوں کا لکھا جانا منظور کیا جاوے اور اُمید ہے کہ اس میں کسی کو اختلاف نہ ہوگا - اگر کسی قدر اختلاف یا عذر کرنے والا ہوں تو میں ہی ہوں اور وہ عذر یہ ہے کہ جو انعام اس کے لئے تجویز ہوگا وہ اس سال کے چندہ ممبری سے نہیں دیا جا سکیگا - کیونکہ اس سال کے چندہ ممبری کے لئے یہ امر قرار پا چکا ہے کہ کُل روپیہ بعد منہائے اخراجات چھاپہ وغیرہ اسکالرشپ کے فنڈ میں دیا جاوے گا - یہ اسی سال آیندہ اجلاس میں پیش ہوں گے اور سال آیندہ کے چندہ کی آمدنی سے وہ انعام دیا جا سکیگا - علاوہ اس کے سو روپیہ کا ایک انعام کم ہے کم سے کم تین انعام مقرر ہونے چاہئیں - ایک سو روپیہ کا اور دو پچاس پچاس روپیہ کے تاکہ متعدد لوگوں کو نام آوری کے حاصل کرنے کا موقع ملے +

۳۱

اسپیچ جو سر سید نے پنیسی ریڈنگ تھیٹر میں جو واسطے نفع مدرسۃ العلوم قائم کیا تھا اسٹیج پر کھڑے ہو کر ۶۔ فروری ۱۸۸۹ء کو حاضرین کے سامنے کی +

لیڈیز اینڈ جنٹلمین۔

کون ہے جو آج مجھ کو اس اسٹیج پر دیکھ کر حیران ہوتا ہوگا۔ وہی جن کے دل میں اپنی قوم کا درد نہیں۔ وہی جن کا دل جھوٹی شیخی اور جھوٹی مشیخت سے بھرا ہوا ہے۔ آہ۔ اُس قوم پر جو اُن باتوں کو جن سے انسان کو شرم اور حیا اور غیرت ہونی چاہیئے۔ اپنی شیخی اور اپنے افتخار کا باعث سمجھے۔ آہ۔ اُس قوم پر جو قوم کہ انسان کی بھلائی کے کاموں کو جو نیک نیتی سے نیکی کے لئے کئے جاویں بے عزتی کے کام سمجھے۔ آہ اُس قوم پر جو خدا کو دھوکہ دینے کے لئے مکر یا پندار کے کالے سوت سے بُنے ہوئے تقدّس کے برقعہ کو اپنے مونھ پر ڈالے مگر اپنی بدصورتی اور دل کی بُرائی کا کچھ علاج نہ سوچے۔ آہ۔ اُس پر جو اپنی قوم کو ذلت اور نکبت کے سمندر میں ڈوبتا دیکھے اور خود کنارہ پر بیٹھا ہنستا رہے۔ اپنے گھر میں کھلے خزانہ ایسی بے شرمی اور بے حیائی کے کام کرے جس سے بے شرمی و بے حیائی بھی شرما جاوے۔ لیکن قوم کی بھلائی کے کام کو شرم دلانے کا کام سمجھے +

اے رئیسو اور دولتمندو۔ تم اپنی دولت و حشمت پر مغرور ہو کر یہ مت سمجھو کہ گو قوم کیسی ہی بدحالت میں ہو ہمارے بچّوں کے لئے بہت کچھ ہے۔ یہی اُن لوگوں کا بھی خیال تھا جو تم سے پہلے تھے۔ مگر اب اُنھیں کے بچّوں کی وہ نوبت ہے جن کے لئے آج ہم اس اسٹیج پر کھڑے ہیں +

اے صاحبان۔ ہر کوئی تسلیم کرتا ہے کہ تعلیم نہ ہونے سے قوم کا حال روز بروز خراب ہوتا جاتا ہے۔ قوم مفلس ہو گئی ہے۔ قوم کے بچے اخراجات تعلیم کے سرانجام نہ ہونے

سے ذلیل و رذیل ہوتے جاتے ہیں۔ میں نے کوئی پہلو ایسا نہیں چھوڑا جس سے قوم کے غریب بچوں کے اخراجات تعلیم میں اعانت پہونچے۔ مگر افسوس کامیابی نہیں ہوئی خود لوگوں سے بھیک مانگی بہت ہی قلیل ملی۔ والنٹیر بنانے چاہے۔ بہت ہی کم بنے۔ اور جو بنے اُن سے بھی کچھ بن نہ آئی۔ پس آج میں اس اسٹیج پر اس لئے آیا ہوں کہ قوم کے بچوں کی تعلیم کے لئے کچھ کرسکوں ؛

لیڈیز اور یوروپین جنٹلمین۔ میں خوب جانتا ہوں کہ تم نے اپنی قوم کے غریب بچوں کے لئے کیا کچھ کیا ہے۔ بڑے بڑے ڈیوک ڈیوچس اسٹیج پر آئے ہیں۔ اور غریبوں کی امداد کرنے سے عزت پائی ہے۔ اس وقت بھی یوروپین نے اپنی نیک دلی ثابت کی ہے کہ باوجود ہمقوم نہ ہونے کے ہمارے شریک ہیں۔ اور تھوڑی دیر میں ہمارے یوروپین دوست اور مسٹر کینڈی کلکٹر و افسر ضلع نہیں نہیں۔ مسٹر کینڈی میرے دوست اس اسٹیج پر آنے والے ہیں۔ مگر ہندوستان کا نہ وہ خیال ہے نہ وہ دل اور نہ وہ دلی نیکی جو ایسے کاموں کے باعث ہوتی ہے۔ ہندوستان میں پہلا موقع ہے جو میں اس قومی کام کے لئے اسٹیج پر کھڑا ہوا ہوں۔ جہاں تک مجھ سے ہوسکے میں اپنی قوم کی بھلائی میں کوشش کروں گا۔ اور ضرور کروں گا۔ اور لوگوں کو جو وہ بکنا چاہیں بکنے دوں گا۔ کون سی بات ہے جو لوگوں نے میری نسبت نہیں کہی اور میں نہایت خوش ہوں گا کہ جو کچھ اُن کو کہنا باقی رہ گیا ہو وہ بھی اب کہہ لیں۔ اس موقع پر میں حافظ صاحبؒ کی ایک غزل پڑھوں گا جو میرے فیلنگ کے مناسب ہے اور جس میں میں نے دو شعر اور ملا دیئے ہیں۔

(اس کے بعد نہایت جوش سے حافظؒ کی یہ غزل پڑھی)

ساقیا برخیز و در دہ جام را	خاک بر سر کُن غمِ ایام را
ساغرے بر کف نہ تا زیر	برکشم ایں دلق ارزق فام را
گرچہ بدنامی است پیشِ عاقلاں	مانے خواہیم ننگ و نام را
بادہ در دہ چند ازیں بادِ غرور	خاک بر سر نفسِ نافرجام را

دُود آہِ سینۂ نالانِ من
سوخت ایں افسردگانِ خام را

محرمِ رازِ دلِ شیدائے خود
کس نمے بینم زخاص و عام را

با دل آرامے مرا خاطر خوش است
کز دلم یکبارہ برد آرام را

تنگ دیگر بسرو اندر چمن
ہر کہ دید آں سرو سیم اندام را

گیست آں سرو سہی کاندر شمش
یافتم دین و دل و آرام را

قومِ ما اے قومِ ما کز بہرِ تو
دادہ ام برباد ننگ و نام را

صبر کن احمد بسختی روز و شب
آخرش روزے بیابی کام را

۳۲

پولٹیکل اور سلطنت کی نسبت سرسید کی تقریریں بہت کم ہیں۔ صرف تین مرتبہ انھوں نے ایسے امور کی نسبت گفتگو کی ہے۔ جو ہم علے الترتیب ذیل میں درج کرتے ہیں۔

اسپیچ جو سرسید نے درباب تقرر برٹش انڈین ایسوسی ایشن اضلاع شمال و مغرب ۱۰۔ مئی ۱۸۶۶ء کو بہ مقام علیگڈھ دی یہ ایسوسی ایشن ہندوستان کے معاملات پر پارلیمنٹ کی زیادہ توجہ حاصل کرنے کے واسطے قائم کی گئی تھی۔

اے صاحبو۔

میں اُس طوایف الملوک کے زمانہ کا ذکر نہیں کرتا جو اٹھارھویں صدی میں ہندوستان میں تھا بلکہ میں آپ کو اُس تاریخانہ زمانہ کو یاد دلاتا ہوں جبکہ ہندوستان ایک سلطنت شخصیہ کی حکومت میں تھا۔ ایک بادشاہ یا راجہ کروڑہا مخلوق خدا پر حکمراں تھا۔ اس کی حکومت بہ نسبت اِس کے کہ کسی قانون عقلی یا نقلی کے تابع ہو زیادہ تر اُس کی مرضی اور خواہش اور طبیعت اور غیظ و غضب کے تابع ہوتی تھی۔ آپ کو یاد ہوگا کہ آپ نے اپنے مسلمان بادشاہوں کی تعریف میں یہ کلمے بہت سُنے ہوں گے کہ مالک رقاب الامم۔ حالانکہ بادشاہ یا گورنمنٹ کو ایسا کہنا درحقیقت اُس کی نسبت تمام دنیا کی بُرائیوں کا منسوب کرنا ہے۔ بہرحال تمہارے پرانے بزرگ اُس زمانہ کو بھگت چکے اور تمہارے ورے کے بزرگوں نے اُس طوایف الملوکی کے زمانہ کو بھی دیکھا۔ کچھ عجب نہیں کہ تم میں سے اکثر ایسے ہوں کہ اب تک اُس پُرانے زمانہ کو یاد کرتے ہوں۔ مگر جب کبھی تمہارا دل انصاف اور اخلاق کی طرف توجہ کرے گا۔ تو تم خود اُس زمانہ کے نقصانوں اور اُس وقت کی حکومتوں کی بُرائیوں کا اقرار کرو گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اُس زمانہ کی حکومتیں نہ مسلمانوں کی شرع کے مطابق تھیں اور نہ ہندوؤں کے دھرم شاستر کے

مطابق البتہ زبردستی اور مردم آزاری کے قانون کی پابند تھیں۔ بڑا اصول اون وقتوں کی حکومتوں کا یہی تھا کہ جو زبردست ہے وہ کمزور پر غالب رہے اور جس طرح چاہے زیادتی اور جبر اور غضب سے صرف اپنے عیش و آرام کے لئے زیردستوں کے حقوق کا تصرف کرے۔ پس ایسی حکومتوں کو بجز اُن غاصب شخصوں کے جن کا کام اُس وقت میں یہی ہوا تھا اَور کون پسند کر سکتا ہے +

مدت تک ہندوستان پر یہی زمانہ گذرا پھر خدا کی یہ مرضی ہوئی کہ ہندوستان ایک دانشمند قوم کی حکومت میں دیا جاوے جس کا طرز حکومت زیادہ تر قانون عقلی کا پابند ہو بے شک اسمیں بڑی حکمت خدا تعالےٰ کی تھی کیونکہ جب ہندوستان میں مختلف قوم اور مختلف مذہب کے لوگ آباد تھے تو اُس خدا کو جو کرشچن کا بھی ایسا ہی خدا ہے جیسا کہ ہندو و مسلمان کا ضرور ایسی حکومت ہندوستان میں قائم کرنی چاہئے تھی جو زیادہ تر عقلی قوانین حکومت کی پابند ہو (گو میری سمجھ ہے کہ کوئی نقلی قانون بھی جو خدا سے دیا گیا ہو عقلی قانون کے مخالف نہیں ہو سکتا) بہرحال ایک زمانہ گذرا کہ ابتدائے حکومت انگریزی سے نہایت ۱۸۵۸ء تم سب لوگوں نے آنریبل ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت میں اپنی زندگی بسر کی +

حق یہ ہے کہ ایسٹ انڈیا کمپنی نے نہایت شائستگی اور نرمی اور بحفاظت مذاہب مختلفہ حکومت کی اُس کی حکومت میں بجز اس کے اور کچھ کہا نہیں جا سکتا کہ بادشاہانہ حکومت نہ تھی اور جس کی بڑی ضرورت تھی کہ ہندوستان میں ہو +

ایک بڑی دقت ہندوستان کو جو آنریبل ایسٹ انڈیا کمپنی کی عملداری میں تھی وہ یہ تھی کہ اکثر بلکہ تمام معاملات ہندوستان کے صرف کورٹ آف ڈائیرکٹروں تک پہونچتے تھے اور پارلیمنٹ سے بہت کم تصفیہ پاتے تھے۔ مگر جب سے کہ جناب ملکہ معظمہ کوئین وکٹوریا دام اقبالہا نے حکومت ہندوستان کی اپنے قبضہ اقتدار میں لی اُس وقت سے جو زیادہ تر ہندوستان کی بھلائی اور بہتری کی توقع تھی۔ اُس کا اصلی منشا صرف اسی بات کی توقع میں تھا کہ اب پارلیمنٹ کو ہندوستان کے امورات میں زیادہ تر مداخلت اور دسترس ہو گی +

اے صاحبو۔ اس وقت مجھے کمال افسوس ہے کہ تم پارلیمنٹ کے ممبروں کا حال نہیں جانتے۔ اُس میں اکثر ایسے فیاض اور منصف اور نیک دل ہیں جو انسان کو بھلائی پہونچانا ہی اپنا کام سمجھتے ہیں اور صرف یہی جانتے ہیں کہ ہم دنیا میں اسی لئے پیدا ہوئے ہیں کہ انسان کو فائدہ پہونچاویں۔ اُن کو مطلق اس بات کا خیال بھی نہیں ہے کہ جس کے فائدہ کے لئے ہم کوشش کر رہے ہیں وہ کالا ہے یا گورا۔ یہودی ہے یا عیسائی۔ ہندو ہے یا مسلمان۔ مگر زیادہ تر افسوس یہ ہے کہ ابھی تک ہندوستان نے اُن فیاض طبیعت والوں کی فیاضی اور اُس عالیشان محکمہ کی حکومت کا کچھ فائدہ نہیں اُٹھایا ہے +

آپ جانتے ہیں کہ اُس فائدہ سے اب تک کیوں ہندوستان محروم رہا ہے۔ اس کا سبب بجز اس کے اَور کچھ نہیں کہ ہندوستانیوں نے اب تک اُن سے تعلق پیدا نہیں کیا اور وہ لوگ ہندوستان کے حالات سے ناواقف ہیں۔ پھر وہ کریں تو کیا کریں۔ اگر تم بھی مثل اور رعایائے ملکہ معظمہ کے اس باب میں کوشش کرو اور تدبیر کرو اور اُن لوگوں سے تعلق پیدا کرو اور اُن کو صحیح حالات اور ہندوستان کی عمدہ خواہشوں سے مطلع ہونے کی راہ نکالو تو بلاشبہ تم کو بھی وہ سب فائدے حاصل ہوں۔ تم دیکھو اور سمجھو اور غور کرو جو انگریز ہندوستان میں رہتے ہیں اُنھوں نے اس بات کی ضرورت سمجھی اور اب وہ اس تدبیر میں ہیں کہ ایک نہایت عمدہ ایسوسی ایشن یعنے مجلس رعایا کے ذریعہ سے پارلیمنٹ میں اپنا تعلق پیدا کریں اور اُس کے فیاض ممبروں کو اپنا حامی بناویں۔ پس اگر تم بھی اس طرح پر اپنے لئے راہ نہ نکالو گے تو ہمیشہ کے لئے پچھتاؤ گے +

اے میرے ہموطنوں۔ میں جانتا ہوں کہ تم ایسے نادان نہیں ہو جو ان باتوں کو نہ سمجھتے ہو اُن تدبیروں سے جو فائدہ تم کو اور تمہاری اولاد کو اور تمہارے ملک کو ہونے والا ہے اُس کو نہ سمجھتے ہو۔ مگر میں سمجھتا ہوں۔ کہ تمہارے دل میں خوف ہے کہ ایسا نہو کہ ہماری اِن باتوں سے ہمارے حکام ضلع جن کے ہاتھ میں ہماری جان اور مال اور عزت ہے ہم سے ناراض ہو جاویں گورنمنٹ ہم کو برا اور غیر مطیع نہ سمجھنے لگے اور کہیں گورنمنٹ کے نزدیک ہم مجرم نہ ٹھہریں۔ مگر یہ سب تمہاری غلطی اور خام خیالی ہے۔ تم یقین جان لو کہ کوئی انگریز بلکہ کوئی شخص جس نے

یورپ کے پانی کی ایک بوند بھی پی ہوگی اس بات سے ناراض نہیں ہوگا بلکہ اگر تم ایسی باتیں پیدا کروگے تو اس میں بہت زیادہ محبت اور ارتباط ہوگا۔ تربیت یافتہ قوم کے نزدیک اب تمہاری کچھ عزت نہیں ہے مگر جب تم اس قسم کی مفید باتوں میں قدم بڑھاؤ گے تو البتہ تمہاری عزت اور قدر و منزلت سب کی آنکھ میں ہوگی۔ کوئی عقیل گورنمنٹ ایسی رعیت کو جیسے کہ بالفعل تم ہو ہرگز پسند نہیں کرتی اور تم کیسے ہی مسکین بنو اور ہاتھ جوڑو ایسی حالت میں جس میں کہ تم اب ہو کبھی تم کو ایک عقلمند گورنمنٹ اپنا خیر خواہ نہیں سمجھ سکتی۔ ممکن نہیں ہے کہ گورنمنٹ کا کوئی حکم گو وہ کیسی ہی نیک دلی سے جاری ہو اور خصوصاً ایسی حالت میں جو بلا مشارکت رائے اور بلا مشورہ رعایا کے ہو برخلاف مرضی رعایا کے نہ ہو اور رعایا کو گورنمنٹ کے کسی حکم سے بھی ناراضی نہ ہو۔ پس اگر رعایا اُس ناراضی کو چھپائے اور اسکو علانیہ گورنمنٹ کے سامنے پیش نہ کرے اور دل میں رنج رکھے اور ظاہر میں ہاتھ جوڑے تو یہ علانیہ ثبوت اس بات کا ہے کہ وہ رعیت گورنمنٹ کی خیر خواہ نہیں ہے اور ضرور اپنے اس رنج کے دور کرنے کے لئے اور کچھ فکر کیسی توقع میں ہے۔ پس رعیت کا باادب اور مخلصانہ نیک نیتی سے اپنے تمام رنجوں کو گورنمنٹ پر ظاہر کرنا اور اپنے تمام حقوق کا نہایت مضبوطی اور استقلال سے اپنی گورنمنٹ سے دعوے کرنا ایک بہت بڑا ثبوت خیر خواہی گورنمنٹ کا ہے +

آپ مجھ کو معاف کیجئے میں صاف صاف کہنا چاہتا ہوں ہندوستان کی رعایا کی یہ عادت ہوگئی ہے کہ گھر میں بیٹھکر گورنمنٹ کی ہزاروں شکایتیں کریں گے۔ انتظام حکام پر اپنے گھر میں ہزار عیب لگا دیں گے جن میں سے بہت صحیح اور درست بھی ہوں گے مگر جب انگریزوں سے ملیں گے تو کہیں گے کہ ہم تو گورنمنٹ کے بڑے خیر خواہ ہیں اور حکام کا انتظام حدِ تعریف سے بھی بہت عمدہ ہے اور نہایت ہی خوب ہے۔ کوئی عقلمند آدمی ایسی رعیت کو خیر خواہ نہیں سمجھ سکتا +

جان اسٹوارٹ مل صاحب اپنی کتاب انتظام مدن میں تحریر فرماتے ہیں کہ ہر شخص یا کسی ایک شخص کے حقوق اور غرضوں سے گورنمنٹ کی طرف سے اُس صورت میں کسی طرح [illegible] ہونی ممکن نہیں جبکہ وہ شخص صاحب غرض اپنے حقوق کے ظاہر اور ثابت

کرنے پر بالطبع مائل ہو اور علانیہ جھگڑنے کو کھڑا ہو جاوے - عام اقبالمندی اور عموماً بہبودی لوگوں کی اُسی قدر زیادہ ترقی پذیر ہوتی ہے جس قدر اُس کے پھیلانے اور بڑھانے پر مختلف سمجھ اور قابلیت کے لوگ ساعی ہوتے ہیں - اے میرے دوستو - اِن اصول پر اہل ہند اسطرح کاربند ہو سکتے ہیں جس طرح اَور کوئی قوم ہو سکتی ہے - اُن پر عمل کرنا اب تمہاری مرضی اور اختیار پر منحصر ہے اور تم خوب سمجھ لو کہ اگر تم خود کوشش نہ کروگے تو کوئی تمہارے واسطے کوشش نہ کرے گا - تم کیوں اتنا ڈرتے ہو - تم مجھ پر خیال کرو کہ میں بھی مثل تمہاری گورنمنٹ کے ایک ادنےٰ رعیت میں سے ہوں بلکہ مجھ پر ایک اَور زیادہ اطاعت گورنمنٹ کا بوجھ ہے کہ میں نوکر بھی گورنمنٹ کا ہوں - مگر دیکھو اس عام مجلس میں کیسی علانیہ گفتگو کر رہا ہوں - تم کو معلوم ہے کہ ایام مفسدہ میں گورنمنٹ نے میرا خوب امتحان کر لیا ہے کہ میں کیسا گورنمنٹ کا خیر خواہ ہوں - تم سب لوگ کیا خلوت میں اور کیا جلوت میں میری اس رائے سے بخوبی واقف ہو کہ میری رائے میں جس قدر گورنمنٹ انگریزی کی عملداری پر طمانیت اور اُس کو ہندوستان میں استقلال ہوتا جاویگا اور جس قدر ارتباط بڑھیگا اُسی قدر ہندوستان اور ہندوستانیوں کی بھلائی اور بہبودی اور ہر قسم کی ترقی کا باعث ہوگا - با اینہمہ میں تم کو اس عام مجلس میں سمجھاتا ہوں کہ تم اپنے بیہودہ خیالات اور اوہام کا مطلق ڈر مت کرو - گورنمنٹ کی طرف سے نیک دل رہو اور اسپر سب طرح بھروسا رکھو اور بے دھڑک اپنی تمام اغراض اور اپنی تمام ناراضیوں کو گورنمنٹ کے سامنے پیش کرو اور اپنے حقوق پر گورنمنٹ سے بخوبی بے دھڑک ہو کر جھگڑو کہ یہ باتیں عین خیر خواہی اپنی گورنمنٹ کی ہیں اور یہ سب باتیں جو میں تم کو سمجھا رہا ہوں اس کو بھی میں عین خیر خواہی اپنی گورنمنٹ کی سمجھتا ہوں بلکہ یہ سمجھ رہا ہوں کہ اس وقت جو کچھ میں کر رہا ہوں اس سے بڑھکر کوئی خیر خواہی گورنمنٹ کی نہیں ہو سکتی - مگر ان سب باتوں کے ساتھ میری یہ نصیحت بھی ہے کہ گورنمنٹ کی جانب سے اپنا دل صاف رکھو اور نیک دلی سے پیش آؤ اور سب طرح پر گورنمنٹ پر اعتبار رکھو +

اس تمام تقریر سے میرا مطلب یہ ہے کہ تم سب بھی آپس میں مِل کر ایک ایسوسی ایشن بنانے کی تدبیر کرو جو شمال مغربی اضلاع کی ایسوسی ایشن کہلاوے اور اُس ایسوسی ایشن کے ساتھ جو انگلستان میں قائم ہوتی ہے اپنے مطالب و مقاصد کو گورنمنٹ اور پارلیمنٹ تک پہنچانے کی تدبیر کرو تاکہ آئندہ کو تم کو پھر حسرت و افسوس نہ رہے +

۳۳

لکچر جو سر سید نے ۲۸- دسمبر ۱۸۸۷ء کو بوقت شب بمقام لکھنؤ "ہماری قوم کو نسبت پولٹیکل امور سلطنت کے کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیئے" دیا +

جناب پریسیڈنٹ صاحب و دیگر صاحبان و لیڈی صاحبان !-

میری کبھی عادت پولٹیکل امور پر لکچر دینے کی نہیں ہے اور نہ مجھے یاد ہے کہ میں نے کبھی پولٹیکل امور میں کوئی لکچر دیا ہو۔ میری توجہ ہمیشہ اپنے بھائی مسلمانوں کی تعلیم کی طرف مائل رہی ہے اور اُسی کو میں ہندوستان کے لئے قوم کے لئے گورنمنٹ کے لئے بہت مفید سمجھتا ہوں - لیکن اس زمانہ میں بعض حالات ایسے درپیش آئے ہیں جن کے سبب سے ضرور ہوا کہ اپنی رائے سے اپنے بھائیوں کو جس کو اُن کے حق میں مَیں مفید سمجھتا ہوں اطلاع دوں - اے صاحبو اس لکچر کا مقصود صرف یہ ہے کہ "ہم مسلمانوں کو نسبت پولٹیکل امور سلطنت کے کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیئے" میں اِس مضمون پر کوئی فلسفیانہ بحث کرنی نہیں چاہتا اور نہ اِس مضمون پر اُن اصولوں سے بحث کرنا چاہتا ہوں کہ جن کی نسبت سیاست مدن اور پولٹیکل اکانمی کی کتابوں میں بڑے بڑے لکچر اور مضمون لکھے ہوئے ہیں۔ اِس وقت میرا مطلب صرف سیدھے اور سادے طور پر اپنے بھائیوں کو اپنی رائے کا بتانا ہے۔ پسند کرنا یا نہ کرنا ہر شخص کے اختیار میں ہے +

جن سببوں سے آج میں اس مضمون پر لکچر دینے کھڑا ہوا ہوں وہ یہ ہیں کہ اِن دنوں ہندوستان میں نسبت گورنمنٹ کے پولٹیکل امور کے ایک قسم کی شورش بہت لوگوں میں پائی جاتی ہے مقصود میرا یہ کہنا ہوگا کہ آیا ایسے امور میں ہمارے بھائیوں کو کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیئے - اس مضمون کو گو مسلمانوں سے تعلق ہے اور میرا خیال اور میرا ارادہ بھی مسلمانوں سے کہنے کا ہے لیکن میں یہ بھی بتاؤں گا کہ آیا ملک کے لئے اور تمام قوموں کے لئے جو ہندوستان میں رہتی ہیں وہ امور مفید ہیں یا غیر مفید۔ اگر مفید خیال کرو تو سب کو پیروی کرنی چاہیئے اور اگر ملک کے لیئے یا قوم کے لئے مضر ثابت ہوں تو اُن سے علٰحدہ رہنا چاہیئے۔ قبل اس کے کہ یہ مضمون شروع ہو مجھ کو

مختصر طور پر بیان کرنا مناسب ہے کہ ہماری گورنمنٹ جو اَب قریب سو برس سے ہندوستان میں حکومت کر رہی ہے اُس کا طرزِ حکومت کیا ہے؟ اُس کا طرزِ حکومت یہ ہے کہ جو امور پولٹیکل کے خارجی ہیں یعنی ریاست ہائے غیر سے خواہ فرانٹیر سے خواہ دیگر ممالک سے علاقہ رکھتے ہیں وہ اپنے ہاتھ میں گورنمنٹ نے رکھے ہیں۔ اسی طرح پر جتنے امور جنگ کے ہیں یا فوج کے آراستہ کرنے کے ہیں یا کسی ملک سے صلح یا جنگ کرنے کے ہیں وہ سب گورنمنٹ نے اپنے ہاتھ میں رکھے ہیں۔ مجھ کو اُمید ہے کہ ہم لوگ جو بطور رعایا کے رہتے ہیں اُن امور سے جن کو گورنمنٹ نے علیحدہ رکھا ہے۔ یا اپنے ہاتھ میں رکھا ہے ہمکو کچھ زیادہ سروکار نہیں ہے اگر کوئی ملک گورنمنٹ فتح کرے۔ بڑھا لیلے۔ افغانستان سے لڑے۔ اُس سے صلح کرے۔ اِن سے ہملوگ جو ملک کے باشندہ ہیں کچھ سروکار نہیں رکھتے۔ جن امور کو گورنمنٹ نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہے اُن سے رعایا کو کوئی مضرت یا اندیشہ نہیں ہے۔ باقی امور متعلق اندرونی انتظام ملک کے ہیں جن سے ہمارا تعلق ہے۔ دیکھنا چاہیئے کہ اُن میں گورنمنٹ نے کیا طریقہ اختیار کیا ہے۔ گورنمنٹ نے ایک کونسل رکھی ہے جو قانون بناتی ہے اور جس کا اثر ملک پر اور رعایا کے جان۔ مال اور آسایش پر پڑتا ہے۔ اس کونسل میں چند ممبر تنخواہدار ہیں۔ علاوہ اُن کے ہر صوبہ سے جو گورنمنٹ کی دانست میں نہایت ہوشیار اہلکار گورنمنٹ کے ہیں مثلاً کمشنر یا اَور کوئی واقفکارِ حالِ صوبہ۔ جسنے مدت تک وہاں زندگی بسر کی ہے۔ عدالت کے کام فوجداری۔ کلکٹری کے کام سے اور اُس ملک اور اُس ملک کے حال سے واقف ہے ہر صوبہ سے بلاتی ہے۔ پنجاب سے۔ اودھ سے۔ شمال و مغرب سے۔ مدراس و بمبئی سے اور اُن کو مشورہ میں شریک کرتی ہے۔ گورنمنٹ ہندوستانی رئیسوں میں سے جن کو وہ اُس کرسی پر بیٹھنے کے قابل اور باعتبار عزت کے مناسب سمجھتی ہے اُن کو بھی بلاتی ہے۔ شاید اِس بات پر لوگوں کو شبہ ہوا ہوگا کہ باعتبار عزت کے کیوں بلاتی ہے۔ باعتبار لیاقت کے کیوں نہیں بُلاتی؟ اِس کی بابت اسی خصرات میں کچھ بیان کروں گا۔ مگر نہایت افسوس کی بات ہے کہ ہم یہ کہیں۔ اور اگر میں کہوں تو میرے دوست مجھ کو معاف کریں کہ ہمارے رئیس اُس کرسی پر بیٹھنے کے لائق نہیں۔ افسوس ہے کہ میں بھی اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ لایق نہیں

مگر گورنمنٹ کو اس باب میں جو نہایت مجبوری ہے اور جس سبب سے اس معاملہ میں وہ عاجز ہو گئی ہے اُس سے قطع نظر نہیں کرنی چاہیئے - آپ خیال کریں کہ ویسرائے کے ساتھ کونسل میں بیٹھنے کے لئے واجبات سے ہے کہ ایک معزز شخص ملک کے معزز شخصوں میں سے ہو - کیا ہمارے ملک کے رئیس اس کو پسند کریں گے کہ ادنےٰ قوم یا ادنےٰ درجہ کا آدمی خواہ اُس نے بی - اے کی ڈگری لی ہو یا ایم اے کی - اور گو وہ لایق بھی ہو اون پر بیٹھکر حکومت کرے - اُن کے مال - جائداد - اور عزت پر حاکم ہو - کبھی نہیں - کوئی ایک بھی پسند نہیں کریگا (چیئرز) گورنمنٹ کی کونسل کی کُرسی نہایت معزز ہے - گورنمنٹ مجبور ہے کہ سوائے معزز کے کسی کو نہیں بٹھا سکتی - اور نہ ویسرائے اُس کو مائی کلیگ یا مائی آنریبل کلیگ یعنی برادر یا معزز صاحب کہہ سکتا ہے - نہ شاہانہ ڈنروں میں اور نہ شاہنشاہی جلسوں میں جہاں ڈیوک اور ارل اور بڑے بڑے معززین شامل ہوتے ہیں بلایا جا سکتا ہے - غرضکہ گورنمنٹ پر یہ الزام کسی طرح عاید نہیں ہو سکتا کہ رئیسوں کو کیوں منتخب کرتی ہے - یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ ہمارے رئیس ایسے ہیں کہ کونسل میں کوئی کارروائی مفید ہندوستان کے لئے نہیں کر سکتے اس کے بعد گورنمنٹ میں مسودہ کے طور پر قانون پیش ہوتا ہے - مختلف اضلاع کے حکام اُسپر رپوٹیں پیش کرتے ہیں اور ضرورت بتلاتے ہیں کہ ملک کے انتظام کے لئے فلاں امر کی ضرورت ہے - گورنمنٹ امور مشتبہہ میں کمیشن مقرر کرتی ہے کہ جا بجا جا کر حال دریافت کر کے کیفیت مرتب کریں کہ دراصل انتظام کے لئے اُس کی ضرورت ہے یا نہیں - وہ سب کارروائی کونسل میں پیش ہوتی ہے اور نہایت مباحثہ ہوتا ہے اور ایسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ آج ہماری ایجوکیشنل کانگریس میں تیسرے رزولیوشن پر ہوا بلکہ اُس سے بھی زیادہ (چیئرز) مجھے اُمید ہے کہ اس جلسہ میں ایسے لوگ بھی ہوں گے جنھوں نے اجلاس کونسل کا تماشہ دیکھا ہے - میں یقین دلاتا ہوں کہ تمام ممبر جن کی رائے میں جو امر ملک کے لئے بہتر ہوتا ہے وہ نہایت زور اور گرمجوشی سے بلالحاظ ویسرائے کے کہ کون ہے اور اُس کرسی پر ویسرائے ہے یا سفید پتھر کی مورت اور بلالحاظ دوسرے ممبر کی مخالفت یا موافقت کے جو رائے میں آتا ہے نہایت عمدگی اور نیک نیتی اور خیر خواہی سے گفتگو کرتے ہیں اور رائے دیتے ہیں - اس پر بھی

گورنمنٹ نے بس نہیں کیا اور قبل اس کے کہ کوئی قانون پاس ہو اُس کو اخباروں میں شائع کر دیتی ہے جتنی کمیٹیاں موجود ہیں اور جتنے اخبار ہیں اور جو ملک کے وکیل ہونے کا دعوے کرتے ہیں ان کو آزادی ہے کہ جو چاہیں لکھیں کمیٹیوں اور سوسائیٹیوں کو آزادی ہے کہ مموریل جس مضمون کا چاہیں گورنمنٹ میں بھیجیں۔ مجھ کو بھی یہ عزت حاصل ہوئی ہے کہ میں کونسل میں تھا (چیئرز) میں یقین دلاتا ہوں کہ کوئی قانون ایسا مجھے یاد نہیں ہے کہ کونسل میں پیش ہوا ہو اور دس بیس پچیس مموریل اُس کی نسبت نہ آئے ہوں۔ اُس کے بعد گورنمنٹ سلکٹ کمیٹی مقرر کرتی ہے۔ اور اُس پر غور ہوتا ہے اور نہایت عمدگی سے مباحثہ ہوتا ہے اور تمام مموریل ایک ایک لفظ پڑھے جاتے ہیں۔ اور بہت سا وقت کمیٹی کا اُن کے سُننے اور پڑھنے میں ضائع ہوتا ہے اور آخر کو جب غور ہوتا ہے تو ہیچ ثابت ہوتے ہیں۔ اُردو اخباروں میں بھی جو کچھ چھپتا ہے اُس کا خلاصہ لکھا جاتا ہے اور سلکٹ کمیٹی کے ممبر اُس پر غور کرتے ہیں۔ اگرچہ میرے سامنے نہیں لیکن بعض دفعہ اُن مموریلوں کے ذریعے سے بعض دفعات ترمیم یا خارج ہوتی ہیں۔ یہ کارروائی گورنمنٹ کی ہے۔ اس کے بعد قانون پاس ہوتا ہے۔ اور وہ سکرٹری آف اسٹیٹ کے پاس بھیجا جاتا ہے پھر وہاں کی کونسل میں وہ قانون پیش ہوتا ہے اور لایق لایق لوگ جن میں اکثر ایسے ہیں۔ کہ ایک مدت تک ہندوستان میں رہکر اسسٹنٹی سے لفٹنٹ گورنری تک کام کر چکے ہوتے ہیں اُس پر غور کرتے ہیں۔ اگر اُن کے نزدیک ٹھیک ہوتا ہے تو باقی رہتا ہے ورنہ چار سطر کی چٹھی سے جو سکرٹری آف اسٹیٹ لکھ بھیجتا ہے منسوخ ہو جاتا ہے۔ لوگوں کو بلاشبہ قانون کی نسبت عذرات ہوتے ہوں گے اور بعض قانون میں غلطی بھی ہوتی ہوگی لیکن ایک بڑا حصہ اُن عذرات کا جہاں تک میرا تجربہ ہے ایسا ہوتا ہے کہ جنھوں نے وہ عذرات کئے ہیں۔ اُن کو یا خود اُس شخص کو جس نے اُس قانون سے مخالفت کی ہے اگر وایسرائے کی کُرسی پر بٹھا دیا جاوے تو وہ بھی وہی کرے گا جو گورنمنٹ نے کیا ہے۔ بہت سے اُمور ایسے ہوتے ہیں کہ جزئیات پر نظر کرنے سے خراب معلوم ہوتے ہیں لیکن جب تمام مشکلات پر نظر کی جاتی ہے تو وہ رائے نہیں رہتی جو اپنے گھر میں بیٹھکر قائم کی جاتی ہے۔ بہرحال قانون میں کچھ نقص ہو یا نہو مگر طریقہ بنانے کا ایسا ہے کہ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ گورنمنٹ خود مختاری سے جو چاہتی ہے وہ کرتی ہے۔ ہم رعایا کی رائے

نہیں لیتی اور نہیں سنتی ہے۔ اور جو لوگ عذر کرنا چاہتے ہیں اُن پر غور نہیں کرتی۔ بلکہ اس بیان کے بعد میں کہہ سکتا ہوں کہ گورنمنٹ کوئی قانون نہیں جاری کرتی۔ جب تک رعایا اور اخباروں کی رائے نہیں سن لیتی اور ہم نہیں کہہ سکتے کہ ہمارا حصہ قانون پر نہیں ہے۔ بے شک ہے اور بلاشبہ ہے (چیرز) +

اب ایک اور فرض گورنمنٹ کا ہے۔ وہ فرض کیا ہے۔ یہ ہے کہ اپنی حکومت اور اپنی سلطنت اُس حصہ ملک میں جس میں سلطنت کرتی ہے قائم اور مضبوط رکھے۔ مجھ کو یقین ہے کہ میرے دوستوں میں سے جو اس وقت موجود ہیں اگر کوئی وائسرائے کر دیا جاوے اور وہ اُسی طرح خیر خواہِ قیصر ہند ہو جیسا کہ وائسرائے ہے تو اُس کا بھی پہلا فرض یہ ہوگا کہ سب سے مقدم برٹش کی حکومت اور ملکہ معظمہ قیصر ہند کی شاہنشاہی اُسی طرح پر مضبوط اور قائم رکھے کہ کوئی اندرونی یا بیرونی یورش اُس کو ہلا نہ سکے (چیرز) اگر میری ایسی قسمت ہو کہ میں وائسرائے ہو جاؤں (چیرز) تو میں یقین دلاتا ہوں کہ اُسی طرح بلکہ نہایت مضبوط وائسرائے کے طور پر ملکہ معظمہ کی حکومت ہندوستان میں قائم رکھوں (چیرز) یہ اصول سلطنت کا ایسا ہے کہ کسی شخص کے ہاتھ میں سلطنت ہو۔ خواہ ہندوستانی ہو یا انگریز اور ملکہ معظمہ کی سلطنت اور حکومت کا قائم رکھنا اُس پر فرض ہو وہ ایسا ہی کرے گا۔ سلطنت کے استحکام اور قائم رکھنے کے بعد گورنمنٹ کا کیا فرض ہے؟ اُس کا فرض یہ ہے کہ ملک میں امن و امان قائم رکھے۔ جان کی۔ مال کی۔ حقوق کی حفاظت کرے اور تمام چیزوں کی آزادی دے۔ اُس کا فرض ہے کہ عدالتیں قائم کرے۔ جرایم کی جدا۔ دیوانی کی جدا۔ اور جو تنازع رعایا کے باہم ہوں وہ انصاف اور عدالت سے فیصلہ کرے۔ آپ سب صاحب عذر کریں گے کہ گورنمنٹ نے حتے المقدور یہ سب کام کیا اور کوئی شخص اُس سے انکار نہیں کر سکتا۔ بعض لوگ ہیں جن کا یہ خیال ہے کہ گورنمنٹ نے کثرت سے قانون جاری کیے ہیں اور اُن سے مقدمات میں پیچیدگیاں پڑتی ہیں اور گورنمنٹ کے قانون سے زمیندار اور کاشتکار میں تنازع پیدا ہوتی ہے۔ لیکن یہ رائے اُنھیں لوگوں کی ہے جو اپنے گھر میں بیٹھے ہیں اگر کونسل کی کرسی پر بیٹھیں تو یہ رائے قایم نہ رہے۔ قوانین کا کثرت سے جاری ہونا رعایا اور ملک کی حالت پر منحصر ہے۔ ملک میں ہر قسم کی تجارت اور کمپنیاں جاری ہیں اور روز بروز جاری ہوتی جاتی ہیں

مختلف قسم کے حقوق جن کو پہلے کوئی جانتا بھی نہیں تھا پیدا ہو گئے ہیں اور پیدا ہوتے جاتے
ہیں اور اگر اُن کے لئے فقہ پر رجوع کریں تو اُس کے صریح احکام کہیں نہ ملیں گے بلکہ قیاس
کی حاجت پڑے گی۔ پس جب مُلک اِس قدر تبدیل ہوتا جاتا ہے تو نہایت مجبوری ہے کہ جو چیز
پیش آئے اُس کے مطابق قانون بنایا جاوے۔ گورنمنٹ کی خواہش نہیں ہے کہ قانون کثرت
سے جاری ہوں۔ لیکن مُلک کے معاملات میں جب پیچیدگیاں پڑ گئی ہیں اور اُس کی حالت تبدیل
ہو گئی ہے تو وہ تبدیل شدہ حالت خود کثرت سے قوانین کا جاری ہونا چاہتی ہے۔ اِن سب امور
پر خیال کر کے میں سمجھتا ہوں کہ اِس وقت کوئی غرض مُلک کی ایسی نہیں ہے کہ گورنمنٹ تک نہ پہونچے
کوئی امر اِسکا مانع نہیں ہے کہ ہم اپنے مطالب بیان نہ کر سکیں یا اپنی دادرسی نہ حاصل کر سکیں پس
جو آسائش ہمکو ایک گورنمنٹ میں ہونی چاہیئے وہ برٹش گورنمنٹ میں حاصل ہے (چیرز) اسوقت
جو امور درپیش ہیں وہ ایک کانگریس ہے جس نے بہت سی درخواستیں گورنمنٹ میں کی
ہیں۔ اُن درخواستوں کو اگر تفصیل سے بیان کیا جاوے تو اُس کے لئے بہت سا وقت چاہیئے
کیونکہ جہاں تک مجھ کو معلوم ہے اُن کی تعداد ۴۹ ہے لیکن جو اُن میں مقدم ہیں وہ یہ ہیں۔
سب سے اول بڑی شورش یہ ہے کہ جس وقت کمپنی کی عملداری گئی اور ملکہ معظمہ کے ہاتھ میں آئی
اُس وقت پارلیمنٹ سے ایک قانون پاس ہوا جس میں یہ لکھا ہے کہ "تمام رعایا خواہ گورا ہو یا کالا
خواہ یورپین ہو یا کوئی سب مساوی ہیں اور عہدے پانے کے مستحق ہیں"۔ اِس کے بعد ملکہ معظمہ کا
ایک اشتہار اسی وعدہ کا جاری ہوا اور دوبارہ وعدہ مستحکم کیا گیا اور پختہ اقرار کیا گیا۔ ہم کو دیکھنا چاہیئے
کہ جو قانون اور قاعدہ سول عہدوں کے لئے بنایا ہے اُن قواعد سے ہم کو کچھ استثنا کیا ہے؟
ہم کو کسی عہدہ سے خارج رکھا ہے بشرطیکہ لایق ہوں؟ کوئی نشان نہیں دے سکتا کہ
کسی چیز میں تفرقہ کسی عہدہ کے استحقاق کی نسبت کیا گیا ہو۔ البتہ اُن عہدوں کے لئے جو
کونینٹڈ یعنے متعہد کہلاتے ہیں ایک خاص طریقہ قرار دیا گیا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ وہ لوگ
اُن عہدوں پر مقرر ہوں گے جو ولایت میں امتحان دیں گے اور وہ نہ ہوں گے جنھوں نے
ولایت میں امتحان نہ دیا ہو۔ اِس امر کی نسبت شاید ہر شخص خیال کرتا ہوگا کہ یہ قید لگانی کہ ولایت
ہی میں امتحان ہو درست نہیں ہے۔ اور سب سے پہلا جو اعتراض حال کی شورش کا ہے

وہ یہی ہے کہ جو امتحان ولایت میں ہوتا ہے وہ موقوف ہو اور ہندوستان میں اُس کی جگہ امتحان ہو - علاوہ اس کے اُن کو نیٹڈ یعنے غیر متعہد عہدوں کی نسبت یہ خواہش کی جاتی ہے کہ وہ کل عہدے کمپٹیشن یعنے مقابلہ کے امتحان سے دیئے جاویں - اِس درخواست کا یہ نتیجہ ہے کہ جو عہدے تحصیلداری سے اوپر ہیں اور سب آرڈینٹ کہلاتے ہیں یعنے سب ججی اور منصفی، ڈپٹی کلکٹری - اور اکبٹرا اسسٹنٹی وغیرہ وہ بھی بذریعہ امتحان مقابلہ کے ملیں - اور جو امتحان میں غالب آوے اُسی کو ملیں - ہندوستان میں جو ان عہدوں کے لئے امتحان جاری ہیں اور امتحان پاس کرنے پر کسی عہدہ پر مقرر ہونے کا استحقاق حاصل ہوتا ہے اُس کی نسبت بھی یہی خواہش ہے کہ عام مقابلہ کا امتحان ہو اور کامیاب کو یعنے اُس کو جو سب سے بڑھ کر نکلے عہدہ ملے +

اِس وقت اِس امر پر بحث کرنے کی میں ضرورت نہیں سمجھتا کہ لنڈن میں امتحان ہونے کی قید کیوں لگائی ہے اور اُس کے اُٹھا دینے میں ملک کا کیا نقصان ہوگا - لیکن ان تجویزوں سے جو بڑا نقصان ان کے ملک کا متصور ہے اُسپر گفتگو کروں گا - میں اِس بیان میں اپنی قوم کی طرفداری کرنی نہیں چاہتا بلکہ انصافاً بتلاتا ہوں کہ مقابلہ کا امتحان خواہ سول سروس کے لئے ہو یا سب آرڈینٹ عہدوں کے لئے ہو - آیا اُن امتحانوں کے لئے ہمارا ملک موجود اور مناسب ہے کہ نہیں ؟ میں اپنے ہندوستانی عہدہ داروں کی نہایت قدر اور تعظیم کرتا ہوں اور یقیناً جانتا ہوں کہ جتنے عہدہ دار اسوقت ہیں نہایت ایمانداری - لیاقت اور خوبی سے اپنا کام انجام دیتے ہیں - لیکن کسی عہدہ دار کو ایسا نہیں سمجھتا کہ وہ ہندوستان کے عہدوں کے لائق نہیں مگر غور کیجئے کہ مقابلہ کے امتحان کا اصول جو ولایت میں ہے اُس کا نتیجہ کیا ہے - یہ امر آپ کو ظاہر ہے کہ ولایت میں ہر شخص اعلےٰ و ادنےٰ ڈیوک اور ارل یا کسی جنٹلمین و شریف خاندان کا بیٹا اور ایک درزی یا اور کسی ادنےٰ درجہ کے خاندان کا بیٹا برابر امتحان دے سکتا ہے - جو یورپین ولایت سے کمپٹیشن کا امتحان دیکر آتے ہیں ادنےٰ خاندان کے بھی ہوتے ہیں اور اعلےٰ خاندان کے بھی ہوتے ہیں - آپ سب صاحب یقین کرتے ہوں گے اور میں کہتا ہوں کہ یقین کرتے ہونگے کہ جو ادنےٰ خاندان کے لوگ ہیں وہ ملک یا گورنمنٹ کے لئے مفید نہیں ہیں - اور اعلےٰ خاندان والے

رئیسوں کی عزت کرتے ہیں اور اچھا برتاؤ کرتے ہیں اور انگلش قوم کی عزت اور برٹش گورنمنٹ کے انصاف کا نقش لوگوں کے دلوں پر جماتے ہیں۔ اور ملک اور گورنمنٹ کے لئے مفید ہیں۔ لیکن انگلستان سے جو آتے ہیں وہ ہماری آنکھ سے اتنی دور ہیں کہ ہم نہیں جانتے کہ وہ لارڈ کے بیٹے ہیں یا ڈیوک کے یا ایک درزی کے (چیرز) اور اس سبب سے یہ امر کہ ہمپر ایک ادنےٰ آدمی حکومت کرتا ہے ہماری آنکھ سے چھپا ہوا رہتا ہے۔ لیکن ہندوستان میں یہ خیال نہیں ہے۔ ہندوستان کی شریف قومیں ہندوستان کے ادنےٰ درجہ کے شخص کو جس کی جڑ بنیاد سے وہ واقف ہیں اپنی جان و مال پر حاکم ہونا پسند نہیں کریں گے (چیرز)۔

اس امر سے قطع نظر کرو۔ اور اس بات کو دیکھو کہ کسی ملک میں کمپٹیشن کے امتحان کے جاری کرنے کا اصول کیا ہے۔ اور پھر ہم کو اسپر خیال کرنا ہے کہ ہمارا ملک اس کے لئے تیار ہے یا نہیں۔ یہ کچھ بہت باریک مسئلہ پولٹیکل اکانمی کا نہیں ہے۔ ہر شخص اس اصول کو سمجھ سکتا ہے کہ سب سے اوّل وہ ملک کمپٹیشن کے امتحان کے لئے مناسب ہے جس ملک میں ہر قوم بستی ہے اور تمام لوگ موچی سے لیکر ڈیوک تک ایک قوم کے ہیں۔ اُن میں کمپٹیشن کا امتحان جاری کرنا کچھ مشکلات پیدا نہیں کرتا کیونکہ کوئی مستغیث بنے یا حاکم بنے کبھی شخص کو اُس سے ناراضی نہیں ہو سکتی۔ دوسری صورت یہ ہے کہ گو اُس ملک میں مختلف قومیں بستی ہوں لیکن وہ قومیں آپس میں ملکر بمنزلہ ایک قوم کے ہو گئی ہوں جیسے انگلینڈ اور اسکاٹلینڈ یہ دونوں مختلف قومیں ہیں بڑی بڑی لڑائیاں آپس میں ہوئی ہیں اور بہت بہادری طرفین سے دکھائی ہے لیکن وہ زمانہ جاتا رہا اور اب کوئی نہیں کہہ سکتا کہ انگلینڈ اور اسکاٹلینڈ کے رہنے والے بمنزلہ ایک قوم کے نہیں ہیں۔ مگر ہمارے ملک کی جس میں مختلف قومیں آباد ہیں یہ حالت نہیں ہے۔ ایک طرف ہندو دوسری طرف مسلمان اور تیسری طرف پارسی ہیں۔ ہندوؤں میں بھی ہمارے ملک کے ہندو اور مشرقی ملک کے بنگالی اور دکنی ملک کے مرہٹہ ایک نہیں ہیں۔ اگر آپ کے نزدیک یہ سچ ہے کہ یہ قومیں ایسی ہی آپس میں مل گئی ہیں کہ سب کو ایک قوم سمجھ لیا جائے تو بلاشبہ میں ضرور کہوں گا کہ ہندوستان میں کمپٹیشن کا امتحان ہونا چاہیئے۔ اور اگر یہ نہیں ہے تو ہمارا ملک

کمپیٹیشن کے امتحان کے قابل نہیں ہے۔ تیسری صورت کمپیٹیشن کے امتحان کی یہ ہے کہ گو ایک ملک میں مختلف قومیں رہتی ہوں لیکن باعتبار لیاقت تعلیم اور دولت کے برابر ہوں اور ہر ایک قوم کو موقع اس کا مل سکتا ہو کہ وہ اُس امتحان سے برابر کا فائدہ اُٹھا سکتے ہیں گو کہ وہ کبھی نہ اُٹھاویں۔ لیکن موقع ہو۔ اب یہ سوال ہے کہ مسلمانوں کی تعلیم اور تربیت اور انگلش لٹریچر میں اُن کا علم جو گورنمنٹ کے اعلےٰ عہدوں کے لئے ضروری ہے اِس درجے پر پہونچ گیا ہے کہ ہندوؤں کے مساوی ہو؟ نہیں ہرگز نہیں۔ اب میں مسلمانوں اور اپنے ملک کے ہندوؤں کو اکٹھا کر کے پوچھتا ہوں کہ بنگالیوں سے دونوں برابری کر سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں جب یہ صورت ہے تو کیونکر اس ملک میں مقابلے کا امتحان جاری ہو سکتا ہے (چیرز) اگر یہ امتحان مقابلہ جاری ہو تو غور کرنا چاہئے کہ ملک کا کیا نتیجہ ہوگا۔ تمام قومیں نہ صرف مسلمان بلکہ تمام ہندو اس ملک کے معزز راجہ اور بہادر راجپوت جن کو اپنے باپوں کی تلواریں یاد ہیں ایک بنگالی جو چھڑی کو دیکھ کر کرسی کے نیچے گر پڑے گا (چیرز) اپنے پر حاکم دیکھیں گے؟۔ کوئی ٹکڑا ملک کا اس قابل نہیں رہے گا کہ سوائے بنگالیوں کے اَور کسی کی صورت حکومت یا عدالت کی نیز پر دکھائی دے ہم کہتے ہیں کہ ہم خوش ہیں کہ ہمارے بھائی بنگالی ہی ترقی کریں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ ملک کے انتظام کا کیا حال ہوگا۔ کیا آپ کے نزدیک راجپوت اور پرجوش پٹھان جو پھانسی یا پولیس کی تلوار یا فوج کی سنگین سے نہیں ڈرتے وہ بنگالی کے نیچے امن میں رہ سکتے ہیں؟ (چیرز) پس مقابلے کا امتحان نہ صرف ملک کی کسی خاص قوم کے لئے مضر ہے بلکہ امن کے لئے بھی مضر ہے (چیرز) یہ اُن کی ایک درخواست ہے جس کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے پس اگر کسی شریف آدمی کو۔ رئیس کو۔ اوسط درجہ کے آدمی کو۔ اچھے خاندان والے آدمی کو۔ جس کو خدا نے عزت دی ہے اگر اس کو قبول کرے کہ بنگالیوں کی حکومت سہے۔ جوتیاں کھائے تو بسم اللہ ریل پر سوار ہو اور چلے مدراس۔ چلے مدراس۔ (چیرز) اور اگر سمجھتے ہو کہ ملک کی حالت اور عزت اس سے برباد ہونیوالی ہے تو بھائیو اپنے گھر میں بیٹھو اور گورنمنٹ سے اپنی حالت کہو اور جو تمہاری خواہش ہو سہولیت اور ادب سے اس کو پیش کرو (چیرز) +

دوسری درخواست جو اُن کی طرف سے ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ وایسرائے کی کونسل میں رعایا کی طرف سے اور رعایا کے انتخاب سے ممبر مُقرر ہوں - وہ چاہتے ہیں کہ جس طرح لنڈن میں ہوس آف کامنس اور ہوس آف لارڈز ہے اُسی طرح ہندوستان میں بھی اُس کی نقل بنائی جاوے اور جو الیکشن سے مُقرر ہوں وہ بطور ہوس آف کامنس کے ہوں - اور جو ممبر گورنمنٹ کے ملازم ہیں مع وایسرائے کے بطور ہوس آف لارڈز کے ہوں - ولایت میں پارلیمنٹ کا یہ اصول ہے کہ کوئی قانون جاری نہیں ہوسکتا جب تک ہوس آف کامنس اور ہوس آف لارڈز دونوں متفق ہوکر اُس کو منظور نہ کریں - اب سب سے پہلے یہ فرض کیجیے کہ وایسرائے کی کونسل اُس قاعدہ سے ہو جس کی خواہش ہے یعنے اُس میں رعایا کے انتخاب سے ممبر مقرر ہوں - اور انتخاب کی صورت یوں فرض کیجیے کہ تمام مسلمان ایک مسلمان کے ممبر ہونے کے لئے ووٹ دیں اور ایک ہندو کے لئے کل ہندو ووٹ دیں اور گنیے کہ مسلمان کے کتنے ووٹ ہوئے اور ہندو ممبر کے لئے کتنے - یقینی ہندو ممبر کے چوگنے ووٹ ہوں گے کیونکہ وہ آبادی میں مسلمانوں سے چوگنے ہیں - پس متھی میٹکس کے ثبوت سے ایک ووٹ مسلمان ممبر کے لئے ہوگا اور چار ووٹ ہندو ممبر کے لئے - پس مسلمانوں کا ٹھکانہ ہندوؤں کے مقابل کہاں رہیگا اور جوے کے اصول کے مطابق چار پانسے ہندوؤں کے لئے اور ایک پانسہ ہمارے لئے ہوگا +

دوسری صورت انتخاب کی یہ فرض کیجیے کہ انتخاب کے ایلکٹر مقرر کریں - اُن کے تقرر کے لئے ضرور ہوگا کہ کوئی حد مقرر کیجاوے کہ اس درجے کی آمدنی کے لوگ ایلکٹر ہوں گے اور جب حد مُقرر کریں گے تو دیکھیں گے کہ اُن کے پاس جائداد کتنی ہے اور سالانہ آمدنی کیا ہے - ہم پوچھتے ہیں کہ اے مسلمانو تم اپنی قسمت کو رو کہ تمہارے پاس ایسی جائداد اور دولت ہے جو ملک کے ہندوؤں کے پاس ہے ؟ ہرگز نہیں - اگر فرضاً یہ درجہ مقرر ہو کہ پانچسو روپیہ کی آمدنی والے ایلکٹر مُقرر ہوں تو بتلاؤ کہ کتنے مسلمان نکلیں گے جن کی آمدنی اس قدر ہو اور کس کے حق میں ووٹ دینے والے زیادہ ہوں گے ؟ ہندو ممبر کے لئے یا مسلمان ممبر کے لئے اور کس کے ووٹ زیادہ ہوں گے کسکی قسمت سے چھینکا ٹوٹ پڑے - تو

اُس کی بات دوسری ہے لیکن عقلی قاعدہ سے کسی ایک مسلمان کو بھی موقع نہ ملیگا کہ ویسرائے کی کونسل کا ممبر ہوسکے - پس کل ویسرائے کی کونسل میں بابو فلاں مستر بابو فلاں گھوش اور فلاں چکرورتی کے سوائے نہیں ہوگا (چیرز) پھر کیا حال ہوگا ہمارے ملک کے ہندوؤں کا جنکی حالت گو مسلمانوں کی حالت سے اچھی ہے اور گو چند کی حالت زیادہ اچھی ہے لیکن عموماً اُن کی حالت بھی ایک ہی سی ہے - کیا حالت ہوگی اُن راجپوتوں کی جن کے باپ دادا کی تلواروں سے اب تک خون دھویا نہیں گیا ہے اور ایسی حالت میں ملک کے امن کا کیا حال ہوگا - کیا یہ توقع ہے کہ ہم اور ہمارے بہادر بھائی راجپوت خاموش بیٹھے رہیں گے +

اب ہم ایک تیسری صورت انتخاب کی پیش کریں گے اور قید لگائیں کہ ویسرائے کی کونسل میں ایک تعداد مناسب سے ہندو ہوں اور ایک تعداد مناسب سے مسلمان - ہم حیران ہوں گے کہ کس مناسبت سے یہ تعداد ہو؟ لازم مردم شماری کی مناسبت سے - پس اُس حساب سے ایک ممبر ہماری طرف سے ہوگا تو چار ممبر ہندوؤں کی طرف سے - اور اِس کے سوا کوئی صورت مناسبت کی قائم نہیں ہوسکتی - پس ایسی حالت میں ایک ووٹ ہمارا ہوگا اور چار ووٹ اُن کے ہوں گے +

اب ہم ایک چوتھی صورت انتخاب کی پیش کرتے ہیں اور اُس مناسبت سے قطع نظر کرکے یہ قرار دیتے ہیں کہ ویسرائے کی کونسل میں ایک معین تعداد سے ہندو و مسلمان ممبر ہوں ہندو ممبر کو ہندو منتخب کریں اور مسلمان ممبر کو مسلمان - اور یہ بھی فرض کرتے ہیں کہ دونوں کی تعداد مساوی ہو - مگر آپ مجھ کو معاف کریں اگر میں دلسوزی سے کچھ کہوں - تمام قوم میں ایک مسلمان بھی نہ نکلے گا جو ویسرائے کی کونسل میں مقابلہ ہندوؤں کے کام کرنے کے قابل ہو - میں نے چار برس کونسل میں کام کیا ہے اور ہمیشہ یہ سمجھا ہے کہ مجھ سا ذلیل اور نالائق اور مجھ سے زیادہ بدتر کوئی ممبر نہیں ہوسکتا (نہیں نہیں نہیں) اُن لوگوں کو بھی مجھے بتلاؤ جو منتخب ہوکر اپنا کاروبار چھوڑ کر روپیہ خرچ کرکے کلکتہ اور شملہ میں حاضر ہوں گے اور تمام اخراجات اپنی ذات سے یا ملک کے چندہ سے برداشت کریں گے - اور سفر کی تکالیف علیحدہ ہوں گی مجھے بتاؤ کہ ہماری قوم میں کون ہے - اودھ - پنجاب اور ممالک مغربی میں جو قوم پر اثر ہے کم

کام پر اپنا روپیہ فدا کرے گا - کاروبار چھوڑے گا - اور ویسرائے کی کونسل میں گفتگو کرے گا
جب یہ حال تمھاری قوم کا ہے تو آیا مناسب ہے کہ تم ایسے امور میں شامل ہو اور اس بیہودہ
خیال سے کہ اگر یہ درخواستیں منظور ہو جاویں گی تو ہندوستان کی تمام قومیں اُن سے فائدہ
اُٹھاویں گی اپنی حالت کو نظر سے گرادو اور آیندہ کے نتائج سوچے بغیر چلاتے پھرو - کہ
چلو مدراس چلو مدراس (چیرز) ہرگز مناسب نہیں ہے ۔

علاوہ اس کے ایک اور امر خیال کے قابل ہے اور وہ یہ ہے کہ میں فرض کرتا ہوں کہ میرا
کوئی ہمقوم ویسرائے کی کرسی پر بیٹھا ہے اور ملکہ معظمہ نے اس کو اپنا نائب مقرر کر کے ہندوستان
کی حکومت کا اختیار دیا ہے - آیا وہ شخص ایسی درخواستوں کو ملک کی حالت اور حکومت کو مضبوط
و قائم رکھنے کی نظر سے منظور کر سکتا ہے ؟ ہرگز نہیں - پھر کیا غلط خیال ہے کہ برٹش
گورنمنٹ ان درخواستوں کو منظور کرے گی - نتیجہ ان ناشدنی اور ناممکن درخواستوں کا بجز
اس کے کچھ نہیں کہ ایک بیہودہ بات سے تمام لوگوں کے دلوں کو گورنمنٹ سے ناراض کریں
اور تمام لوگوں کو یقین دلائیں کہ گورنمنٹ ہم پر ظالمانہ حکومت کرتی ہے - اور ہم جو کچھ گورنمنٹ سے
مانگتے ہیں نہیں دیتی اور اس سے لوگوں میں ناراضی اور جوش پھیلائیں - اور ملک میں بدامنی
ہو - ہر شخص خوب جانتا ہوگا کہ بنگالیوں کا ایجی ٹیشن تمام ہندوستان کا ایجی ٹیشن نہیں ہے
اور اگر فرض کیا جاوے کہ تمام ہندوستان کا ایجی ٹیشن ہے - اور کل قومیں اُن سے متفق
ہو گئی ہیں - تو کیا گورنمنٹ ایسی ضعیف ہے کہ دبا نہیں سکتی اور کیا سب کے غل مچانے سے گورنمنٹ
دب جائیگی ؟ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ غدر میں کیا حالت تھی - نہایت مشکل وقت تھا - اُس کی فوج
بگڑ گئی تھی - چند بدمعاش ساتھ ہو گئے تھے اور گورنمنٹ نے **اپنی غلطی** سے یہ سمجھ لیا تھا
کہ رعایا باغی ہے اور میں وہ شخص ہوں کہ جس نے گورنمنٹ کی اس غلطی کا مقابلہ کیا اور اُس وقت
جب گورنمنٹ کے اہلکار پھانسیاں دیتے تھے میں نے رسالہ چھاپا اور گورنمنٹ سے کہا کہ رعایا کو
باغی سمجھنا بالکل نادانی ہے - لیکن باایں ہمہ گورنمنٹ کا بغاوت میں کیا کر لیا - ایک گورہ ولایت سے
ہندوستان میں قدم نہیں رکھنے پایا تھا کہ اُس سرے سے اس سرے تک صاف ہو گیا اور
امن ہو گیا پس کیا اس سے فائدہ ملک کا متصور ہے اور کیا کوئی انقلاب ہم سلطنت میں پیدا

کرسکتے ہیں۔ بجز بیہودہ غل کرنے کے۔ اور گورنمنٹ کے مشکوک کرنے کے۔ اور جو صفائی
ہے یا ہوتی جاتی ہے اُسکو مکدر کرنے کے۔ اور اُس وقت کو جو اب سے تیس۳۰ اُنتیس۲۹ برس
پیشتر تھا پھیر لانے کے۔ میں فرض کرتا ہوں کہ ہم آپس میں مل کر اور گورنمنٹ سے ناراضی
پھیلا کر کچھ کرلیں گے۔ لوگ آئیرلینڈ کی مثال دیتے ہیں۔ میں اُس کو فرض کرلیتا ہوں اور
اس کی بحث ہی نہیں کرتا کہ آئرلینڈ کی ناراضی واجبی ہے یا ناواجبی۔ یہ دکھلاتا ہوں کہ اِس وقت
ہزارہا آدمی آئرلینڈ کا تلواروں سے جان دینے کو مستعد ہے۔ بڑے بڑے آدمی جو اُس کے
طرفدار ہیں قید سے ڈرتے ہیں نہ پولیس کی سنگینوں سے ذرا مجھ کو بھی مہربانی سے ہندوستان
میں دس آدمی نکال دیجئے جو سنگینوں کے سامنے آنا قبول کریں۔ جب یہ نہیں ہے تو
کیسا یہ غل ہے اور کیا مناسب ہے کہ ہم لوگ اُس میں شریک ہوں۔ ہماری حالت اور گورنمنٹ
کی حالت انصاف سے غور کرکے دیکھنی چاہئے۔ اگر کچھ بدخیالات ہماری طرف گورنمنٹ کے
ہوں تو میں نہایت زور سے کہتا ہوں کہ محض غلط ہیں لیکن اُسی کے ساتھ اتفاقاً یہ بھی کہتا
ہوں کہ ہونے چاہئیں۔ میں مکرر کہوں گا کہ گورنمنٹ کی نادانی اور نالائقی ہوگی اگر کوئی بدخواہی کا
خیال ہماری طرف رکھتی ہو۔ میں کہتا ہوں کہ یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ گورنمنٹ ایسا خیال کرسکتی
ہے یا نہیں یعنے اُس کو موقع ہماری طرف سے کسی بدگمانی کا ہے یا نہیں؟ میں جواب دوں گا
کہ ضرور ہے۔ ہم کون ہیں۔ ہم وہ ہیں جنھوں نے چھ سات سو برس ہندوستان پر شاہنشاہی
کی (چیرز) ہم وہ ہیں کہ ہمارے ہاتھ سے گورنمنٹ نے ملک چھینا۔ کیا وجہ ہے کہ گورنمنٹ
کو ہماری طرف سے اِس کا خیال نہ ہو۔ کیا گورنمنٹ نادانی سے سمجھ لے کہ ہم ستر برس میں تمام اپنی
شان و شاہنشاہی کو بھول گئے ہیں۔ گو یہ خیال ہماری طرف سے اگر گورنمنٹ کو ہو تو غلط ہے
لیکن گورنمنٹ کو بے شبہ ایسے خیال کا موقع ہے۔ ہم نہ مچھلی کھاتے ہیں نہ اِس سے ڈرتے
ہیں کہ چھری کانٹے سے کھانے میں انگلی کٹ جائیگی (چیرز) ہماری قوم اُس خون کی ہے
کہ جس نے نہ صرف عرب کو بلکہ تمام ایشیا اور یورپ کو لرزا دیا تھا۔ ہماری ہی قوم ہے کہ جس نے
تمام ہندوستان کو جس میں ایک مذہب کے لوگ آباد تھے اپنی تلوار سے فتح کیا (چیرز) میں
پھر کہتا ہوں کہ اگر گورنمنٹ کو ہماری طرف کچھ خیال ہو تو بالکل غلط ہے۔ لیکن انصاف سے دیکھو کہ

اُسکو ہماری طرف ایک قسم کے خیال کرنے کا موقع ہے۔ کیا ایک دانا منتظم اُس واقعہ کو جسکو تھوڑے برس ہوئے بھول جاوے گا؟ ہرگز نہیں بھول سکتا۔ اس وقت اگر مسلمان بھی ناواجب اور بیجا باتوں میں جو ناممکن ہیں اور ملک اور قوم کے لئے بھی مُضر ہیں۔ شریک ہو جائیں تو کیا نتیجہ ہوگا۔ اگر گورنمنٹ عقلمند ہے اور لارڈ ڈفرن دانا و بیدار لئے ہے تو اُس کو اُس وقت یہ خیال نہیں ہوگا کہ یہ شورش مثل بنگالیوں کی شورش کے ہے بلکہ اُس کو ضرور ہوگا کہ وہ اُن کو درست کر دے۔ اگر میں وائسرائے ہوتا اور میری ہی قوم اس طرح کرتی تو سب سے پہلے اُنھیں کو سمجھا دیتا کہ تم کس خیال میں ہو۔ ہم کو ایسی راہ چلنی چاہئے کہ اگر بالفرض گورنمنٹ کو ہماری طرف سے کچھ خیال ہو تو اُس کو دور کر دیں اور آپس میں دوستی پیدا کریں اور جو کچھ مانگیں دوستی سے مانگیں اور اگر کچھ کدورت ہے تو اُس کو صاف کریں۔ اِس وقت مجھ کو اُمید ہے کہ ہمارے شمال و مغرب اور اودھ کے کچھ پٹھان یہاں موجود ہوں گے اور کیا عجب ہے کہ ہندو راجپوت بھی موجود ہو۔ ہمارے دوست یوسف شاہ پنجاب کے بیٹھے ہیں اور پنجاب کے لوگوں کا اور وہاں کے سکھوں اور پٹھانوں اور مسلمانوں کا خوب حال جانتے ہیں۔ فرض کیا جاوے کہ جو جوش بنگالہ میں پیدا ہوا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اُس سے کوئی ڈر نہیں ہے لیکن وہی جوش ان ملکوں میں اور راجپوتوں میں یا پشاور کے پٹھانوں میں پیدا کر دو تو وہ لوگ کیا صرف قلم کی گھس گھس پر اور زبانی بک بک پر بس کریں گے؟ اُس وقت گورنمنٹ کو یہ کرنا ہوگا کہ فوج بھیجے اور سنگین سے بتلا دے کہ اُن کی اِس شورش کا کیا علاج ہے۔ میں اپنی رائے بیان کرتا ہوں کہ جس وقت گورنمنٹ کو یہ معلوم ہوگا کہ یہ بیجا شورش مسلمانوں اور بہادر قوموں میں بھی آئی اُس وقت اُس کو ضرور ایک قانون پاس کرنا ہوگا اور جیلخانے بھریں گے۔ اے بھائیو۔ اے میرے جگر گوشو۔ یہ حال گورنمنٹ کا اور تمھارا ہے۔ تم کو سیدھے طور پر رہنا چاہئے نہ اس طرح شور و غل سے کہ کوّے جمع ہو گئے۔

ایک اور لطیف بات ہے کہ اُن لوگوں کی یہ خواہش ہے کہ بجٹ ہندوستان کا ہمارے سامنے پیش ہو اور ہماری منظوری بھی لی جاوے۔ پولٹیکل خرچ کو ہمارے سامنے نہ آنے دو مگر فوج کے خرچ میں ہم سے رائے لو۔ اس قدر فوج کیوں رکھتی ہے۔ بمبئی و مدراس میں کیوں

گورنر مقرر کیا ہے۔ اُن کو موقوف کرنا چاہیئے۔ میں بھی رائے دوں گا کہ ضرور اُن کی سُنی جاوے مگر یہ پوچھوں گا کہ صرف اُنھیں میں سے نہیں۔ بلکہ تمام ہندوستان میں سے کون بتا سکتا ہے کہ نئی قسم کی جو توپیں ایجاد ہوئی ہیں اُن کی دُم کدھر ہے اور مُونھ کدھر ہے؟ کوئی بتا سکتا ہے کہ ایک فیر میں کیا خرچ ہوتا ہے۔ کوئی شخص آرمی (فوج) کا حال جانتا ہے؟ جس نے لڑائی کا میدان اور اولوں کی طرح بہادر سپاہیوں کی لاشوں کا برسنا دیکھا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ فوج کے لئے کیا سامان ہم کو تیار کرنا چاہیئے۔ پھر اگر اُس حالت میں کوئی مسلمان کونسل میں بیٹھے یا اُس قوم کا کوئی شخص جس کی نسبت میں ہمیشہ کہتا ہوں کہ بنگالی اپنی تعلیم کی وجہ سے تمام قوموں کے سرتاج ہیں اور اپنی علمی طاقت سے ادنےٰ درجے سے اعلےٰ درجے پر پہونچ گئے ہیں وہ کیا صلاح دیں گے۔ آپ خیال کر سکتے ہیں کہ جس نے لڑائی کا میدان نہیں دیکھا اور نہ توپ کا مُنھ دیکھا وہ کہتے ہیں کہ فوج کا بجٹ ہم تیار کریں گے +

اِس سے بھی زیادہ لطیف ایک اَور امر ہے کہ جس وقت بعض لوگوں نے اخباروں میں آرٹیکل لکھے کہ ریپریزنٹیٹو گورنمنٹ کا ہندوستان میں قائم ہونا غیر ممکن ہے اور اُن کے وجوہ بھی نہایت قوی تھے تو ان لوگوں کو اپنی بلند پروازی سے نیچے اُترنا پڑا۔ اور یہ کہنا پڑا کہ ہم کو کونسل میں بیٹھنے دو چاہیں چائیں کرنے دو چاہے ووٹ نہ لو۔ آپ کہہ سکتے ہیں کہ اِس کا کیا مطلب ہے۔ اور اِس نادانی کا کیا فائدہ؟ +

ایک بڑی ہنسی کی بات ہے کہ اس پر زور دیا جاتا ہے کہ ہتیاروں کا قانون منسوخ کیا جاوے اور ہندوستانی والنٹیر ہوں۔ فوجی اسکول ہندوستان میں قائم ہوں۔ مگر جانتے ہو کہ یہ کون قوم کرتی ہے؟۔ اگر مسلمان اور راجپوت بھائی جن کے باپ دادا ہمیشہ تلوار باندھتے رہے اور گو اُن کی کمر سے کھُل گئی ہے لیکن دل سے اب تک نہیں کھُلی اگر ایسی درخواست کرتے تو مناسب بھی تھا۔ لیکن یہ کون قوم درخواست کرتی ہے؟ میں خود طرفدار ہوں اور قبول کرتا ہوں کہ گورنمنٹ کی دو عظیم غلطیاں ہیں۔ ایک ہندوستانیوں کا اعتبار نہ کرنا اور والنٹیر ہونے کی اجازت نہ دینا۔ دوسرے گورنمنٹ کی بہت بڑی غلطی سمجھتا ہوں جو اُن بہادر لوگوں کو جن کے باپ دادا لکھنے کا قلم استعمال نہیں کرتے تھے بلکہ دوسری قلم کا کام کرتے تھے جس کی روشنائی سیاہی کی

نہیں تھی بلکہ انسان کے جسم سے جو لال لال روشنائی نکلتی ہے وہ اُن کے لکھنے کی سیاہی تھی۔ اُن کو فوجی عہدے نہیں دیتی (چیرز) اے بھائیو میں نے گورنمنٹ کو ایسے سخت لفظوں میں الزام دیا ہے لیکن وہ وقت آتا جاتا ہے کہ ہمارے بھائی پٹھان۔ سادات ہاشمی اور قریشی جن کے خون میں ابراہیمؑ کے خون کی بو آتی ہے وہ ایک دفعہ زرق برق کی وردیاں پہنے ہوئے کرنیل اور میجر بنے ہوئے فوج میں ہوں گے۔ لیکن اُس وقت کا انتظار کرنا چاہیئے ضرور گورنمنٹ متوجہ ہوگی بشرطیکہ تم اُس کو مشکوک نہ ہونے دو۔ اے بھائیو یہ اخیر الزام جو میں نے گورنمنٹ پر دیا ہے گورنمنٹ کو بھی ایک مجبوری ہے۔ جب تک کہ وہ ہمیں ایسا ہی اطمینان نہ کرلے جیسا کہ اُس کو ایک گورے پر ہے وہ ایسا نہیں کرسکتی ہے۔ لیکن ہمکو ثابت کردینا چاہیئے کہ ہم پہلے جو تھے وہ زمانہ گیا گذرا۔ اور اب گورنمنٹ کے ویسے ہی طرفدار ہیں جیسے کہ پہاڑی گورے۔ جن کو بات کرنے کی بھی عقل نہیں ہے۔ اور اُس وقت ہم کو دعوے کرنا چاہیئے۔ میں پوچھتا ہوں کہ لحظہ بھر کے لیئے فرض کرو کہ تم نے یوروپ کے کسی حصہ کو فتح کیا۔ اور وہاں حاکم ہوگئے۔ میں پوچھتا ہوں کہ تم وہاں کے لوگوں پر ویسا ہی اعتبار کروگے؟ یہ تو ایک فرضی بات تھی۔ جب تم نے ہندوستان فتح کیا تو خود تم نے کیا کیا۔ کتنی صدیوں تک ایک ہندو کا نام بھی فہرست سپاہیوں میں نہیں تھا۔ لیکن جب مغلیہ خاندان کا وقت آیا اور آپس میں ایک دوسرے پر اطمینان ہوا۔ یہی ہندو تھے جو فوج کے بڑے عہدوں پر مامور تھے۔ انصاف کرو کہ گورنمنٹ کی عملداری کو کے دن ہوئے۔ غدر کو کے دن ہوئے۔ اور صدمہ جو گورنمنٹ کو پہونچا گو جاہلوں سے تھا اور رئیسوں سے نہ تھا اُس کو بتلایئے کہ کے دن ہوئے۔ پس تم کو تامل کرنا چاہیئے اور یہ بھی دیکھنا چاہیئے کہ گورنمنٹ آف انڈیا نے حال میں مدراس پریسیڈنسی میں حکم دیا کہ ہندوستانی والنٹیر ہوسکتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ یہ حکم بھی قبل از وقت تھا لیکن یہ نشان ہے کہ جب اطمینان ہوجائے تو گورنمنٹ کو تمھیں بھی والنٹیر کرنے میں عذر نہیں اور جب ہم سیکھ جائیں گے تو وہ عہدے ملیں گے جو ہمارے باپ دادا کے خون کے تمغے تھے۔ گورنمنٹ نے ایک قدم آگے بڑھایا ہے ہم ہندوستانیوں کو ملکی حکومت میں شامل کرنا چاہا ہے۔ وہ زمانہ تھا لارڈ رپن

کا (چیرز) اتفاق سے اُس زمانہ میں مَیں بھی کونسل کا ممبر تھا۔ لارڈ رپن نہایت نیک دل اور نیک مزاج اور بہ صفت موصوف گورنر تھے۔ لیکن افسوس اُن کا ہات کمزور تھا۔ اُن کے خیالات ریڈیکل لوگوں کے سے تھے۔ اُس وقت لوکل بورڈ اور میونیسپل بورڈ کا قانون پیش تھا اور اُس کا منشا یہ تھا کہ سب لوگ الیکشن سے ممبر مقرر ہوں۔ اے صاحبو۔ میں کنسرویٹو نہیں ہوں۔ میں بہت بڑا لبرل ہوں۔ لیکن ان خیالات سے قوم کی بھلائی کو بھول جانا کسی عقلمند کا کام نہیں ہے۔ جو شخص کہ اس طرح کے الیکشن کے برخلاف تھا وہ میں تھا۔ اگر میں شیخی نہ کروں تو کہہ سکتا ہوں کہ لارڈ رپن کی رائے صرف میری ہی اسپیچ کے زور سے پھری کہ ایک ثلث کا تقرر گورنمنٹ کے ہاتھ میں رہا اور دو ثلث انتخاب الیکشن سے۔ اب آپ خیال کریں کہ کیا حال انتخاب کا ہے۔ کسی ضلع میں ہندو مسلمان برابر نہیں ہوتے آپ کہہ سکتے ہیں کہ مسلمان ہندوؤں کو دبا دیں گے اور سلف گورنمنٹ کے مالک ہو جائیں گے۔ ابھی کلکتہ میں ایک بڑے بزرگ خاندانی ڈاڑھی والے مسلمان مجھ سے ملے اور کہا کہ "غضب ہو گیا ہمارے شہر میں اٹھارہ ممبر منتخب ہونے والے تھے۔ کوئی مسلمان منتخب نہیں ہوا سب ہندو منتخب ہو گئے۔ اب گورنمنٹ سے کسی مسلمان کا مقرر ہونا چاہتا ہوں اُمید ہے کہ مجھ کو گورنمنٹ منتخب کر لے"۔ یہی حال سب شہروں کا ہے۔ علیگڈھ میں بھی اگر خاص قاعدہ مقرر نہ ہو جاتا تو کوئی مسلمان یہاں تک کہ ہمارے دوست مولوی خواجہ محمد یوسف بھی جو نہایت معزز ہیں بہ مشکل اپنے منتخب ہونے کے لیئے ووٹ حاصل کر سکتے اور آخر کو گورنمنٹ کی طرف سے تقرر کے متوقع رہتے۔ پس وہ راہ ہم کیونکر چل سکتے ہیں جس کے نہ ہم قابل ہیں نہ ملک۔

اب مجھ میں طاقت نہیں ہے۔ اور میں تھک گیا ہوں۔ زیادہ نہیں کہہ سکتا۔ لیکن اخیر کو بھی مجھے کچھ کہنا ہے کہ میرے دوست یہ نہ کہیں کہ ہم کو یہ نہ بتایا کہ ملک اور قوم کے لیئے کیا بھلائی کی چیز ہے۔ اور کس چیز سے وہ بھلائی کو پہونچ سکتے ہیں۔ میری عمر ستر برس سے متجاوز ہو گئی ہے اور گو میں اپنی زندگی میں اپنی قوم کو اُس درجے پر نہ دیکھ سکوں جس درجے پر دیکھنے کو دل چاہتا ہے۔ لیکن میرے دوست جو اس مجلس میں

موجود ہیں ضرور اپنی قوم کو عزت اور خوشحالی اور بلند درجے پر دیکھیں گے - اگر میری بتائی ہوئی بات مانیں گے - دوستو - یہ نہ کہنا کہ مجھ کو اُس رنگریز کے مانند جس کو صرف اُتوہ رنگنا آتا تھا اُتوہ رنگ ہی بھاتا ہے - مگر میں سچ کہتا ہوں کہ جو چیز تم کو اعلیٰ درجے پر پہونچانے والی ہے وہ صرف "ہائی ایجوکیشن" (اعلےٰ درجہ کی تعلیم ہے) جبتک ہماری قوم میں ایسے لوگ پیدا نہ ہوں گے ہم ذلیل رہیں گے - اَوروں سے پست رہیں گے - اور اُس عزت کو نہ پہونچیں گے جس پر پہونچنے کو ہمارا دل چاہتا ہے - یہ دلسوزی کی چند نصیحتیں ہیں جو میں نے تم کو کی ہیں - مجھے اس کی پرواہ نہیں کہ کوئی مجھے دیوانہ کہے یا اَور کچھ - میرا فرض تھا کہ میرے نزدیک جو باتیں قوم کی بھلائی کی ہیں وہ اُن سے کہدوں اور اپنا فرض ادا کروں اور خدا کے سامنے جو قادر مطلق اور رحیم اور گناہوں کا بخشنے والا ہے اپنے ہاتھوں کو دھوؤں (چیرز بڑے زور سے) +

۳۴

لکچر جوسر سید نے ۱۶۔ مارچ ۱۸۸۸ء کو بوقت شب بمقام میرٹھ "ہماری قوم کو نسبت پولٹیکل امور سلطنت کے کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیئے" دیا ✤

بزرگانِ من۔

آج جس مطلب کو آپ صاحبوں کی خدمت میں عرض کرنے کو میں کھڑا ہوا ہوں۔ میں مناسب سمجھتا ہوں کہ سب سے پہلے اُس کا سبب بیان کروں۔ آپ سب صاحبوں کو معلوم ہے کہ مدت سے ہمارے بنگالی دوست پولٹیکل معاملات میں نہایت گرمجوشی ظاہر کر رہے ہیں۔ تین برس ہوئے کہ اُنھوں نے ایک بہت بڑی مجلس قائم کی ہے جس کا جابجا اجلاس ہوتا ہے اور اُنھوں نے اُس کا نام نیشنل کانگریس رکھا ہے۔ ہم کو اور ہماری قوم کو اُس کی طرف کچھ خیال بھی نہ تھا۔ بلکہ ہم نہایت خوش تھے کہ اگر ہمارے بنگالی دوستوں نے اپنی تعلیم اور لیاقت میں ایسی ترقی کر لی ہے کہ وہ اِن چیزوں کے دعوے کرنے کے لائق ہو گئے ہیں جن کا وہ دعوے کرتے ہیں تو ہماری نہایت خوشی ہے کہ وہ اُس میں کامیاب ہوں۔ اگرچہ وہ تعلیم میں ہم سے زیادہ ہیں مگر ہم نے کبھی یہ نہیں سمجھا کہ وہ اس درجے پر پہونچ گئے ہیں جس درجے پر ہونے کے دعویدار ہیں۔ تاہم ہم نے کبھی کسی آرٹیکل میں۔ یا کسی اسپیچ میں۔ یا کسی مقام پر زبانی بات چیت میں۔ اُن کے کاروبار میں جو وہ کر رہے تھے ہرج نہیں ڈالا۔ اور نہ ہرج ڈالنے کا ارادہ کیا ہمارا کبھی یہ مقصد نہیں ہے کہ جو لوگ یا کوئی قوم جو ترقی کرنی چاہتی ہے اور اُس نے اپنے آپکو اُس درجے تک پہونچا دیا ہے جہاں تک وہ پہونچنا چاہتی ہے اور جس کے وہ لائق ہے اُسکی مخالفت کریں۔ لیکن ہمارے بنگالی دوستوں کی طرف سے ہماری قوم پر بیجا اور ناواجب دست اندازی ہوئی ہے۔ اور اِس لئے ہمارا فرض ہے کہ ہم اُس بیجا دست اندازی کو ظاہر کریں اور ہم اپنی قوم کو اُس کی مضرتوں سے محفوظ رکھیں۔ یہ خیال کرنا کہ ہم نے اپنے بنگالی

دوستوں کی مخالفت پر کمر باندھی ہے بالکل غلط ہے۔ بلکہ ہم کو اپنی قوم کے حق میں جو بات بہتر معلوم ہوتی ہے اُس کا اپنی قوم کو سمجھانا منظور ہے۔ اور جو نقصان کہ ہماری قوم کو بنگالیوں کی رائے کے ساتھ شامل ہوتے میں متصور ہے اُس کا سمجھا دینا واجب ہے۔ اِس کے سوا اَور کچھ نہیں ✣

اُن لوگوں کی بیجا دست اندازی جس کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے۔ کہ اُنھوں نے غلط طور پر اس بات کے ظاہر کرنے کی خواہش کی ہے کہ ان ممالک کے مسلمان بھی اُن کی رائے کے ساتھ شامل ہیں مگر ہم بھی اسی ملک کے رہنے والے ہیں۔ اور ہمارے صوبہ شمال مغرب اور اودھ میں جو حالات گذرتے ہیں اور گذرے ہیں اُن کی اصلیت سے ہم ناواقف نہیں رہ سکتے۔ گو کہ اخباروں میں اُس کا رنگ کیسا ہی رنگا جاوے اور اُس کی صورت کیسی ہی دکھائی جاوے۔ ممکن ہے کہ ولایت میں اُس صورت کو دیکھ کر وہاں کے لوگ جو اصلی حالت سے واقف نہیں ہیں دھوکا کھا سکیں۔ لیکن ہم اور ہمارے ملک کے لوگ جو ہر ایک حال سے واقف ہیں وہ کبھی ایسے دھوکہ میں نہیں آسکتے۔ ہماری مسلمان قوم اب تک چپ چاپ بیٹھی تھی اُس کو کچھ غرض نہیں تھی کہ بنگالے کے بابو۔ اور شمال مغربی اضلاع کے ہندو اور ہندوستان کے باشندے یورپین اور یورپشین کیا کر رہے ہیں۔ مگر اب اُنھوں نے ہماری قوم پر بیجا دست اندازی کی ہے۔ بعض اضلاع میں مسلمانوں پر کانگریس میں شریک ہونے کے لیئے دباؤ ڈالا گیا ہے۔ افسوس ہے کہ جو لوگ زبردست تھے اور درحقیقت رئیس تھے اور مسلمانوں کے سرگروہ گنے جاتے تھے اُن لوگوں سے تو کچھ نہ بولے۔ مگر ایسے لوگوں پر جو دباؤ میں آسکتے تھے ناواجب زور ڈالا۔ کسی ضلع میں حکومت کے دباؤ سے وہ مجبور ہوئے۔ کسی ضلع میں اُن کو اِس طرح پر دبایا کہ بغیر اُن کی شرکت کے اُن کا کام جو وہ چلانا چاہتے ہیں چل نہیں سکتے گا۔ یا اُن لوگوں نے خود یہ سمجھا کہ بغیر اُن کی شرکت کے روٹی ملنی مشکل ہے روپیہ کے لالچ دینے سے بھی اُنھوں نے کوتاہی نہیں کی۔ کون شخص ہے جو اس حال سے واقف نہیں ہے۔ کون شخص ہے جو اس بات کو نہیں جانتا کہ دو چار مسلمان ممالک مغربی و شمالی کے۔ اُن کے ساتھ شامل ہوئے وہ کون ہیں (چیرز) اور کس سبب سے شامل ہوئے ہیں۔

اُن کی حقیقت بجز اس کے کہ کرایہ کے آدمی ہیں اَور کچھ نہیں (چیرز) ایسے لوگوں کو وہ مدراس لے گئے اور وہاں لیجا کر کہا کہ یہ نواب زادے ہیں۔ اور یہ فلاں ضلع کے رئیس ہیں اور یہ مسلمانوں میں ایسے ہیں اور ویسے ہیں۔ حالانکہ سب جانتے ہیں کہ یہ لوگ کس طرح خریدی گئے ہیں۔ ہم اپنی قوم کے لوگوں کو خوب جانتے ہیں کہ وہ دباؤ سے۔ نالائقی سے۔ یا نمود کی خواہش سے یا مفلسی کی وجہ سے روپیہ دیکر خریدے گئے ہیں۔ اگر کوئی رئیس اپنے دل سے اور اپنی رائے سے اُن کے ساتھ شریک ہو جاوے تو ہمیں کچھ پرواہ نہیں ہے۔ ایک آدمی کے نکل جانے سے ہمارا گروہ کم نہیں ہوگا۔ لیکن جھوٹ بات بیان کرکے کہ یہ فلاں ضلع کے رئیس ہیں اور فلاں مقام کے نواب ہیں اور ہماری قوم کا غلط ارادہ ظاہر کرنا کہ مسلمان بھی اُن کے ساتھ شریک ہیں ہماری قوم پر ناواجب دست اندازی ہے۔ جب یہاں تک نوبت پہونچی تو ہم کو ضرور ہوا کہ ہم اپنی قوم کو اِس خلاف بیانی سے متنبہ کریں تاکہ اَور لوگ اس دھوکے میں نہ آویں اور اپنی قوم کو جتلائیں کہ جو معدودے چند مدراس گئے ہیں وہ یا تو دباؤ سے یا کسی لالچ سے یا اپنے پیشہ کے چلنے یا ایک نمود حاصل کرنے کی غرض سے گئے ہیں۔ یا خریدے گئے ہیں (چیرز) کوئی رئیس اُس میں شامل نہیں ہوا ہے۔ یہی باعث تھا کہ میں نے خلاف اپنی عادت کے لکھنؤ میں نیشنل کانگریس کے نقصانوں پر اسپیچ کی اور یہی باعث آجکی اسپیچ کا ہے۔ اور میں یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ سوائے بدرالدین طیب جی کے جو نہایت بزرگ ہیں اور جن کا میں نہایت ادب کرتا ہوں اَور کوئی سربرآوردہ رئیس اُس میں شریک نہیں ہوا۔ وہ شریک ہوئے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اُنھوں نے غلطی کی ہے۔ اُنھوں نے مجھے دو چٹھیاں لکھی ہیں جن میں سے ایک لکھنؤ کی اسپیچ کے مشتہر ہونے کے بعد کی ہے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ وہ چاہتے ہیں کہ کانگریس میں جو باتیں مسلمانوں کے خلاف ہوں وہ اُنکو بتائی جاویں تاکہ وہ اُن کو کانگریس کی بحث میں نہ آنے دیں۔ مگر دراصل اُس کی تمام باتیں ہماری قوم کے مناسب نہیں ہیں۔ بہرحال فرض کیجئے کہ بدرالدین طیب جی کی رائے ہماری رائے کے خلاف ہو تو اُن کی رائے تمام قوم کی رائے اور اُن کا اتفاق "نیشنل کانگریس" سے تمام قوم کا اتفاق متصور نہیں ہو سکتا۔

(مرزا محمد اسمٰعیل خاں کی طرف جو مجلس میں موجود تھے اسپیکر نے اشارہ کیا اور کہا کہ) میرے ایک دوست جو مدراس سے ابھی آئے ہیں اور اس مجلس میں موجود ہیں مجھ سے کہتے تھے کہ کوئی مسلمان رئیس مدراس کا کانگریس میں شریک نہیں ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ پرنس ہمایوں جاہ بھی شریک ہوئے تھے۔ مجھ کو اُن سے واقفیت نہیں ہے۔ میں نہیں جانتا کہ وہ کس قسم کے آدمی ہیں اور یہ بھی نہیں معلوم کہ وہ کس طرح شریک ہوئے۔ مہمان نوازی کی فیاض طبیعت سے یا اور کسی خیال سے (اس پر محمد اسمٰعیل جو مجلس میں موجود تھے کھڑے ہوئے اور کہا کہ "درحقیقت کوئی معزز مسلمان رئیس مدراس کا کانگریس میں شریک نہیں ہوا" اور انھوں نے کہا کہ "پرنس ہمایوں جاہ نے صرف مہمان نوازی کا طریقہ برتا تھا جس طرح کہ ہمارے مدراس کے گورنر نے ایوننگ پارٹی میں اکثر ڈیلیگیٹوں کو بلایا تھا۔" اسپیکر نے پھر اپنی گفتگو شروع کی اور کہا کہ) فرض کیجئے کہ ہمایوں جاہ بھی شریک ہوئے۔ تو دو آدمیوں کے قوم سے علیحدہ ہو جانے سے قوم کی قومیت میں کچھ نقصان نہیں پہونچتا۔ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اُن دو رئیسوں کے شریک ہونے سے تمام قوم پر اتہام ہے۔ اگر ہمارے بنگالی دوست ایسی غلط کارروائی نہ کرتے تو ہم کو کچھ کام نہ تھا کہ نیشنل کانگریس سے، اور نہ اُس کے ممبروں سے، اور نہ اُن ناواجب خواہشوں سے، جن کے لیئے اُنھوں نے شور غل مچایا ہے "نیشنل کانگریس" کے ممبر آسمان کے تارے ہو جاویں یا وہ سورج بن جاویں ہم خوش ہیں لیکن ہماری قوم کے دو چار آدمیوں کو ناواجب طور سے اور شرم آمیز دباؤ اور لالچ سے اپنے ساتھ لیکر یہ دکھلانا چاہیں کہ مسلمانوں کی قوم کی قوم اُن کے ساتھ ہے تو اُس کا دفع کرنا ہم پر ضرور واجب ہے۔ (چیرز) +

اے صاحبو۔ جو کچھ کہ اب میں اپنی قوم کے لئے بیان کروں گا درحقیقت وہ صرف ہماری ہی قوم کے لئے مفید نہیں ہے بلکہ ہمارے ملک کے ہمارے ہندو بھائی جو کسی غلط خیال سے اُس میں شریک ہوئے ہیں اُن کے لئے بھی ویسی ہی مفید ہے۔ آخر کو وہ بھی افسوس کریں گے (اگرچہ شاید افسوس کرنے کا بھی موقع نہ ملے کیونکہ کانگریس کی خواہشوں کا پورا ہونا امکان سے خارج ہے) ہمارے ملک کے ہندوؤں کو سمجھنا چاہیئے کہ اُن کی حالت گو مسلمانوں سے کسی قدر اچھی ہے لیکن ایسی اچھی نہیں ہے کہ وہ دوڑ کر ہم سے آگے نکل جاویں گے

ہم سب ایک ملک کے رہنے والے ہیں۔ بہت سے ہندو ایسے ہیں کہ اُن میں مسلمانوں کی عادتیں گھس گئی ہیں۔ جیسے کہ تمہارے دوست کالیتھ صاحب ہیں۔ اُن کی عادت اور اُن کی حالت ہم سے کچھ زیادہ بڑھی ہوئی نہیں ہے اور ہندو بھی کچھ ہم سے زیادہ بڑھے ہوئے نہیں ہیں۔ جو کچھ ہمارا حال ہوگا وہی حال اس مُلک کے ہندوؤں کا بھی ہوگا۔ اِس واسطے جو کچھ میں کہتا ہوں وہ کُل ملک کے باشندوں کے فائدہ کے لئے کہتا ہوں۔ ہندو ہوں یا مسلمان وہ غلط خیال، جو ہمارے ملک کے ہندوؤں کو پیدا ہوا ہے اور جس کے سبب ہمارے ملک کے ہندوؤں نے کانگریس میں شریک ہونا مناسب سمجھا ہے دو باتوں پر مبنی ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ اُسی خیال پر ہمارے ملک کے ہندو شریک ہوتے ہیں۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ وہ غلطی کرتے ہیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ بنگالی بھی ہندو ہیں اور ہم بھی ہندو ہیں۔ اُن کے اقتدار سے ہم کو کچھ نقصان پہونچنے والا نہیں ہے۔ دوسری یہ بات ہے کہ بعض ہندو (میں کل ہندوؤں کی نسبت نہیں کہتا بلکہ بعض کی نسبت کہتا ہوں) یہ خیال کرتے ہیں کہ اُس میں شریک ہونے سے اور ہندوؤں کے اقتدار زیادہ بڑھ جانے سے شاید مسلمانوں کی بعضی وہ رسوم مذہبی جو ہندوؤں کے مخالف ہیں زوال پذیر ہو جاویں گی اور ہم مل کر اُن کو معدوم کر دیں گے لیکن میں علانیہ اپنے ہندو دوستوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ اُن کی جو خواہشیں مذہبی رسوم میں رعایت کرنے کی ہیں اس طرح پر وہ اُن میں ہرگز کامیابی حاصل نہیں کر سکنے کے۔ اگر اُن میں کامیابی ہوگی تو دوستی اور اتحاد سے ہوگی۔ زور سے کام نہیں نکلنے کا۔ اور جس قدر دشمنی اور نفرت آپس میں زیادہ ہوگی اُسی قدر اُن کو مضرت پہونچے گی۔ میں علیگڈھ کی مثال دوں گا وہاں ہندوؤں اور مسلمانوں میں اتفاق تھا۔ تین برس دسہرہ اور محرم ایک ساتھ گذر گیا۔ اور کسی شخص نے نہ جانا کہ علیگڈھ میں کیا ہوا۔ خیال کرنے کی بات ہے کہ جس وقت سے اُنھوں نے گاؤکشی کے معاملے میں دُند مچائی ہے گاؤکشی کس قدر زیادہ ہو گئی ہے اور یقین کی مذہبی فیلنگ کیسی بھڑک گئی ہے جس سے ہندوستان کے سب لوگ واقف ہیں۔ اُن کو خیال کرنا چاہئے کہ کسی دباؤ اور زور سے وہ اُس چیز کو حاصل نہیں کر سکنے کے۔ جو آپس کی محبت اور دوستی سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اگر میرا یہ خیال جو میں نے اپنے ملک کے ہندوؤں کی

نسبت ظاہر کیا ہے صحیح ہے۔ اور درحقیقت اُن کا بھی ایسا ہی حال ہے جیسا کہ اس ملک کے مسلمانوں کا تو اُن کو چاہیئے کہ وہ اپنے ملک کے مسلمانوں سے ملے رہیں۔ اپنا سر کھانے دو اُن کو جو بنگالے میں رہتے ہیں، وہ جو کچھ چاہیں سو کریں، اور جو کچھ چاہیں نہ کریں۔ نہ اُن کی طبیعتیں ہمارے ملک کے لوگوں کی سی ہیں اور نہ اُن کی حالت ہمارے ملک کے لوگوں کی حالت کے مناسب ہے۔ پس ہمارے ملک کے لوگوں کو اُن کے ساتھ شریک ہونے سے کیا تعلق ہے +

بنگالے کی نسبت جہاں تک کہ مجھ کو معلوم ہے میں کہہ سکتا ہوں کہ اور بنگال میں مسلمانوں کی آبادی کا حصہ بہ نسبت بنگالیوں کے بہت زیادہ ہے۔ اگر کل بنگال کو ملا لو تو قریباً نصف مسلمان اور نصف سے زائد کچھ بنگالی ہوں گے۔ وہاں کے مسلمانوں کو بالکل معلوم نہیں ہے کہ "نیشنل کانگریس" کیا چیز ہے اور اُس میں کیا ہوتا ہے۔ بنگال کا کوئی مسلمان رئیس اُس میں شامل نہیں ہے۔ عام بنگالی جو مفصل میں رہتے ہیں وہ بھی ایسے ہی ناواقف ہیں جیسے عموماً مسلمان بنگالے کے رہنے والے۔ بنگالے میں مسلمانوں کی آبادی اس قدر زیادہ ہے کہ اگر ان بنگالیوں کی جو کانگریس کا غل شور مچا رہے ہیں خواہشیں پوری ہو جاویں تو نہایت ہی مشکل ہے کہ بنگالے ہی میں بنگالی امن سے رہ سکیں۔ یہ تجویزیں کانگریس کی ایسے ملک کے لیئے جہاں دو مختلف قومیں مل کر آباد ہیں۔ ایک کنوئیں سے پانی پیتی ہیں۔ ایک شہر کی ہوا کھاتی ہیں۔ ایک کی زندگی دوسرے پر منحصر ہے، نہایت بد اندیشی کی تجویزیں ہیں۔ ایک دوسرے میں عداوت پیدا کر دینا نہ امن کے لئے مفید ہے، نہ ملک کے لیئے، نہ شہر کے لئے +

اب اس قدر تمہید کے بعد میں بیان کرنا چاہتا ہوں کہ ہماری قوم بلکہ ہمارے ملک کے لوگوں کو پولیٹکل امور میں کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیئے۔ میں ہندوستان کے پولیٹکل امور کی نسبت سلسلہ وار بیان کروں گا تاکہ کافی طور پر غور کرنے کا موقع ملے۔ سب سے اوّل جو پولیٹکل مسئلہ ہے وہ یہ ہے کہ ہندوستان میں ملک کا انتظام اور ملک کی سلطنت کس کی ہونی چاہیئے اس وقت فرض کرو کہ تمام انگریزوں اور تمام انگریزوں کی فوج ہندوستان کو چھوڑ کر چلی جاوے وہ اپنا توپخانہ اور اپنے تمام عمدہ ہتیار اور تمام چیزیں جہازوں پر لاد کر لیجاویں تو ہندوستان میں

کون حاکم ہوگا ؟ کیا ایسی حالت میں ہندو اور مسلمان دونوں قومیں ایک گدی پر برابر
درجہ پر رہ سکیں گی - ؟ ہرگز نہیں - ضرور ہوگا کہ دونوں میں سے ایک دوسرے کو مغلوب کرے
اور دبالے - یہ چاہو کہ دونوں برابر رہیں یہ ناممکن اور امر محال ہے - اس کے ساتھ یہ بھی سمجھ لینا
چاہیئے کہ گو مسلمان ہندوستان میں بہ نسبت ہندوؤں کی تعداد کے کم ہوں، اور گو اُن لوگوں
کی تعداد بھی بہت زیادہ ہو جو انگریزی میں اعلےٰ درجہ کی تعلیم پائے ہوئے ہیں لیکن اُن کو حقیر
اور کمزور سمجھنا نہیں چاہیئے - غالباً وہ خود ہی اپنے سنبھالنے کے لیے کافی ہوں - لیکن اگر
نہ ہوں تو جس وقت ایک ٹڈی دل ہمارے مسلمان پٹھان بھائیوں کا پہاڑوں کی کھوؤں میں
سے نکلے گا وہ اس سرے سے بنگالے کے اُس سرے تک خون کی ندیاں بہا دے گا یہ
بات کہ انگریزوں کے چلے جانے کے بعد کون غالب ہوگا خدا کی مرضی پر موقوف ہے لیکن
جب تک کہ ایک قوم دوسری قوم کو زیر نہ کر لے گی اور تابعدار نہ بنا لے گی ملک میں امن نہ ہوگا
یہ امر ایسا مسلم الثبوت ہے کہ اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا - اب فرض کرو کہ انگریز تو ہندوستان
میں نہیں ہیں - اور ہندوستان کی ایک قوم نے دوسری قوم کو دبا لیا ہے - خواہ ہندوؤں نے
مسلمانوں کو اور خواہ مسلمانوں نے ہندوؤں کو - لیکن اُسی وقت یورپ کی اور سلطنتیں جیسی کہ
جرمن - فرانس - پرتگیز - روس ہندوستان پر حملہ کریں گی - اُن کے جنگی جہاز لوہے کے
منڈھے ہوئے چمکتی ہوئی توپوں اور ہتیاروں کو لادے ہوئے چاروں طرف سے ہندوستان
کو آن گھیریں گے - اُس وقت ہندوستان کا بچانے والا کون ہے ؟ نہ ہندو اُس کو بچا سکیں گے
نہ مسلمان، اور نہ راجپوت اور نہ ہمارے بھائی بہادر پٹھان - اُس وقت کیا نتیجہ ہوگا ؟ صریح
نتیجہ یہ ہے کہ ہندوستان پر غیر ملک کے لوگ حکومت کریں گے - کیونکہ ہندوستان
کی حالت یہ ہے کہ اگر غیر ملک کی سلطنتیں اُس پر حملہ کریں تو کسی کی طاقت نہیں ہے کہ اُن کا
مقابلہ کرے - اس دلیل سے لازم آتا ہے کہ انجام کو ہندوستان پر پھر ایک غیر ملک کی حکومت
ہوگی - نہ ہندوستانیوں میں سے کسی کی - اب آپ فیصلہ کر لیجیئے کہ غیر ملک کی سلطنتوں میں سے
آپ کس ملک کی حکومت ہندوستان پر پسند کرتے ہیں - میں پوچھتا ہوں کہ تم جرمن کی
حکومت پسند کرو گے ؟ جس کی رعایا ملکس کے مارے روتی ہے اور جنگی قانونوں سے

تنگ ہے۔ فرانس کی حکومت پسند کرو گے؟ میں جانتا ہوں کہ شاید تم روس کی سلطنت کو پسند کرو گے جو ہندوستان کا اور مسلمانوں کا بڑا دوست ہے اور ہندوؤں کو نہایت آرام سے رکھیگا اور اُن کے مال اور دولت کی جو اُنھوں نے انگریزی حکومت میں حاصل کی ہے نہایت حفاظت کرے گا۔ اِس وقت جتنی سلطنتیں طاقتور ہیں اُن کا کچھ نہ کچھ خیال ہر شخص کو ہے۔ ہر شخص خیال کرے گا کہ وہ سلطنتیں بہ نسبت انگلش گورنمنٹ کے نہایت بدتر اور بدتر سے زیادہ بدتر ہیں۔ پس لازم آتا ہے کہ ہندوستان کے امن کے لیئے اور ملک میں ہر چیز کی ترقی کے لیئے انگلش گورنمنٹ کا بہت دنوں تک بلکہ ہمیشہ کے لیئے رہنا ضرور ہے اور جبکہ ہم نے یہ تسلیم کرلیا کہ اور سلطنتوں کی بہ نسبت انگریزی سلطنت کا ہمارے ملک کی بہتری کے لیئے ہمارے ملک میں رہنا ضرور ہے تو ہم پوچھتے ہیں کہ آیا کوئی ایسی نظیر دنیا میں ہے کہ ایک غیر قوم نے غیر قوموں کو فتح کرکے اُن پر حکومت کی ہو اور اُس مفتوح قوم نے اس بات کا دعوے کیا ہو کہ اُن کو ریپریزینٹیو گورنمنٹ ملنے کا حق ہے؟ ریپریزینٹیو گورنمنٹ کا پہلا اصول یہ ہے کہ قومی سلطنت ہو اور وہی قوم اپنی قوم پر اور اپنے ملک پر حکومت کرتی ہو۔ تم دنیا کی کسی تاریخ میں بتا سکتے ہو کہ کبھی ایسا ہوا ہے کہ ایک غیر قوم کسی ملک کو فتح کرنے کے بعد اُس ملک پر حکومت کرتی ہو اور مفتوح ملک والوں کو ریپریزینٹیو گورنمنٹ دی گئی ہو۔؟ کبھی ایسا نہیں ہوا۔ بلکہ جس نے ہم کو فتح کیا ہے اُس کو ہم اپنی حکومت کا قائم رکھنا ضرور ہے۔ ہاں جب حاکم اور محکوم ایک قوم ہوں تو ریپریزینٹیو گورنمنٹ قائم ہو سکتی ہے۔ مثلاً افغانستان، جہاں امیر عبدالرحمن خان اُس کے والی ملک ہیں اور اُن کے ملک کے لوگ تمام افغان بھائی بند ہیں وہ چاہیں تو ریپریزینٹیو گورنمنٹ مقرر کریں۔ لیکن ایسے ملک میں جہاں دوسری قوم حکومت کرتی ہے یہ خیال کرنا کہ وہاں بھی ریپریزینٹیو گورنمنٹ قائم ہو خیال محال ہے اور نہ آج تک دنیا کے کسی ملک کی تاریخ میں اِس کا پتہ مل سکتا ہے۔ پس یہ کہنا کہ ہم کونسل میں الیکشن سے ممبر مقرر کریں گے اصول گورنمنٹ کے برخلاف ہے۔ اور کوئی گورنمنٹ ہو انگریز یا جرمن یا فرانس یا روس یا مسلمان اِس اصول کو کسی طرح تسلیم نہیں کر سکتی اِس کے معنے یہ ہیں کہ ملک کی حکومت ہمارے ہاتھ میں چھوڑ دو۔ پس ایسے بیجا امور میں

ہماری قوم کو شریک ہونا اور اُس کے کلمہ گوؤں میں شامل ہونا ہرگز مناسب نہیں ہے اور ہماری قوم کی حالت کے بھی بالکل برخلاف ہے +

دوسرا امر بجٹ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ہمکو بجٹ پر ووٹ دینے کا اختیار دیا جاوے جس خرچ کو ہم منظور کریں منظور ہو اور جس کو نامنظور کریں نامنظور کیا جاوے۔ خیال کرو کہ یہ اصول بھی کس گورنمنٹ سے علاقہ رکھتا ہے۔ اُسی گورنمنٹ سے متعلق ہے جہاں از روئے اصول گورنمنٹ کے ریپریزینٹیٹو گورنمنٹ مقرر ہو سکتی ہو۔ حاکم اور محکوم دونوں ایک قوم ہوں لڑائی یا صلح میں بھی جو اور قوموں سے درپیش ہو اُن کو رائے دینے کا حق ہو۔ مگر یہ اصول ایسی گورنمنٹ سے متعلق نہیں ہو سکتا جہاں ایک غیر قوم نے دوسری قوم کو فتح کیا ہو۔ انگریزوں نے ہندوستان کو اور اس کے ساتھ ہم کو فتح کر لیا ہے، اور جس طرح ہم نے اس ملک کو تابعدار یا غلام بنا لیا تھا اُسی طرح اُنھوں نے ہم کو بھی تابعدار یا غلام بنا لیا ہے پھر کیا یہ اصول سلطنت کے مطابق ہے کہ وہ ہم سے پوچھیں کہ ہم بڑھا جا کر لڑیں یا نہ لڑیں۔ ایسا کبھی ہوا ہے؟ اور سلطنت کا کوئی اصول اس کے موافق ہے؟۔ جس زمانے میں کہ مسلمانوں کی حکومت تھی اور وہ ہندوستان کے کسی ملک پر فوج کشی کرتے تھے تو کیا یہ اصول سلطنت کے مطابق تھا کہ وہ بادشاہ ہندوستان کی رعایا سے پوچھتے کہ ہم اُس ملک کو فتح کریں یا نہ کریں؟ وہ کس سے پوچھتے؟ کیا اُن سے جن کو اُنھوں نے فتح کیا اور اپنا غلام بنا لیا اور اب اُنھیں کے دوسرے بھائیوں کو غلام بنانے کا ارادہ کرتے ہیں؟ ہماری قوم نے خود بھی سلطنت کی ہے اور ہماری قوم کے لوگ اب بھی سلطنت کر رہے ہیں۔ کیا کوئی اصول ایسا ہے جس سے سلطنت کا غیر قوم پر اس طرح سے کام چل سکے؟ +

بجٹ پر رائے دینا ایک اور اصول پر بھی منحصر ہے اور وہ اصول یہ ہے کہ جس ملک کی رعایا اپنی جان اور مال سے سلطنت کے کل خرچ کی ذمہ وار ہے اُسی کو بجٹ پر رائے دینے کا بھی حق ہے۔ وہ کہہ سکتی ہے کہ یہ خرچ کرو اور یہ خرچ مت کرو۔ اور جس قدر سلطنت کے کاموں میں خرچ ہو اُس کا فرض ہے کہ وہ اُس کو ادا کرے۔ مثلاً انگلستان میں تمام لوگوں کا روپیہ اُن لوگوں کی تمام جائداد اور مال ڈیوک سے لیکر جوتا سینے والے تک ضرورت کے وقت

گورنمنٹ کا مال ہے۔ رعایا کا فرض ہے کہ اپنا تمام روپیہ تمام جائیداد۔ تمام مال گورنمنٹ کو دے، کیونکہ وہ ذمہ وار ہیں کہ جو کچھ گورنمنٹ کو ضرورت ہو وہ پوری کریں اور کہیں کہ ہاں لو ہاں لو اور خرچ کرو مارو دشمن کو مارو دشمن کو۔ یہ اصول ہے اُن لوگوں کا جو بجٹ پر بحث کرنے کا حق رکھتے ہیں۔ ہندوستان کی حکومت اِس اصول سے بالکل مختلف ہے۔ ہندوستان میں گورنمنٹ کا ذمہ ہے کہ وہ خود اپنی سلطنت کو تھامے اور جس طرح مناسب سمجھے اپنی فوج اور اپنی سلطنت کا خرچ پیدا کرے۔ ہندوستان میں گورنمنٹ کو زمین کی پیداوار سے ایک معین مالگذاری لینے کا حق ہے گویا کہ وہ ایک اجارہ دار ہے کہ اُس آمدنی سے اپنی سلطنت کو قائم رکھے۔ جو معاہدہ کہ اُس نے مالگذاری پر کرلیا ہے اُس سے اضافہ کا اُس کو اختیار نہیں۔ کیسی ہی ضرورت پیش آوے وہ زمینداروں سے نہیں کہہ سکتی کہ تم مالگزاری میں اضافہ کردو، نہ زمیندار گورنمنٹ کا حق سمجھتے ہیں کہ ضرورت کے وقت بھی وہ زمینداروں سے معینہ مالگذاری سے زیادہ کچھ روپیہ لے۔ اگر اِس وقت روس سے لڑائی درپیش ہو تو کیا تمام زمیندار اور تعلقدار مقررہ جمع سے دوچند روپیہ دینے کو راضی ہوں گے؟ ایک پیسہ بھی زیادہ نہیں دینے کے۔ پھر کیا حق ہے اُن کو مداخلت کا کہ وہ کہیں کہ بجٹ میں اس قدر خرچ ہونا چاہیے اور اس قدر نہیں۔ یہی طریقہ تمام بادشاہوں کا اور تمام ایشیا کی سلطنتوں کا رہا ہے۔ جس وقت کہ تم اپنی مالگذاری سے لڑائی کے وقت بھی ایک پیسہ زیادہ نہیں دیتے تو تم کو کیا حق بجٹ میں دست اندازی کا ہے؟ *

بجٹ پر غور کرنے سے اصلی مقصد جزورسی ہے۔ جزورسی ایک ایسی چیز ہے کہ ہر شخص اپنے گھر کے انتظام میں بھی اُس کا لحاظ رکھتا ہے۔ یہ خیال کرنا کہ گورنمنٹ جزورس اور کفایت شعار نہیں ہے اور بیحساب روپیہ خرچ کردیتی ہے خیال خام ہے۔ گورنمنٹ جہاں تک کہ ممکن ہے جزورسی اور کفایت شعاری سے کام کرتی ہے۔ ہماری گورنمنٹ ایسی سخت کنجوس ہے کہ بیفائدہ ایک پیسہ بھی کسی کو نہیں دیتی جب تک نہایت ضرورت نہو۔ اور بہت بڑا زور نہ پڑے، اور شدید ضرورت پیش نہ آوے، ایک پیسہ خرچ نہیں کرتی۔ اگلے بادشاہوں کی فیاضی کو وہ بالکل بھول گئی ہے۔ پچھلے زمانے کے بادشاہ شاعروں اور مصنفوں کو جاگیریں اور لاکھوں

روپیہ مفت دیتے تھے۔ ہماری گورنمنٹ ایسے معاملات میں ایک پیسہ بھی خرچ نہیں کرتی۔ اِس سے زیادہ اَور کیا کفایت شعاری ہو سکتی ہے۔ اُس نے مُصنّفین کو انعام دینے کے بدلے کاپی رائیٹ کا حق دیا ہے وہ بھی دو روپیہ لیکر رجسٹری کر دیتی ہے اور ایک چٹھی بطور سند کے لکھ دیتی ہے کہ چالیس برس تک اَور کوئی اس کتاب کو نہیں چھاپ سکیگا۔ تم چھاپو اور بیچو نفع اُٹھاؤ یہی تم کو انعام گورنمنٹ کی طرف سے ہے +

لوگ گورنمنٹ کی آمدنیوں کی طرف تو خیال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگلی سلطنتوں سے آمدنی بہت زیادہ ہے مگر گورنمنٹ کے خرچ کا خیال نہیں کرتے کہ وہ بھی کس قدر زیادہ ہے اگلے زمانہ میں فوج کے سپاہی کے لئے ایک تلوار پندرہ بیس روپیہ کی اور ایک بندوق دس پندرہ روپیہ کی اور گُتّی کا بنا ہوا سینگڑا اور ایک لچھا توڑوں کا کافی تھا۔ اس زمانے میں دیکھو کہ فوج کے اخراجات کس قدر بڑھ گئے ہیں۔ اور ہتھیاروں میں کس قدر ترقی ہوئی ہے اور روز بروز اعلےٰ درجے کے ہتیار نکلتے آتے ہیں اور پچھلے ہتیار ناکارہ ہو جاتے ہیں، اگر فرانس یا جرمن میں کوئی بندوق یا توپ نئی قسم کی ایجاد ہو تو کیا یہ ممکن ہے کہ گورنمنٹ اپنی تمام پُرانی قسم کی بندوقوں اور توپوں کو نہ توڑ دے؟ اور نئی قسم کی توپیں اور بندوقیں نہ بنائے؟ جب اخراجات اس قدر بڑھ گئے ہیں تو تعجب ہوتا ہے کہ گورنمنٹ کا کیونکر کام چلتا ہے۔ اِس تھوڑے سے ٹیکس سے جو گورنمنٹ وصول کرتی ہے (چیز) شاید اکثر لوگ میری اس بات کو پسند نہ کریں گے مگر جو واقعہ گذرا ہے میں اُس کو علانیہ کہتا ہوں کہ جس وقت غدر کے بعد آنریبل ولسن وزیر خزانہ ہوئے اور اول اول اُنھوں نے ٹیکس کا ایک قانون جاری کیا اور اپنی اسپیچ میں یہ کہا کہ "یہ ٹیکس پانچ برس تک جاری رہے گا" میرے ایک معزز انگریز دوست نے وہ اسپیچ مجھ کو دکھائی اور پوچھا کہ آپ اس کو پسند کرتے ہیں؟ میں نے اُس کو پڑھا اور کہا کہ میں نے آج تک آنریبل ولسن سے زیادہ نادان وزیر خزانہ نہیں دیکھا۔ وہ متعجب ہوئے میں نے کہا کہ یہ قید پانچ برس کی غلط ہے، ہندوستان کی حالت ایسی ہے کہ دوامی ٹیکس ہونا چاہیئے۔ اِس وقت خیال کیجئے کہ گورنمنٹ اپنے دوست افغانوں کی حفاظت اور اون کی حفاظت ضروری ہے۔ گورنمنٹ کو فرانٹیر کے استحکام کی ضرورت ہے۔ انگلستان میں

اگراس طرح پر کسی سرحد کے استحکام کی ضرورت ہوتی تو خود رعایا اپنے ٹیکس کو دُگنا اور تِگنا کرکے اُس ضرورت کو پورا کر دیتی۔ برھما میں گو بالفعل خرچ کی ضرورت ہے مگر اُس سے آئندہ زیادہ آمدنی ہونے کی توقع ہے۔ ایسی حالت میں اگر گورنمنٹ نے نمک پر آٹھ آنہ فی من محصول بڑھا دیا تو کیا یہ امر اِس قابل ہے کہ ہم گورنمنٹ کے محصول بڑھانے کی شکایت کریں؟ یہ اضافہ محصول کا اگر ہر شخص پر پھیلایا جاوے تو آدھا پیسہ بلکہ ایک دمڑی یعنے چوتھائی پیسہ سے زیادہ نہیں پھیلنے کا۔ اس پر غل مچانا اور گورنمنٹ کی مخالفت کرنا اور گورنمنٹ کو ظالم بتانا کس قدر بیہودہ اور ناواجب امر ہے اور اُس پر ہم دعویدار ہیں کہ ہمکو بجٹ پر بحث کرنے کا حق حاصل ہے۔

جب یہ امر طے ہوگیا کہ ہندوستان میں انگلش گورنمنٹ کی حکومت ضرور ہے تو ہندوستان کے لئے یہی مفید ہے کہ اُس کی حکومت نہایت استحکام سے ہندوستان میں قائم رہے اور گورنمنٹ کے لئے بھی یہی مفید ہے کہ وہ اپنے استحکام کے لیئے جس قدر مناسب سمجھے فوج رکھے اور اپنے افسر فوج میں مقرر کرے اور ہر ایک ضلع میں ایسے افسر مقرر کرے جس پر اُس کو پوری طمانیت ہو تاکہ اگر کسی ضلع میں کوئی سازش پیدا ہو تو وہ اُس کا علاج کر سکے۔ آیا یہ فرض گورنمنٹ کا ہے کہ نہیں کہ سازشوں اور بغاوتوں کی روک کے واسطے اپنی سلطنت میں یوروپین افسروں کو مقرر کرے؟ انصاف کرو اور اپنے دل میں سوچو کہ یہ ایک نیچرل قاعدہ ہے کہ اپنی قوم پر لوگ زیادہ تر یقین رکھتے ہیں۔ اگر تم سے کوئی انگریز ایک بات کہے اور وہ سچ بھی ہو تو بھی تم مشتبہ رہتے ہو لیکن جس وقت تم سے تمہارے گھر میں تمہارا ہمقوم یا تمہارا بھائی بند پرائیویٹ طور پر کوئی بات کہتا ہے تو تم کو فوراً یقین آجاتا ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ اتنی بڑی سلطنت کے انتظام اور رازداریوں کے لئے اور ہر ایک طرح کی خبر پہونچنے کے لئے گورنمنٹ اپنی قوم کے افسر مقرر نہ کرے؟ اور یہ تمام امور تم پر چھوڑ دے اور کہدے کہ تم جو چاہو کرو۔ یہ جو کچھ کہ میں نے کہا۔ یہ ایسے ضروری امور انتظام سلطنت کے ہیں کہ کسی قوم کی سلطنت ہو وہ اُس کو فروگذاشت نہیں کر سکتی۔ منصف اور نیک گورنمنٹ کا یہ کام ہے کہ اِن اصول کو محفوظ رکھکر اُس ملک کے لوگوں کو جن پر وہ حکومت کرتی ہے عزت دے اور جو اعلےٰ سے اعلےٰ

عہدے وہ اُن کو دے سکتی ہے ان کو دے۔ مگر حقیقت میں ہم یہ دعوے نہیں کر سکتے
کہ ہمکو فلاں عہدہ ملنے کا حق ہے اور ہمکو کسی ضلع کے مستقل حاکم ہونے کا استحقاق حاصل ہے
سینکڑوں چیزیں ایسے راز کی ہیں کہ جو گورنمنٹ ظاہر نہیں کر سکتی۔ اگر گورنمنٹ ہم کو ایسی
ذمہ داریوں اور رازداریوں کے عہدوں پر مقرر کرے تو اُس کی مہربانی ہے۔ بے شک ہم وفاداری
اور رازداری کریں گے۔ لیکن وعدہ دار ہونا اور حق جتلانا ایک دوسری چیز ہے اور گورنمنٹ کا خود
ہم کو وفادار اور رازدار یقین کر کے اُن عہدوں کا دینا دوسری چیز ہے اور اُس میں اور اِس میں
زمین آسمان کا فرق ہے۔ جس امر پر کہ سلطنت کا مدار اور استحکام مبنی ہے کس طرح ممکن ہے
کہ ہم بطور ایک حق کے اُس کے ملنے کا دعوے کریں۔ ہم کو ہرگز استحقاق نہیں ہے کہ ہم
جس کو چاہیں کونسل میں بٹھائیں اور جسکو چاہیں نہ بٹھائیں۔ جو قانون چاہیں پاس کریں اور جو چاہیں
نہ کریں۔ اگر قانونی کونسل میں بیٹھنے کا ہم کو استحقاق ہے تو امپیریل کونسل میں بیٹھنے کی نہ استحقاق
ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہیں۔ امپیریل کونسل میں ہزاروں فارن پالیسی کے معاملات اور راز کی
باتیں پیش ہوتی ہیں۔ کیا تم انصافاً کہہ سکتے ہو کہ ہم ہندوستانیوں کو ان باتوں کے دعوی
کرنے کا استحقاق حاصل ہے؟ ایسی باتوں میں شورش کرنے سے ہمارا اور ملک کا نقصان ہے
اصول گورنمنٹ کے برخلاف ہے۔ اور ملک کے امن کے لئے بھی مضر ہے۔ ہمارے بنگالی
دوستوں کے خیال ترقی کر گئے ہیں۔ وہ وہاں پہونچنا چاہتے ہیں جہاں پہونچ نہیں سکتے۔
لیکن اگر میری غلطی نہ ہو تو میں جانتا ہوں کہ بنگالیوں نے کبھی کسی زمانے میں ملک کے کسی ایک
ٹکڑے پر بھی حکومت نہیں کی۔ وہ اس بات سے محض ناواقف ہیں کہ غیر قوم غیر قوموں پر
کیونکر حکومت کر سکتی ہے۔ اُنھوں نے غیر قوموں کی حکومت سہی ہے مگر غیر قوموں پر حکومت
نہیں کی۔ اے میرے دوستو! مسلمان بھائیو! تمہارے بزرگوں نے ملک فتح کئے ہیں۔
غیر قوموں پر حکومت کی ہے۔ ایشیا پر تم نے حکومت کی ہے۔ یورپ پر تم نے حکومت کی ہے
تم جان سکتے ہو کہ حکومت کیونکر قائم رہ سکتی ہے۔ ملک پر کیونکر قبضہ رہ سکتا ہے۔ پس تم
اپنے بزرگوں کے حالات پر قیاس کرو اور برٹش گورنمنٹ کے ساتھ جس کو خدا نے ہندوستان
پر حکومت دی ہے ناانصافی مت کرو۔ اور انصاف سے دیکھو کہ اُس کو اپنی سلطنت قائم

رکھنے۔ ملک پر قبضہ رکھنے کے لئے کیا کیا کرنا ضروری ہے۔ تم اِن باتوں کی قدر جان سکتے ہو، نہ وہ لوگ جن کے ہاتھ نہ کبھی ملک رہا اور نہ کوئی ملک فتح کیا۔ اے میرے مسلمان بھائیو! میں تم کو پھر سمجھاتا ہوں کہ تم نے ملکوں پر حکومت کی ہے۔ اور صدہا سال تک مختلف ملکوں کو اپنے قبضہ میں رکھا ہے۔ سات سو برس تک ہندوستان پر تم نے شہنشاہی کی۔ تم جانتے ہو کہ حکومت کرنا کیا چیز ہے۔ تم اُس قوم کے ساتھ ناانصافی نہ کرو جو تم پر حکومت کرتی ہے اور پھر اس کے ساتھ غور کرو کہ وہ کس ایمانداری سے حکومت کرتی ہے۔ جس خوبی سے انگلش گورنمنٹ نے غیر قوم پر حکومت کی ہے دنیا کی تاریخ میں اُس کی نظیر نہیں ملتی۔ تم دیکھتے ہو کہ قانون نے کس قدر آزادی دی ہے اور کس قدر حقوق کی حفاظت کی ہے۔ ہندوستانیوں کو ترقی دینے اور رفتہ رفتہ معزز عہدوں تک پہونچانے میں بھی کمی نہیں کی۔ ابتدائے عملداری میں بجز دفتر کی نوکریوں اور قضا کے منصب کے اور کچھ نہیں تھا۔ پرگنہ کے قاضی جو کمشنر کہلاتے تھے چھوٹے چھوٹے مقدمات دیوانی کے فیصل کرتے تھے اور نہایت قلیل فیس اُن کو ملتی تھی۔ ۱۸۳۲ء اور ۱۸۳۳ء تک اسی کے قریب قریب حال رہا۔ اگر میری یاد میں غلطی نہیں تو لارڈ بنٹنک کے وقت میں معزز عہدے ہندوستانیوں کو ملنے شروع ہوئے۔ منصفی۔ صدر امینی۔ صدر الصدوری۔ ڈپٹی کلکٹری اور ڈپٹی مجسٹریٹی کے عہدے بیش قرار تنخواہ کے ہندوستانیوں کو دئے گئے پھر برابر اُس میں ترقی ہوتی جاتی ہے۔ کلکتہ کے ہائیکورٹ میں ایک کشمیری پنڈت ہندوستانی جج یورپین ججوں کے برابر تنخواہ پانے والا اوّل مقرر ہوا۔ اُس کے بعد برابر بنگالی ہائی کورٹ کے جج ہوتے چلے آئے۔ اِس وقت شاید تین بنگالی ہائی کورٹ کلکتہ میں اور اسی طرح چند ہندو بمبئی اور مدراس میں ہندوستانی جج ہیں۔ بے شک تمھاری بدقسمتی تھی کہ کوئی مسلمان جج اب تک نہیں ہوا تھا مگر الہ آباد ہائی کورٹ میں ایک مسلمان جج موجود ہے (چیرز) ہندوستانی ہائیکورٹ کے جج یورپین مجسٹریٹوں اور ججوں کے فیصلوں کو منسوخ کرتے ہیں۔ اُن سے بے ضابطگیوں کی کیفیتیں طلب کرتے ہیں اُنکی غلطیوں اور غلط کارروائیوں پر ملامت کرتے ہیں۔ ہندوستانی ماتحت حاکم بھی اپنے اپنے عہدوں پر مستقل حکومت رکھتے ہیں۔ ایک ڈپٹی کلکٹر ایک سب جج ایک منصف اپنی رائے

کے مطابق فیصلہ کرتا ہے اور مطلق خیال نہیں کرتا کہ کلکٹر یا جج کی کیا رائے ہے۔ یہ سب باتیں لڑائی اور مقابلے سے حاصل نہیں ہوئیں۔ جہاں تک تم نے اپنے آپ کو اپنی گورنمنٹ کا معتمد بنایا اُسی درجے تک تم نے اُن درجوں کو پایا۔ تم اپنے آپ کو اُن کا دوست بناؤ اور اُن کے دل میں اپنا اعتبار بٹھاؤ اور ثابت کرو کہ تم ایسے ہی اُن کے دوست ہو جیسے کہ انگلش اور اسکاچ۔ اُس کے بعد جو تم کو دعوے کرنا ہو کرو بشرطیکہ لیاقت بھی ہو +

اِس اختلاف میں جو اِس وقت پولٹیکل معاملات میں ہو رہا ہے اور مجھے افسوس ہے۔ کہ اُس میں ہمارے ملک کے ہندو بھائی بھی شریک ہیں جن کو میں نے ابھی نصیحت کی ہے۔ اور غالباً کسی غلط خیال سے وہ شریک ہو گئے ہیں۔ اُن معاملات کی نسبت میں اپنے مسلمان بھائیوں کو نصیحت کرنا چاہتا ہوں +

بنگالیوں کی کارروائی کو ہم اپنے مسلمان بھائیوں کے مفید نہیں سمجھتے۔ ہمارے ملک کے ہندو بھائی ہم کو چھوڑتے ہیں اور بنگالیوں کے شریک ہوتے ہیں۔ پس ہم کو اُس قوم کے ساتھ شریک ہونا چاہیئے جس کے ساتھ ہم شریک ہو سکتے ہیں۔ کوئی مسلمان یہ بات نہیں کہہ سکتا کہ انگریز اہل کتاب نہیں ہیں۔ کوئی مسلمان اس بات سے انکار نہیں کر سکتا کہ خدا نے فرمایا ہے کہ کوئی غیر مذہب والے مسلمانوں کے دوست نہیں ہو سکتے ہیں اگر ہو سکتے ہیں تو وہ عیسائی ہیں۔ لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ * جس شخص نے قرآن شریف پڑھا ہوگا اور جس کو اُس پر یقین ہوگا وہ جان سکتا ہے کہ ہماری دوستی ہماری محبت کسی دوسرے مذہب والی قوم سے اس قدر نہیں ہو سکتی جتنی کہ عیسائیوں سے۔ اِس وقت ہماری قوم خراب حالت میں ہے دولت کے لحاظ سے، علم کے لحاظ سے

* تو پاوے گا سب لوگوں سے زیادہ مسلمانوں کی دشمنی میں یہود اور مشرکوں کو اور تو پاویگا سب سے نزدیک مسلمانوں کی محبت میں وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ ہم لوگ نصارے ہیں، یہ اس واسطے کہ وہ عالم ہیں اور درویش ہیں اور یہ کہ وہ متکبر نہیں ہیں ۱۲ ترجمہ مولوی عبدالقادر

لیکن خدا نے اپنی مہربانی سے نورِ ایمان ہم کو دیا ہے اور قرآن شریف ہماری ہدایت کے لئے موجود ہے۔ جس نے ہم کو اُن کا اور اُن کو ہمارا دوست بنایا ہے۔ اب خدا نے اُن کو ہم پر حاکم کیا ہے۔ پس ہم اُن سے دوستی کریں اور وہ طریقے اختیار کریں جس میں اُن کی حکومت ہندوستان میں استقلال اور استحکام رہے اور بنگالیوں کے ہاتھ میں نہ جاوے۔ یہی ہماری دوستی ہمارے عیسائی حاکموں کے ساتھ ہے اور جو لوگ ہم کو گڑھے میں ڈھکیلنا چاہتے ہیں اُن کے ساتھ شریک نہ ہوں۔ ایسی حالت میں کہ بنگالیوں کی کارروائیوں سے ہماری قوم کو نقصان پہونچنے والا ہے یہ ہمارا مسیح الذہن ہونا بجائے مطیع اہل کتاب ہونے کے پسند نہ کریں۔ اور جہاں تک ہم سے ہو سکے ہم انگلش گورنمنٹ کے وفادار رہیں۔ اس سے میرا یہ مطلب نہیں ہے کہ میں عیسائی مذہب کا طرفدار ہوں۔ عیسائی مذہب کا جیسا کہ میں مخالف بلکہ دشمن ہوں اور جیسی جیسی سخت کتابیں میں نے عیسائی مذہب کے برخلاف لکھی ہیں شاید ہے کسی نے لکھی ہوں گی۔ گو وہ مذہب کیسا ہی ہو مگر خدا نے اُسی مذہب والوں کو ہمارا دوست کہا ہے۔ ہم کو خدا کے اس حکم کے مطابق (نہ اُن کے مذہب کے خیال سے) اُن کا دوست اور وفادار رہنا چاہیئے۔ ہمارے ملک کے ہندو بھائی اور بنگال کے بنگالی اور بمبئی کے برہمن اور مدراس کے ہندو مدراسی اگر ہم سے علیحدہ ہونا چاہتے ہیں اُن کو علیحدہ ہونے دو اور کچھ پرواہ مت کرو۔ انگریزوں سے ہم سوشیل طور سے بھی دوستی برت سکتے ہیں۔ ہم اُن کے ساتھ کھا سکتے ہیں وہ ہمارے ساتھ کھا سکتے ہیں۔ ہمکو جو کچھ اپنی بھلائی کی توقع ہے وہ انگریزوں سے ہے۔ بنگالی ہماری قوم کے لیے کچھ بھلائی نہیں کر سکتے جبکہ قرآن مجید بھی اُنھیں سے دوستی کرنے کی ہدایت کرتا ہے تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہم اُن کے دوست اور وفادار نہوں بلکہ ہم کو لازم ہے کہ جو کچھ خدا نے کہا ہم اُس کی تعمیل کریں۔ اِس کے علاوہ خدا نے اُن کو ہم پر حاکم کیا ہے۔ ہمارے پیغمبر نے فرمایا ہے کہ اگر تم پر حبشی غلام حاکم ہو تو اُس کی بھی اطاعت کرو۔ دیکھو اِس وقت ایک یوروپین مسٹر بیک مجلس میں موجود ہیں۔ وہ تو کالے نہیں ہیں۔ بہت گورے ہیں۔ تو ہم اُن گورے مُنہ والوں کی جن کو خدا نے ہم پر حاکم کیا ہے کیوں نہ اطاعت اور وفاداری کریں اور خدا کا حکم بجا لائیں۔

ہاں یہ نہیں کہہ سکتا کہ برٹش گورنمنٹ کی حکومت میں تمام چیزیں اچھی ہیں۔ کوئی نہیں کہہ سکتا

کہ کوئی گورنمنٹ دنیا میں ایسی ہے یا ایسی ہوئی ہے جس میں کوئی چیز خراب نہو خواہ وہ گورنمنٹ مسلمانوں کی ہو یا ہندوؤں کی یا عیسائیوں کی۔ اس وقت سلطان روم جو مسلمان شہنشاہ ہیں اور جن پر ہم مسلمانوں کو فخر ہے خود اُنھیں کی مسلمان رعایا کچھ نہ کچھ اُن سے شکایت رکھتی ہے مصر کی سلطنت کا بھی یہی حال ہے۔ یورپ کی سلطنتوں کو دیکھو اور خود لنڈن کی سلطنت کے حال پر غور کرو کہ ہزاروں آدمی گورنمنٹ کی شکایت کرتے ہیں۔ کوئی سلطنت ایسی نہیں ہے کہ تمام لوگ اُس سے راضی ہوں۔ اگر ہم کو بھی انگریزی گورنمنٹ سے کچھ شکایت ہے تو کوئی نئی بات نہیں ہے۔ خدا کی گورنمنٹ میں بھی تو لوگ اُس کا شکر نہیں کرتے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ تم گورنمنٹ سے کوئی چیز نہ مانگو۔ میں خود تمھاری طرف سے واجبی باتوں پر لڑوں گا مگر وہ چیز مانگو جو وہ تم کو دے سکتی ہو یا جن چیزوں کے تم بلحاظ انتظام ملکی مستحق ہو۔ اگر تم ایسی چیز مانگتے ہو جو تم کو گورنمنٹ نہیں دے سکتی تو گورنمنٹ کا قصور نہیں ہے بلکہ مانگنے والے کی بے وقوفی ہے۔ اور جو کچھ مانگو۔ اِس طرح پر نہیں کہ گورنمنٹ کے تمام کاموں کو ظالمانہ کام قرار دو اور اعلےٰ سے اعلےٰ عہدہ داروں کو دشنام دہی سے یاد کرو اور جس قدر سخت اور ناملائم الفاظ تم کو ملیں وہ لارڈ لٹن اور لارڈ ڈفرن کے حق میں ادا کرو اور تمام انگریزوں کو ظالم بتاؤ اور اسی مضمون سے اخباروں کے کالم کے کالم سیاہ کرو۔ اِن باتوں سے کچھ نہیں مِل سکتا۔ تمہارے اوپر اُن کو خدا نے حاکم کر دیا۔ یہ خدا کی مرضی ہے۔ ہمیں خدا کی مرضی پر شاکر رہنا اور خدا کے حکم کی اطاعت کر کے اُن کا دوست اور وفادار رہنا چاہیئے نہ یہ کہ اُن پر بیجا الزامات لگائیں اور دشمنی پیدا کریں۔ یہ نہ عقلمندی کا کام ہے اور نہ ہمارے پاک مذہب کی ہدایت ہے۔ پس ہم کو جو طریقہ اختیار کرنا چاہیئے وہ یہ ہے کہ ہم اس پولٹیکل شور و غوغا سے اپنے تئیں علیحدہ رکھیں اور ہم اپنے حال پر غور کریں اور دیکھیں کہ ہم علم میں کم ہیں۔ اعلےٰ درجے کی تعلیم میں کم ہیں۔ دولت میں کم ہیں۔ پس ہم کو اپنی قوم کی تعلیم پر کوشش کرنی چاہیئے اِس وقت ہمارا حال یہ ہے کہ ہندو اگر چاہیں تو ایک گھنٹہ میں ہم کو تباہ کر دیں۔ اندرونی تجارت بالکل ہندوؤں کے ہاتھ میں ہے۔ بیرونی تجارت پر انگریزوں نے قبضہ کر لیا ہے۔ جو تجارت کہ ہندوؤں کے ہاتھ میں ہے وہ اُنھیں کے پاس رہنے دو کیونکہ نہ ہم سے دوکان پر بیٹھکر آٹا دال بیچا جاوے گا نہ سوت کپاس کیا جاویگا۔ ہمارے ملک کی پیداوار کی تجارت جو انگریزوں کے ہاتھ میں ہے

اور جس سے وہ فائدہ اُٹھاتے ہیں اُس کو اُن کے ہاتھ سے چھیننے میں کوشش کرو۔ اُن سے کہدو کہ اب آپ تکلیف نہ کریں۔ ہم خود اپنے ملک کا چمڑا انگلستان لیجاویں گے۔ اور وہاں بیچیں گے۔ ہمارے ملک کے جانوروں کی ہڈیاں تم مت چنو۔ ہم خود چُنیں گے اور امریکہ لیجاویں گے۔ ہمارے ملک کا غلہ۔ ہمارے ملک کی روئی تم جہازوں میں مت بھرو۔ ہم خود اپنے جہازوں میں بھریں گے اور خود یورپ کو لیجاویں گے۔ یہ کبھی خیال مت کرو کہ گورنمنٹ تمہاری اس تجارت میں ہرج ڈالے گی۔ مگر ان سب باتوں کا حاصل ہونا تعلیم پر موقوف ہے۔ جب تم پوری تعلیم پاؤ گے اور سچی تعلیم تمہارے دلوں میں بیٹھے گی تو خود تمہارے دل میں اُن حقوق کا خیال پیدا ہوگا جو تم واجبی طور پر برٹش گورنمنٹ سے پا سکتے ہو۔ اور اُسی کا نتیجہ ہوگا کہ تم گورنمنٹ میں بھی معزز عہدے حاصل کروگے اور اعلےٰ درجے کی تجارت سے دولت حاصل کروگے۔ اس وقت ان بیجا پولیٹکل معاملات میں بنگالیوں سے دوستی پیدا کرنا اور اُن کے ساتھ شامل ہونا مضرت کا باعث ہوگا۔ اگر میری قوم ایسا کرے گی تو گورنمنٹ سے اور تجارت سے فائدہ اُٹھاوے گی۔ ورنہ یاد رکھو کہ گورنمنٹ تم پر نہایت سخت نظر رکھیگی کیونکہ تم بڑے مفسد۔ بڑے بہادر۔ بڑے سپاہی۔ اور بڑے لڑنے والے ہو +
(بڑے زور سے چیرز) +

۳۵

لیجس لیٹو کونسل وایسرائے ہند کا ممبر ہونے کے زمانہ میں جو اسپیچیں آنریبل سید احمد خاں بہادر نے بعض مسودات قانون کے پیش کرنے یا تائید وغیرہ کرنے میں کی ہیں اُن میں سے چند اسپیچیں ہم چھاپتے ہیں۔ اس قسم کی کل اسپیچوں کے جمع نہ ہو سکنے کا ہم کو افسوس ہے +

ریمارک نسبت ویکسینیشن یعنی چیچک سے محفوظ رہنے کیلئے ٹیکہ لگانے کا مسودہ قانون۔ مورخہ ۱۸۔ اکتوبر ۱۸۷۹ء

مائی لارڈ۔

ٹیکہ کے لازمی کرنے کے بل کی کونسل میں پیشی کی اجازت چاہنے کے وقت مجھ کو اس بات کا پورا یقین ہے کہ میں ایک ایسے قانون کی تحریک کر رہا ہوں جو انسانیت اور مذہبی آزادی کی پالیسی سے جو انگریزی سلطنت ہندوستان کا اصل اصول ہے مطابقت نام رکھتا ہے۔ انگریزی حکومت نے ہندوستان میں انسان کی جان کو قحط اور غارتگری کی مصیبتوں سے محفوظ رکھنے کے واسطے بہت کچھ کوشش کی ہے۔ شہروں کی صفائی کے واسطے اور وباؤں کے شیوع کے روکنے کے واسطے بڑی بڑی تدابیر مفید صحت اختیار کی گئی ہیں۔ ویکسینیشن کو سرکار نے اپنے ہاتھ میں لیا ہے اور اُس میں بلاشبہ بڑی کامیابی حاصل ہوئی ہے لیکن وہ افسوسناک واقعات جو سال بسال ظہور پذیر ہوتے ہیں اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ ترقی کے واسطے بہت زیادہ گنجایش ہے اور ٹیکہ کا رواج ہنوز اس درجہ نہیں پہونچا ہے کہ اُس سے مرض چیچک کی افسون کی کما حقہ روک ہو سکے۔ ۱۸۷۸ء کے نقشجات سرکاری سے معلوم ہوتا ہے کہ پانچ سال ماقبل کے عرصہ میں تعداد اموات کی جو چیچک سے واقع ہوئی ہیں پنجاب و ممالک مغربی و شمالی و اودھ و اضلاع وسط ہند و برٹش برہما میں (۴۵۹۸۸۰) ہوئی ہے۔ جس سے ہر سال بحساب اوسط (۹۱۸۶۶)

موتیں ہوتی ہیں۔ اور اس شمار میں اُن موتوں کی تعداد نہیں داخل ہے جو پنجاب کی ہندوستانی ریاستوں میں چیچک سے واقع ہوئی ہیں +

مائی لارڈ۔ ایک وقت تھا جبکہ اس ملک کے آدمی ٹیکہ کے رواج سے تعصب رکھتے تھے جس کا باعث اُن کی جہالت اور توہم تھا۔ مگر اب وہ زمانہ آگیا ہے جبکہ اس قسم کے خیالات ہندوستان کے ذی ہوش لوگوں کے دل میں جگہ نہیں پاتے ہیں۔ تعلیم اور تجربہ نے لوگوں کی آنکھیں کھول دی ہیں اور مجھ کو اس بات کے کہنے میں کچھ تامل نہیں ہے کہ اس ملک کے تعلیم یافتہ لوگوں میں ایسے آدمی شاذونادر ہی ملیں گے جو ٹیکہ کو ایک مفید اور عمدہ چیز نہ خیال کرتے ہوں۔ اس کی تصدیق اس امر سے بخوبی ہوتی ہے کہ ٹیکہ کا رواج زیادہ ہوتا جاتا ہے اور ہندوستان کے اُن اصولوں میں (مثل کمالوں کے) جہاں حکام نے اپنے اختیارات کو ٹیکہ کی حمایت میں مناسب طور سے استعمال کیا ہے اور جہاں اموات چیچک کی تعداد سے بہت ہی کم ہے۔ کچھ مخالفت پیش نہیں آئی ہے۔ اس واسطے میں خیال کرتا ہوں کہ ملک کے عام حالات اور ٹیکہ کے مسلم فائدہ پر نظر کرکے اس بات کی تائید میں کافی وجوہات ہیں کہ گورنمنٹ بذریعہ قانون کے اس مفید تجویز کو لازمی کردے +

مائی لارڈ۔ میں منجملہ اُن لوگوں کے ہوں جو کل جبریہ قانونی تجاویز کو صرف بہ حالت اشد ضرورت کے قابل جواز خیال کرتے ہیں۔ رعایا کی آزادی ایک حق منجملہ ان بہترین اور عزیز ترین حقوق کے ہے جو انگریزی عملداری سے اس ملک کو حاصل ہوئی ہیں اور اپنے کروڑوں ہموطنوں کی طرح میں بھی ان حقوق کی بہت کرتا ہوں۔ مگر اس معاملہ کی جو میں کونسل کے روبرو پیش کررہا ہوں خاص ضرورتیں اس بات کی مقتضی ہیں کہ انسانوں کی جان کی حفاظت کے واسطے کوئی جبریہ تجویز قانونی عمل میں آوے۔ چیچک کا مرض کسی خاص شخص یا خاص مقام پر محدود نہیں ہوتا ہے۔ اس کا اثر ہر ذات اور فرقہ کے آدمی پر ہوتا ہے۔ اور بالعموم ایسے زمانہ زندگی میں جبکہ آدمی کو ہوش، وتمیز نہیں ہوتی ہے اس کا ضرر بالخصوص ان بیگناہ بچوں کو پہونچتا ہے جو اپنی جان کی خود حفاظت نہیں کرسکتے اور نہ کوئی اس کا دفعیہ جو بذریعہ علم کے حاصل ہوا ہے اختیار کرسکتے ہیں۔ اس مرض کے مضر نتایج صرف انھیں لوگوں پر محدود نہیں

ہوتی ہیں جن پر اُسکا اوّل حملہ ہوتا ہے - یہ مرض متعدی ہوتا ہے اور جو لوگ اس میں مبتلا ہوتے ہیں وہ درحقیقت اَوروں کو مُضرّت پہونچانے کے باعث ہوتے ہیں +

مائی لارڈ - اگر علم کے غیر مشتبہ نتایج سے اس رائے کی تائید ہوتی ہو پھر یہ سوال ذاتی آزادی کا نہیں رہتا ہے - اگر یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ ہر شخص کو چیچک سے مرجانے کا استحقاق ہے - اگر وہ ایسا پسند کرے تو کوئی ذاتی رعایت ذاتی آزادی کی اس مضرت کو جائز قرار نہیں دے سکتے جو وہ اس بیماری کے انتقال سے اپنے ہمسایوں کو پہونچاتا ہے - اس سے معلوم ہوگا کہ ٹیکہ کے لازمی کر دینے کی تجویز سے معصوم بچّوں کی جانوں کی اُن کے والدین کی بیوقوفی کے نتایج سے محافظت عمل میں آوے گی اور بڑے آدمیوں کو ان جسمانی مصایب سے نجات ہوگی جو اُن کے ہمسایوں کی جہالت یا بے پروائی سے اُن پر واقع ہوتی ہیں - یہ دلیل جو ہر ذی ہوش شخص پر روشن ہے ایک ایسے قانون کے اجرائے کو جائز قرار دیتی ہے جس کے رُو سے ہندوستان میں ٹیکہ لازمی کر دیا جاوے +

مائی لارڈ - میں نے اس قانون کے اجراء کی عملی دشواریوں پر بھی بہ خوبی غور کیا ہے اور مجھ کو معلوم ہے کہ ہندوستان کے بعض اقطاع ایسے بھی ہیں جن کی حالت بالفعل اس قانون کے اجراء کے مناسب نہیں ہے - اس واسطے قانون مجوزہ عام طور سے لازمی نہیں ہوگا - یہ قانون صرف ان حصّہ جات ہندوستان سے متعلق ہوگا جہاں لوکل لیجسلیچر نہیں ہے اور اُس کا عملدرآمد برٹش انڈیا کی ان میونسپلیٹیوں اور فوجی چھاونیوں پر محدود ہوگا جن سے لوکل گورنمنٹیں اس قانون کا تعلق کرنا اپنے نزدیک مناسب سمجھیں - ان انگریزی فوج کی چھاونیوں سے جو ہندوستانی ریاستوں میں واقع ہیں اس قانون کا متعلق کرنا نواب گورنر جنرل بہادر ماجلاس کونسل کے اختیار میں ہوگا اس تجویز سے غرض صرف ایک ایسے قانون کا موجود ہونا ہے جس سے ان اصولوں کی لوکل گورنمنٹوں کو جو خاص لیجسلیچر نہیں رکھتی ہیں ان ان مقامات میں ٹیکہ کو لازمی کر دینے کا اختیار حاصل ہو جاوے جہاں وہ ایسے قانون کا جاری کرنا مناسب خیال کریں +

مائی لارڈ - جہاں تک کہ مجھ کو تجربہ سے معلوم ہوا ہے مجھ کو اس بات کے کہنے میں کچھ تامل نہیں ہے کہ ہندوستان کے تعلیم یافتہ لوگ ٹیکہ کے لازمی ہونے کو پسند کریں گے - میرے ایک

ہندو دوست نے جو بنارس کے (جو ہندوؤں کے مذہب و قانون کا منبع ہے) ایک عالی خاندان اور ذی اختیار رئیس ہیں مجھ سے اس تجویز کی سفارش کی ہے اور یہ اسید عا کی ہے کہ جس قدر مجھ سے ہو سکے گورنمنٹ ہند سے ٹیکہ کو بذریعہ قانون کے لازمی کرنے کی تجویز کی تحریک کروں۔ حال میں ایک معزز مسلمان رئیس کا ایک خط جو پنجاب کے ایک ضلع کے رہنے والے ہیں میرے پاس آیا ہے جس کے اُس فقرہ کا مضمون جو ٹیکہ کے باب میں ہے میں کونسل کے روبرو پیش کرنا چاہتا ہوں +

وہ لکھتے ہیں کہ "اخبارات کے ملاحظہ سے معلوم ہوا کہ آپ ممالک مغربی و شمالی میں بچوں کو ٹیکہ لگانے کے واسطے ایک قانون بنانے کی تجویز کونسل میں پیش فرماویں گے۔ کیا آپ کے خیال شریف میں پنجاب میں اس قانون کی ضرورت نہیں کیا ہزارہا بچے ہر سال چیچک کی بیماری سے ضائع نہیں ہوتے۔ میری رائے میں پنجاب کے واسطے بھی ضرور قانون ہونا چاہیئے۔ اگرچہ پنجاب کی میونسپل اور ڈسٹرکٹ کمیٹیوں نے ٹیکہ کے عمل کو رواج دینے میں بہت کچھ کوشش کی اور بہ نسبت سابق بہت کامیابی حاصل ہوئی۔ مگر جب تک قانونی دباؤ لوگوں پر نہ ہوگا تب تک عام آدمی عمل نہیں کریں گے۔ اس بات کا خیال رکھنا کہ لوگ آہستہ آہستہ خود ٹیکہ کے فوائد سے واقف ہوتے جائیں گے اور اپنی خوشی سے بغیر قانونی دباؤ کے اپنے بچوں کو ٹیکہ لگائیں گے عین بے رحمی ہے یہ وہی بات ہوئی کہ تا تریاق از عراق آوردہ شود مار گزیدہ مُردہ شود" +

مجھ کو کامل یقین ہے کہ وہ اسباب جو اس ملک میں ٹیکہ لگانے کے عام رواج کے مانع ہوئے ہیں بالخصوص لوگوں کی بے پروائی اور ناعاقبت اندیشی اور کارروائی ٹیکہ کے کسی آسان طریقہ کی عدم موجودگی سے علاقہ رکھتے ہیں۔ میں یہ بات اعتماد کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ لازمی ٹیکہ کی مخالفت کی کوئی اور سنگین وجوہات اس ملک میں موجود نہیں ہیں اور جن وجوہات کا کہ میں نے حوالہ دیا ہے وہ کسی شمار میں نہیں ہیں اور قانون سے بدول کسی دقت و دشواری کے رفع ہو سکتی ہیں +

مائی لارڈ۔ میں ہرگز ایسے قانون کے تجویز کرنے کی جرأت نہ کرتا جس کے پیش کرنے کی اجازت کونسل میں اب کونسل سے چاہتا ہوں۔ اگر مجھ کو اس بات کی طمانیت نہ ہوتی کہ گو اس قانون کا مدار رحمدلی اور انسانیت پر مبنی ہے مگر لوگ بھی اس کو آسانی سے سمجھ جائیں گے۔ مشرقی قوموں

کی اصطلاح میں مرض چیچک ایک ایسا پُل کہلاتا ہے جس کو زندگی میں آنے سے پہلے ہر بچہ کو عبور کرنا ہوتا ہے اور اُس سے صحت یا ناپیدائش ثانی خیال کیا جاتا ہے۔ جب بچہ اس بیماری میں مبتلا ہوتا ہے تو اُس وقت اُس کے والدین کو سب سے زیادہ فکر و تردد ہوتا ہے اور بچہ کی سلامتی کے واسطے دعائیں مانگتے ہیں اور بیماریاں اتفاقی خیال کی جاتی ہیں مگر چیچک ایک عام بلا خیال کی جاتی ہے اور اس میں کچھ شک بھی نہیں ہے۔ انسان کی زندگی پر اس کا بڑا اثر ہوتا ہے کیونکہ اس ملک میں ہزاروں آدمی ایسے ہیں جو اس بیماری میں مبتلا ہو کر گو موت سے بچ گئے ہوں۔ مگر ان کے چہروں کے داغوں یا آنکھ کے نقصان سے اس مرض کی دست برد کے آثار نمایاں ہوتے ہیں۔ ایسا قانون جس کا منشا ہندوستان کی آئندہ نسلوں کو ایسی عام اور سخت بلا سے محفوظ رکھنے کا ہو اگر مناسب طور سے عمل میں آئے گا تو بجائے اس کے کہ غیر مانوس ہو اس ملک کے لوگ اُس کو ایک خیر مترقبہ نعمت خیال کریں گے +

۳۶

اسپیچ نسبت مسودہ قانون "لوکل سیلف گورنمنٹ" متعلقہ اضلاع متوسط +

مائی لارڈ۔

مَیں اِس مسودہ کے منظور ہونے کی تائید میں ووٹ دینا چاہتا ہوں لیکن میں اپنے ووٹ کی تشریح میں حضور کی اجازت سے اس مسودہ کے بعض مضامین کی نسبت کچھ بیان کرنا چاہتا ہوں - میرے لارڈ - مَیں اُن شخصوں میں سے ہوں جن کا یہ عقیدہ ہے کہ لوکل سیلف گورنمنٹ کی کامیابی بہت کچھ اُس آزادانہ اختیار پر منحصر ہوگی جو لوکل بورڈوں اور ضلع کی کونسلوں کو دیا جاوے گا - درحقیقت مجھ کو اس بات کا یقین ہے کہ بلا تامل یہ بات بطور ایک عام قاعدہ کے قرار دی جاسکتی ہے کہ جس قدر زیادہ اختیارات ان جماعتوں کو دئیے جاویں گے اسی قدر زیادہ سرگرمی اور شوق اور محبت کے ساتھ اُن کے ممبر اس کام کو انجام دیں گے پس جبکہ میری رائے یہ ہے تو مجھ کو مسودہ مذکور کی اُن احکام سے بالطبع اختلاف کرنا لازم ہوگا جن کا منشا حکام ضلع کی دست اندازی کو جائز ٹھیرانا ہے لیکن میرے لارڈ میں کسی قسم کی مخالفت نہیں کرنا چاہتا ہوں کیونکہ مجھ کو معلوم ہے کہ مسودہ قانون صرف اضلاع متوسط سے ہی متعلق ہے - اور یہ اضلاع برٹش انڈیا کے اُن حصوں میں سے ہیں جن میں بہت کم ترقی ہوئی ہے اور میں خیال کرتا ہوں کہ اس وجہ سے ان اضلاع کی نسبت خاص طور پر عمل کرنا واجب معلوم ہوگا - اس مسودہ میں ایک اَور ضروری معاملہ ہے جس کی تائید مَیں اسی خصوصیت کے ساتھ کرتا ہوں یعنے میری مراد اس مسودہ کے اون احکام سے ہے جو لوکل بورڈوں اور ضلع کی کونسلوں کی ترتیب سے تعلق رکھتے ہیں اس معاملہ کی نسبت جو میرے نزدیک لوکل سیلف گورنمنٹ کی تمام تجویز میں ایک نہایت اہم معاملہ معلوم ہوتا ہے دو رائیں لوگوں کی معلوم ہوتی ہیں یعنے بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ لوکل بورڈ اور ضلع کی کونسل بالکل علیحدہ علیحدہ ممبروں سے مرکب ہونی چاہئیں اور بعض کی وہی رائے ہے جو اس مسودہ کی

دفعہ ۶ ضمن (الف) میں اختیار کی گئی ہے اور جس میں یہ حکم ہے کہ ضلع کی کونسل اُن حلقوں کے حامیوں سے مرکب ہوگی جو ضلع کے اندر ہوں اور ہر ایک حلقہ کی جانب سے ایک یا کئی ممبر اس حلقہ کی لوکل بورڈ کے ممبر ہوں گے اور وہ ان کو منتخب کرے گا۔ میں خیال کرتا ہوں کہ اس دفعہ کا یہ اثر ہوگا کہ جہاں تک ضمن (الف) سے تعلق ہے لوکل بورڈوں کے ممبروں کے سوائے کوئی اور شخص ضلع کی کونسلوں کی ممبری کے لائق نہ ہوگا۔ اب میرے لارڈ جو واقفیت مجھ کو لوگوں کی حالت سے ہے وہ مجھ کو اس بات کا یقین دلاتی ہے کہ ہندوستان کے ایسے حصوں میں جیسے کہ ممالک مغربی و شمالی و اودھ ہیں معزز و ذی مرتبہ اشخاص اس بات پر راضی نہ ہوں گے کہ وہ ضلع کی کونسل کی حکومت اور اختیار کے ماتحت ہو کر لوکل بورڈوں میں کام کریں اور اگر لوکل بورڈ ہی صرف وہ جماعتیں ہوں گی جن میں سے زمینداروں کی حامی ضلع کی کونسلوں کے واسطے منتخب کئے جاوینگے تو ایسے بہت سی شخصوں کی خدمتوں کے ہاتھ سے جاتے رہنے کا بڑا اندیشہ ہوگا جن کی موجودگی اس کام میں جو ضلع کی کونسلوں کے متعلق کیا جاوے گا نہایت کارآمد اور بطور بخشیں بہا مدد کے ثابت ہوگی میرا خاص خیال یہ ہے کہ ضلع کی کونسلوں کی ترتیب کے واسطے شاید سب سے زیادہ عمدہ اور قابل اطمینان قاعدہ اس بات کا اقرار دینا ہوگا کہ لوکل بورڈوں کے ممبروں کے اور ضلع کی کونسلوں کے ممبروں کے درمیان کوئی امتیاز نہ رکھا جاوے۔ اس طریقہ سے لوگوں کا بہترین فرقہ لوکل بورڈوں اور ضلع کی کونسلوں دونوں میں کام دینے پر مائل ہوگا اور لوکل بورڈ اپنے فرائض اس طرح پر انجام دیں گی گویا کہ وہ ضلع کی کونسلوں کی سب کمیٹیاں ہیں اور لوکل بورڈ کے ہر ایک ممبر کو ضلع کی کونسلوں کے مشوروں میں دخل حاصل ہوگا اور اُس قسم کے رشک اور حسد کے واسطے کوئی گنجایش نہ رہے گی جو اس وقت پیدا ہوگا جبکہ لوکل بورڈ کے ضلع کی کونسل کے واسطے ایک ممبر منتخب کرے گا۔ اگر اس قسم کا کوئی قاعدہ جس کی رائے دینے کی میں نے جرأت کی ہے قرار دیا جاوے تو ضلع کی کونسلیں بلاشبہ بلحاظ تعداد کے بہ نسبت اس حالت کے بہت بڑی ہوں گی۔ جیسے کہ وہ اُس مسودہ قانون کے احکام کے بموجب ہوں گے جو بالفعل ہمارے روبرو درپیش ہے لیکن میں یہ خیال نہیں کرتا کہ ضلع کی کونسلیں کارروائی کی اغراض کے لحاظ سے بہت بڑی ہوں گی اور مجھ کو یقین ہے کہ اس قسم کے جلسوں میں بہت سی ممبروں کے شریک ہونے کی توقع اُس تعداد کی مناسبت سے زیادہ ہوگی جو ضلع

کی کونسل میں شامل ہوں - میرے لارڈ اگر میں اس مسودہ کی کسی دفعہ کی نسبت اختلاف کرنے پر آمادہ ہوتا تو میں ان امور کی نسبت زیادہ تر تفصیل کے ساتھ گفتگو کرنا اپنا فرض سمجھتا - لیکن جیسا کہ میں ابھی بیان کر چکا ہوں میں اضلاع متوسط کو اس لائق سمجھتا ہوں کہ ان کی نسبت خاص طور پر عمل کیا جاوے اور اس قسم کے معاملہ میں حکام ضلع کے مشورہ پر بھروسہ کرنا بلاشبہ زیادہ تر مناسب ہے میں اس مسودہ کی نسبت اس وجہ سے کوئی قطعی مخالفت کرنا بہت کم چاہتا ہوں کہ اس کے احکام کے بموجب لوکل بورڈوں میں زمینداروں کی طرف سے مقدم لوگ ممبر ہوں گے جو اضلاع متوسط کے قانون مالگذاری مجریہ ۱۸۸۱ء کے بموجب مقرر کیے گئے ہیں بلاشبہ اس قسم کے لوگ معزز اور ذی رعب شخص ہوں گے اور جو باتیں میں نے اس وقت بیان کی ہیں وہ اضلاع متوسط کی نسبت شاید وہ اثر نہیں رکھتی ہیں جو وہ اس وقت رکھتیں کہ یہ مسودہ ملک کے اس حصہ سے تعلق رکھتا جس میں میں رہتا ہوں ÷

لیکن میرے لارڈ - جن امور کا میں نے ذکر کیا ہے ان کی نسبت بہت زیادہ ضروری وہ احکام ہیں جو ضمن (ج) دفعہ ۵ - اور مسودہ مذکور کی دفعہ ۶ - اسی ضمن میں شامل ہیں - ان ضمنوں میں گورنمنٹ کو لوکل بورڈوں اور ضلع کی کونسلوں کے واسطے ممبروں کے مقرر کرنے کا اختیار دیا گیا ہے جن کی تعداد کل ممبروں کے ایک ثلث سے زیادہ نہو مسودہ کی اس دفعہ کو میں بالکل پسند کرتا ہوں اور چونکہ یہ اول ہی موقع ہے جبکہ لوکل سیلف گورنمنٹ کا معاملہ قانونی کونسل کے روبرو پیش ہوا ہے - اس وجہ سے میں اس اُمید کے ظاہر کرنے سے باز نہیں رہ سکتا کہ جس دفعہ کا میں نے ذکر کیا ہے وہ اُس پالیسی کا ایک اظہار ہے جو گورنمنٹ قانون بنانے کے باب میں اور صوبوں کے واسطے بھی اختیار کرنا چاہتی ہے - یہ امور کہ گورنمنٹ کو کس درجہ تک لوکل بورڈوں اور ضلع کی کونسلوں کی ترتیب کو اپنے اختیار میں رکھنا چاہیئے ایک ایسے اصول سے تعلق رکھتا ہے جو کسی طرح پر اضلاع متوسط سے مخصوص نہیں ہے درحقیقت یہ ایک ایسا معاملہ ہے جو لوکل سیلف گورنمنٹ کی تمام تجویز کی جڑ سے تعلق رکھتا ہے جو حضور کے عہدہ کی بدولت اس ملک کو نصیب ہوئی ہے - میں اس عمدہ تجویز کی بڑے فخر سے دلی مگر ناچیز تائید کرتا ہوں - کیونکہ میں اس بات کے خیال کرنے سے خوش ہوتا ہوں کہ میں اس قدر عرصہ تک زندہ رہا کہ میں نے اس دن کا

آغاز دیکھ لیا جبکہ ہندوستان اپنے حاکموں کے ہاتھ سے سیلف ہلپ اور سیلف گورنمنٹ
کے وہ اصول سیکھنے کو ہے جنھوں نے انگلستان میں ریپریزینٹیو انسٹیٹوشن پیدا کی ہیں
اور اُس کو دُنیا کی قوموں میں بڑا بنا دیا ہے۔ میرے لارڈ میں دل سے یقین کرتا ہوں کہ ہندوستان
کے تمام تعلیم یافتہ فرقے اُن خیالات سے متفق ہیں جو میں نے ظاہر کیے ہیں اور وہ اُن حقوق کے
لحاظ سے گورنمنٹ کے ممنون و مشکور ہیں جو لوکل سیلف گورنمنٹ کی تجویز کے باعث سے اُنکو
حاصل ہوں گے اور اُن حقوق کا یہ اثر ہوگا کہ انگریزی حکومت کی پسندیدگی زیادہ ہوجاوے گی اور
برٹش انڈیا کے اثر سے رعایا کے دلوں میں خیر خواہی اور وفاداری کا جوش پیدا ہوگا جس قدر
زیادہ اصلی یہ حقوق ہوں گے اسی قدر زیادہ منفعت بخش ان کے نتیجہ ہوں گے پس جبکہ میری رائے اور
خیالات اس قسم کے ہیں جیسے میں نے ظاہر کئے ہیں تو میں غالباً اُن شخصوں کے ساتھ اتفاق
نہیں کرسکتا ہوں جو لوکل فنڈ اور معاملات مختص المقام کے انتظام سے گورنمنٹ کا علیحدہ ہونا بُرا
سمجھتے ہیں اور بلحاظ اصول کے بالطبع میری یہ خواہش ہونی چاہیئے کہ لوکل بورڈوں اور ضلع کی
کونسلوں میں حتے الامکان وہ شخص شریک ہوں جو رعایا کی رائے سے بطور اُن کے حامیوں کے
منتخب کئے گئے ہوں۔ لیکن میرے لارڈ میں خیال کرتا ہوں کہ میں اس مسودہ کے اُن احکام کی دل
سے تائید کرنے میں جس میں گورنمنٹ کو لوکل بورڈوں اور ضلع کی کونسلوں کے ایک ثلث ممبروں
کے مقرر کرنے کا اختیار دیا گیا ہے اپنے خیالات اور رائیوں کے برخلاف عمل نہیں کرتا ہوں۔
مجھ کو یقین ہے کہ ہندوستان کا کوئی حصہ اب تک اس درجہ کو نہیں پہونچا ہے جبکہ ریپریزینٹیشن
کا قاعدہ معاملات مختص المقام کے لحاظ سے بھی پورا پورا ہندوستان میں جاری کیا جاوے
ریپریزینٹیو انسٹیٹوشنوں کے ذریعہ سے سیلف گورنمنٹ کا اصول شاید سب سے بڑا اور عمدہ
سبق ہے جو انگلستان کی فیاضی ہندوستان کو سکھاوے گی لیکن انگلستان سے ریپریزینٹیو
انسٹیٹوشنوں کا اصول مستعار لیتے ہیں اُن سوشل اور پولیٹیکل معاملات کا یاد رکھنا نہایت ضروری ہے
جن کے لحاظ سے ہندوستان اور انگلستان کے درمیان امتیاز پایا جاتا ہے ہندوستان
کی موجودہ سوشل اور پولیٹیکل حالت کئی صدیوں کی خود مختار حکومت اور نظمیں اور ایک قوم
کے دوسری قوم پر اور ایک مذہب کے دوسرے مذہب پر غلبہ حاصل کرنے کا نتیجہ ہے۔ لوگوں کے

دستورات اور خیالات اور اُن کی موجودہ تمدنی حالت پر زمانہ گذشتہ کی تاریخ کا بہت کچھ اثر پڑتا ہے اور انگریزی حکومت کے شائستگی بخش اثر سے اب تک فتنہ و فساد کی اُس زمانہ کی یاد فراموش نہیں ہوئی ہے جو اس امن امان سے پہلے گذرا تھا جو انگریزی حکومت کے باعث سے ہندوستان کو حاصل ہوا۔ ہندوستان فی نفسہ ایک برّاعظم ہے اور اس میں مختلف اقوام اور مختلف مذاہب کے آدمی کثرت سے رہتے ہیں اور مذہبی دستورات کی سختی نے اب تک ہمسایوں کو بھی ایک دوسرے سے جدا رکھا ہے اور ذات کا قاعدہ ابتک بڑے زور شور سے جاری ہے۔ ممکن ہے کہ ایک ہی ضلع میں مختلف مذاہب اور مختلف فرقوں کے باشندے ہوں اور جس حالت میں کہ باشندوں کا ایک گروہ دولتمند اور صاحب تجارت ہو تو دوسرا گروہ یا علم اور ذی رعب ہو ممکن ہے کہ ایک گروہ بلحاظ تعداد کے دوسرے گروہ سے بڑا ہو اور روشن ضمیری کے جس درجہ ایک گروہ باشندوں کا پہونچ گیا ہو وہ بہ نسبت اس کے جہاں تک کہ باقی باشندے پہونچے ہوں بہت اعلےٰ ہو ایک قوم اس بات سے بخوبی واقف ہو کہ لوکل بورڈوں اور ضلع کی کونسلوں میں اُن کی طرف سے ممبروں کا شریک ہونا نہایت ضروری ہے اور دوسری قوم کو اس قسم کے معاملات کی مطلق پروا نہو پس ان صورتوں میں اس بات سے انکار کرنا شاید ہی ممکن ہے کہ ہندوستان میں ریپریزینٹیو انسٹیٹیوشنوں کے جاری کرنے سے بڑی مشکل اور سوشل و پولیٹیکل خطرات پیدا ہوں گے ایک ایسے ملک میں جیسا کہ انگلستان میں جہانتک قومی امتیاز اب باقی نہیں رہا اور جہانتک مذہبی معاملات میں تفرقہ و اختلاف تحمل کی ترقی کی سبب سے کم ہوگئی ہیں اس معاملہ میں اس قسم کی مشکلات پیش نہیں آتی ہیں۔ قوم اور مذہب کے متحد ہونے سے انگریزی قوم ایک قوم ہوگئی ہے اور تعلیم کی ترقی سے خفیف اختلافات ان معاملات میں جو بیشتر ملک کی بہبودی سے متعلق ہیں بالکل ناچیز ہوگئے ہیں عیسائیوں کو پارلیمنٹ میں اپنے مطلب کی حمایت کرنے کے واسطے یہودیوں کی نسبت ووٹ دینے میں کچھ عذر نہیں ہوتا ہے اور درحقیقت سوشل و پولیٹیکل مقاصد کے واسطے یہ کہا جاسکتا ہے کہ انگلستان کی کل آبادی ایک ہی قوم ہے۔ بلاشبہ یہ ظاہر ہے کہ ہندوستان کی نسبت ایسا نہیں کہا جاسکتا الیکشن کے ذریعہ سے ممبروں کے مقرر کرنے سے رعایا کا ایک حصہ کی رائے اور مطالب کی حمایت کرنے سے مراد

ہے اور ان ملکوں میں جہاں کہ آبادی صرف قوم اور ایک مذہب سے مرکب ہوتی ہے یہ قاعدہ بلاشبہ سب سے عمدہ ہے جو جاری کیا جا سکتا ہے - لیکن میرے لارڈ ایک ایسے ملک میں جیسا کہ ہندوستان ہے جہاں کہ ذات کے اختلافات اب تک موجود ہیں اور جہاں مختلف قومیں خلط ملط نہیں ہوئی ہیں اور جہاں کہ مذہبی اختلافات اب تک زور شور پر ہیں اور جہاں کے علم نے اپنے جدید معنے کے لحاظ سے باشندوں کے تمام فرقوں میں ایک مساوی نامناسبت کے ساتھ ترقی نہیں کی ہے مجھ کو یقین ہے کہ لوکل بورڈوں اور ضلع کی کونسلوں میں مختلف مطالب کی حمایت کی غرض سے الیکشن کے خالص اور سادہ اصول کے جاری کرنے سے محض تمدنی خیالات کی نسبت زیادہ تر بڑی بڑی خرابیاں پیدا ہوں گی جب تک کہ قوم اور مذہب کے اختلافات اور ذات کا امتیاز ہندوستان کی سوشل و پولٹیکل حالت میں ایک جزو اعظم رہیگا اور ان معاملات میں جو ملک کے انتظام اور بہبودی سے بیشتر متعلق ہیں ان کے باشندوں پر اثر ڈالے گا اُس وقت تک الیکشن کا خالص قاعدہ طمانیت کے ساتھ جاری نہیں کیا جا سکتا بڑی قوم چھوٹی قوم کے مطالب پر بالکل غالب آوے گی اور جاہل آدمی گورنمنٹ کی اس قسم کی تدابیر جاری کرنے کا جو ایسے سمجھیں گے جن کے باعث سے قوم اور مذہب کے اختلافات بہ نسبت سابق کے اور بھی زیادہ سخت ہو جاویں گے - میرے لارڈ میں نے اس معاملہ کی نسبت اس قدر تفصیل کے ساتھ اس امر کی تشریح کرنے کی غرض سے گفتگو کی ہے کہ میں نے ریپریزینٹیو کا طریقہ سچا حامی ہو کر کس وجہ سے اس مسودہ کے ان احکام کی دلی تائید کی ہے جو الیکشن کے خالص طریقہ کے برخلاف معلوم ہوتے ہیں - گورنمنٹ نے جو لوکل بورڈوں اور ضلع کی کونسلوں کے ایک ثلث ممبروں کے مقرر کرنے کا اختیار اپنے ہاتھ میں رکھا ہے اس سے گورنمنٹ نے وہی تدبیر اختیار کی ہے جو ہندوستانی رعایا کے مختلف فرقوں کی طرف سے ممبروں کے تقرر میں اس قسم کی مناسب اور واجبی مساوات کے قائم رکھنے سے جو الیکشن کے خالص قاعدہ کے ذریعہ سے حاصل نہ ہوگی - لوکل سلف گورنمنٹ کی کامیابی کی کفالت کے واسطے اختیار کی جا سکتی ہے +

۳۷

اسپیچ نسبت قانون حقوق استفادہ۔ مورخہ ۲۱ فروری سنہ ۱۸۸۲ء *

مائی لارڈ۔

چونکہ میں بھی اس سلیکٹ کمیٹی کا ایک ممبر تھا جس کے سپرد یہ بل پیش کیا گیا تھا اس لئے میں ان قواعد کے جزئیات کے بارہ میں جو مختلف دفعات میں مندرج ہیں کچھ گفتگو کرنا نہیں چاہتا ہوں کیونکہ میں ان سے بالکل اتفاق کرتا ہوں۔ مگر میں اس بل کے عام منشا پر چند کلمات عرض کئے بغیر اس موقع کو ہاتھ سے دینا نہیں چاہتا ہوں *

میں اس بات کے افسوس کرنے سے باز نہیں رہ سکتا کہ قانون مجوزہ ابتداءً صرف پریسیڈنسی مدراس و اضلاع وسط ہند و کورگ سے متعلق ہوگا۔ اس بل کی یہ محدود توسیع صرف ان لوکل گورنمنٹوں کی رایوں کے لحاظ سے کی گئی ہے جو اپنے اپنے ممالک سے اس کا تعلق ہونا نہیں چاہتے ہیں۔ اگر میں اُن اقطاع ہندوستان کا باشندہ ہوتا جن سے یہ بل بفور نفاذ متعلق ہونے والا ہے تو اس بل کی محدود توسیع پر افسوس ظاہر کرنا اپنے اوپر واجب نہ سمجھتا۔ مگر میں ایک ایسے صوبہ سے علاقہ رکھتا ہوں جس سے قانون مجوزہ ابتداً متعلق ہونے والا نہیں ہے۔ اس وجہ سے میں لیجس لیچر سے اس بات کا ذکر کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ اس امر کو میرے صوبہ کے لوگ ایک افسوس کی نظر سے دیکھیں گے۔ بل ہذا حالت موجودہ میں اُن قواعد کو باقاعدہ منضبط کرتا ہے جو فیصلہ تنازعات متعلق حقوق استفادہ پر موثر ہوتے ہیں۔ یہ قواعد ویسے ہی ہیں جن کا عملدرآمد آجکل بھی عدالتوں میں بلالحاظ اس بل کے ہے اور میں اس بات کو اعتقاد کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ بل ہذا میں کوئی معتدبہ قاعدہ اس قسم کا نہیں ہے جو ہندوستان کی عدالتوں کے عملدرآمد میں مانع ہو۔ جہاں تک کہ میں دیکھتا ہوں اس بل کا منشا نئے قواعد ایجاد کرنے کا نہیں ہے۔ اس کا منشا یہ ہے کہ قانون حقوق استفادہ متحقق ہو جاوے اور ان لوگوں کے لئے قابل ادراک

ہوجاوے جن کو بطور خود بذریعہ نالش کے تنازعات متعلق حقوق استفادہ کا تصفیہ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور ان عدالتوں کے بھی قابل فہم ہوجاوے جن پر اُن تنازعات کا تصفیہ واجب ہوتا ہے۔ اگر یہ کہا جاسکے کہ حقوق استفادہ متفرق اقطاع ہندوستان پر محدود ہیں اگر یہ کہا جاسکے کہ تنازعات متعلق حقوق استفادہ صرف انھی ممالک میں برپا ہوتے ہیں جن سے کہ مجوزہ قانون ابتداءً متعلق ہونے والا ہے تو میں قانون مجوزہ کو صرف انھی ممالک پر توسیع دینے کے اصول کو بخوبی سمجھ سکتا مگر حق استفادہ اس زمانہ کا حق ہے جبکہ نوع انسان نے جہالت و وحشت کی حالت سے قدم باہر رکھکر مجتمع ہوکر شہروں میں رہنا ایک دوسرے کا ہمسایہ بننا ایک دوسرے کے حقوق میں نگاہ رکھنا اختیار کیا تھا۔ حق استفادہ حق تملیک جائداد غیر منقولہ کا لازمی نتیجہ ہے اور جب ہی کہ نوع بشر نے یہ امر قرار دیا کہ منفود اشخاص جائداد کی ملکیت خالص کے مجاز ہیں تو اس کے بعد ہی دوسرا قدم اس انصافانہ اصول پر اتفاق کرنا تھا کہ عوام الناس کی بہبودی اس امر سے متصور ہے کہ ہر شخص اپنی جائداد سے اس طرح پر متمتع ہو کہ اپنے ہمسایہ کے تمتع جائداد میں خلل انداز نہو اور یہی عمدہ اصول میرے نزدیک حقوق استفادہ کی اصل بنا ہے ۔

مائی لارڈ۔ میں ایسی باتیں بیان کرتا ہوں جو عام طور کی ہیں۔ کیونکہ میں نے بارہا سنا اور پڑھا ہے کہ یہ بل ایک غیر ضروری تجویز ہے اور ہندوستانیوں کی موجودہ حالت کے واسطے موزوں نہیں ہے۔ مجھ کو اُمید ہے کہ اگر میں اس ضمنی الزام سے اپنے ہموطنوں کی حمایت کرنے میں کہ وہ اس ابتدائی منزل ترقی سے آگے نہیں بڑھے ہیں جبکہ حقوق استفادہ کا یا تو وجود ہی نہیں ہوتا ہے یا ان کے بارہ میں میں مصرح قواعد کی ضرورت نہیں ہوتی ہے کسی قدر زور دیکر گفتگو کروں تو میں معذور رکھا جاؤں گا۔ اور اگر اس قسم کی نالشوں کا ہماری عدالتوں میں دائر ہونا صحیح ہے اگر عدالتوں کا ان کے انفصال پر مجبور ہونا صحیح ہے تب میں اس بات کا دعویٰ کرتا ہوں کہ اس قسم کے ایک معین قانون کا موجود ہونا جو بل ہذا میں تجویز کیا گیا ہے نہایت ضروری ہے اور جو افسوس کہ میں اس بل کے محدود الوسعت ہونے پر ظاہر کرتا ہوں وہ صرف خیالی ہی نہیں ہے بلکہ مستدبہ وجوہات پر مبنے ہے۔ مگر خوشی کی بات ہے کہ اس بل کی شکل میں کوئی بات ایسی نہیں ہے جو اس کو محدود الوسعت یا مخصص الاقسام کرتی ہو اور جو اختیار کہ اس بل

کی دفعہ اول کے رو سے لوکل گورنمنٹوں کو دیا گیا ہے کہ جب کبھی وہ مناسب خیال کریں قانون مجوزہ کو اپنے اپنے صوبجات سے متعلق کردیں اس سے نہایت خوشی ہوئی۔ برعایت انصاف اور اُن بدقسمت مقدمہ والوں کے حال پر نظر کرکے جن کو حقوق استفادہ سے کام پڑتا ہے اور ایک غیر معین اور غیر قابل تعین قانون کے ماتحت ہیں مجھ کو اُمید قوی ہے کہ تھوڑی ہی مدت کے بعد وہ لوکل گورنمنٹیں جو بالفعل اس قانون مجوزہ کو اختیار کرنا نہیں چاہتی ہیں اس کے اصول کو تسلیم کریں گی اور اپنے اپنے صوبجات سے اس کو متعلق کردیں گی +

مائی لارڈ۔ اگرچہ میں نے اس امر کی نسبت افسوس ظاہر کیا ہے کہ یہ بل بفور نافذ ہونے کے کل برٹش انڈیا سے متعلق نہ ہوگا مگر میں اس مصلحت کو بہ خوبی سمجھتا ہوں کہ کوئی قانونی تجویز خلاف منشا ان نامی مدبروں کے جن کے سپرد ہماری لوکل گورنمنٹوں کی حکومت ہے جاری نہیں کرنی چاہیئے ایسے امور میں ان کی رائیں فی نفسہ بڑی رقعت کے قابل ہیں لیکن گو اس بل کی توسیع میں دیر بھی ہو اس کی عملی سودمندی بفور نفاذ ہی بہت زیادہ ہوجائیگی۔ کیونکہ مجھ کو یقین کلی ہے کہ اس بل کی حقیقی خوبیوں پر ہمارے جج لوگ خود بخود توجہ فرماویں گے اور اپنے فیصلوں میں مدد حاصل کرنے ہی کی غرض سے اس بل کے اصولوں سے استفادہ کریں گے۔ میں کسی ایسی کتاب سے نہیں واقف ہوں جس میں قانون متعلق حقوق استفادہ اس قدر ترتیب وصراحت کے ساتھ بیان ہوا ہو جیسا کہ اس بل میں مندرج ہے اور چونکہ اس کے اصول عملی طور سے وہی ہیں جن پر آج کل عدالتوں کا مدار ہے۔ چونکہ قانون حقوق استفادہ کے بارہ میں اس ملک کی دیسی زبانوں میں کوئی کتابیں نہیں ہیں چونکہ ہمارے اکثر جوڈیشل افسر انگریزی زبان سے ناواقف ہیں اور انگریزی کتابیں حقوق استفادہ کے متعلق یا تو اکثر مفصل کے ججوں کو دستیاب نہیں ہوتی ہیں یا وہ ان کو آسانی سے سمجھ نہیں سکتے ہیں۔ مجھ کو اُمید قوی ہے کہ اس بل کو بفور نافذ ہونے کے عوام الناس اور وکلا وحکام سب بغور مطالعہ کریں گے یہ امر بالکل صریح معلوم ہوتا ہے کہ جب تک تنازعات رہیں گے ان کے تصفیہ کے لئے متحقق قواعد کا ہونا ضرور ہے۔ اور اگر لیجسلیچر ان قواعد کی تصریح وتعیین کرنے سے انکار کرے گی تو ججوں کو ان کا فیصلہ اپنے ہی ذاتی خیالات انصاف کے بموجب ہر مجموعہ واقعات کی نسبت کرنا ہوگا +

مائی لارڈ - مجھ کو یقین ہے کہ میرے اس بیان سے کہ رعایا اور عدالتیں ضرورت کے سبب سے اور آسانی کے واسطے قبل اس سے کہ اُن کو اس کے اصول کے بطور قانون نافذہ کے اتباع کرنے کا حکم ہو اس بل کے قواعد کی طرف رجوع کریں گے یہ نہیں سمجھا جائیگا کہ ان لوکل گورنمنٹوں کے کامل ادب و توقیر میں جو قانون مجوزہ کو اختیار کرنا ناپسند کرتی ہیں میری طرف سے کسی قدر کمی و کوتاہی ہوئی ہے ۔

مائی لارڈ - میرے بیان سے بخوبی واضح ہوگا کہ اس بل کے بارہ میں میری رائے اور ہمدردی کس طرف مائل ہے - مگر میں اپنے اوپر اس شبہ کا ہونا بھی پسند نہیں کرتا ہوں کہ میں کوڈیفکشن کی پالسی کی تابینا یا نہ تائید اور لفظی حمایت کرتا ہوں - لیجسلیشن کی کسی مخصوص پالسی کی تائید کرنا میرا کام نہیں ہے - میرا کام اپنے ہموطنوں کے خیالات اور رایوں کا ظاہر کرنا اور لیجسلیچر کے روبرو ایسے معاملات کا پیش کرنا ہے جو اس کی توجہ کے محتاج اور رعایا کی ضروریات پر مشتمل ہیں اور اسی حیثیت سے میں اس بات کے کہنے کی جرأت کرتا ہوں کہ یہ بل ایک ایسا قانون ہے جسکی ضرورت ملک کو بہت عرصہ سے ہے - بعض اوقات یہ کہا گیا ہے کہ ہندوستان جیسے زراعت پیشہ ملک میں حقوق استفادہ کوئی ایسے اہم معاملات نہیں ہیں جو لیجسلیچر کے لحاظ کے لائق ہوں اور اُن کے بارہ میں قانون وضع کرنا ہندوستان کے مجموعہ قوانین کو بے فائدہ بڑھاتا ہے - اب اُن لوگوں کا کامل ادب کرکے جو ایسی رائیں ظاہر کرتے ہیں میں اس بات کا اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ باشندگان ہند ایسے خیالات کی تائید نہیں کرتے ہیں - میرا اپنے ذاتی تجربہ کی وجہ سے یہ خیال ہے کہ بڑے بڑے شہروں میں حقوق استفادہ بڑی قدر و قیمت کے حقوق خیال کئے جاتے ہیں اور اُن کی وجہ سے اکثر مقدمہ بازی ہوتی ہے - دیہات میں جھیلوں اور تالابوں سے مچھلی یا پانی لینے کے حق پر اکثر مقدمہ بازی ہوتی ہے اور اخیر فیصلہ سے اس جائداد کی مالیت پر جس کی بابت حقوق استفادہ کا دعوے کیا جاتا ہے معتد بہ اثر ہوتا ہے - یہ بات بھی نہیں ہے کہ تنازعات متعلق حقوق استفادہ زیادہ ترقی یافتہ صوبجات ہندوستان پر موقوف ہوں غالباً زیادہ کثرت سے یہ تنازعات ان ممالک میں ہوتے ہیں جن کو بمقابلہ دیگر صوبجات کے عملداری سرکار میں آئے ہوئے تھوڑا عرصہ ہوا ہے - بالتخصیص ایسے ہی صوبجات میں حقوق استفادہ اب تک غیر معین ہیں کیونکہ ان کی نسبت

کوئی فیصلہ نہیں ہوا ہے۔ اس لئے میری رائے ناقص یہ ہے کہ اس بل کو ملک کے ناترقی یافتہ صوبوں تک وسعت دینے سے بھی فائدہ مترقب ہوگا +

مجھ کو اس بل کے بارہ میں مسلمانوں کے خیالات کے لحاظ سے بھی چند باتیں عرض کرنی ہیں۔ حقوق استفادہ کا مضمون اہل اسلام کے نزدیک کوئی نئی بات نہیں ہے۔ حقوق استفادہ سے وہ واقف ہیں اور ان کی فقہ کی کتابیں ان حقوق کی نسبت مسائل سے بھری ہوئی ہیں جن کو کہ فقہائے اسلام نے "حقوق جارہ" کے نام سے تعبیر کیا ہے۔ پس کم سے کم جہاں تک کہ میرے ہم مذہب لوگوں کو تعلق ہے مجھ کو کچھ شک نہیں ہے کہ اس بل کو وہ پسند کریں گے +

علاوہ اس بل کی ذاتی خوبیوں کے اگر اس کی تائید میں کسی اور امر کا اظہار ضروری ہو تو مجھ کو اس بات کے کہنے کی اجازت دی جاوے کہ اصول مندرجہ بل ہذا کی عمدگی اور ضرورت کی بہترین کفالت ہمارے پاس موجود ہے۔ آنریبل ممبر قانونی کے اس بڑے تجربہ کے علاوہ جو قوانین کے بنانے میں حاصل ہوا ہے اس بل کو آنریبل سر چارلس ٹرنر چیف جسٹس مدراس کے ملاحظہ میں گذرنے کے مستثنےٰ فوائد حاصل ہوئے ہیں جن کو ایک قانون دان اور جج کی اعلےٰ لیاقتوں کے سوا میرے ملک میں ایک بڑا جوڈیشل تجربہ اور رعایا ہند کی جس کی بہبودی کے ساتھ انکو ہمیشہ ذاتی شوق اور بڑا تعلق رہا ہے طبایع و احتیاجات کا بے نظیر علم حاصل ہوا ہے۔ اس بل نے اس صفائی فہم اور جوڈیشل ذہانت کے کمال کا بھی فائدہ حاصل کیا ہے جس کی وجہ سے آنریبل مسٹر ویسٹ جسٹس ہائی کورٹ بمبئی ہمارے سویلین ججوں میں ممیز و ممتاز ہیں۔ یہ بل حالت موجودہ میں اصلیتاً وہی ہے جس کو لا کمیشن ۱۸۷۹ء نے جس کے صاحبان موصوف الصدر ممبر تھے مرتب کیا تھا۔ میں اس بل میں کوئی شے ایسی نہیں پاتا ہوں جو ترمیم مزید کی محتاج ہو اس لئے مجھ کو امید ہے کہ وہ پاس ہو جاوے گا +

۳۸

اسپیچ نسبت مسودہ قانون ترمیم مجموعہ ضابطہ فوجداری مورخہ ۹۔ مارچ ۱۸۸۳ء *

میرے لارڈ۔

جو کہ غالباً صرف یہی ایک ایسا موقع ہے جو مجھ کو اس ضروری قانون کی نسبت اپنی رائے ظاہر کرنے کے واسطے ملے گا۔ اس لئے میں اُس کی نسبت کچھ کہنا چاہتا ہوں *

میرے لارڈ۔ میں اس بات سے واقف ہوں کہ اس بل کی نسبت اخبارات میں بہت بحث ہوئی ہے۔ اور یوروپین اور یورشین باشندوں کے غیر سرکاری گروہ میں اُس کی نسبت سب سے بڑا تہلکہ مچا ہوا ہے۔ جو یہ خیال کرتے ہیں کہ قانون مجوزہ سے اُن کی آزادی خطرہ کی حالت میں ہے میری ذرا بھی خواہش نہیں ہے کہ میں اس تحریک کو نازیبا اغراض سے منسوب کروں۔ اور میں ہرگز یہ بات نہیں کہتا ہوں کہ جو خیالات اس تحریک سے ظاہر ہوتے ہیں اُن پر قانونی کونسل بخوبی غور نہ کرے۔ ہندوستان کی قانونی کونسل کو قانونی تجویزوں کی نسبت عوام کی رائے اور خیالات کے دریافت کرنے کی کبھی اس قدر فکر نہیں ہوئی ہے جیسی کہ ہندوستان کی موجودہ گورنمنٹ کو ہے اگرچہ ہر طرح پر میری یہ خواہش ہے کہ جو رائیں یوروپین اور یورشین لوگوں نے ظاہر کی ہیں اُن پر بخوبی غور کیا جاوے۔ لیکن میرے لارڈ میں اقرار کرتا ہوں کہ جو طریقہ مسودہ قانون کے برخلاف تحریک کرنے والوں نے اختیار کیا ہے اُس پر میں دلی افسوس کرنے سے باز نہیں رہ سکتا۔ تحریک کرنے والوں نے میرے ہموطنوں کے برخلاف نہایت سخت اور کسیقدر بے احتیاطی کے ساتھ کلمات استعمال کئے ہیں۔ میں اس بات پر اُس تحریک کے موجدوں کے لحاظ سے بھی اس قدر دل سے افسوس ظاہر کرتا ہوں کہ جیسا کہ خاص اپنے ہموطنوں کے فیلنگ کے لحاظ سے اور میرے لارڈ میں اس مقام پر اپنی دلی امید ظاہر کرتا ہوں کہ ہندوستان کے کسی حصہ میں میرے ہموطن اُن شخصوں کی نظیر کی پیروی نہ کریں گے جو یہ خیال کرتے ہیں کہ واضع قانون کے غور کرنے کے واسطے دلائل اور عذروں کے پیش کرنے کا سب سے عمدہ طریقہ عام طور پر مجمع کر کے سخت گفتگو کرنا ہے *

اگرچہ ہندوستان کے باشندے اس مسودہ قانون کے انصاف اور عمدگی اور مصلحت کے موید ہیں تاہم اُن کو اُس کی تائید میں کسی قسم کا مجمع کرنے کی حاجت نہیں ہے۔ اور اگر میں نیٹو سوسائٹی کے سرگروہوں کے خیالات سے واقف ہوں تو میری یہ پیشین گوئی کچھ بہت غلط نہ ہوگی کہ ہندوستان کے باشندے اس مسودہ قانون کی تائید میں کسی عام مجمع کرنے کیجانب رجوع نہ کریں گے۔ وہ اس بات پر قانع ہیں کہ اس قانون کا فیصلہ خاص اُس کے حسن و قبیح کی بنیاد پر چھوڑ دیا جاوے۔ اگرچہ میں خود ہندوستان کا باشندہ ہوکر اس مسودہ قانون کی منظوری کی ہر طرح پر توقع رکھتا ہوں۔ لیکن میں اُمید کرتا ہوں کہ میرے ہموطن اپنے اس ارادہ پر قائم رہیں گے کہ جو کارروائی اس مسودہ قانون کی نسبت ہو اُس کو سنجیدگی اور مودبانہ خاموشی کے ساتھ دیکھتے رہیں ٭

میرے لارڈ۔ یہ بات کچھ میری سمجھ سے خارج نہیں ہے کہ غیر سرکاری یوروپین اور یورشین فرقہ کو جو امتداد زمانہ اور فاصلہ کی طوالت کے سبب سے اُن اثروں سے علیحدہ ہیں جن کے باعث سے انگلستان میں پولیٹیکل خیال کو ترقی ہوتی ہے۔ ہندوستان کی حالتوں میں قوم اور مذہب کے امتیاز کا زیادہ لحاظ کرنا چاہیئے اور ایسے موقعوں پر اس بات پر زور دینا کہ وہ حکمران قوم سے متعلق ہیں اور ملک کے عام قانون میں اپنے واسطے خاص قواعد کا دعوے کرنا چاہیئے

میرے لارڈ۔ میں ان سب باتوں کو سمجھتا ہوں لیکن اُسی کے ساتھ میں اس خیال سے باز نہیں رہ سکتا کہ جو مخالفت اس مسودہ قانون کی نسبت کی گئی ہے وہ بیشتر اس سبب سے ہے کہ لوگوں کو اس قسم کے معاملات میں ہندوستان کے قوانین کی تواریخ سے کافی واقفیت نہیں ہے اور جو خفیف تبدیلی قانون مروجہ میں اس مسودہ قانون کے رُو سے کرنی تجویز کی گئی ہے اُس کے سمجھنے میں اُنھوں نے غلطی کی ہے۔ میرے لارڈ۔ میں کانسٹیٹوشنل لا کے مسائل سے واقف ہونے کا دعوے نہیں کرتا ہوں۔ لیکن اس مسودہ قانون کے برخلاف جو اور مقامات پر یہ حجت پیش کی گئی ہے کہ ہندوستان میں حضور قیصر ہند کی یوروپین اور یورشین رعایا اس قسم کے کوئی کانسٹیٹوشنل حقوق رکھتے ہیں جن کے سبب سے وہ ہندوستان کی مجلس واضع قانون کے اختیار سے باہر ہیں اُس کی قانونی صحت کی نسبت میں بلا تامل شبہ کر سکتا

ہوں۔ میں ہندوستان کی مجلس واضع قوانین کا ایک ناچیز ممبر ہونے کی حیثیت سے اس قسم کی پابندی کو ناپسند کرتا ہوں۔ ہم نے اپنے اختیارات انگلستان کی بڑی پارلیمنٹ سے حاصل کئے ہیں، اور جب تک ہم اُن اختیارات سے تجاوز نہ کریں اُس وقت تک میرے نزدیک اُن تمام معاملات میں جو ہندوستان سے تعلق ہیں اور اس کونسل کی قانونی حکومت کی نسبت شبہ کرنا بیجا معلوم ہوتا ہے۔ تواریخی واقعات پھر ظہور میں آتے ہیں اور جو تجویز بالفعل اس مسودہ قانون کے برخلاف کی گئی ہے اُس میں ہم اُنھیں دلیلوں اور رایوں کی تکرار پاتے ہیں جو بہت سے برس ہوئے کہ خطرہ پیدا کرنے والوں نے اُس وقت پیش کی تھیں جبکہ ایسٹ انڈیا کمپنی کی عدالتوں کے ہندوستانی ججوں کو صیغہ دیوانی کی اُن نالشات کی تجویز کا اختیار دیا گیا تھا جن میں یوروپین اور یوریشین فریق مقدمہ تھے۔ میرے لارڈ۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ میں بغیر اندیشہ تردید کے یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ جن مقدمات میں یوروپین شریک ہوتے ہیں اُن میں ہندوستانی ججوں کے اختیارات دیوانی کے عمل میں لانے سے قومی اختلافات کی بنا پر کوئی ناانصافی بلکہ شکایت بھی نہیں پیدا ہوئی ہے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ اُس زمانہ کے خطرہ پیدا کرنے والوں کے اندیشے بے اصل تھے اور اُن کی پیشین گوئی غلط ثابت ہونیوالی تھی۔ اُس وقت تمام برٹش انڈیا میں ہندوستانی جج اہل یورپ پر اختیارات دیوانی ایک ایسے طریقہ میں عمل میں لاتے ہیں جو درحقیقت اس الزام کے لائق نہیں ہیں کہ قومی امتیاز کا اُس میں اثر پایا جاتا ہے۔ لیکن میرے لارڈ بعض اوقات یہ دلیل پیش کیجاتی ہے کہ دیوانی کا اختیار فوجداری کے اختیار سے نہایت مختلف ہے اور دیوانی کا اختیار صرف جائداد پر موثر ہوتا ہے لیکن فوجداری کا ذاتی خصلت اور آزادی پر موثر ہوتا ہے اور جس حالت میں کہ یوروپین اور یوریشین لوگ ہندوستانی ججوں کے دیوانی کے اختیار کی اطاعت کرنے پر رضامند ہوں تو اُس سے کچھ یہ لازم نہیں آتا ہے کہ فوجداری کے معاملات میں بھی وہ ویسا ہی کریں ؛

میرے لارڈ۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ میں اُس وجہ کو نہیں سمجھ سکتا جس پر یہ امتیاز مبنی ہے عدالتہائے دیوانی کی ڈگریات ایک شخص کو دولتمند سے مفلس کر سکتی ہیں اور اختیار دیوانی کے بعض حصے ایسے ہیں جو صرف ذاتی تعلقات سے متعلق نہیں ہوتے ہیں بلکہ اُن میں ذاتی گرفتاری کے

اختیارات بھی شامل ہوتے ہیں اور انصاف کی غرض سے اُن میں اُس قسم کی کارروائی کی اجازت دی گئی ہے جو فوجداری کی عدالتوں کے واسطے قرار دی گئی ہے۔ دیوانی کے مقدمات میں واقعات کی نسبت نتیجوں کے قرار دینے کا قاعدہ بیشتر وہی ہے جیسا کہ فوجداری کے مقدمات میں ہوتا ہے۔ ہندوستان میں دیوانی اور فوجداری کی عدالتوں میں امر حق کی تحقیقات ایک ہی قانون شہادت کے بموجب کی جاتی ہے۔ عدالت ہائے دیوانی کی تجویزوں سے فریقین کی نیک نامی پر قریباً اُسی طرح پر دھبا لگ سکتا ہے اور اُن کی عزت برباد ہو سکتی ہے جیسے کہ اُن احکام سے جو فوجداری کی عدالتوں سے صادر ہوں۔ اور میرے نزدیک اُن دو قسموں کی عدالتوں کے جوڈیشل اختیارات کے درمیان امتیاز قرار دینے یا ایک قسم کے اختیارات کی دوسری قسم کے اختیارات کی بہ نسبت زیادہ ترقی کرنے کے لیے کوئی معقول بنیاد موجود نہیں ہے۔ اگر راست بازی اور انصاف اور ملحاظ قوم کی بے تعصبی دیوانی کے معاملات میں ہندوستانی ججوں میں پائی جاتی ہے تو اس بات کا سمجھنا مشکل ہے کہ وہی حقیتیں اُن کے انصاف فوجداری میں اُن مقدمات میں نہ پائی جاویں جن میں یوروپین اور یوریشین شریک ہوں جہاں تک میں قانون موجودہ کو سمجھتا ہوں تمام ہندوستانی مجسٹریٹ اب بھی اُن مقدمات فوجداری میں جن میں اہل یورپ نالشی ہوں اور بطور فریق ضرر رسیدہ کے عدالتوں سے چارہ جوئی کرتے ہیں اختیارات عمل میں لاتے ہیں۔ میں نے اب تک کبھی یہ نہیں سنا ہے کہ یوروپین انگریزی رعایا نے ہندوستانی مجسٹریٹوں سے دادخواہی کرنے میں کوئی عذر کیا ہو بلکہ درحقیقت وہ بلا تامل ایسا کرتے ہیں۔ پس جبکہ یہ صورت ہے تو اس بات کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی اور عدالتوں کی نسبت اُن مقدمات میں جن میں یوروپین انگریزی رعایا کی نسبت نالشیں پیش کی جاویں اُس قسم کا اعتبار نہ کیا جاوے۔ فوجداری کے مقدمات میں مختلف دعوے اکثر پیش کئے جاتے ہیں جو مجسٹریٹ کہ دادرسی کے مجاز ہیں ضرور ہے کہ وہ سزا دینے کے بھی مجاز ہوں اور رعایا کے کسی فرقہ کا یہ کہنا ناواجب اور بیجا معلوم ہوتا ہے کہ ہم ہندوستانی مجسٹریٹوں کے روبرو چارہ جوئی کے واسطے جاویں گے لیکن اس بات کو گوارا نہ کریں گے کہ جو نالش ہم پر کیجاوے اُس میں وہ ہماری نسبت تجویز کریں۔ میرے لارڈ درحقیقت اُس ڈھب کا بیان کرنا کچھ ضرور

نہیں ہے کہ قانون مروجہ کے بموجب بھی ہندوستان کے باشندے یوروپین انگریزی رعایا پر اختیار فوجداری بہت کچھ عمل میں لاتے ہیں۔ میں یقین کرتا ہوں کہ پریزیڈنسیوں کے صدر مقامات سے باہر بھی یہ کوئی نئی بات نہیں ہے کہ یوروپین انگریزی رعایا پر جو ہندوستانی مجسٹریٹوں کے روبرو بطور مدعا علیہ کے حاضر ہوتے ہیں اُس خاص حق سے دست بردار ہو جاتے ہیں جو قانون مروجہ کے بموجب اُن کو دیا گیا ہے۔ ہائی کورٹ کے ہندوستانی ججوں اور پریزیڈنسیوں کے صدر مقامات کے مجسٹریٹوں کے اختیارات میں قومی تفرقہ کی بنیاد پر کوئی جوڈیشل ناقابلیت نہیں ہے اور مجھ کو اس بات کے کہنے میں تردید کا کچھ اندیشہ نہیں کرنا چاہئے کہ ہندوستانی عہدہ داروں نے جبکہ اُن کو یوروپین انگریزی رعایا پر اختیار فوجداری دیا گیا ہے اپنا کام ایمانداری اور لیاقت کے ساتھ اور بغیر کسی تعصب کے جو قوم یا مذہب کے تفرقہ سے پیدا ہوا انجام دیا ہے۔ میرے لارڈ۔ درحقیقت اُن تعلیم یافتہ شخصوں کے دلوں میں جو انصاف کے مقدس اور سنجیدہ کام میں مصروف ہوتے ہیں اُن دعووں کے سبب سے جو میں نوع انسان علے العموم قانون کی حمایت اور کانشنس کی ہدایتوں کی نسبت اُن پر رکھتے ہیں اور کسی خیال کے واسطے گنجایش نہیں رہتی ہے۔ میں یقین کرتا ہوں کہ مجھ کو یہ صحیح اطلاع دی گئی ہے کہ جزیرہ لنکا میں جو اس ملک کے متصل واقع ہے اور جو برطانیہ کی وسیع سلطنت کا ایک جزو ہے ہندوستانی مجسٹریٹ اور جج یوروپین انگریزی رعایا پر فوجداری کا اختیار عمل میں لاتے ہیں اور اُس ملک میں اُس جوڈیشل ناقابلیت کو جو قومی تفرقہ پر مبنی ہو کوئی جانتا بھی نہیں ہے۔ تاہم انگریزی سرمایہ اور انگریزوں کی تجارتی اولوالعزمی کو بجائے اس کے کہ وہ اُس جزیرہ سے جاتی رہی ہو نہایت ترقی ہوئی ہے۔ جہاں تک کہ میں جانتا ہوں لنکا میں قہوہ کے کاشتکاروں کے مطالب بنگالہ کے نیل کے کاشتکاروں کے مطالب سے کسی حالت میں کمتر نہیں ہیں اور لنکا کے باشندے ہندوستان کے باشندوں کی نسبت کسی طرح پر کچھ کم ایشیائی نہیں ہیں اور نہ لنکا میں اُن کا کوئی نہایت مضبوط محب قوم بھی میزان شائستگی میں اپنے ہموطنوں کی نسبت اُس سے زیادہ تر اعلےٰ رتبہ کا دعوےٰ کرے گا جو وہ ہندوستان کے باشندوں کی نسبت وارد دے گا۔ مگر باوجود اس کے یوروپین انگریزی رعایا

پر فوجداری کے اختیار کے معاملہ میں برٹش انڈیا کا قانون لنکا کے قانون سے پیچھے ہے۔ اور میرے لارڈ میرے نزدیک یہ کچھ ناواجب بات نہیں ہے کہ ہندوستان کے باشندے یہ خیال کریں کہ اب وہ زمانہ آگیا ہے کہ جبکہ قانون میں اصلاح کرنے کی شدید ضرورت ہوگئی ہے ۔

میرے لارڈ۔ میں نے اب تک اس بات کے ثابت کرنے کے واسطے کوشش کی ہے کہ مجوزہ قانون بلحاظ اصول کے کوئی نیا قانون نہیں ہے۔ اور اس قانون کے مخالفوں کے اندیشے حد مناسب سے زیادہ بڑھے ہوئے اور بیجا ہیں اور لنکا کی نظیر سے ایک عملی ثبوت اس دلیل کا حاصل ہوتا ہے کہ اُن جوڈیشل ناقابلیتوں کے دور کرنے سے جو بالکل قومی امتیازات پر مبنی ہوں انصاف کے مقدس معاملہ کو کچھ ضرر نہ پہونچے گا۔ اور میرے لارڈ۔ میں اس مقام پر پھر یہ بات بیان کرنا چاہتا ہوں کہ اس مسودہ قانون کے منشا کو اُن شخصوں نے جو اس کے برخلاف تحریک کرنے میں ساعی ہیں نہایت غلط سمجھا ہے۔ جیسا میں نے اس مسودہ کو سمجھا ہے اُس میں یہ تجویز نہیں کی گئی ہے کہ ہر ایک ہندوستانی مجسٹریٹ کو انگریزی رعایا کی نسبت تجویز کرنے کا اختیار دیا جاوے۔ صرف اُنھیں ہندوستانیوں کے معاملہ میں جنھوں نے اپنی مسلمہ راست بازی اور لیاقت کی بدولت جوڈیشل سروس میں اپنے عہدے حاصل کئے ہیں جو رتبہ میں اعلےٰ درجہ کے انگریزی عہدہ داروں کے مساوی ہیں۔ اس مسودہ قانون میں اُن جوڈیشل ناقابلیتوں کے دُور کرنے کی تجویز کی گئی ہے جو قومی امتیاز پر مبنی ہیں۔ اس قسم کے ہندوستانی عہدہ داروں کی تعداد نہایت محدود ہے اور اسی وجہ سے اس مسودہ قانون کی نسبت کسی معقول طور پر یہ نہیں خیال کیا جا سکتا ہے کہ وہ بغیر کافی غور و تامل کے پیش کیا گیا ہے یا یہ کہ اُس کے سبب سے عدل و انصاف کے انتظام کے موجودہ ذریعوں میں کسی بڑی عملی تبدیلی کا ہونا متصور ہے ۔

لیکن میرے لارڈ قطع نظر ان باتوں سے مجھ کو معلوم ہوتا ہے کہ جس دلیل پر قومی امتیازات کا نہایت لحاظ کیا گیا ہے اُس میں بڑی غلطی ہے۔ جس چیز کی لوگ اُن ملکوں میں اطاعت کرتے ہیں جن کو شائستہ گورنمنٹ کی برکت حاصل ہے وہ کچھ خاص خاص شخصوں کی حکومت نہیں ہے

بلکہ وہ قانون کے احکام ہیں۔ جب تک کہ قانون منصفانہ اور بے طرفدار اور بارحم ہوگا اور جب تک اُس قانون کا عملدرآمد ٹھیک ٹھیک طور پر کیا جا سکے گا اُس وقت تک اُن شخصوں کی قومیت جو قانون کی تعمیل کریں باریک خیال والوں کے نزدیک بھی چنداں لحاظ کے لائق نہیں ہونی چاہیئے۔ جس چیز کی تعظیم اور ادب اور اطاعت درکار ہے وہ قانون کی حکومت ہے نہ کہ خاص خاص شخصوں کی۔ اور اگر وہ شخص جو ہندوستان کے باشندوں کو اپنی برابری کا مستحق نہیں سمجھتے ہیں اس معاملہ پر ذرا تامل کے ساتھ غور کریں گے تو اُن کو بھی یہ بات معلوم ہو جاوے گی۔ کہ ہندوستانی مجسٹریٹ گورنمنٹ کے نوکر ہیں جن کے متعلق گورنمنٹ کے احکام کی تعمیل کرنا ہے قانون کے مناسب عملدرآمد کے واسطے انتظام کرنا گورنمنٹ کا فرض ہے اور اس مقصد کے واسطے گورنمنٹ کو نہایت عمدہ ذریعہ جو بہم پہونچ سکیں منتخب کرنے پڑتے ہیں۔ اور یہ ایک پوچ اور غیر واجبی تجویز معلوم ہوتی ہے کہ گورنمنٹ کی کوئی رعایا اس بات پر اصرار کرے کہ عہدہ داروں کے انتخاب میں گورنمنٹ کسی خاص قوم یا فرقہ پر حصر رکھے۔ میری رائے ناقص میں تمام سوال جو اس بل سے پیدا ہوتا ہے عملاً وہی ہے جو میں نے ابھی بیان کیا ہے یہ ایک ایسا معاملہ ہے جس کے اصول کی نسبت کسی جدید فیصلہ کی حاجت نہیں ہے۔ اس سوال کی نسبت اُس وقت بحث کی گئی تھی اور اُس کا فیصلہ ہو گیا تھا اور فیصلہ بھی عمدہ طور پر جبکہ انگلستان نے اپنی عالی حوصلگی اور انصاف سے ہندوستان کے باشندوں کو یہ حقوق عطا کیئے تھے۔ کہ سلطنت کی ملازمت میں ہندوستانیوں کو اُسی حیثیت پر نوکری دی جاوے جیسے کہ خاص انگریزوں کو اس عمدہ فیصلہ کا پچھلے برسوں میں عملی طور پر نفاذ کیا گیا ہے اور انتظامی مصلحت اُس خفیف تبدیلی کی مقتضی ہے جو اس بل میں تجویز کی گئی ہے ۔

لیکن میرے لارڈ۔ اس مسودہ کی تائید میں انتظامی مصلحت کی بہ نسبت زیادہ تر اعلےٰ درجہ کی وجوہات موجود ہیں یعنی میں آزادی اور انصاف اور انسانیت کے اُن عمدہ اصولوں کا ذکر کرتا ہوں جن کی جائے قرار کسی جگہ اس قدر نہیں ہے جیسے کہ اُس قوم کی طبیعتوں میں ہے جس نے سب سے پہلے غلاموں کو اُن کی غلامی سے رہا کیا۔ اور جس نے سب سے پہلے ہندوستان کے باشندوں کو اس امر سے مطلع کیا کہ کانسٹیٹوشنل حقوق کے معاملہ میں

قانون کی نگاہ میں قوم و مذاہب کے امتیازات کی کچھ وقعت نہیں ہونی چاہیئے۔ دنیا کی تواریخ میں کبھی کسی قوم کو اپنے اصولوں کے مطابق اس قدر عمل کرنا نہیں پڑا ہے جیسا انگریزوں کو ہندوستان میں کرنا پڑا ہے۔ اُس مجبوری کا دور کرنا جو کانسٹیٹوشنل حقوق کے لحاظ سے انگلستان میں لوگوں کے بعض فرقوں کو لاحق تھی بہ مقابلہ اُس کام کے جو انگلستان نے اب تک ہندوستان میں ناحق کیا ہے محض ناچیز معلوم ہوتا ہے۔ ہندوستان کے قوانین کی تواریخ ایک تواریخ مستقل ترقی اور بہ خوبی غور کی ہوئی اصلاحوں اور اُس عمدہ اصُول کے رفتہ رفتہ احتیاط کے ساتھ جاری کرنے کی ہے کہ انگریزی سلطنت کی رعایا کے درمیان قوم اور رنگ اور مذہب کے اختلاف کے سبب سے اُن کے قانونی حقوق میں کوئی اختلاف نہ ہونا چاہیئے اور جبکہ حکومت انگریزی ایک طرح پر فرمانبرداری چاہتی ہے اور ہندوستان کے باشندوں سے خیر خواہی اور وفاداری کی توقع رکھتی ہے تو دوسری طرح پر وہ اُن کو حکمران قوم کے ساتھ برابری اور ہمسری کے حقوق عطا کرتی ہے۔ میرے لارڈ مجھ کو یقین ہے کہ یہ بات انھیں عمدہ اصولوں کی بدولت ہے جو انصاف اور نیز معقولیت دونوں کے لحاظ سے قابل تعریف ہیں کہ انگریزی حکومت نے رعایا کے دلوں اور محبت پر اپنی بنیاد قائم کی ہے اور یہ ایک ایسی بنیاد ہے جو بہ نسبت اُس بنیاد کے بہت زیادہ اُستوار ہے جو قدیم زمانہ کے فتحمندوں کی جن کی کارروایاں ایک قوم کی دوسری قوم پر حکمرانی کے واسطے قائم کر سکتی تھیں۔ تواریخ یہ سبق سکھاتی ہے کہ کسی ملک کی فلاح و بہبودی کی برباد کرنے والی اس سے زیادہ کوئی بات نہیں ہے کہ حاکم اور محکوم کے درمیان قومی تفرقہ قائم رکھا جاوے۔ کوئی شخص مجھ سے زیادہ اس بات کا خواہاں نہیں ہو سکتا کہ انگریزی قوم اور ہندوستان کے باشندوں کے درمیان دوستانہ خیالات کو بہ نسبت اُس کے اَور بھی زیادہ ترقی ہو جیسی کہ اب تک ہوئی ہے۔ قسمت نے دونوں قوموں کو ایک پولٹیکل اور میں کہہ سکتا ہوں کہ ایک سوشل رشتہ میں ملایا ہے جس کو جوں جوں زمانہ گذرتا جاوے گا۔ اوسی قدر زیادہ استحکام ہوتا جاوے گا+

میرے لارڈ اگر مجھ کو یہ یقین نہیں ہوتا کہ جو قانونی تجویز اس بل میں شامل ہے وہ دونوں قوموں کے درمیان دوستانہ خیالات کی ترقی کے برباد کرنے والی ثابت ہوگی تو میں اُس کے پیش کیے جانے کی نسبت اعتراض کرتا۔ لیکن میری یہ رائے نہیں ہے۔ مجھ کو یقین واثق ہے

ہ جب تک قومی امتیازات کو ملک کے عام قانون میں دخل ہوگا اُس وقت تک دونوں قوموں
کے درمیان اصلی دوستانہ خیالات کی ترقی کے باب میں مزاحمتیں قائم رہیں گی۔ زندگی کی سوشل
رشتی، ورموافقت پولٹیکل ہمسری سے اور ایک ہی قانون کے زیر حکم رہنے اور ایک ہی عدالتوں کے
تابع رہنے سے پیدا ہوتی ہے۔ ہندوستان میں ذات کا سلسلہ شاید اس قدر عرصہ تک ہرگز
قائم نہ رہتا اگر زمانہ قدیم کے متمدن برہمن کے واسطے ایک قانون اور سودر کے واسطے دوسرا قانون
نہ بناتے۔ گو زمانہ سابق کی ضرورتیں کچھ ہی کیوں نہوں لیکن میرے لارڈ میں امید کرتا ہوں کہ انگریزی
حکومت کے ڈیڑھ سو برس گذر جانے سے ہم اب شائستگی کے اُس درجہ کو پہونچ گئے ہیں جبکہ
قومی امتیازات کو بہرکیف ملک کے عام قانون میں کم کرنا ہر ایک وجہ سے مناسب ہے۔ میرے لارڈ
مجھ کو اپنی طرف سے تو یہ متحکم یقین ہے کہ اب وہ زمانہ آگیا ہے جبکہ ہندوستان کے تمام باشندے
خواہ وہ ہندو ہوں یا مسلمان۔ یوروپین ہوں یا یوریشین اس بات کو سمجھنے لگیں کہ وہ ہمسر رعایا
ہیں اور اُن کے پولٹیکل حقوق یا کانسٹیٹیوشنل رتبہ میں قانون کی نگاہ میں کوئی اختلاف نہیں
ہونا چاہیئے اور ہندوستان میں انگریزی حکومت کی تحت میں حفاظت کا استحقاق جو اون کو
حاصل ہے وہ کچھ اُن کی قوم یا اُن کے مذہب کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اُس بڑے حق کے
سبب سے ہے جس میں سب شریک ہیں یعنی اُس جلیل القدر شاہنشاہ کی وفادار رعایا ہونے کے
حق کے سبب سے جس کے عہد دولت مہد نے ہندوستان کو امن اور آسایش بخشا ہے اور
اُس کو تجارتی اُولوالعزمی اور زمانہ شائستگی کے ہنر اور فنون کے اکتساب کے واسطے ایک مناسب
مقام بنا دیا ہے۔ میرے لارڈ چونکہ یہ موقع غالباً اخیر موقع ہے جو قانونی کونسل سے مخاطب ہوکر
گفتگو کرنے کا مجھ کو حاصل ہوگا اس لئے میں ایسی گفتگو کو بغیر کہے اس بات کے ختم نہیں کرسکتا کہ حضور کا
عہد حکومت اس بات پر دل سے مبارکبادی کا مستحق ہے کہ اُس میں ایک ایسا مسودہ قانون پیش کیا گیا
جس کے ذریعہ سے میں یقین کرتا ہوں کہ حسد انگیز قومی امتیازات بہت کچھ دُور ہوجاویں گے۔ اور
آخر کار حکام اور محکوم کے درمیان اس ملک میں جس میں بہت سی قومیں مختلف مذاہب کی رہتی ہیں
دوستی اور باہمی ادب اور ہمدردی کو ترقی ہوگی +

تمام شُد

ہمارا کام یہ ہے

دو قلم اسلامی مصنفوں اور قومی شاعروں کی تصنیفات جو مختلف مطابع میں چھپکر شایع ہوئی ہیں اُن کا کافی
ت قومی دوکان پر موجود ہے۔ تاکہ شایقین کو مختلف مقامات سے ان کے طلب کرنے میں دقت نہو
ارادہ اس سلسلہ کو زیادہ تر وسعت دینے کا ہے تاکہ اُردو زبان کے لٹریچر کو جو آجکل مسلمانان ہند کی مشترکہ
ہے دلچسپ قومی کتابوں سے وسیع کیا جائے۔ ہر ششماہی پر ایسی کتابوں کی ایک مفصل فہرست شایع ہوا کریگی
رات مصنفین اگر اس خادم کے اہتمام سے اپنی تصنیفات چھپوانا چاہیں تو ایک فہرست مضامین اور نمونہ
ال فرماویں۔ معاملہ طے ہونے پر انشاءاللہ عمدہ کاغذ پر اور خوشخط بکفایت چھپوکر ان کی اشاعت میں
کی جائیگی۔ چنانچہ ہندوستان کے جن نامور مصنفوں نے اِس سے پیشتر نیازمند کے اہتمام میں اپنی تصنیفات
چھپوایا ہے وہ اس امر کی تصدیق کرتے ہیں کہ دوسری جگہ کی نسبت نہ صرف زیادہ تر صفائی سے کام ہوا ہے
کفایت سے بھی کام ہوا ہے۔ نصف لاگت پہلے لی جایا کرے گی +

اگر کوئی کتاب اس قسم کی مطبوع ہو چکی ہو تو اہل مطبع یا حضرات مصنفین اس کی ایک کاپی بطور نمونہ ارسال فرمائیں
ہو اسکے ایک معقول تعداد قومی دوکان کے لئے خرید کیجائیں گی یا مناسب کمیشن پر اُن کتابوں کی فروخت کا اہتمام
دیا جائیگا۔ چنانچہ اس سے پہلے جن صاحبوں سے اس قسم کا معاملہ ہوا ہے وہ اس دوکان کی خوش معاملگی کے
و حضرات مصنفین کے لئے اس سے بہتر اور ذریعہ اپنی تصنیفات کی اشاعت کا مشکل مل سکیگا +
تی الوسع کتابیں ارزاں قیمت پر فروخت ہوں گی اور سستی لاگت پر حسب دلخواہ چھپوائی جائیں گی +
ں دوکان پر قومی ضرورتوں کے لئے ناول۔ ڈراما۔ نیچرل اور قومی نظمی۔ قومی تاریخ۔ بایوگرفی۔ سفرنامے۔ لٹریچر
ابلین اور مقاصد کے رسالے ہر وقت موجود رہتے ہیں +

حضرات شایقین کی فرمایشوں کی تعمیل انشاءاللہ بعجلت کیجائے گی +

تابوں کے طلب کرنے کا سب سے بہتر ذریعہ قیمت طلب پارسل (ویلیو پے ایبل پارسل ہے) قیمت ڈاکخانہ کی معرفت وصول کیجائیگی +
ایک قسم کی خط و کتابت یا درخواستیں رقم سے ہونی چاہئیں اور جواب طلب کے لئے دو پیسے کا ٹکٹ یا جوابی کارڈ۔ بیرنگ خط
پتہ صحیح اور خوشخط بقید ضلع تحصیل و ڈاکخانہ ہونا چاہیے۔ اسقدر عاجزانہ گذارش کے بعد اُمید ہے کہ ہماری مسلمان بھائی
ں دوکان کو خاص اپنی قومی خدمت کا ایک ذریعہ سمجھکر دل و جان سے اس کی ترقی اور امداد میں سعی فرمائیں گے +

ی قوم کا خادم فدوی فضل الدین۔ تاجر **کتب قومی**۔ بازار کشمیری **لاہور**

اشتہار

مشیر نسوان

بچوں کی پرورش کے طریق پر سب سے پہلے اُردو

سلیس بامحاورہ شستہ دو حصوں میں۔ حصہ اوّل میں نا

غسل کرنا۔ تعلیم لباس۔ دُودھ پلانا۔ غذا کھلانا۔ دُودھ چھوڑا

وغیرہ ہے۔ حصہ دوم میں تہذیب اخلاق۔ غسل و لباس۔ ر

وغیرہ وغیرہ ہیں۔ حصے الگ الگ بھی مل سکتے ہیں

کی مشیر دایہ۔ جوانوں کا طبیب۔ کسی صاحب اولا

اس سے خالی نہ رہنا چاہیئے۔ قیمت کامل ہر دو

المشتہر

خادمِ قوم فضل الدین تاجر کتب قومی لاہور بازار